فتاوی رضویہ

حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی

رضا اکیڈمی ممبئی

فتاوی رضویہ مترجم



رضا اکیڈمی ممبئی ۳

Printed by: RAZA OFFSET, Bombay/3, INDIA • Tel: 371 23 13

مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّینِ (الحدیث)

العطایا النبویۃ

فی

الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد چہارم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیمُ الشان

فقہی انسائیکلو پیڈیا

مُصنّفہ

مجدّدِ دین و ملت

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض

تاجدارِ اہلِ سُنّت شہزادۂ اعلیحضرت

حضور مفتیٔ اعظم علاّ الحاج الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خان قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر

رضا اکیڈمی بمبئی

۲۶- کامبیکر اسٹریٹ، بمبئی ۳

فون نمبر: ۳۴۳۷۶۸۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر ۸۸

کتاب ــــــــــ فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

تصنیف ــــــــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ــــــــــ مولانا محمد احمد مصباحی ، مولانا محمد صدیق ہزاروی

پیش لفظ ــــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فوائد جلیلہ (ترتیب وتبویب) ــــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی " " " " "

تخریج وتصحیح ــــــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام وسرپرستی ــــــــــ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

ترتیب فہرست ــــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتابت ــــــــــ محمد شریف گل ، کرٹیال کلاں (گوجرانوالہ)

پروف ریڈنگ ــــــــــ مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت ــــــــــ جنوری ۱۹۹۳ء

صفحات ــــــــــ ۷۶۰

اشاعت دوم ــــــــــ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ / جون ۱۹۹۶ء

مطبع ــــــــــ رضا آفسیٹ بمبئی

ناشر بار اوّل ــــــــــ رضا فاؤنڈیشن لاہور

" بار دوم ــــــــــ رضا اکیڈمی بمبئی

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ۔ علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

چند سال قبل محسنِ اہلسنت مفتیِ اعظم پاکستان ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت)، شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی سرپرستی اور نگرانی میں فتاوٰی رضویہ کی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا جو عظیم منصوبہ رضا فاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا گیا تھا بفضلہٖ تعالیٰ پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے۔ اب تک فتاوٰی رضویہ کی کتاب الطہارۃ (مکمل) چار جلدوں میں زیورِ طباعت سے مزین ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ کتاب الطہارت بارہ[12] قدیم مجلدات میں سے جلد اول مکمل اور جلد دوم کے تقریباً ڈیڑھ سو[150] صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔

فتاوٰی رضویہ، کتاب الطہارۃ پر ایک نظر

عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتابوں میں کتاب الطہارت کے تحت مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق مسائل مندرج ہوتے ہیں: (۱) وضو (۲) نواقضِ وضو (۳) غسل (۴) پانیوں کا بیان (۵) کنویں کا بیان (۶) تیمم (۷) مسحِ خفین (۸) حیض (۹) انجاس (۱۰) استنجاء۔

لیکن فتاوٰی رضویہ کا انداز و اسلوب کتبِ فتاوٰی میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عظیم فقہی و علمی شاہکار میں کتاب الطہارۃ کے تحت مذکورۃ الصدر دس[10] ابواب سے متعلق مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل بیالیس[42] ابواب سے متعلق بھی ضمناً ہزاروں مسائل مذکور ہیں، نماز[1]، احکامِ مسجد[2]، جنائز[3]، زکوٰۃ[4]، روزہ[5]، حج[6]، نکاح[7]، طلاق[8]، عتق[9]، قسم[10]، حدود[11]، سِیَر[12]، شرکت[13]، وقف[14]، بیوع[15]، شہادت[16]، وکالت[17]، دعوٰی[18]، ہبہ[19]، اجارہ[20]، حجر[21]، غصب[22]، قسمت[23]، شکار و ذبیحہ و قربانی[24]، حظر و اباحت[25]، احیاءِ موات[26]، شرب[27]، دیت[28]، مداینات[29]، وصی[30]، فرائض[31]، فوائدِ فقہیہ[32]، رسم المفتی[33]، عقائد[34]، کلام[35]، ردِّ بدمذہباں[36]، فوائدِ حدیثیہ[37]، اسماء الرجال[38]، فضائل و مناقب[39]، فوائدِ اصولیہ[40]، طبعیات[41]، ہندسہ و ریاضی[42]۔

فتاوٰی رضویہ کی کتاب الطہارۃ ۲۴۶ استفتاءات کے جوابات، اقول اور قلت وغیرہ کے عنوان سے ۳۶۴۱ تحقیقات

و تدقیقاتِ مصنّف رحمہ اللہ تعالیٰ، ۱۹۴۵ معروضات و تطفلات اور ۳۰ رسائل پر مشتمل ہے جن میں سے ایک رسالہ "باب العقائد والکلام" جو جلد اوّل قدیم کے صفحہ ۳۵، تا ۴۹، پر تھا کتاب الطہارۃ سے خارج کر دیا گیا ہے جدید ایڈیشن میں اسے عقائد و کلام والی جلد میں شامل کیا جائے گا۔

فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

پیشِ نظر جلد، جلدِ اوّل قدیم کے صفحہ ۴۹۷، رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء" سے آخر یعنی صفحہ ۸۴۹ تک اور جلد دوم قدیم کے شروع سے صفحہ ۴۵ یعنی کتاب الطہارۃ کے آخر تک ہے۔ یہ جلد ۱۳۲ سوالوں کے جوابات، اقول اور قلت کے عنوان سے ۵۹۴ تحقیقی نکات، ۴۵ تطفلات و معروضات اور انتہائی نفیس و دقیق مباحثِ جلیلہ کے حامل مندرجہ ذیل پانچ عظیم الشان رسائل پر مشتمل ہے:

(۱) قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاءِ فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاءً۔
اس تیمم کرنے والے کا حکم جس کو علم ہو کہ دوسرے کے پاس پانی ہے۔

(۲) اَلطِّلْبَۃُ الْبَدِیْعَۃُ فِیْ قَوْلِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ۔
امام صدر الشریعۃ صاحبِ شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث۔

(۳) مُجَلِّی الشَّمْعَۃِ لِجَامِعِ حَدَثٍ وَّ لُمْعَۃٍ۔
جنابت و حدث دونوں کے جمع ہونے کی ۹۸ صورتوں کا بیان۔

(۴) سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنَ بِطَھَارَۃِ الْکَلْبِ۔
کُتّے کے نجس ہونے کا بیان۔

(۵) اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رُوْسَر۔
جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کا بیان۔

اس جلد میں متعدد ضمنی مسائل کے علاوہ پانچ مستقل ابواب پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے:

(۱) تیمم (اس کی بحث جلد سوم کے صفحہ ۷۲۹ سے چلی آرہی ہے)
(۲) مسحِ خفین (موزوں پر مسح کا بیان)
(۳) حیض (حائضہ عورت کے احکام کا بیان)
(۴) انجاس (نجاستوں کا بیان)
(۵) استنجاء (استنجاء کرنے کا مشروع طریقہ)

فوائدِ جلیلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول قدیم کے حاشیہ پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف فقہی، کلامی، اخلاقی، اصلاحی، معاشرتی اور معاملاتی ابواب سے متعلق متعدد مستقل مسائل ذکر فرمائے جن میں سے بعض کی طرف کتاب کے اندر اشارہ موجود ہوتا ہے اور بعض بالکل مستقل حیثیت میں کتاب سے علاوہ فائدے کے طور پر مذکور ہیں جن کا ذکر فہرست میں ہے لیکن وہ کتاب کے اندر موجود نہیں بلکہ حاشیہ پر موجود ہیں۔ نئی طباعت میں چونکہ صرف متنِ کتاب یا اس سے متعلق حواشی ہی دیئے گئے ہیں حاشیہ پر موجود مستقل مسائل نہیں دیئے گئے لہٰذا ان کی علیحدہ کتابت کروا کے "فوائدِ جلیلہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں پیشِ نظر جلد کے آخر میں لگا دیئے گئے ہیں جن کی ترتیب و تبویب کا فریضہ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر راقم نے سرانجام دیا ہے۔ ان فوائد کی مجموعی تعداد ۱۱۳۸ ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہر مسئلہ کے آخر میں پرانی جلد اول مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا صفحہ اور فائدہ نمبر بھی درج کر دیا گیا ہے۔ ان فوائد جلیلہ کو نقل کرنے میں مولانا حافظ محمد سلیمان سعیدی اور مولانا محمد یونس نے بھرپور تعاون فرمایا۔

اس جلد میں شامل جلد اول (قدیم) کی عربی عبارات کا ترجمہ بھی محققِ جلیل حضرت علّامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الادب دار العلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہندوستان نے فرمایا جن کا مختصر تعارف جلد سوم کے پیش لفظ میں گزر چکا ہے، جبکہ جلد دوم (قدیم) کے ۱۴۵ صفحات کی عربی عبارات کے ترجمہ کے فرائض فاضلِ شہیر سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور زید مجدہٗ نے سرانجام دیئے ہیں۔ مولانا ہزاروی کا شمار سریع القلم اور کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے اب تک متعدد کتب کے تراجم و تلخیصات کے علاوہ بیسیوں مستقل تصانیف تحریر فرما چکے ہیں۔ اخبارات و رسائل میں آپ کے بہت سے تحقیقی مضامین شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور اُن کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ شریفہ کو نافعِ عام بنانے کے لیے اس عظیم اشاعتی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین!

حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۹۲ء

اِبتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

چودہویں صدی کے مجدد اعظم، امام اہلِ سُنّت، اعلیٰ حضرت سیدنا الشاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی و علمی شخصیت اپنے فضل و کمال کے آئینہ میں روز بروز اس طرح نکھرتی جارہی ہے کہ اہلِ دانش و بینش دیدۂ حیراں بن کر اس کے جلوؤں میں گم ہیں۔ اور

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

فتاویٰ عالمگیری! ایک حکومت کی مالی سرپرستی میں خدمت انجام دینے والے سو سے زائد علماء و فقہاء کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن "فتاویٰ رضویہ" محض ایک عالم و فقیہ کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، جسے آج سارا عالمِ اسلام خراجِ تحسین و عقیدت پیش کر رہا ہے۔

فتاویٰ رضویہ! بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے جو پہلے بریلی شریف و مبارکپور وغیرہ سے مختلف اوقات میں شائع ہوئیں اور دو سال پہلے رضا اکیڈمی بمبئی نے سبھی جلدیں ایک سائز میں ایک ساتھ شائع کرنے کا گرانقدر کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ لاہور کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ایک عظیم خدمت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں مندرج عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ، مراجع و مآخذ کی تخریج اور تحشیہ کے ساتھ اس کی اعلیٰ کتابت کرائی جارہی ہے۔ اور متوسط سائز پر اس کی جلدیں یکے بعد دیگرے منظرِ عام پر لائی جارہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ مترجم کی یہ نو مطبوعہ جلدیں فتاویٰ رضویہ اوّل، دوم، سوم پر مشتمل ہیں۔

رضا اکیڈمی بمبئی کو اب تک اس کی نو مطبوعہ جلدیں دستیاب ہو چکی ہیں۔ اور وہ انھیں ہندوستان میں پہلی بار شائع کر کے اہلِ علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ فاروقیہ بکڈپو، مٹیا محل دہلی ۶ کے اشتراکِ عمل سے یہ فقہی شہکار منظرِ عام پر لاتے ہوئے رضا اکیڈمی بمبئی مسرت و بہجت کے جذبات سے سرشار ہے۔

دعا ہے کہ ربِّ کائنات ہماری یہ خدمت قبول فرمائے اور اسی تسلسل کے ساتھ ہمیں خدمتِ مزید کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

اسیر مفتیِ اعظم
محمد سعید نوری

۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ مطابق ۸ جون ۱۹۹۶ء

فہرست جلد چہارم

ابواب و مسائل

باب التیمم

کر مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب
ہے لیکن اگر نماز پوری کر کے مانگا اور اُس نے نہ دیا
تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے ۔ ۳۷ ، ۶۷۲

ایک شخص نے چند آدمیوں کو پانی مشترکاً ہبہ کیا اور انہوں
نے قبضہ کر لیا جب بھی تیمم کسی کا نہ جائے گا۔ ۳۹ ، ۶۷۲

اگر ان میں صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اُسی کا تیمم
جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ
اوروں کا تیمم نہ گیا۔ ۴۰ ، ۶۷۲

تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا
اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی
اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا، بعد سلام امام نے
اُس سے پانی مانگا اُس نے دے دیا سب کی نماز
گئی ۔ ۴۰ ، ۶۷۲

شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم
ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو
مانگنا واجب، شک ہے تو مستحب، ورنہ مستحب
بھی نہیں ۔ ۴۲ ، ۶۷۳

آبِ طہارت سفر میں مبذول نہیں کہ اُس کے دینے
میں بہت تکلف ہوتا ہے ۔ ۵۸ ، ۶۷۳

دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب
ہوتا ہے ۔ ۵۹ ، ۶۷۳

جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی
حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اُسے توڑ
دے گی ۔ ۶۹ ، ۶۷۳

یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے
گمان کچھ ہو ہاں اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اُس کے
گمان پر مدار ہے ۔ ۷۲ ، ۶۷۳

جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے
سے پوچھا اُس نے نہ بتایا تیمم سے پڑھ لی نماز
ہو گئی ۔ ۷۳ ، ۶۷۳

بتانے والا موجود تھا اور اُس نے نہ پوچھا اور
نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب
بتایا نماز نہ ہوئی ۔ ۷۴ ، ۶۷۴

اُس نے پوچھا اور اُس نے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد
نماز پانی بتایا نماز ہو گئی ۔ ۷۴ ، ۶۷۴

گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی
اتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آ گیا اور
دے دیا تو کیا حکم ہے ۔ ۶۷۴

گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا
اُس نے انکار کر دیا اس لیے کہ اتنے میں پانی
خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے ۔ ۶۷۴

پانی پر قدرت جس سے تیمم ناجائز ہو پانچ طرح
حاصل ہوتی ہے ۔ ۷۶

کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب
گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اُس نے کہا خرچ
ہو گیا پہلے مانگتے تو دے دیتا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

پانی جس کے پاس ہے اُس نے غلط حیلہ کر دیا
کہ خرچ ہو گیا تو اس کا کچھ اثر نہیں ۔ ۷۷ ، ۶۷۴

پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت کے لیے
پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا

مسح خفین

حیض کا بیان

معذور کا بیان

نجاستوں کا بیان

باب الاستنجاء

فہرست ضمنی مسائل

باب الوضو

فصل فی النواقض

باب الغسل

کہا میں نے طلاق دی طلاق ہو گئی۔ اور جھنجھلا کر
جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہو گی۔ ۱۱۹، ۱۲ے
عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اس نے پھر
کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم
آواز سے کہا تو ہو گئی۔ ۱۱۹، ۱۲ے

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے
مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی درکنار
لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔ ۱۲ے

مسائلِ قسم

قسم کھائی فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس
نے مانگی، اس نے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔ ۱۱۴، ۱۳ے
قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی
اس نے وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں۔ ۱۱۵، ۱۳ے
قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا
دے پانچ کو دے سکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔ ۱۱۲، ۱۳ے
قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا، پھر
پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا
حانث ہو جائے گا۔ ۲۲۹، ۳۰ے

مسائلِ بیع

بائع نے بیع میں شرط کر لی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم
رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اس مدت تک مبیع
اسی کی ملک رہے گی مشتری کو تصرف جائز نہ ہو گا
یہ شرط انتہا درجہ تین دن کے لیے جائز ہے زیادہ کے لیے
حرام و مفسد بیع۔ ۱۲۶، ۱۷ے
کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے
کے آزاد کر دے، اس نے کر دیا یہ بیع تو ہوئی مگر
اسے نہ ایجاب و قبول درکار نہ بیع کے شرائط۔ ۱۷ے، ۲۵۰ (حاشیہ)

مسائلِ دعوٰی

حاکم نے مدعیٰ علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا، یہ
بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔ ۱۱۸، ۱۹ے
اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے
تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر
مدعی کو ڈگری دے دے۔ ۱۱۸، ۱۹ے

مسائلِ ہبہ

عورت سے کہا تو نے مہر بخشا، اس نے کہا بخشا بخشا،
گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں، کہا ہو جاؤ
ہو جاؤ، قرینہ سے معلوم ہو گا کہ اس کا یہ کہنا
واقعی ہے یا طنز سے۔ طنز سے ہے تو نہ بخشا گیا۔ ۱۱۹، ۱۹ے

مسائلِ اجارہ

کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں۔ ۲۸ے
قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اُجرت جائز نہیں اور
اُس کے جواز کا حیلہ۔ ۲۱ے

مسائلِ حظر و اباحت

مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے کو

فوائد فقہیہ

رسم المفتی

عقائد

مسائلِ کلامیہ

رَدِّ بدمذہباں

فوائدِ حدیثیہ

فوائدِ اصولیہ

مجمل فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ

قوانین العلماء فی متیمم[1] علم عند زید ماء (۱۳۳۵ھ)

عُلمائے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہُوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل من بحر نداہ ؞ ماء ھداہ ؞ مع مصطفاہ ؞ فاعطانا بلا سؤال ؞ وطھرنا بہ من دنس	تمام تعریف خدا کے لیے جس نے اپنے بحرِ سخا سے، آبِ ہدٰی، اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

---

[1] اقول جو تیمم سے ہو اور جو تیمم کرنا چاہتا ہو تیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا رأی نہ کہا کما قالوا کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کما قالوا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

الضلال ؛ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؛ و بارك وشرف و مجد وکرم ؛ علی التوالی والتواتر والاتصال ؛ الی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال ؛ وعلی اٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل ؛

پاک کیا۔ خدائے برتر ان پر درود وسلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت، بزرگی وکرامت بخشے۔ پے بہ پے لگاتار اور پیہم، ابدوں کے ابد تک، ازلوں کے ازل سے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔ (ت)

متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ ت) اُس کے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اوّلاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علماء اور مالھا وما علیھا پھر وُہ جو فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہُوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۱: اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہوتا کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہُوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود دیا اس کے مانگے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعد ھالم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ ۱۵۸۔

اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہُوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پُوری ہوگئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت[2] وکذا لو وجد بعد التشہد قبل السلام[3] وان وجد بعد

تیمم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام

ماسلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد[1] پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (ت)

مسئلہ ۲: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمناً نمبر ۱۶۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثنار نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی۔ خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولا یقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستھزاء فلا یقطع بالشك فاذا فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا[2]۔

تیمم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لیے کہ اس کا کلام بطور استہزار بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات و فتاوٰی رزین سے ہے **اقول** علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفار فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلك لظھور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم مایعارضہ (وہ اس لیے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہوگئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ ت) اور اگر کوئی فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یُونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستھزئین اللئام۔

اس لیے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہُوا۔ (ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما بہ التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰

مسئلہ ۳: اگر اس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکّر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے۔ ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبۂ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے:

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ او شك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشك وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء[1]

تیمم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لیے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے:

غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہا بالمفہوم۔

مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا[2]

اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا رأی سرابًا ان کان

تیمم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

---

[1] شرح الوقایہ فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع عالمگیری فصل الخامس فی التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶

اکبر أیہ انہ ماء یباح لہ ان ینصرف و ان استوی الظنان لا یحل لہ قطع الصلاۃ واذا فرغ من الصلاۃ ان ظہر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ والا فلا[1]۔

میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

تنبیہ۔ **اقول** ظاہر عبارات بحالت ظن غالب عطا وجوب قطع ہے، (ف۱)

لان صیغۃ الاخبار اکد من صیغۃ الامر (ف۲) ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبہۃ قویۃ فی بقائہ فلا یحل المضی علیہ حتی یظہر بطلانہا ولان (ف۳) الصلاۃ بالتیمم (ف۴) کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا اصح اقتداء المتوضیء بالمتیمم بل جاز بلا کراھۃ وان کان العکس افضل فھذا القطع لیس (ع) للاکمال بل للابطال و

اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لیے کہ صیغۂ خبر صیغۂ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لیے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہو گئی کہ اس کا تیمم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہہ ضرور پیدا ہو گیا تو اس تیمم پر برقرار رہنا حلال نہ ہوگا جب تک کہ اس شبہہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لیے کہ ہمارے نزدیک تیمم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لیے یہ درست بلکہ بلا کراہت جائز ہے کہ وضو والا

ع فان قلت الیس قد قالوا ندب لراجی الماء تاخیر الصلاۃ الی اٰخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطہارتین **اقول** الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لا للزیادۃ بعد الکمال قال فی البنایۃ علی قول

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے **اقول** (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کے لیے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کے لیے نہیں ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

لیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال و مثل القطع لولم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم۔

تیمم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کے لیے نہیں بلکہ باطل کرنے کے لیے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لیے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: "اور تم اپنے عملوں کو باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴ : یہ حکم نماز کے قطع و اتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں **اقول** بحالِ ظنِ عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل لکھ کر فرمایا:

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیر ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ۔[1]

یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمم سے نماز شروع کر دی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع[2] (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ ت) اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظنِ منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الھدایۃ باکمل الطہارتین وھو الوضوء وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طہارۃ کاملۃ ولکن الوضوء اکمل منہا اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہدایہ کی عبارت "باکمل الطہارتین" (دونوں میں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتا رہا ہے کہ تیمم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ آخر فصل اول مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

پُوری کر کے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** مگر مسئلہ[1] ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ اگر قُرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے،

الا یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یندب ان رجا والا لا۔[1]

اگر قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔ (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے:

اذا شك يستحب له الطلب[2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ ت) اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذا لم یغلب علی ظنه قربه لایجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء۔[3]

قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔ (ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحالِ شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[2] ۵: صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وُہ ظن غلط تھا۔ **اقول** یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو بحر میں ہے:

اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمها وسأله ولم یعطه تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطاء کذا فی شرح الوقایۃ

جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴
[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۸
[3] البحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

فعلم منہ ان ما فی فتح القدیر من بطلانھا بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاھر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی ھذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد[1]۔

کہ اس کا گمان غلط تھا۔ ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبۂ ظنِ عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وُہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے (ت)

اسی طرح رد المحتار میں نہر سے ہے:

قال لا تبطل کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیہ نظر نعم فی الخانیۃ عن محمد انھا تبطل بمجرد الظن فمع غلبتہ اولٰی وعلیہ یحمل ما فی الفتح[2] اھ

انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو غلبۂ ظن سے بدرجۂ اَولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

اقول عبارۃ الخانیۃ المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ فاذا سلم فسألہ ان منع جازت صلاتہ وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنہ انہ یعطیہ بطلت صلاتہ[3] اھ

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمم سے نماز شروع کرے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیر لے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "جب اندرونِ نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی"۔

فلیس فیھا عن محمد بطلانھا

اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴
[2] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نول کشور لکھنؤ ۱/۲۷

بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النهر بل قد قید صریحا بغلبة الظن ولو لم یقید لکان هو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشك كما صرحوا به فكیف تبطل بالشك صلاة صح الشروع فیها بیقین وكأنه لم یراجع الخانیة واعتمد قول اخیه ذكر البطلان بمجرد الظن فحمله علی تجرید الظن عن الغلبة ولیس كذلك وانما مراده بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظهر تحقیق ظنه او خیبته۔

اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلان نماز کا ذکر نہیں جو صاحب النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں توصاف غلبۂ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبۂ ظن ہی مراد ہوتا اس لیے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہوجائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحب بحر) کی عبارت "ذکر البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہو۔ یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی وکامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔ (ت)

ثمّ اقول ماروی عن محمد رحمه الله تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت[ف1] بمعنی ستبطل کما هو معروف فی کلماتهم فی غیر ما مقام وقد بیناه فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ الثانی ان المعنی ان حکم نفس هذه الصورة هو البطلان حتی لو لم یزد علی هذا ومضی علی صلاته ولم یسأل بعدها حکم ببطلانها سواء اعطاه صاحب الماء بدون سؤال اولا وعبارة الفتح هکذا جماعة[ف2] من المتیممین وهب لهم صاحب الماء فقبضوه لا ینتقض تیمم احد منهم لانه لایصیب کلا منهم ما یکفیه علی قولهما وعلی قول ابی حنیفة رضی الله

ثم اقول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت آئی ہے اس میں دو تاویلیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ "باطل ہوئی" کا معنی یہ ہے کہ ابھی باطل ہوجائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم ومعروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہوگئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کردیا جس پر وہ قابض

تعالیٰ عنہم لا تصح ہذہ الھبۃ للشیوع
ف۱ ولو عین الواہب واحدا منہم یبطل تیممہ
دونہم حتی لوکان اماما بطلت صلاۃ الکل
ف۲ وکذا لوکان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم
سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول
الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء
واعلم انہم فرعوا لوصلی بتیمم فطلع علیہ
رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ
بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا یعطیہ
یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی
ثم یسألہ فان اعطاہ ولو بیعا بثمن المثل
ونحوہ اعاد والا فھی تامۃ وکذا لو اعطاہ
بعد المنع الا انہ یتوضأ ھنا للصلاۃ اخری
وعلی ھذا فاطلاق فساد الصلاۃ فی صورۃ
سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالۃ
الاشکال اوان عدم الفساد عند غلبۃ
ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظہر
لہ بعد اعطاؤہ[1] اھ وانت تعلم ف۳ ان ہذہ
العبارۃ بعیدۃ عن ذینک التاویلین
اما الاول فظاہر واما الثانی فلان مفاد
ماحکاہ عندہ ان عند ظن العطاء
اوالمنع لا توقف علی السؤال بل صحت
فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل
اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال
عند الشک والاشکال ولذا افہم

بھی ہوگئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لیے
کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کے لیے کافی ہو یہ حکم
بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں،
اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو
معین کردیا تو اس کا تیمم باطل ہوجائے گا باقی
لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا
توسب کی نماز باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔
مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو امام نے
اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر
نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے
پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔ جاننا چاہئے
کہ مشایخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے
نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا
جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ
وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی
اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دیگا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ
کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر
دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے
تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔ اسی طرح
اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں
کسی دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ تو امام کے
مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت
اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبۂ ظن
ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ
ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو اھ ناظر کو

المخالفة بينه وبين فرع سؤال الامام حيث حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا اعطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان الامام ظن في صلاته عطاء او منعا او شك فتوقفت الصحة في ظن المنع ايضا على ما يتبين من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع بصورة الشك فيصح التوقف على السؤال اويقال ان في ظن المنع ايضا يزول حكم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا ما فهمه وراءه رحمه الله تعالى وهو غير منسوج على منوال ما روى عن الامام الرباني رحمه الله تعالى كيف وقد نسبه الى المشايخ انهم هم الذين فرعوه وانت تعلم ان ما حكاه عين ما في الخلاصة سوى ان فيها ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة ووقع بدله في الفتح بطلت قبل السؤال وليس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا في ظن المنع حتى لا تعاد وان اعطى ولا تخصيص احالة الحكم على ما يتبين بعد السؤال ÷ بصورة الاشكال ÷ بل هو عام يشمل جميع الاشكال ÷ كما يتجلى في كل ذلك حقيقة الحال ÷ بعون المولى ذي الجلال ÷ والظاهر والله تعالى اعلم انه رحمه الله تعالى اعتمد

معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں تاویلوں سے بعید ہے۔ پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دیتے یا نہ دینے کا ظن ہونے کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو باطل ہوگئی مانگے یا نہ مانگے۔ صرف شک و اشکال کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا پانی دے دے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف رہی اور اسی لیے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہو جانے سے صحتِ نماز کا حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا اور مراد لیا۔ ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل شدہ روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرما رہے ہیں کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے

ههنا علی ما فی صدرہ ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر ھو المنصوص علیہ فی کتب المذھب کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

کہ صاحبِ فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے "اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑ دے"۔ اس کے بدلہ فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔ حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی، نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقًا صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادۂ نماز نہ ہو، نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حقیقت حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ ظاہر یہ ہے۔ — اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے — کہ صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلمات علما کی مراجعت نہ فرمائی اسی لیے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالاں کہ شق اول کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔ (ت)

مسئلہ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ مطالعۂ کتب و نظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۴ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلۂ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق و توفیق ہے اور مسئلۂ شک میں یہی قول جمہور و راجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دو مقاموں میں تحقیق کریں و باللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم) لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) لانہ لایلزمہ الطلب من ملک الغیر وقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ۔[1]

اگر رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمم اس سے طلب کرے کیونکہ عمومًا اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر مانگے تیمم کرلیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہوجائے گا۔ اس لیے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔ اور صاحبین نے فرمایا تیمم نہ ہوگا اس لیے کہ پانی عمومًا خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ مع الفتح باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

عنایہ و بنایہ میں ہے :

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب و شرح الاقطع بین ابی حنیفۃ و صاحبیہ کما ذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج[1]۔

ایضاح، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور مبسوط میں فرمایا: اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلّت کا کام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج ہی کے لیے ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

القدرۃ علی الماء بملکہ او بملك بدلہ اذا کان یباع او بالاباحۃ اما مع ملك الرفیق فلا لان الملك حاجز فثبت العجز[2]۔

پانی پر قدرت یُوں ہوتی ہے کہ خود اس کا مالک ہو یا فروخت ہو رہا ہو تو اس کے بدل کا مالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔ لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لیے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہوگیا۔ (ت)

اسی میں نیز ذخیرۂ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے :

عن الجصاص لا خلاف بینھم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادھما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ عندہ[3]۔

جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کا ہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لیے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں۔ (ت)

---

[1] العنایہ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[2] فتح القدیر " " " "
[3] " " " " "

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرۃ اخی چلپی میں ہے :

لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ھذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الا فی الایضاح[1] اھ ھذا نقل الذخیرۃ ولم یذکر فی البنایۃ قولہ الا فی الایضاح و ذکر مکانہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر[2]۔

اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمم جائز نہیں جب کہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا - یہ ہمارے تینوں علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقاً مذکور ہے - مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں اس کی جگہ یہ ہے : مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے - (ت)

نیز عینی میں ہے :

ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ[3]۔

زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمم کر لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمم ہو جائے گا - (ت)

بحر میں ہے :

اعلم ان ظاھر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال واذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطھارۃ مبذول

معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں : جب اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جب کہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۸۰
[2] و [3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

عادة بین الناس ولیس فی سؤال ما یحتاج الیه مذلة فقد سأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعض حوائجه من غیره اھ فاندفع بهذا ما وقع فی الهدایة وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فعنده لا یلزمه الطلب وعندهما یلزمه و اندفع ما فی غایة البیان من ان قول الحسن حسن وفی الذخیرة نقلا عن الجصاص انه لا خلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فمراده فیما اذا غلب علی ظنه منعه ایاه و مرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع و فی المجتبی الغالب عدم الظنة بالماء حتی لو کان فی موضع تجری الظنة علیه لا یجب الطلب منه[1] اھ۔

ہی کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں اھ۔ اس سے وُہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصاص سے منقول ہے کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبیٰ میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها ای سواء ظن منحا او منعا او شك) وقالا لا یجزئه والوجه هو التفصیل کما قال ابو نصر الصفار انه انما یجب السؤال فی غیر موضع عزة الماء فانه

جب تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز نہ ہوگی ۔ اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابو نصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

---

[1] البحر الرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

حينئذ يتحقق ما قاله من انه مبذول والا فكونه مبذولا عادة فی كل موضع ظاهر المنع علی ما يشهد به كل من عانی الاسفار فينبغی ان يجب الطلب ولا تصح الصلاة بدونه فيما اذا ظن الاعطاء لظهور دليلهما دون ما اذا ظن عدمه لكونه فی موضع عزة الماء اھ[1]۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیا دیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیا دیا جانا) کھلے طور پر قابلِ ردو منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والا ہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جب کہ نہ دینے کا گمان ہو اس لیے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

اقول الصفار[1] لم يحدث قولا خلاف اقوالهم بل هو كالشرح لها كما فعل الامام الجصاص فلو لاحظ هذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمة المذهب جميعا بالتوزيع والتلفيق قال اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غيره فالاحتياط فی قولهما والتوسعة فی قوله لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال ما يحتاج اليه ممنوع اھ[2]۔

اقول صفار نے اقوالِ ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحبِ غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو انھیں توزیع و تلفیق کرکے ائمۂ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں، "لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لیے کہ مانگنے میں ایک ذلت ضرور ہے اور یہ بات ہمیں تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں" اھ (ت)

اقول فاذن[2] يؤل الامر الی ترجيح قول الامام مطلقا و يذهب اختيار قولهما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقا وقد ثبت

اقول تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقاً ترجیح ہے اور ظنِ عطا کی صورت میں صاحبین کا قول مختار نہ رہ جائیگا اس لیے کہ ذلت مطلقاً پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] ایضاً

فی الحدیث[ع1] نھی المؤمن عن ان یذل نفسہ الا ان یقال انما یذل[ع2] بالسؤال حیث یعز لانہ اذن شیئ مضنون بہ فالمسئول منہ ان منع فھذا اذل ظاھر وان دفع من وتحمل المنۃ ذل حاضر بخلاف موضع لا یعز فیہ فانھم یتباذلون بہ فیہ ولا یتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن ھذا قال فیہ لظھور دلیلھما قال واستدلالہ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد سأل بعض حوائجہ من غیرہ مستدرک لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان بالمؤمنین اولٰی من انفسھم فلا یقاس غیرہ علیہ لانہ اذا سأل افترض علی المسئول البذل ولا کذلک غیرہ[1] اھ۔

حدیث میں بھی اس بات سے ممانعت آئی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل و انکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار و منع متوقع نہ ہوگا اور دینے میں احسان جتانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لیے صاحبِ غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے۔ مزید لکھتے ہیں: "اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

[ع1] الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اعطی الذلۃ من نفسہ طائعا غیر مکرہ فلیس منا ١٢ منہ غفرلہ (م)

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلت بخوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ١٢ منہ غفرلہ (ت)

[ع2] ظھر لی ھذا ثم رأیت العلامۃ الشرنبلالی اشار الی ھذا الفرق کما یأتی انفا فی عبارات القول الثالث ١٢ منہ غفرلہ (م)

یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ١٢ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ٦٩

اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں و' استدراک ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی اور کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

اقول لیس[ف۱] کمثلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنھا الغیرۃ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغیر خلق اللہ واللہ تعالٰی اغیر منہ ومحال من نفس کریمۃ غیراء ان تتعرض لشیئ مما یعد ذلا فثبت ان من سؤال الحاجۃ مالیس بذل والا لما وقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا دخل[ف۲] فی ھذا لافتراض البذل وعدمہ وقد یفترض[ف۳] فی حق غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا کاطعام[ف۴] ذی مخمصۃ فھذا قد ینتفع بہ لما فی المبسوط۔

اقول کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرتمند ہیں اور خدائے برتر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اور کسی بھی باعزت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا۔ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ فرض تو کبھی غیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے، جیسے بھوک کی شدت والے کو کھانا دینا۔ اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

وانا **اقول** انما[ف۵] الجواب فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰی بالمؤمنین من انفسھم علٰی منزع اٰخر دقیق وھو ان[ف۶] املاکھم املاکہ اذ ھم انفسھم املاکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احتمال لذل فی سؤال المولٰی بعض عبیدہ مما فی یدہ فانہ وما

اور میں کہتا ہوں اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وُہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی مِلک ہیں اس لیے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مِلک ہیں اور اس میں کسی ذلت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لیے کہ خود غلام اور جو کچھ

فی یدہ ملك مولاہ فلیس من السؤال فی شیٔ بل استخدام فبهذا یتجه مرامه ویتضح کلامه ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبه صاحب الهدایة و صاحب الایضاح الی ابی حنیفة کما تقدم واما شمس الائمة فی المبسوط فانه نسبه الی الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وربما یوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفة فی غیر ظاهر الروایة واخذ هو به فاعتمد فی المبسوط ظاهر الروایة واعتبر صاحب الهدایة و الایضاح روایة الحسن لکونها انسب بمذهب ابی حنیفة فی عدم اعتبار القدرة بالغیر و فی اعتبار العجز للحال واللّٰہ سبحنه تعالٰی اعلم[1] اھ۔

اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے۔ اس بیان سے صاحبِ غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہوجاتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں: "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ایضاح نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہی یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلّت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے۔ تطبیق یُوں دی جاسکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابوحنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ میں روایت کیا اور خود حسن نے اسی کو لیا۔ تو مبسوط میں ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا اور صاحبِ ہدایہ و صاحبِ ایضاح نے روایتِ حسن کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کا اعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو عجز ہے اسی کا اعتبار ہے۔ اور خدائے پاک ہی خوب جاننے والا ہے اھ (ت)

اقول ولی فیه کلام سیأتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار جاز (ای التیمم قبل الطلب) عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر[عه] محمدا وانما ذکر ان قیاس قوله

اختیار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمم) جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عـه ای صاحب الاختیار ۱۲ (یعنی صاحبِ اختیار نے ۱۲۔ت)

۱؎ غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

ان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ لایجوز و الا یجوز[1] اھ

قول کے قیاس کا اقتضایہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اھ (ت)

اقول ھکذا اجری القیل والقال ؛ ولاحاجۃ الی استکثار الاقوال ؛ بل ناتی علی المقامین لفصل المقال ؛ بتوفیق ربنا المھیمن المتعال ؛

اقول اسی طرح قیل وقال جاری ہے۔ اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے برتر نگہبان پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کے لیے اُن دو مقاموں پر آتے ہیں :

المقام الاول تظافرت ھھنا کلمات العلماء علی ثلثۃ مسالک ،

مقامِ اوّل : یہاں کلماتِ علما تین مسالک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں :

اولھا لایجب الطلب مطلقا وانہ قول سیدنا الامام خلافا لصاحبیہ او قول الطرفین خلافا للثانی رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

مسلک اوّل : مطلقاً مانگنا واجب نہیں۔ اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین۔ یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

وتدخل فی قولی مطلقا من صرح بالاطلاق کما فی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابوحنیفۃ خلافا لابی یوسف[2] اھ۔

میرے "مطلقاً" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلا قید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں۔ اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالہ سے ہے کہ رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف "۔ اھ

ویقرب منہ قول الاختیار السمار حیث اطلق الجواز عند الامام وقابلہ بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھا عبارۃ الجوھرۃ الاٰتیۃ ومن

اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے،

---

[1] حلیہ

[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۱/ ۷۵

ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون فعن الوقایۃ قبل طلبہ جاز خلافا لھما[1] اھ و فی النقایۃ یصح قبل الطلب[2] اھ و مر عن الھدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ[3] وفی بدائع ملك العلماء لوکان مع رفیقہ ماء ولم یعلم بہ لا یجب الطلب عندنا وان علم بہ ولکن لا ثمن لہ فکذلك عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف علیہ السؤال وجہ قولہ ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق و القدرۃ موھومۃ لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر[4] اھ وفی الخانیۃ لو رأی مع رفیقہ ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز[5] اھ وفی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقہ ماء فانہ یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف واجب[6] اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لا یجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفۃ و

بلا قید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔ وقایہ میں ہے: "مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین" اھ۔ نقایہ میں ہے: "قبل طلب صحیح ہے" اھ۔ اور ہدایہ کی عبارت گزرچکی: "مانگنے سے پہلے تیمم کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہوگیا"۔ بدائع ملک العلماء میں ہے: "اگر اس کے رفیقِ سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم نہ ہُوا تو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر اسے علم ہُوا لیکن اس کا دام نہیں رکھتا تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اس پر مانگنا ہے۔ ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز متحقق ہے اور قدرت موہوم ہے اس لیے کہ سفر میں پانی سب سے کم یاب شے ہے" اھ۔ خانیہ میں ہے: "اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا پھر مانگنے سے پہلے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے" اھ خلاصہ میں ہے: "اصل (مبسوط) میں ہے: اگر رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔ تجرید میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابو یوسف کا

---

[1] شرح الوقایہ	باب التیمم	مطبع رشیدیہ دہلی	۱/۱۰۱
[2] جامع الرموز	"	مکتبۃ الاسلامیہ ایران	۱/۷۵
[3] الہدایۃ مع العینی	"	المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ	۱/۳۳۷
[4] بدائع الصنائع	"	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۴۸
[5] فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما یجوز لہ التیمم	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۱/۲۶
[6] خلاصۃ الفتاوٰی	الفصل الخامس فی التیمم	"	۱/۳۲

محمد خلافا لابی یوسف رحمہم اللہ تعالٰی[1]
اھ وفی ملتقی الابحر ان تیمم قبل الطلب
اجزأہ[2] اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبہ
من رفیق لہ ماء خلافا لھما[3] اھ قال ش و
بقول الامام جزم فی المجمع والملتقی
والوقایۃ وابن الکمال اھ وقال العلامۃ
الوزیر فی الایضاح ھذا اعلی وفق ما فی
الھدایۃ والایضاح والتقریب وغیرھا
(ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایۃ و
البنایۃ والبحر قال) وفی التجرید ذکر محمدا
مع ابی حنیفۃ[4] اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم
کلام المبسوط المار فی عبارۃ العنایۃ و
البحر ثم اعقبہ بکلام البدائع المار۔

قول ہے کہ واجب ہے" اھ تجرید کا حوالہ دیتے ہوئے
بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: "رفیق سے مانگنا امام ابوحنیفہ
و امام محمد کے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام ابو یوسف
رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ ملتقی الابحر میں ہے: "اگر مانگنے
سے پہلے تیمم کرلیا تو ہوگیا" اھ۔ اصلاح میں ہے:
"اپنے کسی رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم کرلینا صحیح ہے
بخلاف صاحبین" اھ۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: "امام
صاحب ہی کے قول پر مجمع، ملتقی، وقایہ اور ابن الکمال
کا جزم ہے" اھ علامہ وزیر ایضاح میں رقمطراز ہیں:
"یہ اس کے مطابق ہے جو ہدایہ، ایضاح، تقریب اور
ان کے علاوہ (یعنی جیسے شرح اقطع جیسا کہ عنایہ،
بنایہ اور بحر کے حوالوں سے گزرا) میں ہے۔ اور تجرید
میں امام محمد کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے" اھ
پھر امام جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے پھر مبسوط کا کلام جو عنایہ و بحر کی عبارتوں میں گزرا اس کے بعد بدائع کی عبارت لکھی ہے
جو ابھی گزری۔ (ت)

اقول وبھذہ النصوص ظھر ما فی
قول النھایۃ لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح
وکذلک یقال للعلامۃ البحر ھؤلاء المتون
والعمائد البدایۃ والوقایۃ والاصلاح والمجمع
والتجرید والایضاح والتقریب و

اقول ان ہی نصوص سے نہایہ کے اس قول
کی خامی ظاہر ہوگئی کہ "صرف ایضاح میں اختلاف کا ذکر
آیا ہے۔ اسی طرح علامہ بحر سے بھی عرض کیا جائے گا
کہ یہ متون وعمائد بدایہ، وقایہ، اصلاح، مجمع،
تجرید، ایضاح، تقریب،

---

[1] عینی شرح الہدایۃ — باب التیمم — مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ — ۱/۳۳۷
[2] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر — " — دار احیاء التراث العربی — ۱/۴۴
[3] اصلاح ایضاح
[4] رد المحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۸۳

شرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح و الاختيار والجوهرة كلهم ناصون بالخلاف بين الامام وصاحبيه والامام الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قول الامام وصاحبيه وقال في البرهان شرح مواهب الرحمٰن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص و ايده بقوله ولهذا لم يحك الكافي خلافا[1] اھ نقله العلامة الشرنبلالي في غنية ذوي الاحكام كيف يرد قولهم جميعا بمجرد ان في المبسوط لم ينسب الخلاف الا الى الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين على ناف واحد اليس ان ظاهر الرواية[2] ربما تتعدد في مسألة واحدة وقولي هذا اولى من توفيق الغنية المار في عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لكونها انسب بمذهب الامام فاعتبارها لهذا شئ وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه في المذهب شئ اخر وان[3] اقره في رد المحتار ومنحة الخالق والله سبحٰنه الموفق.

شرح اقطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کر رہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے ہیں۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قولِ صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ "اسی لیے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی اھ اسے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں نقل کیا۔ ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کردیا جائے گا کہ "مبسوط نے محض حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے"۔ کیا اثبات کرنے والے۔ جبکہ وہ طاقت ور بھی ہیں۔ ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں؟ ۔ کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر الروایۃ متعدد بھی ہوتی ہے۔ میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے"۔ اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے۔ اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے۔ اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی رد المحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھا ہے، اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (ت)

وثانيها يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم وذلك ما مر عن المبسوط

مسلک دوم: مانگنا مطلقاً واجب ہے اور یہ کہ یہی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایہ ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالہ سے

[1] غنية ذوي الاحكام باب التيمم مطبع احمد كامل الكائنة في دار السعادة ١/٣٢

واعتمده تبعا لشیخه فی التنویر فقال قبل طلبه لایتیمم علی الظاهر اھ قال فی الدر ای ظاهر الروایة عن اصحابنا لانه مبذول عادة وعلیه الفتوی[1] اھ۔

گزرا۔ اور تنویر میں اپنے شیخ کا اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا تو یہ لکھا کہ "اس سے مانگنے سے پہلے ظاہر کی بنیاد پر تیمم نہیں کرے گا" اھ۔ درمختار میں فرمایا: "ظاہر سے مراد ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ، اس لیے کہ پانی عادةً دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوی ہے" اھ (ت)

اقول ولم ار هذه اللفظة لغیره ولا عزاه محشوه لاحد وفی التبیین لو علم به خارج الصلاة وصلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئه[2] اھ ثم ذکر روایة الحسن ثم توفیق الجصاص وفی جواهر الاخلاطی مع رفیقه ماء وشرع فی الصلاة قبل الطلب لایجوز وقیل یجوز علی قیاس قول الامام خلافا للقاضی[3] اھ۔

اقول: یہ لفظ میں نے کسی اور کے یہاں نہ دیکھا، اور نہ ہی درمختار کے محشی حضرات نے اس پر کسی کا حوالہ دیا۔ تبیین میں ہے: "اگر خارج نماز اسے اس کا علم ہو گیا پھر بھی مانگنے سے پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ اس کے لیے کفایت نہیں کرسکتا" اھ۔ پھر انہوں نے حسن کی روایت اور جصاص کی تطبیق ذکر کی۔ جواہر الاخلاطی میں ہے: "اس کے رفیق کے پاس پانی ہے اور مانگنے سے پہلے نماز شروع کردی تو جائز نہیں اور کہا گیا کہ قول امام کے قیاس پر جائز ہے بخلاف قاضی کے۔" اھ (ت)

اقول وهنا عبارات أخر لیست صرائح کما تقدم عن الخلاصة عن الاصل انه یسأل فان الصیغة وان کان ظاهرها الوجوب کثیرا ما تأتی للندب کما لایخفی علی من خدم کلماتهم ویقرب منه قول القدوری ان کان مع رفیقه ماء طلب منه قبل ان یتیمم فان منعه منه تیمم[4] اھ والسراجیة

اقول: یہاں کچھ اور عبارتیں بھی ہیں جو صریح نہیں جیسے خلاصہ سے بحوالہ اصل گزرا کہ "وہ مانگے گا" اس لیے کہ صیغہ خبر اگرچہ وجوب میں ظاہر ہے لیکن ندب واستحباب کے لیے بھی کثرت سے آتا ہے جیسا کہ کلمات علما کے خدمت گزاروں پر مخفی نہیں۔ اس سے قریب یہ عبارتیں بھی ہیں (۱) اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو تیمم کرنے سے پہلے اس سے

۱؎ درمختار	باب التیمم	مطبع دہلی	۱/۴۴
۲؎ تبیین الحقائق	" "	مطبع الازہریہ مصر	۱/۴۴
۳؎ جواہر الاخلاطی	فصل فی التیمم	(قلمی نسخہ)	۱/۱۳
۴؎ قدوری	باب التیمم	مطبع کان پور	ص ۱۲

اذا وجد مع رفیقه ماء فانه یسأله فان لم یعطه تیمم وصلی[1] اھ والکنز یطلبه من رفیقه فان منعه تیمم[2] اھ کیف وقد قال مثله فی الملتقی واعتمد مذهب الامام وھذا نصه ان کان مع رفیقه ماء طلبه وان منعه تیمم وان تیمم قبل الطلب اجزأه[3] اھ۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ قدوری۔
(۲) "اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمم کرے اور نماز پڑھے" اھ سراجیہ۔
(۳) "اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ کنز الدقائق۔ یہ صیغہ یہاں وجوب کے لیے کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے، ان کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے، اگر نہ دے تو تیمم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمم کرلیا تو بھی ہوگیا" اھ (ت)

تنبیه قولی ھھنا یجب مطلقا المراد به انھم ذکروھا مرسلة ولم یقیدوھا بما یأتی فی القول الثالث اذ ھذا ھو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشریعة علی صریح التعمیم کما سیأتی فی ذکر قانونه مع تضعیفه ان شاء اللہ تعالٰی ویقرب منه ما مر عن الغنیة من حمل کل من قولی الامام وصاحبیه علی التعمیم حتی تأتی له التلفیق وقد تقدم انه لیس بتحقیق۔

تنبیہ: میرے "مطلقاً واجب" کہنے سے مراد یہ ہے کہ علما نے اسے مرسل ذکر کیا ہے اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے۔ اس لیے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ ہاں امام صدر الشریعۃ نے اسے صریح تعمیم پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قانون کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور اس سے قریب وہ بھی ہے جو غنیہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کے لیے تلفیق کی گنجائش نکل آئی وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں۔ (ت)

وثالثھا ادارة الامر علی ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم یجز

مسلک سوم: معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھنا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

---

[1] فتاوی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲
[2] کنز الدقائق مع التبیین " المطبعۃ الازہریہ بولاق مصر ۱/۴۴
[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی ۱/۴۴

التیمم قبله تقدم فیه نص النهایة وستأتی نصوص البحر المحیط والمنیة والخزانة و البرجندی وفی الخانیة وخزانة المفتین رأی مع رفیقه ماء ان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوز له ان یتیمم بل یسأله[1] اھ وفی الکافی مع رفیقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم یجز التیمم وان کان عنده انه لایعطیه تیمم وان شك و تیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ وفی الهندیه بعد نقله وهکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ وفی البرجندی نقل عن القاضی الامام ابی زید رحمه الله تعالٰی انه یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیه لافی موضع یعز[4] اھ وفی المنیة وشرح مسکین للکنز عن ابی نصر الصفار رحمه الله تعالٰی اذا کان فی موضع یعز فیه الماء فالافضل ان یسأل من رفیقه و ان لم یسأل اجزأه فان کان فی موضع لایعز الماء فیه لایجزئه قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیة کما فی عمرانات واعتمده الشرنبلالی فی متنه وشرحه فقال یجب طلبه ممن هو معه

اور اس سے پہلے تیمم جائز نہیں۔ اس بارے میں نہایہ کی عبارت گزر چکی اور بحر محیط، منیہ، خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔ خانیہ اور خزانۃ المفتین میں ہے: "اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے" اھ اور کافی میں ہے اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دیگا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دیگا تو تیمم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو اعادہ کرے" اھ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے" اھ۔ برجندی میں قاضی امام ابو زید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ "مانگنا ایسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کم یاب ہو" اھ۔ منیہ اور شرح مسکین للکنز میں ہے کہ ابو نصر صفار سے ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا:

---

[1] فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما یجوز له التیمم	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۱/۲۶
[2] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الاول من التیمم	" نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۲۹
[3] ایضاً			
[4] شرح النقایۃ للبرجندی	فصل فی التیمم	" نولکشور لکھنؤ	۱/۴۸
[5] شرح مسکین للکنز علی حاشیۃ فتح المعین		" سعید کمپنی کراچی	۱/۹۷

لانہ مبذول عادۃ فلا ذل فی طلبہ انکان فی محل لا تشح بہ النفوس اھ[1] ومنھا العبارات التی قدمنا فی المسألۃ الثالثۃ والرابعۃ عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصدر الشریعۃ والبحر والھندیۃ تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ مفھوما من الامر بقطع الصلاۃ عند ظن الاعطاء فانہ یوجب الوجوب اذ لولاہ عہ لما حل القطع ویقابلھا اطلاق نص الخانیۃ وخزانۃ المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ اھ[2]

"جیسے آبادیوں میں" اھ۔ اور شرنبلالی نے اپنے متن و شرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملہ میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا" اھ ان ہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو پہلے ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعۃ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہوماً بیان کیں کہ ظنِ عطا کے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لیے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ ان عبارتوں کے مقابلہ میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے: "تیمم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے" اھ (ت)

اقول وقد علمت انھم یرمون عن قوس واحدۃ وھو وجوب الطلب فی مظنۃ الاعطاء لاغیرھا وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء ھل ھو مبذول عادۃ فی السفر کالحضر اولا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم یبق فی الوصول

اقول: معلوم ہو چکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ظنِ عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔ خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہوا کہ کیا پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً لیا دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ — جنھوں نے کہا ہاں، وہ مطلقاً وجوب کے قائل ہوئے۔ اور جنھوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں اور

عہ کما یستفاد مما قدمنا عن تقریر وجوب القطع فی المسألۃ الثالثۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو ہم نے مسئلہ سوم میں پیش کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی — مطبعۃ الازہریۃ مصر — ص ۷۱

[2] فتاوٰی خانیہ — فصل فیما یجوز لہ التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنو — ۱/ ۲۷

الی الصواب الا انحلال عقدة هذا المبنی فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وهی الجادة الواضحة واما المثبتون فنظروا الی حال الحضر والسفر فی منازل ذات مناهل وماء الشرب واما النافون فالی حال السفر فی منازل قلیلة المیاه وماء الطهر۔

جنھوں نے اُس میں تفصیل کی، اس میں بھی تفصیل کی۔ تو صواب و درستی تک رسائی کی راہ میں صرف اس مبنی کی گرہ کشائی حاصل رہی۔ تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا۔ یہ صاف راستہ ہے۔ اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور پنگھٹ اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آب طہارت کی قلت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق انما المبذول عادة ماء الشرب لاسیما فی الحضر واما ماء الطهر خصوصا الغسل فکثیر من الناس یضنون به فی الحضر علی الاجانب حذاران ینفد ماعندهم فیتحرجوا الی ان یاتی السقاء او یحتاجوا الی کلفة الاستقاء بل ان کان احدهم علی راس رکیة وساله غریب او عابر سبیل ماعنده من الماء للغسل بل للوضوء یقول امالك یدان الست علی البئر فکیف بالسفر۔

اور **میں کہتا ہُوں**: اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ جو عادةً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے، خصوصاً حضر میں۔ رہا طہارت خصوصاً غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی اجنبی لوگوں پر بخل کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ ان کا پانی ختم ہوجائیگا تو انہیں بہشتی کے آنے تک زحمت ومشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یا راہ گیر اس کا پانی غسل بلکہ وضو کے لیے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا؟ (ت)

ثم لا یحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصره یحفظ علی الماء تحفظه علی الطعام اذا بعد الماء عنه بهذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب فیه هی الضنة وما

پھر یہ دیکھئے کہ تیمم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

لكونه مبذولا فيه من مظنة الا في خصوص
صور عديدة كان يكون من له الماء ولد
هذا او شقيقه او صديقه او اجيره او
رعيته او يهابه او له فيه طمع يريده او
يعلم هذا ان الرجل غير شحيح ولا
لئيم ولا مناوله وان عنده من الماء ما
ان اعطاني منه فضل له ما يبلغه المنزل وافيا
بحاجته من دون تقصير ولا تقتير او يكون
هذا مريضا مقعدا اشل مثلا وهو على رأس
البئر او يعلم انه كريم النفس يستحيي ان
يرد السائل لاسيما ان كان ممن يؤثرون
على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ففي
مثل هذه الصور يصح له الظن الاعطاء
المعتبر في الشرع وهو اكبر الرأي الملتحق
في العمل باليقين دون الظن الضعيف الملحق
بالشك ولا شك ان هذه الصور اقل
بكثير من غيرها فكيف يقال ان ماء
الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبا
نعم لم تبلغ قلة هذه الصور حد ندرة
توجب طرحها عن النظر ونوط الحكم
بالمظنة فوجب ادارة الامر على ظنه وهو
اعلم بنفسه فلا يقيد بموضع فيه الماء عزيز
او غزير فلا شك ان الوجه هو التفصيل هذا في
الحكم۔

ہو؟ — تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔ اور سفر میں پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو، (۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳) یا دوست ہو، (۴) یا ملازم ہو (۵) یا رعیت ہو (۶) یا اس سے ڈرتا ہو (۷) یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸) یا جانتا ہو کہ یہ آدمی بخیل، پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی کمی کے پورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹) یا یہ اپاہج ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰) یا جانتا ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا ہے خصوصاً جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں سخت احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِ عطا جس کا شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو شک میں شامل ہے بلاشبہہ یہ صورتیں دوسری صورتوں سے بہت زیادہ قلیل و کمتر ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آبِ طہارت عادۃً لیا۔ دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس میں تو اکثر بخل ہی ہوتا ہے۔ ہاں ان صورتوں کی قلت حدِ ندرت تک نہ پہنچی کہ انھیں بالکل نظرانداز کر دینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کم یاب

یا وافر ہونے کی جگہ سے حکم مقید نہ ہوگا۔ تو اس میں شک نہ رہا کہ وجہِ صواب تفصیل ہی ہے یہ تو حکم سے متعلق کلام ہوا۔

اما التوفیق **فاقول** وباللہ التوفیق لا غرو فی اطلاق الحکم بالنظر الی الغالب الکثیر ؛ وکم له فی الفقه من نظیر ؛ فکان سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنه اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب ؛ نظرا الی ما غلب ؛ ورواه الحسن کما سمع ؛ وتداولته المتون والعامة کما وقع ؛ وذهب اجتهاد الحسن الی اجرائه علی اطلاقه فقال به وکذلك ظن بعض ففسروا الاطلاق بالعموم وقلیل ما هم ورواه الصاحبان عن شیخهما وقد عرفا المراد ففسراه وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنهما فنصب بینهم الخلاف وهو مسلك الهدایة وکثیرین ومنهم من نظر المرام وان التفصیل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق او لم یؤم الی خلاف وهو مسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنهم فی النهایة وهم الاکثرون علی ما فیها ومنهم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاه معنی فذهب الی التوفیق وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقیق الناصع ولذا تری الخانیة مشی علی کلا القولین جازما به غیر مومٔ الی الخلاف فی شیٔ من الموضعین کما نقلنا نصوصها فی المسلکین الاول و

رہ گئی تطبیق ——— **تو میں کہتا ہوں** — اور خدا ہی سے توفیق ہے ——— یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ غالب وکثیر پر نظر کرتے ہوئے حکم مطلق بیان کر دیا جائے۔ فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غالب وکثیر پر نظر کرتے ہوئے مانگنے کے عدمِ وجوب کا حکم مطلق بیان فرمادیا اور حسن نے اسے جیسا سنا روایت کر دیا اور متون وعامۂ کتب نے جیسا وقوع میں آیا ویسا ہی پیش کر دیا۔ اور حسن کا اجتہاد اس طرف گیا کہ اسے اطلاق ہی پر جاری رکھا جائے تو وہ اسی کے قائل ہوئے۔ ایسے ہی کچھ اور حضرات کا بھی گمان ہوا تو انہوں نے اطلاق کی تفسیر عموم سے کر دی۔ اور ایسے حضرات کم ہی ہیں۔ اور صاحبین نے اپنے شیخ سے مراد سمجھ کر اس کی روایت کی تو انہوں نے اس کی تفسیر کر دی اور خود اسی تفسیر کے قائل ہوئے۔ اب بعض حضرات نے امام کے اطلاق اور صاحبین کی تفصیل پر نظر کی اور ان ائمہ کے درمیان اختلاف پیش کر دیا۔ یہ صاحبِ ہدایہ اور بہت سے حضرات کا مسلک ہے۔ اور بعض حضرات نے مقصد پر نظر کی اور یہ دیکھا کہ اطلاق سے بھی مراد تفصیل ہی ہے تو انہوں نے اتفاق کی تصریح کر دی یا کسی خلاف کی جانب اشارہ نہ کیا۔ یہ مبسوط، کافی اور ان حضرات کا مسلک ہے جن سے نہایہ میں حکایت کی او

الثالث وتبعه فی خزانة المفتین کما علمت و
کلهم علی الصواب وبعضهم اولی به من
بعض الاشرذمة ف صرحوا بتعمیم عدم الوجوب
مع اتفاقهم جمیعا علی وجوب الطلب فی
مظنة القرب واخاف انیکون هذا فی عبارة
التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل
القهستانی نقل بالمعنی علی ما فهم فان
عبارة التجرید التی اثرها امامان جلیلان
فی الخلاصة والبنایة کما مرلا اثرفیها لهذا
التعمیم واللّٰه تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیره ف۲ فی جانب
الایجاب صنیع صدر الشریعة وفی الجانبین
صنیع الغنیة واللّٰه تعالٰی اعلم۔

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ اور بعض حضرات نے
الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظاً اختلاف
ثابت کیا اور معنیً اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے۔
یہ امام جصاص کا مسلک ہے اور یہی تحقیق خالص ہے۔
اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ خانیہ میں دونوں ہی قول پر
جزم کرتے ہوئے اور دونوں جگہوں میں کسی خلاف کا
اشارہ کئے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں
مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں —— اور
خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا۔
اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولیٰ
ہیں مگر وہ گنتی کے لوگ جنہوں نے عدمِ وجوب کی تعمیم کی
صراحت کی۔ جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پانی
قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے۔ اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ
عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنیً نقل کر دیا اس لیے
کہ تجرید کی جو عبارت دو بزرگ اماموں نے خلاصہ و بنایہ میں نقل فرمائی —— جیسا کہ گزری —— اس میں اس تعمیم کا کوئی
نشان، پتا نہیں —— اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعۃ کا
طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل —— اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیه جعل فی الحلیة الاقوال اربعة
فافرز قول الصفار عن القول بالظن
وانت تعلم انه هو عه فانما اقام المظنة

تنبیہ: حلیہ میں اقوال چار کر دئے اس طرح
کہ صفار کا قول، قول بالظن سے جدا شمار کر دیا جبکہ
ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے ظن

عه **اقول** ف۳ سیعلم من احاط بنصوص مرت
وتاتی ان لکلامهم ههنا وجهتین فمنهم
من ردد بین نفی واثبات صریحا نحو ان

اقول: گزشتہ و آئندہ نصوص وعبارات کا
احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علما کے دو
رخ ہیں۔ بعض حضرات نے صراحۃً نفی واثبات کے درمیان
(باقی برصفحہ آئندہ)

مقام الظن کما لایخفی وقد قدمته فی حاشیة نمرة ۱۴۴۔

المقام الثانی قد تبین انه ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا بقی الشك فاعتری فیه الشك وجاءت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد

کی جگہ مظنہ رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں بھی اسے بیان کرچکا ہوں۔ (ت)

مقامِ دوم: یہ واضح ہوچکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔ شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک در آیا اور اسے ظنِ عطا و ظنِ منع کسی ایک سے ملحق کرنے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والا لا کالبحر المحیط والاختیار والمبتغی او مفهوما نحو ان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنهایة والخانیة وخزانة المفتین والخزانة وغیرهم فافادوا الحاق الشك بظن المنع ومنهم من ذکر حکم الظنین واهمل ذکر الشك کالکافی والمنیة والهندیة عن العتابی والزیادات ایضا بتصریح الحلیة وقد بحث فی الحلیة فی هذا القول عن الحاق الشك باحد الظنین جعل الکل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولا یخرج قول الامامین الصفار و ابی زید عن هذا فلا وجه لعده علیحدة الا بالنظر الی تغایر فی اللفظ ۱۲ منه غفرله (م)

تردید کی ہے مثلاً یہ کہ "اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں" جیسے بحر، محیط، اختیار اور مبتغی میں ہے۔ یا مفہوماً تردید کی ہے مثلاً یوں کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو تیمم جائز نہیں" جیسے نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے — تو ان حضرات نے شک کو ظنِ منع سے ملحق کرنے کا افادہ فرمایا — اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظنِ عطا و ظنِ منع) کا حکم بیان کردیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا، جیسے کافی، منیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے ہے اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔ اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی اور امام صفار و امام ابوزید کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

الظنین .

احدهما قال صدر الشریعة وفی الزیادات اذا کان خارج الصلاة ولم یطلب وتیمم لا یحل له الشروع بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما[1] اھ فقد الحقه بظن العطاء فکما لا یجوز التیمم اذا ظن العطاء کذلك اذا شك لکن نص فی الحلیة ان حکم صورة الشك غیر منصوص علیه فی الزیادات[2] اھ والذی ذکر فی البحر وجعله حاصل الزیادات وغیرها یخالف ما فی شرح الوقایة وعبارته وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الی اخر ما نقلنا فی المسألة الثالثة وقال فیها بعد قوله فلا یقطع بالشك بخلاف ما اذا کان خارج الصلاة الی اخر ما نقلنا ھھنا فلعل قوله بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی ما یقتضیه کلام الحلیة والبحر ولذا لم یعزه فی الحلیة الا الیه والله تعالی اعلم ھذا ووقع فی الخادمی حکایة ان الحاقه بظن العطاء مصحح قال فی الدرر قبل طلبه جاز التیمم اختاره فی الهدایة وقیل لا اختاره فی المبسوط[3] اھ فقال الخادمی

متعلق عبارتیں دو طرح آئیں :

اول : صدر الشریعۃ نے فرمایا : "زیادات میں ہے کہ جب بیرونِ نماز ہو اور طلب نہ کرے اور تیمم کرے تو شک کے ساتھ شروع کرنا اس کے لیے جائز نہیں اس لئے کہ قدرت و عجز دونوں میں شک ہے" اھ اس عبارت میں شک کو ظن عطا سے ملحق کیا ہے جیسے ظن عطا کی صورت میں تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح شک کی صورت میں ——— لیکن حلیہ میں تصریح ہے کہ "صورت شک کا حکم زیادات میں منصوص نہیں" اھ اور بحر میں جو ذکر کیا ہے اسے زیادات وغیرہا کا حاصل قرار دیا ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو شرح وقایہ میں ہے۔ شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے : "زیادات میں ہے کہ تیمم والا مسافر ——— اس کے آخر تک جو ہم نے مسئلہ سوم میں نقل کیا۔ اس میں " فلا یقطع بالشك ——— تو شک کی وجہ سے نماز نہ توڑے گا" کے بعد یہ بھی لکھا ہے : "بخلاف اس صورت کے جب بیرونِ نماز ہو ——— اس کے آخر تک جو ہم نے یہاں نقل کیا ——— شاید عبارت " بخلاف الخ" امام صدر الشریعۃ کی طرف سے زیادات کے دونوں مسئلوں کے درمیان درج ہوئی ہے جیسا کہ حلیہ اور بحر کے کلام کا اقتضا ہے اسی لیے اسے حلیہ میں ان ہی کی طرف منسوب کیا۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ خادمی

---

[1] شرح العنایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] حلیۃ

[3] درر شرح الغرر باب التیمم مطبع دار السعادت کامل بیروت ۱/۳۲

المصحح ان رجا عطاء اوشك یعید والالا[1] اه ولم یعزه لاحد ولم اره لمعتمد فالله تعالی اعلم۔

میں حکایۃً یہ آیا ہے کہ شک کو ظنِ عطا سے لاحق کرنا تصحیح یافتہ ہے۔ درر میں فرمایا: "مانگنے سے پہلے تیمم جائز ہے۔ اسی کو ہدایہ میں اختیار کیا۔ اور کہا گیا: جائز نہیں۔ اس کو مبسوط میں اختیار کیا" اھ اس پر خادمی نے لکھا کہ: "تصحیح یافتہ یہ ہے کہ اگر دینے کی اُمید یا شک ہو تو اعادہ کرے ورنہ نہیں اھ" اور اس پر کسی کا حوالہ نہ دیا۔ نہ ہی میں نے کسی معتمد کے کلام میں اسے پایا، تو خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

وثانیهما قال فی المبتغی بالغین مع رفیقه ماء ظن انه یعطیه لایتیمم والایتیمم[2] اه فقد الحقه بظن المنع وهو قضیة ما فی المنیة اذ قال ان کان مع رفیقه ماء لایجوزله التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه[3] اه وفی البرجندی عن الخزانة ان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوزله ان یتیمم قبل الطلب[4] اه وفی جامع الرموز عن البحر المحیط ان ظنه وجب الطلب والالا[5] اه وهذا ما رجحه فی الحلیة اذ قال احتمال الحاق الشك بظن المنع[ع] ارجح کما یظهر من توجیه هذا

دوم: مبتغی (غین معجمہ سے) میں فرمایا: "ہم سفر کے پاس پانی ہے اگر گمان ہو کہ وہ دے دے گا تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرے"۔ اھ انہوں نے شک کو ظنِ منع سے لاحق کیا۔ یہی عبارت منیہ کا بھی مقتضیٰ ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس کے لیے اس سے مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا"۔ اھ برجندی میں خزانہ کے حوالہ سے یہ ہے: "اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اسے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں" اھ جامع الرموز میں بحرِ محیط کے حوالہ سے لکھا ہے: "اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے ورنہ نہیں" اھ۔ یہی وہ ہے جسے

ع وقع فی نسختی الحلیة بظن العطاء **اقول** وهو سبق قلم او من خطأ النساخ

حلیہ کے میرے نسخے میں "بظن العطاء" لکھا ہوا ہے **اقول** یہ سبقتِ قلم ہے یا کاتبوں کی خطا (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] حاشیۃ علی الدرر باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ص ۲۹
[2] المبتغی
[3] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۹
[4] البرجندی " مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[5] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ ایران ۱/۷۰

التفصیل وانكان فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انه لایحل له الشروع مالشك فان القدرة والعجز مشكوك فیهما اھ ثم ذكر التوجیه بقوله ولا یبعد القول بان الاول (ای ادارة الامر علٰی ظنه) اوجه لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار و خصوصا فی مواضع عزته فالعجز متحقق نظرًا الٰی ذلك ولان ملك الغیر حاجز عن التصرف والقدرة موهومة فیصلح التمسك بهٰذا الاصل مبیحا للتیمم مالم یعارضه مایخرجه عن مقتضاه وهو ظن دفعه[1] اھ وهو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصه قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصه فیه۔

حلیہ میں ترجیح دی۔ لکھتے ہیں: "شک کو ظنِ منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدر الشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کے لیے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لیے کہ قدرت و عجز میں شک ہے اھ" پھر توجیہ یوں ذکر کی: "یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کے لیے نہیں دیا جاتا خصوصًا ایسی جگہوں میں جہاں پانی کم یاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملکِ غیر، تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تو تیمم کے جواز کے لیے اس قاعدہ سے تمسک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضٰی سے اسے باہر لائے اور وہ یہ ہے کہ دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانما صوابه بظن المنع فان الحاقه بظن العطاء هو الذی فی صدر الشریعة لاخلافه ویتضح الامر بما ذكر من التوجیه فانه یثبت الحاقه بظن المنع كما تری ۱۲ منه غفرله۔ (م)

—صحیح "بظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظنِ عطا سے لاحق کرنا ہی تو صدر الشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں۔ آگے صاحبِ حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہوجاتا ہے اس لیے کہ اس توجیہ سے شک کو ظنِ منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

عبارت مقامِ اول سے قبل ہم نقل کر آئے اور بدائع سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت ہم نے مقامِ اول میں پیش کی۔(ت)

اقول وھذا ھو الراجح اما **اولا** فلانہ یشھد بہ نظیرہ مسألۃ الطلب غلوۃ فقد نصوا قاطبۃ فیھا انہ ان غلب علی ظنہ قرب الماء وجب الطلب والا لا ففی مختصر الامام القدوری والھدایۃ لیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنہ لم یجز تیممہ حتی یطلبہ[1] اھ وفی الوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح یجب طلبہ غلوۃ لو ظنہ قریبا والا فلا[2] اھ افھم النقایۃ وافصح الکل واقرھم الشراح والمحشون قاطبۃ وقدمنا فی المسألۃ الرابعۃ التنصیص بہ عن البدائع والسراج الوھاج

اقول: اور یہی راجح بھی ہے ـــــ **اولاً** اس لیے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے وہ بقدرِ غلوہ (تیر پھینکنے کی دُوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے: "تیمم والے پر پانی تلاش کرنا لازم نہیں جب اس کا غالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو تو جب تک تلاش نہ کرلے تیمم جائز نہیں" اھ۔ وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، وافی، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح میں ہے: "غلوہ (تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری) کی مقدار پانی تلاش کرنا واجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتا ہو ورنہ نہیں" اھ نقایہ نے اسے مفہوماً

ع غیر ان فی الجوھرۃ عند ابی حنیفۃ اذا شک وجب علیہ الطلب اھ **اقول** وھو نقل غریب متوغل فی الاغراب لاسیما بلفظۃ عند والظاھر انھا تصحیف عن من عند الناسخ فلعلھا انکانت فروایۃ شاذۃ فاذۃ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

سوا اس کے کہ جوہرہ میں ہے: عند ابی حنیفۃ اذا شک وجب علیہ الطلب (امام ابو حنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنا اس پر واجب ہے" اھ ـــــ **اقول** یہ نقل غریب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصاً بلفظِ "عند"۔ ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ "عن" کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذ سب سے الگ تھلگ روایت ہوگی، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔(ت)

---

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کانپور ص ۱۲

[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۷

والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية ايضا ومثله فى ما لا يحصى فقد اطبقوا على الحاق الشك بظن البعد **واما ثانيا** فلانه هو المصرح به فى غير ما كتاب جليل فقد قدمنا نصوص النهاية والخانية وخزانة المفتين والاختيار شرح المختار سالفا، وذكرنا نصوص المبتغى والمنية والبحر المحيط والخزانة آنفا، وخلافه لم يعرف الا فى شرح الوقاية۔

بلى نسب الحاق الشك بظن العطاء فى الجوهرة[1] الى الصاحبين على خلاف قول الامام رضى الله تعالىٰ عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابى حنيفة لا يجب لان سؤال ملك الغير ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب على ظنه انه لا يعطيه لا يجب عليه الطلب ايضا وان شك وجب وتفريع قول ابى حنيفة اذا لم يجب الطلب وتيمم قبله اجزأه وتفريع قولهما فى وجوب الطلب اذا شك وصلى ثم سأله

بتایا اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین و محشین نے انہیں برقرار رکھا ــــــ اور ہم مسئلۂ چہارم میں بدائع، سراج وہاج، جوہرۂ نیرہ، بحر، درمختار اور ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کر آئے ہیں۔ اور اسی کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظنِ بُعد سے لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔ **ثانیاً** اس لئے کہ متعدد جلیلہ میں اسی کی تصریح موجود ہے ــــ ہم نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے پیش کر چکے اور مبتغی، منیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی بیان کیں ــــ اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہوئی مگر شرح وقایہ میں۔

ہاں جوہرہ میں شک کو ظنِ عطا سے لاحق کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلافِ قولِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس میں لکھا ہے:
"مانگنا واجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اس لیے کہ غیر کی ملک مانگنے میں ذلّت ہے اگر وہ انکار کر دے اور احسان سے زیر بار ہونا ہے اگر وہ دے دے۔ اور صاحبین کے نزدیک بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا واجب نہیں۔ اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے امام ابوحنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب واجب نہ ہو اور قبلِ طلب تیمم کر لے تو ہو گیا۔ اور وجوبِ طلب میں قولِ صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

واعطاہ وجب علیہ الاعادۃ باتفاقہما وان منعہ فعند ابی یوسف صلاتہ جائزۃ وعند محمد یعید وان غلب علی ظنہ انہ یمنعہ فصلی ثم اعطاہ توضأ واعاد وان غلب علی ظنہ الدفع الیہ فصلی ثم سألہ فمنعہ اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا [1] اھ۔

کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابویوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔ اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس نے نماز (تیمم سے) پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ (ت)

اقول قولہ فی ظن المنع ثم اعطاہ اعاد اے باتفاقہما وان لم یعط لا بالاجماع وحاصل قول محمد علی ماحکاہ انہ ان ظن العطاء اوشك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاۃ او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا ومحصولہ انہ یشترط لجواز التیمم ظن منع لایظہر خلافہ وحاصل قول ابی یوسف انہ ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منع او شك۔

اقول: ظنِ منع میں ان کی عبارت "پھر اس نے دے دیا تو اعادہ کرے" کا معنٰی یہ ہے کہ باتفاقِ صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بالاجماع اعادہ نہیں ____ اور حکایت جوہرہ کے مطابق قول امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقاً اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اس کا محصول یہ ہے کہ وُہ جواز تیمم کے لیے ایسے ظن منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔ اور امام ابویوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۹

وفیہ اولاً[ت] قد کان حکم وجوب
الطلب ان لا یجزئ التیمم قبلہ کما
قال فی تفریع قول الامام انہ لما لم یجب
اجزاہ وقد منا فی الافادۃ الخامسۃ
من شرح الحد الرضوی عن سراجہ
وجوھرتہ انہ حیث وجب الطلب و
لم یطلب لم یجز وان لم یجد بعد
فعلی ھذا انما یظھر وجوب الطلب فی
الشک علی ما حکی عن محمد لا علی
قول ابی یوسف۔

الا ان یبنی علی التحقیق الذی
نبدیہ بتوفیق اللہ تعالٰی ان الوجوب
ھھنا علی غیر حد الوجوب ثمہ وتکون
الثمرۃ البطلان اذا ظن العطاء او
شک ولم یسأل قبل ولا بعد واللہ تعالٰی
اعلم۔

وثانیاً[ت۲] لازم ھذا المحکی عن محمد
بل صریحہ کما علمت ان لو رأی فی
الصلاۃ وظن العطاء او شک بطلت
صلاتہ من دون توقف علی
منح او منع بعد لان ما منع[ت۳] وجودہ
التیمم نقضہ حدوثہ کما فی
البدائع والبحر والدر وغیرھا وھذہ کما
علمت روایۃ نادرۃ عن محمد وقد
اسلفنا البحث علیھا وانھا

جوہرہ کے بیان پر چند کلام ہے: **اول:**
طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے
تیمم کفایت نہ کرے جیسا کہ قول امام کی تفریع میں
لکھا کہ "جب طلب واجب نہ ہو تیمم ہو جائے گا۔"
ہم تعریف رضوی کی شرح کے افادۂ پنجم میں ان کی سراج
اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب
ہو اور طلب نہ کرے تو تیمم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی
نہ ملے۔ تو اس کے پیش نظر صورت شک میں وجوب
طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام
محمد سے حکایت کیا امام ابو یوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔
مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیق خدائے برتر
اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں
پر ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمم باطل ہوگا جب
دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو
نہ بعد میں ـــ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے
والا ہے۔

دوم: امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ
صریح جیسا کہ معلوم ہوا، یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھا
اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے، نہ دینے
پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہوگئی۔
اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع ہو اس کا
حدوث تیمم کا ناقض ہوگا۔ جیسا کہ بدائع، بحر،
درمختار وغیرہا میں ہے ـــ اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا،
امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس
پر بحث کر چکے ہیں۔ اس روایت میں یا تو تاویل

مؤولة او مهجورة۔

اقول[ف] والتأويل لا يتمشى هنا لتصريحه بعدم الالتفات لما يظهر بعد فلم يبق الا الهجر۔

وثالثا[ف٢] بل تلك النادرة ايضا بمفهومها ان هذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف هذه الحكاية المسوية بين ظن الاعطاء والشك۔

ورابعا[ف٣] ينافيه ما مر عن الاختيار من قياس قول محمد المعتبر فيه ظن الاعطاء فقط ويناقضه صريحا ما مر عن النهاية ان المذهب الغير المنقول فيه خلاف بين اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم الا فی الايضاح هو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الايضاح وغيره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فليس عند احد من الفريقين تسوية ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابی يوسف فتبصر ولله الحمد۔

واما ثالثا فاقول وبالله التوفيق وهو الحل علی وجه التحقيق اذا[ف٤] كان شئ ظاهرا وخلافه محتملا لا عن

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے۔ (ت)

اقول: اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لیے کہ وُہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو۔

سوم: بلکہ وُہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظنِ عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالفت کر رہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو۔

چہارم: اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالہ سے قولِ امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظنِ عطا کا اعتبار ہے۔ اور صراحۃً اس کے مناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالہ سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں، یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظنِ عطا میں محدود ہے۔ اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وُہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقاً وجوب نہیں ــــ تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظنِ عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابو یوسف کے نزدیک۔ تو اسے نگاہِ بصیرت سے دیکھنا چاہئے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

ثالثا ــــ فاقول وباللہ التوفیق۔

(میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے۔ جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اس کے

دلیل لم یعارضه فلا یقع الشک فی ذلک
الظاهر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا
فی علم الکلام ان الاحتمال لا عن دلیل لاینافی
الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظن
والشک فی العطاء لایکون الا اذا لم یترجح
جانبه بدلیل فیبقی محتملا لاعن دلیل فلا
یورث الشک فی العجز المعلوم الظاهر بخلاف
ظن العطاء فانه عن دلیل ولا بد فیعارض
الظاهر ویبقی العجز مشکوکا فلا
یتحقق شرط التیمم وذلک کمن شک فی
قرب الماء فان شکه هذا لایجعل العجز
مشکوکا حتی ساغ له التیمم بلا طلب ولم
یسغ لمن ظن القرب کما تقدم فظهر به
الجواب الساطع عن قول صدر الشریعة
ان القدرة والعجز مشکوک فیهما وتبین
ان مثل الشک لایعارض ظهور العجز
فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله
الحمد ثم بعد بضع لیالی رأیت تصدیق تعلیلی
هذا فی کلام الامام ملک العلماء کما یأتی اواخر
المسألة الثامنة ولله الحمد۔

خلاف کا احتمال بلا دلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض
نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک واقع ہوگا اس لیے کہ
طرفین برابر نہیں۔ علما نے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ
"احتمال بلا دلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں" تو ظن کے
منافی کیسے ہوگا۔ اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت
جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہوسکے تو
جانب عطا محتمل بلا دلیل رہ جائے گی تو اس سے
اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے
بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لیے
کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو ظاہر
ظاہر کے معارض ہوجائے گا اور عجز مشکوک رہے گا تو
تیمم کی شرط متحقق نہ ہوسکے گی ——— اور یہ ایسے ہی ہے
جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا
یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنادیتا یہاں تک کہ
پانی تلاش کیے بغیر اس کے لیے تیمم روا ہے اور اس
کے لیے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو
جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس تحقیق سے صدر الشریعۃ
کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہوگیا کہ "قدرت و
عجز دونوں میں شک ہے" ——— اور واضح ہوگیا کہ
ایسا شک ظہورِ عجز کے معارض نہیں۔ تو اس شک کو
نظر انداز کرنا اور ظنِ منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔ اور
خدا ہی کے لیے حمد ہے ——— پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلما کے کلام میں دیکھی
جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے ——— اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

له شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

مسئلہ ۷ شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہٗ اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ) اس کے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی[۱] اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی[۲] شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات قوانین میں آئیں گی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع و عطا کا حال کھلتا۔

اقول نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو البتہ اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی،

---

[۱] ولد عزیز مولوی مصطفیٰ رضا خان سلمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن و شک کو کہ قلتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذلک عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ وللہ الحمد (اور یہ مشورہ طباعت کے لیے رسالے کی تیاری کے وقت ۱۳۳۶ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ت)

اقول یہ قید ضرور قابل لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علما نے اُسی حالتِ موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ[۲] ظنِ منع بربنائے قلت آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجوہ سے تھا مثلاً صاحبِ آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمانِ بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہوگی کمالا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

[۲] آیا اسی مشورۂ ولد عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہوکر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِ عطا کی خطا نہ بتائے گا۔

اقول یہاں دو صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہو جانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بیشک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہوگی ظاہراً اعادہ نماز چاہئے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اُس ظن کا رَد کرے گا کہ اتنا تو اُسے خود درکار رکھا اور جو باقی رہا اُس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفرلہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

لانه بظن العطاء کان قادرا فی الظاهر علی الماء ولم یتبین غلط هذا الظن فیعمل به لفوت درك الحقیقة۔

حلیہ میں ہے:

انما یکون الملحوظ ظنا لیس غیر عند عدم الاستکشاف له فاذا وجد وظهر الامر بخلافه کان الحال علی ماظهر[1] اھ واستشهد له بعبارات البدائع والکافی ثم اطال رحمه الله تعالٰی بابداء سؤال ودفعه حاصل السؤال قد یکون ظنه مصیبا ویتبدل رأی صاحب الماء فلا یظهر خطاء ظنه و حاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل و الظن ربما یخطئ واستشهد فی السؤال بنصوص فی المذهب انه ان کان بحضرته من یسأله عن الماء فسأله فلم یخبره فتیمم وصلی ثم اخبره به لا اعادة علیه[2] اھ فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سأله فلم یخبره فکذا لا یکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعه وافاد الجواب انه فعل ما فی

اس لیے کہ وہ ظنِ عطا کے باعث پانی پر بظاہر قادر تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہوئی تو اس کو اسی پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہوگئی۔ (ت)

ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی حقیقت منکشف نہ کرلی ہو۔ پھر جب تحقیق ہوجائے اور معاملہ اس ظن کے برخلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر ہوا اسی کے مطابق حال ہوگا اھ اس پر انھوں نے بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے پھر ایک سوال وجواب لاکر طویل گفتگو کی ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ اس کا گمان درست ہو اور پانی والے کی رائے بدل جائے تو اس کے گمان کی خطا ظاہر نہ ہوگی —— جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے —— سوال میں کچھ نصوصِ مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت کرسکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا، اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، پھر اس نے بتایا تو اس پر اعادہ نہیں" اھ —— یعنی بعد میں بتانے سے وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا' واقف نہ ہوگیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

---

[1] حلیہ
[2] حلیہ

وسعه قبل الفعل فيقع جائزا دفعا للحرج فلا ينقلب غير جائز قال وبعبارة اخرى انه اذا ابى تأكد العجز فلا تعتبر القدرة بعد ذلك ذكره فی الولوالجية ولانه متعنت ولا قول للمتعنت بخلاف ما نحن فيه فانه لم يستفرغ الوسع بالاستكشاف اھ

میں جبکہ اسے نہ دینے کا گمان تھا، قادر نہ ہوگیا اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کر لیا تو دفع حرج کے پیش نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں: بعبارت دیگر ـــ "اس نے جب انکار کر دیا تو عجز مؤکد ہوگیا پھر اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس لیے کہ وہ تشدد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں، بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی"۔ اھ (ت)

اقول اغفل السؤال نصوصا فی المذهب ثمه موافقة فی الصورة لما هنا وهی انه ان کان عنده من يسأله فلم يسأله وصلی ثم سأله فاخبره بماء قريب بطلت صلاته کما قدمنا فی نمرة ١٥٩ عن الحلية عن المحيط ومثله فی البدائع والتبيين والدر وغيرها فعلمه ان هذا ممن يسأل هنا عن حال الماء کظنه العطاء فی هذه المسألة وترك السؤال کمثله فيها والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاته کما بطلت ثم هذا۔

اقول وہاں کچھ نصوصِ مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے انھیں سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی، پھر اس سے پوچھا۔ اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ جیسا کہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔ اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہونا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جا سکتا ہے ایسا ہی ہے جیسے اس مسئلہ میں عطا کا ظن ہے ـــ اور سوال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال نہ کرنا ـــ اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا ـــ تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہوئی۔ (ت)

(۳) قوله اذا ابى اى عن الاخبار
اقول يشمل ما اذا سأله

(۳) صاحبِ حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے **اقول** یہ اس

۱؎ حلیہ

فسمع وسکت لانہ صادق علیہ قولھم لم یخبرہ وانما عبرہ عنہ فی الحلیۃ بالاباء لان السکوت عند الحاجۃ اباء عرفا وقد صرحوا بمسألۃ الاباء ھھنا ایضا انہ ان سألہ قبل الصلاۃ فابی ثم اعطاہ بعدھا فقد تمت ولا عبرۃ بالمنح بعد المنع۔

صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علما کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ بتایا"— اسے حلیہ میں انکار سے اس لیے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلۂ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

وما قال انہ متعنت وقد اخذہ عن البدائع **فاقول** ھذا[1] غیر متعین ولا ثابت فقد ینسی ثم یتذکر وحال المسلم تحمل علی الصلاح مھما امکن واللہ تعالٰی اعلم قال ثم بعد برھۃ من ظھور ھذا للعبد الضعیف وتسطیرہ رأیت صدر الشریعۃ قد صرح بما ذکرنا من الحکم فی ھاتین المسألتین وبعلتہ فیما لو اتم الصلاۃ مع ظن العطاء ثم سألہ فاعطاہ فتوارد نا علی ذلک[1] اھ۔

صاحبِ حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو — جہاں تک ہوسکے مسلمان کی حالت کو صلاح و درستی ہی پر محمول کیا جائیگا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: بندۂ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اُسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کر چکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتا چکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظنِ عطا کے باوجود نماز پوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اِس پر ہمارا ان کا توارد ہوگیا اھ۔ (ت)

اقول ھو[2] سبق قلم بل انما ذکر العلۃ فیما اذا سألہ فابی قال لانہ ظھر ان ظنہ

اقول یہ سبقتِ قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کر دیا۔ فرماتے ہیں: اس لئے

---

[1] حلیہ

کان خطأً اھ وھذا نظیر ما سبق ان الحاق الشك بغلبۃ الظن للعطاء ارجح وانما صوابہ المنع کما مر۔

کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا اھ (تو عبارت حلیہ میں "ثم سألہ فاعطاہ" کی جگہ "ثم سألہ فابی" ہونا چاہئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو "عطا" کے غلبۂ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح "منع" ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

تنبیہ : نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقتِ نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸ : امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے:

اوّل : خود اپنی ملک میں ہو۔

اقول : یعنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

دوم : اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔

اقول : یعنی انھیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

سوم : اباحت۔

اقول : یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحتِ اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کے لیے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔

ثمّ اقول : دو صورتیں قدرت کی اور ہیں:

چہارم : ہبہ کہ تملیک بلا عوض ہے بخلاف اباحت کہ شئے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

پنجم : مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمۂ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہراً قادر ہے لہٰذا تیمم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں گزرا۔

---

[1] حلیہ

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں :

تنبیہ اول : وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں[1] مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا نماز پوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی[2] اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائے گا اُسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا، شے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے :

فی المجتبی رأی فی صلاته ماء فی ید غیره ثم ذهب منه قبل الفراغ فسأله فقال لو سألتنی لاعطیتك فلا اعادة علیه وان کانت العدة قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحة الشروع والاصح انه لایعید لان العدة بعد الذهاب لاتدل علی الاعطاء قبله اھ[1]

مجتبیٰ میں ہے: "اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا، اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا تو اعادہ کرے۔ اس لیے کہ صحتِ شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا۔" اھ (ت)

اقول ھذا الفرع یحتاج لہ الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاقہ مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولو سألتنی قبل

اقول: اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی: قولہ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کردیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٦٢

لاعطيتك قوله وان كانت العدة قبل الشروع
اقول تصويره بصورتين ذكرناهما انه تيمم
ثم رأى او رأى ثم تيمم ثم سأله بعد
حين فقال انفقت ولو سألت لاعطيت وليس
المراد انه رأى فسأل فاجاب فتيمم لانه
تيمم صحيح قطعا لوقوعه بعد ظهور
العجز عن الماء بخلاف تينك الصورتين
ففيهما قيل ليس له ان يصلي بذلك التيمم
بل يتيمم ثانيا ولو صلى بالاول يعيد لوقوع
الشك في صحة الشروع به في الصلاة لانه
ان لم يظهر بوعده القدرة فلا يقعد عن ايراث
الشك في العجز فوقع الشك في بقاء التيمم
فلم يصح له الشروع بطهارة مشكوكة بخلاف
ما اذا رأى في الصلاة لان الشروع صح
باليقين فلا يزول الا بمثله والاصح انه لا يعيد
لان العدة بعد الذهاب والنفاد لا تدل
على الاعطاء قبله **اقول** لما قررنا من ان
الشحيح ايضا لا يثقل عليه مثل هذا
الوعد فاذا لم يترجح به جانب العطاء كان
وجوده وعدمه سواء فلم يورث شكا في العجز
كما قدمنا تحقيقه آخر المسألة السادسة
فهذا ما يتعلق بشرحه ولا بأس بالتنبيه
على نكت۔

بعد مانگا۔ تو اس نے کہا: ختم ہوگیا، اور پہلے اگر تم نے
مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا۔ قولہ اور
اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا **اقول** اس کی
تصویر دو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس
نے تیمم کرلیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمم کرلیا پھر اس سے
کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا: میں نے خرچ کردیا اگر
تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے
دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے اب
تیمم کیا۔ اس لیے کہ یہ تیمم تو قطعاً صحیح ہے اس لیے کہ
یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے بخلاف اُن
دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا
کہ اس کے لیے اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ
دوبارہ تیمم کرے گا۔ اور اگر پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو
اعادہ کرے اس لیے کہ اس تیمم سے نماز شروع کرنے
کی صحت میں شک واقع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ اگر وہ اپنے وعدہ سے قدرت بروئے ظہور نہ لا سکا
تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا
اس طرح بقائے تیمم میں شک واقع ہوگیا تو مشکوک
طہارت سے نماز شروع کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوا
بخلاف اس صورت کے جب اندرونِ نماز پانی دیکھا
ہو اس لیے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا
زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا۔ اور اصح یہ ہے کہ اسے
اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ
اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا **اقول** اس کی وجہ وہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لیے بھی ایسا
وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانب عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا، نہ ہونا

…بر ہے اس لیے یہ عجز میں کوئی شک نہ لاسکا جیسا کہ ہم مسئلۂ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ یہ کلام تو …رج سے متعلق تھا، اب کچھ نکات پر تنبیہ کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

فاقول اولا کان تسمیتہ …عدا للمشاکلۃ والا فالوعد …مستقبل۔

وثانیا التصویر بذھاب الماء …رج وفاقا والا فالحکم کذلک …لم یذھب واحتال بھذا الجواب …ل بالاولی لانہ منع اشنع۔

وثالثا لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجھین …کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم …یظھر خلافہ یمنع صحۃ التیمم …والصلاۃ کما مر ویأتی وبھذا الوعد …ان لم یظھر وفاقہ لم یظھر خلافہ …ایضا بالاولی فتجب اعادۃ الصلاۃ …واللہ تعالٰی اعلم۔

فاقول نکتۂ اولیٰ: اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔

نکتۂ دوم: صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہوگیا یہ اتفاقی ہے۔ ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہوا اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بدتر انکار و منع ہے۔

نکتۂ سوم: میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویرِ مسئلہ میں کہا۔ اس لیے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو یہ تیمم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئیگا۔ اور اس وعدہ سے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجۂ اولیٰ ظاہر نہ ہوئی اس لیے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ دوم: اقول وعدۂ آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہراً یہ حکمِ وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کے لیے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروجِ وقت پر خلفِ وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کے لیے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاھر جدا ومن خدم الفقه یری تأییدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوئی اسے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ سوم: اقول ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعدسے نہ مستندہ یعنی وقت علم بہ آب سے وذلك لانه ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبله لان المسبب لایتقدم السبب (وہ اس لیے کہ یہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی، اس لیے کہ مسبّب، سبب سے مقدم نہیں ہوتا۔ ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کے لیے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اس کے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کرے گا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدمِ عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے،

لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا[1]۔

اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔ بحر نے بدائع سے انھوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہراً استعمال پر قادر ہُوا۔ (ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر۔

یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ اور حق کا علم خدائے برتر و بزرگ ہی کو ہے۔ (ت)

اقول مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل ماشرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹/۱

کہ پہلے مانگتا جب بھی دے دیتا۔

کما یأتی فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات و جامع الکرخی والبدائع و الحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[1]۔

جیسا کہ اگلے مسئلہ میں زیادات ، جامع کرخی ، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔ (ت)

تو یُوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوتی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیرِ قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجبِ قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیرِ قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا (تو ظاہراً قادر ہوا۔ ت)

اقول مگر بذل و وعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہُوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الا تری ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء (یہ دیکھیے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ ت) تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدۂ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِ قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شئی ظن شئی نہیں تو سابق کے لیے ظنِ قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وُہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ثم اقول بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلۂ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلۂ رجا اور اُس کا اور مسئلۂ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا،

---

[1] بدائع الصنائع فصل ما شرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹

واللّٰه المسئول لحل کل اشکال ۞ ودفع کل اعضال ۞ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰه العلی العظیم المتعال ۞

اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل، اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔ اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر بلند با عظمت برتر خدا ہی سے۔ (ت)

اما مسألۃ الوعد فلم ازل استشکلها لان الوعد لا یورث الا رجاء فی المآل والرجاء فی القابل لا یرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انه بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین[1] راجی الماء یستحب له التاخیر ولا یجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمه بالشک عه اھ وفی الهدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللّٰه تعالٰی عنهما فی غیر روایۃ الاصول ان التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجه الظاهر ان العجز ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمه الا بیقین مثله[2] اھ

مسئلہ وعدہ کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔ اس لیے کہ وعدہ صرف زمانہ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ محض وعدہ سے پانی پر قادر ہوگیا۔ تبیین میں ہے، "پانی کی امید رکھنے والے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ اس لیے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا" اھ۔ ہدایہ میں ہے: "امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخر کرنا لازم ہے اس لیے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" اھ۔

عه **اقول** اراد بالشک ما یقابل الیقین بدلیل ما یتلوہ من نص الهدایۃ وقد قال فی البنایۃ وفی الشلبیۃ عن الدرایۃ کلیهما عن الایضاح المراد بالرجاء غلبۃ الظن ای یغلب علی ظنه انه یجد الماء فی اٰخر الوقت اھ ومثله فی البحر وغیرہ ۱۲ منه غفرله (م)

شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔ بنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے پھر بنایہ و درایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبۂ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] الهدایۃ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶

وعزاه فی الحلیۃ لھا ولغیرھا والمسألۃ معلومۃ دوارۃ فی المتون والشروح والفتاوی وھی تعطی قطعا ان رجاء القدرۃ فی المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لا یعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ و ان وعد بعدھا لم یبطل صلاۃ صححت بیقین کما لو حصل لہ رجاء الوجدان اٰخرالوقت بعد ما صلی فات ما لا یمنع التیمم وجودہ لایرفعہ حدوثہ حین حدث فضلا عما سبق اما الفرق بان القدرۃ علی الماء تثبت بالاباحۃ اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیرہ کثوب ودلو فلا تثبت عندالامام فیستحب وعندھما نعم فیجب **فاقول** الوعد لیس اباحۃ فی الحال بل ایراث رجائھا فی المآل فبون بین بین قولہ اعطیت وقولہ ساعطی۔

حلیہ میں اس پر ہدایہ اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ معلوم ومعروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے، اور اس سے قطعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید، حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔ اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔ تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے، صرف استحباباً اسے انتظار کا حکم دیا جائیگا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا، اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بالیقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقت حدوث بھی تیمم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تو درکنار۔ یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے، دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے نزدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی قدرت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے) **فاقول** وعدہ فی الحال اباحت نہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔ کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے میں کہ "آئندہ دوں گا" کھلا ہوا فرق ہے۔ (ت)

اما ان الظاھر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاھرا **فاقول** الماء معدوم عندہ بعد

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو ظاہراً پانی کے استعمال پر قادر ہوا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

ولا قدرة علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألة من نسی الماء فی رحله ھذا لانه لاقدرة بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لواراد تحصیله یتأتی له ذلك ولا تکلیف بدون القدرة[1] اھ ومعلوم ان الموعود له لیس الامر بیده حتی یتأتی له تحصیل الوضوء بارادته بل ھو بید الواعد فلم تثبت القدرة۔

اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں ـــــ یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھا ہُوا پانی بُھول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے: "یہ اس لیے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں اس لئے کہ فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لانا چاہے تو لاسکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلف نہیں ہوتا" اھ یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیا ہے معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرلے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔ (ت)

فان قلت الیس اذا اعطاہ بعد الصلاة بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسیأتی التصریح به عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیة انه ظهر انه کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله[2] اھ مع ان الماء کان معدوما عندہ اذ ذاك والمعدوم غیر مقدور فلم لایجعل قادرا بالوعد وان کان الماء معدوما عندہ بعد بل ھذا اولی لانه علی شرف الحصول اما ما مضی فلا یمکن ان یجعل غیر الحاصل فیه حاصلا۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلاانکار دے دے تو نماز باطل ہوگئی اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر شمار کیا گیا۔ اس کی تصریح زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ "ظاہر ہوگیا کہ وُہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔" اھ۔ باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھا اور معدوم مقدور نہیں ـــــ تو وعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔ بلکہ یہ بدرجۂ اَولٰی ہوگا اس لیے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزر چکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰
[2] البدائع الصنائع " " " ۱/۴۹

اقول وباللہ التوفیق لیست القدرۃ المانعۃ للتیمم بمعنی الاستطاعۃ فانہا لاتکون قبل الفعل وان کان الماء بکفہ بل بمعنی سلامۃ الاسباب والآلات بحیث لایبقی شیئ مما یتوقف علیہ تحصیل الماء خارجا عن قبضتہ فیکون قادرا بمعنی ان تحصیلہ بیدہ ویشترط مع ذلک عدم الحرج فمن بعد الماء عنہ میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت لہ الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن کالیقین الا تری ان من ظن قرب الماء عد قادرا علیہ مع انہ لایعلمہ حقیقۃ و الظن ربما یخطئ اذا علمت ھذا فمن اُعطی لاحقا حصل لہ الظن علی العطاء سابقا لو سأل فثبت ظنا وھو کالثبوت یقینا انہ کان قادرا اذ ذاک علی تحصیل الماء بالسؤال فکان قادرا علی الماء لان القدرۃ الحسیۃ بالعطاء وما کان بینہ وبین العطاء الا السؤال کما ظھر بالبذل اللاحق بالسؤال وان کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال بیدہ وترکہ عالما بالماء عندہ فکان کمن یکون علی راس البئر وفیہا ماء وبیدہ الدلو والرشاد وھو قادر علی الاستقاء فترک وتیمم وبالجملۃ ظھر بالبذل اللاحق انہ لو اراد تحصیلہ سابقا لتأتی

میں اس کے جواب میں کہوں گا اور خدا ہی سے توفیق ہے، وہ قدرت جو تیمم سے مانع ہے بمعنی استطاعت نہیں۔ اس لیے کہ یہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامتِ اسباب وآلات ہے اس طرح کہ جتنی چیزوں پر تحصیلِ آب موقوف ہے ان میں سے کوئی بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہو گا اس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے ایک میل دُور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو اس کے لیے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔ یہ بھی ملحوظ ہے کہ غالب ظن، یقین کی طرح ہے۔ دیکھیے جسے پانی قریب ہونے کا ظن ہوا سے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں۔ اور ظن تو بارہا غلط بھی ہوتا ہے۔ جب یہ سب معلوم ہو گیا تو اب دیکھئے جسے بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ گمان حاصل ہوا کہ اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظناً ثبوت ہوا۔ اور یہ یقیناً ثبوت کی طرح ہے۔ کہ وہ اس وقت سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔ تو وہ پانی پر قادر ہوا اس لیے کہ حسّی قدرت تو دینے ہی سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اور دینے کے درمیان صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔ جیسے اس کا قادر ہونا بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر سوال دینا ہو تو بدرجۂ اولیٰ۔ اور سوال اس کے

لہ لعدم توقفہ الا علی سؤالہ المقدور لہ وھذا ھو معنی القدرۃ بخلاف الموعود لہ فان التوقف ھھنا علی الوفاء ولیس الوفاء بیدہ فقد ظھر الفرق والحمد للہ رب العلمین۔

ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کر دیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کنوئیں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمم کر لیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آجاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنیٰ بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لیے کہ یہاں موقوفی وفا پر ہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاۃ قبلہ فیما اذا کان فی العمرانات اوقربھا مطلقا اوفی الفلاۃ وقد اخبر بقرب الماء اوظنہ بوجہ اٰخر من رؤیۃ خضرۃ وغیرھا کما قدمتہ فی خامس افادات شرح الحد الرضوی و اثرت ثمہ عن الحلیۃ ان العلم بقرب الماء قطعا اوظاھرا ینزلہ منزلۃ کون الماء موجودا بحضرتہ فلا یجوز تیممہ کما لا یجوز مع وجودہ بحضرتہ[1] اھ فکذلک ھھنا وان کان الماء معدوما ینزلہ ظن الوفاء لانہ ھو الظاھر من المسلم منزلۃ الموجود فلا یجوز لہ التیمم۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہانے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ آبادی یا قربِ آبادی میں ہو تو مطلقاً بیابان میں ہو تو اس وقت جب اسے بتایا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلاً ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہوا ہو جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں اس کا بیان ہو چکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "پانی قریب ہونے کا قطعاً یا ظاہراً علم ہو جائے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں لا اتارتا ہے تو اسے تیمم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا" اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے ظنِّ وفا —— اس لیے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے —— اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

اقول ولربی الحمد علی الخبیر سقطت ؛ وفی القیاس غلطت ؛ فرق عظیم بین المسألتین القرب والعطاء کلاھما مانع عن التیمم لحصول القدرۃ بھما فان الشرع المطھر جعل ما کان دون میل کالذی بیدہ والا لجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم اذا لم یجد الماء فی بیتہ کما تقدم فی نمرۃ ۹۱ عن العنایۃ والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لامساغ للتیمم بیدان القریب لما کان مقدورا حقیقۃ شرعا فی الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انہ مقدور الاٰن وانہ حاصل بحضرتہ فی اعتبار الشرع المطھر وھھنا ظن الوفاء ظن انہ سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیر حاصل فی الحال فذلک علم ان المانع موجود وھذا علم انہ سیحدث ان وفی وتوقع حدوث المانع لایمنع التیمم۔

اقول (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب ہی کے لیے حمد ہے ـــ باخبر سے سوال کیا اور قیاس میں غلطی کی۔ دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے ـــ قربِ آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمم سے مانع ہیں کیونکہ دونوں سے قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرع مطہر نے اسے اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو ـــ ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کے لیے یہ جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمم کرلے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں عنایہ کے حوالہ سے گزرا۔ اور ظنِ غالب حقِ عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مانع کا یقین ہوتے ہوئے تیمم کی کوئی گنجائش نہیں ـــ مگر یہ ہے کہ آبِ قریب چونکہ ازروئے شرع فی الحال حقیقۃً مقدور ہے جیسا کہ معلوم ہُوا تو قرب کا گمان اس امر کا گمان ہے کہ پانی اِس وقت مقدور ہے اور وہ شرع مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے ـــ اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اِس بات کا گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا۔ ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔ تو اس بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔ اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کردیا ـــ اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ (ت)

وھذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرک الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھا ولاینظر الا الی حالتہ الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارک و

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہُوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائیگا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔ اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر
الا الی الحالۃ الراھنۃ واستشھدت علیہ
بمسألۃ الراجی ھذہ ان لیس علیہ التأخیر
وبمسألۃ الدر امرہ الطبیب بالاستلقاء الخ
وستأتی عن البنایۃ سبع مسائل ومن
زیاداتنا سبع اُخر تشھد لھذا ومن
ذلک مامر فی نمرۃ ۹۰ من مسألۃ عار
وُعد ثوبا لہ ان یصلی عاریا ولا ینتظر ھذا
ھو مذھب امام المذھب رضی اللہ تعالٰی
عنہ والاٰن رأیت فی الغنیۃ فی مسألۃ
الراجی نفسھا (یستحب ان یؤخر) ولو لم
یفعل وتیمم وصلی جاز لانہ اداھا بحسب
قدرتہ الموجودۃ عند انعقاد سببھا وھو
ما اتصل بہ الاداء اھ[2] ثم بنعمۃ ربی ولہ
الحمد رأیت بعد قلیل من الحین الامام
الاجل ابا البرکات النسفی رحمہ اللہ تعالٰی
فی الکافی فرق بعین ما وفقنی ربی
من انہ این الحاصل مما سیحصل کما
سأذکر نصہ ان شاء اللہ تعالٰی وللہ الحمد
فی الاولی والاخری ھذا ما کان یتخالج
صدری فی مسألۃ الوعد۔

"طاعت، حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے
رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے۔ تو تم خدا سے ڈرو
جتنی تمھیں استطاعت ہو ——— اور موجودہ حالت
ہی دیکھی جائے گی۔ اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے
والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ
اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اور درمختار کے اس
مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ
دیا الخ۔ عنقریب بنایہ کے حوالہ سے سات مسائل
آرہے ہیں۔ اور ہمارے اضافہ سے سات اور، وہ
سب اس پر شاہد ہیں۔ اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے
جو نمبر ۹۰ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے
کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لیے برہنہ نماز ادا کرنا اور
انتظار نہ کرنا، جائز ہے۔ یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی
عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود امید
آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے: (تاخیر
مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی
تو جائز ہے اس لیے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے
مطابق نماز ادا کی جو سببِ نماز کے انعقاد کے وقت
موجود تھی اور سببِ نماز وہ وقت ہے جس سے
متصل نماز ادا ہوتی اھ پھر بانعامِ ربانی ——— اور
اس کا شکر ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا
کہ امام اجل ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے
مجھے توفیق دی کہ کہاں وہ جو حاصل ہے اور کہاں وہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر
خدائے برتر کی مشیت ہوئی۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے دنیا وآخرت میں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعدے متعلق میرے
دل میں خلجان کررہی تھیں۔ (ت)

---

[1] القرآن ۶۴/۱۶ [2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۴

واما مسألة الرجاء

وما عللها به فی الهدایه فاعترضه الامام الاجل الشیخ عبد العزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجهین عـ۱ قال فی الفتح علی عبارة الهدایة المذکورة قوله عـ۲ لان

اب مسئلۂ امید

اور ھدایہ میں بیان شدہ اس کی تعلیل[1] پر کلام کیا جاتا ہے۔ اس پر امام اجل شیخ عبد العزیز، پھر امام قوام الدین کاکی، پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو[2] وجھوں سے اعتراض کیا ہے۔ فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے: "ان کا قول" اس لیے

عـ۱ التعلیل یرد علیه الوجهان وعلی الحکم الوجه الاول فقط کما سیأتی ۱۲ منه غفرله (م)

تعلیل پر دونوں وجھوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اول سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـ۲ قوله قوله مبتدء خبره یقتضی و قوله مع انه منظور فیه متعلق بقوله یقتضی **اقول** والمقصود الایراد علی وجه ظاهر الروایة وانما اشرك معه تعلیل الروایة النادرة لان النظر الاول یبتنی علی ان ظاهر الروایة لم یعتبره فهما نظران حاصل الاول کیف قلتم لا یزول الا بیقین مثله ولم تجعلوا غالب الرأی کالمحقق مع انکم اعتبرتموه فی مسألتی العمرانات و

ان کی عبارت میں "قولہ" (ان کا قول) مبتدا ہے۔ اس کی خبر ہے "یقتضی" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "مع انه منظور فیه" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "یقتضی" سے متعلق ہے
اقول مقصد ظاہر الروایہ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کو اس لیے شریک کرلیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے۔ پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی برصفحۂ آئندہ)

۱؎ امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے متحقق کی طرح ہے" یعنی غلبۂ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں، ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا" ـــ مسئلۂ مد پر کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲ محمد احمد مصباحی

غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه
ظاهر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلا
یزول حکمه الا بیقین مثله انه منظور فیه
بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذا اخبر
بقرب الماء او غلب علی ظنه بغیر ذلک لایجوز
قبل الطلب اعتبار الغالب الظن کالیقین
یقتضی انه لوتیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت
لزمه التأخیر علی ظاهر الروایة لکن
المصرح به خلافه علی ماتقدم اول الباب
انه اذا کان بینه وبین الماء میل جاز
التیمم من غیر تفصیل وفی الخلاصة المسافر
اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب
ظنه علی ذلک فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول
الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء
مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف
الفوت لایتیمم¹ اھ وقد فصله اتم تفصیل

کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے، ظاہر الروایہ کی وجہ
میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ "عجز حقیقۃً" ثابت ہے
تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" ——
باوجودیکہ ایک تو اس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو
یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے
پہلے آبادیوں میں تیمم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں
بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا
کسی اور طرح اسے پانی کا غلبۂ ظن ہوا ہو (دوسرے
یہ کہ ان کا وہ قول) اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے
یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایہ
کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے
برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود ہے
کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ
ہو تو تیمم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ——
اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی
ملنے کا یقین یا غلبۂ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفلاة وحاصل الثانی ان قولکم ھذا یقتضی
ان لوتیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت
لم یجزله التیمم لانه معارض اذن
بیقین مثله مع ان المصرح به خلافه
۱۲ منه غفرله (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور
آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا
جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں
آپ نے اس کو مانا ہے —— اور دوسرے اعتراض
کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ
اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے
معارض مل گیا حالاں کہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ (ت)

۱؎ فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

الامام الاجل البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدرایة وهذا لفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبد العزیز هذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التاخیر عند التحقق فی آخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء فی آخر الوقت او غالب ظنه ذلك جاز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وان کان اقل لا یجوز وان خاف فوت الصلاة فلو حمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمم لا یجوز فی المتحقق فی غیر روایة الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه الروایة لم یستقم ایضا لانه علل وجه ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله وذلك یقتضی ان حکم العجز وهو جواز التیمم یزول عند التیقن بوجود الماء فی ظاهر الروایة ولیس کذلك علی ما بینا ولو حمل علی ان هذا فیما اذا کان بینه وبین ذلك الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لا فرق

کر کے نماز پڑھ لے تو اگر اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کم ہو لیکن نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم نہ کرے" اھ امام اجل عبد العزیز بخاری نے اس کی بھرپور تفصیل فرمائی ہے اور ان کا کلام عنایہ اور درایہ میں نقل ہوا ہے۔ عنایۂ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ یہ ہیں: ان کا قول "اس لیے کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے"۔ اس پر شیخ عبد العزیز نے فرمایا: اس تعلیل میں اشکال ہے اس لیے کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ آخر وقت میں یقین کی صورت میں بُعد مسافت کے باوجود ظاہر روایات میں مؤخر کرنا واجب ہو تاکہ وہ مقیس علیہ ہو سکے — حالاں کہ ایسا حکم نہیں۔ اس لیے کہ شروع باب میں وہ بتا چکے ہیں کہ "جو بیرونِ شہر ہو اس کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو" اور خلاصہ و عامۂ کتب میں ہے کہ "مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو تیمم جائز نہیں اگرچہ نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو"۔ تو اگر اس کا یعنی تعلیل کا محمل یہ ہو کہ "مراد یہ ہے کہ غیر روایتِ اصول میں چونکہ بصورت تحقق بھی تیمم جائز نہیں اس لیے اس روایت میں غالب ظن کو بھی اسی سے ملحق کر دیا گیا" تو بھی بات نہیں بنتی۔ اس لیے کہ ظاہر روایت کی انہوں نے علت یہ بتائی ہے کہ "عجز حقیقۃً" ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے

فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انه لا فرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم وقد صرح فی آخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لا یجوز التیمم کما لو تیقن بذلك فعلم انه مشکل بقی وجه آخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی آخر الوقت فقد امن الفوات ولما لم یثبت بعد المسافة لتشکیك فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلك و کذلك عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لا یجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی آخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لا یخلو عن تمحل و یلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمم کما بینا قال فالاظهر

بغیر زائل نہ ہوگا"۔ یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایہ میں حکم عجز ـــ جواز تیمم ـــ پانی ملنے کے یقین کے وقت زائل ہو جائے۔ حالاں کہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ۔ اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ "یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہو" تو بھی بات نہیں بنتی۔ اس لیے کہ تعلیل ظاہر الروایہ میں ایک میل سے کم فاصلہ ہونے کی صورت میں، تیمم ناجائز ہونے کے معاملہ میں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ خود اس باب کے آخر میں صراحت کر چکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو تیمم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمم جائز نہیں ـــ معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے۔

ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو بے خوفی حاصل ہو گئی اور شک کی وجہ سے جب بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جواز تیمم بھی ثابت نہیں، تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے ـــ لیکن اگر اُس کو اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی غیر روایت اصول میں شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے اس لیے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے عجز "حقیقۃً" ثابت ہے اور اس عجز کا

بقاء الاشکال[1] اھ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقرہ العلامتان الکاکی والبابرتی رحم اللہ الجمیع ورحمنا بھم آمین۔

حکم ــــ جوازِ تیمم ــــ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں ــــ لیکن یہ صورت تکلف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انھوں نے یہاں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدم جوازِ تیمم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو نہ ہی جوازِ تیمم میں اُس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعید ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ فرمایا: "تو اظہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے" اھ "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کے لیے ہے۔ اس کلام کو علامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔ خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

واقول انما وجہ الکلام الی ظاھر الروایۃ وتعلیلھا وصرفہ الشیخ اجلالا لھا الی الروایۃ النادرۃ ودلیلھا وجعل لھا اربعۃ محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصہ مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلۃ الکبراء۔

واقول کلام کا رخ ظاہر الروایۃ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیش نظر رخ روایتِ نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس کے چار محمل نکالے ساتھ ہی ہر ایک کو رد بھی کر دیا ــــ میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی توضیح بھی، کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہو سکا۔ (ت)

فاقول وباللہ التوفیق جعل محملہ **الاول** تقدیر ان وجوب التاخیر عند تیقن الوجدان فی اٰخرالوقت متفق علیہ بین الروایات الظاھرۃ والنادرۃ انما الخلاف عند الظن فقاستہ النادرۃ علی الوفاقیۃ وردہ ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔ **اقول** ای وربما یتیقن فیہ الوجدان فی اٰخرالوقت

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے، **محمل اول**: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیرِ نماز کے وجوب پر ظاہر و نادر سبھی روایات متفق ہیں۔ اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایتِ نادرہ میں صورتِ ظن کا قیاس اُس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔ اور اس کا رد یُوں کیا کہ یہ ماننا ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لیے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان المیل یقطع بسیر الوسط فی اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات۔

ایک میل دُور ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہے **اقول** کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہا ایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے اس لیے کہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہو جاتا ہے جبکہ فجر و مغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کا تو اور بھی زیادہ ہوگا۔ (ت)

والثانی ان فی کلیہما الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفین بالاٰخر **اقول** وھو من ابعد المحامل اذ لا یبقی علی ھذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیة باخری کعادة الامام الربانی محمد فی کتبہ **وردہ** بان جواب الظاهر اذن بالفرق بین الظن فلا یجوز فیہ التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانہ **اقول** ویمکن ان یجعل ردا للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلك المحمل۔

محمل دوم: دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایتِ نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کر دیا **اقول** یہ سب سے بعید تر محمل ہے اس لیے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن و یقین میں فرق ہے۔ ظن کی صورت میں تیمم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہو چکا ہے۔ **اقول** اسے صرف الحاق کا رد بھی قرار دیا جا سکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔ (ت)

والثالث ان النادرة انما توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذا کان الفصل اقل من میل **اقول** معناہ ان علم الماء قریبا لا یجوز لہ التیمم ان ظن وجدانہ والا بان ضاق الوقت جاز کما ھو قول زفر **وردہ** بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان والیقین کما یعطیہ ما ذکرہ فی

محمل سوم: پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔ **اقول** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقتِ نماز کے اندر پانی مل جائے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہو چکا ہو تو تیمم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

وجه الظاهر فان كان الفصل ميلا او اكثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التيمم عند ظن القرب كما صرح به اٰخر هذا الباب فكيف يجيزه مع العلم بالقرب لعدم التيقن بالوجدان و ليس معناه ان يظن الوجدان لظنه الماء اقرب من ميل فان كونه اقرب مفروض على هذا المحمل وسياتي ايضاحه۔

قُرب وبعد کی تفریق ہے پانی ملنے کے غلبۂ ظن ویقین میں تفریق نہیں جیساکہ یہ اس سے معلوم ہو رہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیا کہ اگر فاصلہ ایک میل یا زیادہ ہو تو مطلقاً تیمم جائز ہے ورنہ مطلقاً جائز نہیں۔ دُوسرا رد یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمم باطل ہے جیساکہ اس باب کے آخر میں اس کی تصریح فرمائی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے اسے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لیے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا تو فرض ہی کیا گیا ہے ــ اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔ (ت)

والرابع ان النادرة فيما اذا جهل الفصل وتقريره دليلها ان للتيمم مبيحا ومانعا اما المبيح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه يجد الماء فی اٰخر الوقت والمبيح ههنا غير معلوم بالفرض والمانع لو كان متيقنا لم يجزله التيمم قطعا للامن من الفوات وههنا هو مظنون والمظنون كالمتيقن فلا يجوز ايضا وجب التاخير و حاصل جواب الظاهر ان للتيمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقيقة و المانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وهو غير متيقن وان كان مظنونا فلا يعارض المتيقن **ورده** بان فيه تمحلا لتقييد

محمل چہارم: روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب اسے فاصلہ معلوم نہ ہو۔ اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمم کو ایک چیز مباح کرنے والی ہے اور ایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔ مبیح یہ ہے کہ بُعد مسافت کا علم ہو۔ مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائیگا اور فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعد مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔ اور مانع اگر متیقن ہو تو قطعاً اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا اس لیے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں ــ اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔ مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو بھی تیمم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ مصحح یہ ہے

اطلاق الروايات بقيد لا اشارة اليه فى كلام احد من الفريقين وهو الجهل بحال المسافة قربا وبعدا ولانه بعيد الانفهام من العبارة وبانه يلزم ان ظاهر الرواية فرقت ههنا بين الظن واليقين مع انها سوت بينهما فى مسألتى القرب والبعد فلا يجوز مع ظن القرب ويجوز مع ظن البعد كالعلم فى الفصلين فبقى الاشكال على كل حال هذا توضيح كلامه رحمه الله تعالى وقد علمت ان الكلام على كل وجه انما يتوجه الى تعليل ظاهر الرواية ففيه الاشكال كما سلكه الامام الكمال ‹ **وذكر** الامام العينى فى البناية كلام العناية هذا برمته عـه غير انه غير قول الامام البخارى اما لو غلب على ظنه ذلك فكذلك عندهما بقوله اما لو غلب على ظنه عدم بعد المسافة فذلك عندهما[1] فجعل المشار اليه قرب المسافة.

کہ پانی سے عاجز ہو۔ اور یہ قطعاً حاصل ہے اس لیے کہ پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگرچہ مظنون ہے تو یہ متیقن کے معارض نہ ہوگا۔ اس پر رَد یہ ہے کہ اس میں تکلف ہے اس لیے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جس کا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں۔ اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب و بُعد کی حالت کا پتا نہ ہو۔ اور اس لیے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا بہت بعید ہے۔ اس پر دوسرا رَد یہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئیگا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن و یقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب و بُعد کے مسئلوں میں برابری رکھی کہ قُرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم و یقین کا حکم ہے۔ تو اشکال بہر حال باقی رہا۔ یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی توضیح ہے۔ اور یہ معلوم ہو چکا کہ ہر وجہ پر کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے۔ جیساکہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔ امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "اما لو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما (اگر اسے اس پر غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

عـه وجعله ملخصه مع انه لم يخرم منه شيئا وكانه رحمه الله تعالى اراد تلخيصه ثم بدا له الاستيفاء ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اور انھوں نے اسے اس کا ملخص قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔ (ت)

---

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۷

لوغلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فذلک عندھما" (اگر اسے مسافت بعیدہ نہ ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے۔ت) اس تبدیلی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذلک" کا اشارہ "قربِ مسافت" کی جانب سمجھا۔ (ت)

اقول وھو[۱] باطل قطعا فان عند ظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلک کتب المذھب لانھا روایۃ نادرۃ والمذھب خلافھا بل الاشارۃ الی وجود الماء فی اخر الوقت انہ ان غلب ھذا علی ظنہ فکذلک عندھما کما لایخفی وقد[۲] اوضحہ بقولہ فی جواب الظاھر لایزول الا بیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اخر الوقت[۱] اھ فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنہ علی مایقتضیہ تعلیل الھدایۃ واکتفت النادرۃ بغلبتہ علی الظن فکان ھو المشار الیہ بقولہ ان غلب علی ظنہ ذلک فاعلم ذلک ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کلہ صاحب الدرایۃ ایضا ناقلا عن شیخہ والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجہ التخلص منہ مع کونہ من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایۃ والاکمل ذکرا ھذا وسکتا علیہ فنقول وباللہ التوفیق تذکر وجھا ینحل منہ ھذا الاشکال وھو انہ یعتبر

اقول جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لیے کہ اگر قُربِ مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہُوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذٰلک" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کردیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے"—— یہی وُہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی —— اور روایت نادرہ میں صرف غلبۂ ظن پر اکتفا ہُوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنہ ذلک" (اگر اسے "اس کا" غلبۂ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہیے۔ پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحبِ درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اُخر غير بعد المسافة او قربها وهو انيكون فی السماء غيم رطب وغلب علی ظنه انه يمطر ويقدر علی الماء فی اٰخر الوقت فانه يستحب لـه التأخير فی ظاهر الرواية ويجب عليه فی غير رواية الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقی له وغلب علی ظنه حضور من ارسله فی اٰخر الوقت بامارات ظهرت له او كان الماء فی بئر ولم تكن له اٰلة الاستقاء لكن غلب علی ظنه وجدانه فی اٰخر الوقت او كان الماء بقرب منه ولم يعلم مكانه وجود ثمن يشتری به الماء[1]۔

انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اسی طرح صاحبِ درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہوجائے۔ وُہ یہ کہ پانی کی امید اور عدمِ اُمید مسافت کے قُرب وبُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابرِ تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہوجائیگا۔ تو اس کے لیے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔ (۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کے لیے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے، وہ آخر وقت میں حاضر ہوجائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔ (۳) پانی کنوئیں کے اندر ہے۔ اس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں —— ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (ت)

(**اقول** هكذا فی نسخة الطبع السقيمة وفيه سقط وكان العبارة هكذا ولم يعلم مكانه لايستطيع طلبه فی كل جهة لما به من ضعف ولو علم مكانه لامكنه الذهاب الی جهة معينة وقد ذهب الی جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب علی ظنه

(**اقول** طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس میں کچھ چھُوٹ گیا ہے۔ خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی" اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں۔ اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لیے ہر طرف تلاش نہیں کرسکتا۔ اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جاسکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

---

[1] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۸

انه يلحقه فی اٰخر الوقت من يخبره او يأتيه به اوكان الماء يباع ولا ثمن عنده ولا غلب على ظنه وجود ثمن يشتری به الماء فی اٰخر الوقت او نحو ذلك مما يؤدی هذا المعنٰی فلتراجع نسخة اُخری قال) اوعنده مايعد للعطش وغلب على ظنه وجود ماء اٰخر غير مشغول بالحاجة الاصلية اوكان الماء عند اللصوص او السباع او من يخاف منه على نفسه او ماله وغلب على ظنه زوال المانع اٰخر الوقت وقس على هذا اسبابا اُخر[1]

تھک کر لوٹ آیا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائیگا جو پانی کی جگہ بتا دے یا پانی لے آئے۔ (۵) یا پانی فروخت ہو رہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خرید لے گا" ۔ یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنی ادا ہو سکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہیے — آگے فرماتے ہیں) (۶) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کے لیے پانی رکھا ہُوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لیے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہو جائے گا۔ اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کر لو۔ (ت)

(**اقول** ۸ کان تكون ظلمة يرجو زوالها او وجود فانوس ۹ او هو مريض او اشل او مقعد او شيخ كبير الى غير ذلك من عوارض يحتاج بها الى من يوضئه او يستقی له وذهب ولده او خادمه لحاجة ويرجو عوده واٰخر الوقت ۱۰ او تعاوده حمی نافضة ساعة او ساعتين لا يستطيع معها الوضوء او الغسل او الاستقاء ويرجو ذهابها فی اواخر الوقت ۱۱ او الماء لغيره وهو غائب فی حاجة له ويظن عطاءه وعوده فی اٰخر الوقت ۱۲ او لا يجد الجنب او

(**اقول** (۸) مثلاً یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا لنجھا ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرا دے یا اس کے لیے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمت گار کسی کام سے گیا ہُوا ہے۔ آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔ (۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہُوئے وضو یا غسل نہیں کر سکتا۔ امید ہے کہ آخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وہ اپنے

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۸

المحدثة سترا عن حضار سيغيبون او[13]
لايستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال
او ولد ويرجو حضور حافظ او[14] السماء في
المسجد ويرجو الجنب ان وجد في اٰخر الوقت من
يأتيه به فهي سبعة مع سبعة ويؤيد الكل
ماهو منصوص صريحا من امام المذهب ان
من وعد بدلو او رشاء لايجب عليه الانتظار
وقد مر في نمرة ٩٠ قال العيني) والمصنف
رحمه الله تعالى لم يقيد الرجاء وعدمه
ببعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله
على وجه لايرد عليه الاشكال وليس في
كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه
من الاشكال مالا مخلص له[1] اھ۔

کسی کام سے غائب ہے۔ گمان ہے کہ آخر وقت میں
واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا (۱۲) جنب
کو یا بے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے
اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے (۱۳) مال
یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کے لیے جا نہیں سکتا اور
امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا ——
(۱۴) پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر
وقت میں کوئی لانے والا مل جائے گا —— اُن سات
کے ساتھ یہ مزید سات صورتیں ہیں سبھی کی تائید اس
مسئلہ سے ہو رہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ "جس سے ڈول یا رسی
کا وعدہ ہوا اس پر انتظار واجب نہیں۔ یہ مسئلہ
نمبر ۹۰ میں گزر چکا - آگے علامہ عینی فرماتے ہیں :

"مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے امید و عدمِ امید کو مسافت کے قُرب و بعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔ شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہِ خلاص نہ ہو اھ" (ت)

اقول رحم الله الامام البدر و
رحمنا به في كل ورد وصدر: قد انتفعنا
بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا نظر الا الى
الحالة الراهنة وكفى به شبهة على مسألة
الوعد اما[ف] مارام من حل الاشكال فهيهات
بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة في
كلام الامام البخاري ذهب وهل العلامة الى

اقول خدا امام بدرالدین عینی پر رحمت
فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری واپسی
میں رحمت فرمائے —— انہوں نے سابقاً جن
جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے ہمیں یہ فائدہ ملا
کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔ مسئلہ وعد
پر شبہہ کے لیے یہی کافی ہے —— اشکال کا حل
جو ان کا مقصود تھا وہ تو بہت دُور ہے۔ اس کا

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

انه جعل موضوع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ماذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع مكان اسم الاشارة فی کلامه عدم بعد المسافة واذقد علم ان على هذا التقدير بلا مخلص من اشكال الامام التحرير: كما صرح به اخر التحرير: عطف العنان الى ابداء صور يكون فيها الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انها تخلص عن الاشكال ولا صحة لشیٔ من ذلك

بیان یہ ہے کہ امام بخاری کے کلام میں مسافت کا ذکر بار بار آیا اس سے علامہ عینی کا خیال اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے روایت ظاہرہ و نادرہ کے درمیان مسئلہ خلافیہ کا موضوع اس صورت کو قرار دیا ہے جب مسافت کے قُرب کی وجہ سے امید پیدا ہوتی ہو۔ اسی لیے امام بخاری کے کلام میں جو اسم اشارہ تھا اس کی جگہ علامہ عینی نے "عدم بعد المسافۃ" (مسافت کا دُور نہ ہونا) رکھ دیا۔ پھر جب انہیں پتا چلا کہ اس تقدیر پر اس امام ماہر کے اشکال سے چھٹکارا نہیں جیساکہ خود آخر تحریر میں اس کی تصریح کی ہے تو عنانِ کلام کچھ ایسی صورتیں پیش کرنے کی جانب موڑی جن میں امید، قُربِ آب کی وجہ سے نہ ہو —— اور یہ خیال فرمایا کہ یہ صورتیں اس اشکال سے خلاصی عطا کر دیں گی —— حالاں کہ ان دو خیالوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ (ت)

اما الاول اعنی جعل الامام الخلافية ماذكر۔

پہلا خیال امام موصوف کا امر مذکور کو اختلافی قرار دینا۔

فاقول اولاً ذكر الامام البخاری له اربعة محامل ليس فی شیٔ منها ما يعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فيه القرب فدل ان البواقی ليست على فرضه فكيف يكون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا۔

فاقول (اس پر میں کہتا ہوں) **اولاً** امام بخاری نے اس کے چار محمل بیان کیے ان میں سے کسی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ قربِ آب کی وجہ سے امید مراد ہے مگر صرف تیسرا محمل جس میں قرب فرض کیا گیا ہے اس سے پتا چلا کہ باقی محملوں میں یہ مفروض نہیں تو کیوں کر صرف امید بوجہ قرب مطلقاً مراد ہوگی۔ (ت)

وثانياً بل فی الرابع التنصيص على خلافه حيث فرض الكلام فيما اذا جهل القرب والبعد ثم جعله على الرجاء بقوله اما لو غلب على ظنه ذلك الخ والعجب انكم حولتم هذا الذی هو ابين مخالفة لذلك المحمل الى غلبة ظن القرب وسبحن

ثانیاً بلکہ چوتھے محمل میں تو اس کے برخلاف تصریح موجود ہے اس طرح کہ اس میں کلام اس صورت میں فرض کیا گیا ہے جب قُرب و بُعد کچھ معلوم نہ ہو پھر اس کو امید پر اپنی اس عبارت سے منطبق کیا ہے "اما لو غلب علی ظنہ ذلک الخ" (لیکن اگر اس کو اس کا غلبۂ ظن ہو الخ)۔ حیرت ہے

اللّٰہ اذا غلب علٰی ظنہ القرب کیف یقال لم یعلم ان المسافۃ قریبۃ او بعیدۃ فان الظن الغالب علم۔

کہ یہ جو اس حمل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن و واضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبۂ ظن کی جانب پھیر دیا۔ سبحان اللہ! جب اسے قرب کا غلبۂ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائیگا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔ (ت)

فان قیل بل العلم ھنا بمعنی الیقین فرض نفیہ و اثبت الظن لتکون خلافیۃ بین النادرۃ المعتبرۃ ایاہ و الظاھرۃ الملغیۃ لہ الشارطۃ للیقین القطعی فالحاصل انہ اذا لم یتیقن القرب و البعد لکن غلب علی ظنہ القرب کان کیقین القرب علی النادرۃ و فرقت الظاھرۃ فجوزت التیمم فی ظن القرب و منعتہ عند الیقین۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے، یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہوسکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے اور یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہُوا کہ جب قُرب و بُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو یہ روایتِ نادرہ پر یقینِ قُرب ہی کی طرح ہوگا اور روایتِ ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔ (ت)

اقول ففیم یقول بقی وجہ[ع] اٰخر فان ھذا ھو المحمل الاول الذی جعل فیہ الیقین وفاقیا والظن خلافیا۔

اقول (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وُہ فرما رہے ہیں "بقی وجہ اٰخر" (ایک صورت رہ گئی۔ یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔ (ت)

ع **فان قلت** فکیف تفرق انت بین المحامل **اقول** الاولان علی فرض بعد المسافۃ کما اشار الیہ فی الاول و الفرق بینھما بجعل الیقین وفاقیا و خلافیا و الثالث یفرض قربھا و الرابع بفرض انہ لایعلم قربا ولا بعدا ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اگر یہ سوال ہُوا کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرض کیا جائیگا **اقول** پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔ تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وثالثاً بل[ف۱] قد نص فی الاول ایضا علی خلافه اذ قال یقتضی ان یجب التاخیر عند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة الخ فافصح ان الکلام عند بعد المسافة فکیف یکون مبنی الرجاء قربها و ان تنزلنا یکن الکلام مطلقا یشمل القرب والبعد والا لم یکن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلی الکل یبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب۔

ثالثاً بلکہ محمل اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو"۔ اس میں صاف بتا دیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے، پھر قربِ مسافت امید کا مبنی کیسے ہوگا؟ اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہوکر قُرب و بُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "مع بعد المسافة" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی ـــــ بہرصورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔ (ت)

ورابعاً بل[ف۲] الثانی ایضا شاهد علی بطلانه فانه قد قرر فیه ان النادرة هی التی تمنع التیمم فی الظن والیقین و الظاهرة تخالفها فیهما لو کان هذا لاجل قرب المسافة کان المعنی ان الروایة الظاهرة تجیز التیمم وان کان الماء قریبا بالیقین وهذا لایتفوه به عاقل فکیف یجوز لهذا الامام الجلیل الذی قد قلتم انه من المحققین الکبار ان یدخله فی المحامل۔

رابعاً بلکہ محمل دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔ اس لیے کہ اس میں انھوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن و یقین دونوں میں مانعِ تیمم ہے اور روایتِ ظاہرہ دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قُربِ مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ روایتِ ظاہرہ تیمم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو۔ یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرما چکے کہ وہ کبارِ محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔ (ت)

وخامسا یاللعجب[ف۳] لم یقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك یقتضی ان جواز التیمم یزول عند التیقن ولیس

خامساً یاللعجب! اسے محمل بنانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمم

كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شئ افسد منه۔

ختم ہوجائے حالانکہ ایسا نہیں ـــــ یہ کہہ کر انھوں نے یہ دعوٰی کردیا کہ یقینِ قُرب کے باوجود تیمم جائز ہے۔ کیا وہاں کوئی چیز فساد میں اس سے بالاتر بھی ہے؟

وسادسا يحيله[ف] على ما بيّن وانما بيّن الجواز عند البعد فكانت الاحالة باطلة محالة۔

سادسا اس پر حوالہ یہ دے رہے ہیں کہ جیسا کہ بیان ہُوا اور بیان یہ کیا ہے کہ دُوری کی صورت میں جواز ہے تو حوالہ باطل ومحال ہوا۔

وسابعا بل[ف۲] فی الثالث ایضا اشعار الى خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لا اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل عدمه محتملا على احد الوجهين وقد قال[ف۳] لا فرق فی ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فلو كان المعنى على ظن القرب اٰل الى انه لا فرق بين الظن واليقين عند الظن وبالجملة جميع محامله وكل كلامه يرد هذا المعنى الذى ذهب اليه وهل العلامة۔

سابعا بلکہ محمل سوم میں بھی اس کے خلاف کی نشان دہی موجود ہے اس لیے کہ انہوں نے مسئلہ کا موضوع اس صورت کو بنایا، جب فاصلہ ایک میل سے کم ہو اس صورت کو نہیں جب اس کا گمان ایک میل سے کم کا ہو ـــــ اور موضوع پُوری گفتگو میں ماخوذ ومفروض ہوتا ہے اس پر بحث سے فارغ رہتا ہے پھر اس میں ظن ویقین کا اختلاف کیسے کریں گے اور ایک صورت میں اس کے عدم کو محتمل کیسے بنائیں گے؟ ـــــ جب کہ یہ فرما چکے ہیں کہ مسافت ایک میل سے کم ہونے کی صورت میں ظاہر الروایہ میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں ـــــ تو اگر ظن قرب کی بنیاد پر معنی لیا جائے تو مآل یہ ہوگا کہ ظن کی صورت میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

مختصر یہ کہ امام موصوف کے سبھی محمل اور ان کا پُورا کلام اس معنی کی تردید کر رہا ہے جس کی طرف علامہ کا خیال گیا۔(ت)

واما الثانی اعنی زعم المخلص منه على ما بدى۔

خیال دوم پیش کردہ صورتوں کے ذریعہ اشکال سے چھٹکارا۔

فاقول لا[ف۴] ولا نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء

فاقول (اس پر میں کہتا ہوں) نہیں آدھا چھٹکارا بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس طور پر حاصل یہ ہوا کہ روایت نادرہ قربِ آب کے علاوہ

فی اٰخرالوقت لاحد من الاسباب المذکورۃ المغایرۃ لقرب الماء والظاھرۃ تقول لاعبرۃ بغلبۃ الظن بوجدانہ بھا انما العبرۃ للیقین بہ وھو مورد کلاالایرادین کما کان فانھم نصوا ان ظن القرب یمنع التیمم فقد اعتبروا الظن ثمہ فکیف الغوہ ھنا ونصوا ان عند بعدالماء میلا یجوزلہ التیمم من دون تفصیل مع القطع بانہ ربما یتیقن ببلوغہ الماء فی اٰخرالوقت فلم یعتبروا الیقین ثمہ فکیف اعتبروہ ھنا فثبت ان سعیہ رحمہ اللہ تعالٰی ھذالم یرجع الٰی طائل، وتعجبہ من اولٰئک الجلۃ الٰی نفسہ الکریمۃ اٰئل۔

مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخروقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمم واجب کرتی ہے ——— اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبۂ ظن کا کوئی اعتبار نہیں ——— اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائیگا اس حاصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہورہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱) اس لیے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قربِ آب کا ظن مانع تیمم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا؟ ——— اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دُور ہو تو تیمم جائز ہے۔ اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔ باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔ تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کرلیا۔ تو ثابت ہُوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کی یہ کاوش کچھ سُود مند نہ ہوسکی اور ان بزرگوں پر انھوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وُہ خود ان کی ذاتِ گرامی پر عائد ہوتا ہے۔ (ت)

ثمّ اقول لعلک قد تفطنت مما القینا علیک ان الایراد الاخیر اعنی علٰی صورۃ الیقین بمسألۃ البعد میلا انما یرد علٰی ما علّل بہ فی الھدایۃ ظاھر الروایۃ اما نفس المسألۃ فلا غبار علیھا من جھتہ فان المذھب عدم وجوب التاخیر ظنا کان اومستیقنا کما تقدم التصریح بہ عن الخلاصۃ بنقل الائمۃ

ثمّ اقول ہمارے بیان سے ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دُوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحبِ ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔ لیکن نفسِ مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لیے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ اسے ظن ہو یا یقین جیسا کہ اس کی تشریح خلاصہ سے

البخاری والکاکی والبابرتی والسیواسی وتقریرھم ایاہ نعم الایراد الاول علی صورۃ الظن بمسألۃ ظن القرب یرد علی التعلیل والمسألۃ معا للاحتیاج الی الفرق بینھما حیث لم یعتبروا ھھنا الظن بل ولا الیقین وقد منعوا ثمہ لمحض غلبۃ الظن ولاجل ھذا قلت انھم استشکلوا المسألۃ والتعلیل معا وان کانوا انما وجھوا الکلام الی التعلیل ھذا۔

گزرچکی خلاصہ کا کلام امام بخاری، امام کاکی، امام بابرتی اور امام سیواسی نے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا — ہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر کیوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیا اور وہاں محض غلبۂ ظن کی وجہ سے منع کردیا۔ اسی لیے میں نے کہا کہ حضرات علما نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔ (ت)

ورأیت الامام ملک العلماء قرر المسألۃ فی البدائع بحیث لایتوجہ الیہ ھذا الاشکال ورفع الخلاف عن الظاھرۃ والنادرۃ فقال قد قال اصحابنا ان المسافر انکان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لایؤخر ھکذا روی المعلی عن ابیحنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذا کان یرجو الماء اولا یرجو وھذا لایوجب اختلاف الروایۃ بل یجعل روایۃ المعلی تفسیر الما اطلقہ فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بانکان بینہ وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاتہ بلا خلاف لانہ واجد للماء وان کان میلا فصاعدا اجزأت

میں نے دیکھا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اور انہوں نے روایتِ ظاہرہ ونادرہ کا اختلاف بھی دور کردیا ہے، رقمطراز ہیں: "ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مسافر کو اگر آخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمم آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ ایسے ہی معلی نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔ اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتا بلکہ معلی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔ اور اگر اول وقت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو اگر اسے علم تھا کہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

وان[1] لم یکن عالما بقرب الماء او بعده تجوز صلاته سواء کان یرجو الماء فی اٰخر الوقت او لا سواء کان بعد الطلب او قبله عندنا خلافا للشافعی لما ان العدم ثابت ظاهرا واحتمال الوجود احتمال لا دلیل علیه فلا یعارض الظاهر[1] اھ

پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کے لیے دستیاب ہے۔ اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہوگئی — اور اگر اسے پانی کے قُرب و بُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔ یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزر چکی کہ عدم ظاہراً ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا۔" (ت)

اقول لکن[1] للعبد الفقیر توقف فی التعلیل الاخیر فان من[2] علم فی اول وقت الظهر او العشاء مثلا ان الماء من هنا علی مسافة اقل من میلین او ثلثة امیال وعلم انه یصل الیه فی سعة الوقت ولم یعلم انه علی فصل میل او اقل فصادق علیه انه لا یعلم قرب الماء ولا بعده وهو یرجو الماء لا عن احتمال بلا دلیل بل عن دلیل فیعارض الظاهر ویمنع التیمم ولیس کذلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وهو منه فی شك مریب هذا۔

اقول لیکن بندۂ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے۔ اس لیے کہ مثلاً جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائیگا — اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب و بُعد کا اسے علم نہیں۔ اور اس کو پانی کی امید بلا دلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمم سے مانع ہو جائیگا، حالانکہ ایسا نہیں۔ تیمم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک درپیش ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

ولنعم حل الاشکال عن مسئلة الرجاء ما قرره الامام الجلیل ابو البرکات

مسئلۂ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وُہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابو البرکات

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما بیان وقت التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۴

رحمه الله تعالیٰ فی الکافی حیث عدل عن
تعلیل الهدایة ∴ وعلل بتعلیل حسن الی
الغایة ∴ اذ قال مسافر غلب علی ظنه ان بقربه
ماء وجب الطلب ولا یجب بغیر غلبة الظن
او اخبار لان العدم ثابت حقیقة وظاهراً
لفوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث
الظاهر اذ الظاهر فی المفاوز عدم الماء
بخلاف العمرانات فانه لو تیمم قبل الطلب
فیها لم یجز لان العدم وان کان ثابتا حقیقة لم
یثبت ظاهراً لقیام الدلیل علیه وهو
العمارة اذ قیامها بالماء وکذا لو غلب علی
ظنه او اخبره مخبر لان غالب الرأی کالمتحقق
فی حق وجوب العمل[1] ولهذا وجب العمل
باخبار الآحاد والاقیسة والآی المؤولة و
والمخصوصة والبینات فان قیل لو کان غالب
الرأی کالمتحقق هنا لوجب التاخیر فیما اذا
غلب علی ظنه انه یجد الماء فی آخر الوقت
قلنا عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالیٰ
عنهما ان التاخیر حتم ولان غلبة ظنه
ثم انه سیصیر بقرب الماء وهذا غلبة
ظنه انه بقرب الماء[2] اھ کلامه الشریف
وهذا بحمد الله تعالیٰ عین ما ظهر

نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافی میں فرمائی۔ انھوں نے
ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل
پیش کی، فرماتے ہیں: ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان
یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب
ہے۔ غلبۂ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں
اس لیے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہراً ثابت ہے
کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتا
دے اس لیے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی
ہے۔ آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔ اگر
آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم کرلے
تو جائز نہیں۔ اس لیے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے
مگر ظاہراً ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل ——
آبادی —— موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا
قیام پانی سے ہوتا ہے —— اسی طرح اگر پانی
کا غلبۂ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے (تو بھی پانی تلاش
کرنے سے پہلے تیمم جائز نہیں) کیونکہ غالب رائے
وجوبِ عمل کے حق میں یقینی ومتحقق کی حیثیت رکھتی ہے۔
اسی لیے اخبار آحاد، قیاسات، تاویل وتخصیص یافتہ
آیات اور بینات وگواہان سے وجوبِ عمل ثابت
ہوجاتا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں
متحقق کی حیثیت حاصل ہوتی تو اس صورت میں نماز
کو مؤخر کرنا واجب ہوتا جب اسے اس بات کا غالب

---

[1] کافی

[2] الکفایة علی الهدایة مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

للعبد الضعیف فیما ذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقد ظہر ان مسألۃ الرجاء لیس المراد فیہما من رجا لاجل القرب فانہ لا یجوز لہ التیمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فھذا لیس بظن القرب بل ظن انہ سیقرب فلا یعتبر ولا یعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقد صرح بکونہا موضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیر ما کتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ھذا الاستحباب اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ میل او اکثر فان کان اقل لا یجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلاۃ[1] اھ ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدر وفی البنایۃ ھذا اذا کان الماء بعیدا او انکان قریبا لایتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابو جعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ھذا[2] اھ ثم قال اعنی العینی وقیل اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ[3] الی اٰخر ما قدمنا عن الدرایۃ۔

گمان ہوتا کہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا۔ تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب ہوجائیگا اور یہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کا مبارک کلام ختم ہوا۔
یہ بحمد اللہ تعالٰی بعینہ وہی بات ہے جو بندۂ ضعیف کے ذہن میں آئی جیسا کہ سابقاً ذکر کیا اسی کے ہم معنی کفایہ میں بھی ہے —— تو یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لیے بالاجماع تیمم جائز نہیں —— بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائیگا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تو اسے قربِ آب کا گمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہوجائیگا تو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔
متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلۂ اُمید بُعدِ مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ درایہ پھر شلبیہ میں ہے: "یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اگر اس سے کم ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کا خطرہ ہو"۔ اسی کے مثل بحر میں اور اس کے

---

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ مصر ۱/۴۱
[2] البنایہ شرح ہدایہ " ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۵
[3] البنایہ شرح ہدایہ " مطبعۃ الامداد مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۵

ہم معنی دُرمختار میں ہے ــــ اور بنایہ میں اس طرح ہے "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، فقیہ ابُو جعفر نے فرمایا: اس پر ہمارے تینوں اصحابِ ائمہ کا اجماع ہے" اھ۔ آگے علامہ عینی صاحبِ بنایہ لکھتے ہیں: "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے ــــ اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ (ت)

اقول ولا ادری ما الفرق بینه وبین ما قال هذا اذا کان الماء بعیدا الخ حتی جزم بذلك ومرّض هذا وجعله قولا اُخر مع انه لا تفاوت الا فی اللفظ۔

اقول پتا نہیں ان کے کلام "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ" اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ انھوں نے اُس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور اسے ایک الگ قول بنا دیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔ (ت)

اقول وقد تقدم نص الخلاصة وتقریر الائمة الجلة ان الظن والیقین فی ذلك سواء لا یجب علیه التاخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتلك النادرة حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقد ظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانی وان کان ابعد بالنظر الٰی ظاهر العبارة اما قول النادرة غالب الرأی کالمتحقق قلنا نعم ولو کان متحققا لم یؤثر لانه انما تیقن انه سیقرب لا انه قریب وبهذا یعوز الاشکالُ علی تعلیل الهدایة لظاهر الروایة۔

اقول خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ویقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو ــــ اور اس روایتِ نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہُوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارت کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے ــــ اب رہا روایتِ نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور اگر یہ یقینی ومتحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے ــــ اسی سے ظاہر الروایۃ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

اقول وایضا یمکن حمله علی المحمل الرابع فان من جهل

اقول اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جو مسافت سے

المسافة جاز له التیمم فی المفاوز وان کان یرجوالوصول الیه فی اٰخر الوقت کما قدمناه اٰنفا عن البدائع وذلک لان المانع عن التیمم ھو قرب الماء یقینا او ظنا غالبا وقد انتفیا والجواب عن دلیل النادرۃ والاشکال علی تعلیل الھدایۃ کما کان لان ھھنا ایضا یباح له التیمم وان تیقن الوصول الیه فی اٰخر الوقت کما اسلفنا تقریرہ تحت عبارۃ البدائع المذکورۃ الی ھھنا ظھر انحلال الاشکال عن الحکم واستبان الفرق بین مسألتی الرجاء وظن القرب۔

ناواقف ہو اس کے لیے بیابانوں میں تیمم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا، اسے بدائع کے حوالہ سے ہم ابھی پیش کر آئے — اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم سے مانع پانی کا قریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔ اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھا اب بھی رہے گا۔ اس لیے کہ یہاں بھی تیمم اس کے لیے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گا اسے یقین ہے جیسا کہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت تحریر کر آئے — یہاں تک دو باتیں طے ہوگئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھا اس کا حل واضح ہوگیا دوسرے مسئلۂ امید اور مسئلۂ ظنِ قرب کے درمیان فرق روشن ہوگیا۔ (ت)

اما تعلیل الھدایۃ **فاقول** التأویل خیر من التعطیل: یمکن ان یؤول بان المراد بالیقین ھو الیقین الفقھی الشامل لغلبۃ الظن فلیس المقصود التفرقۃ ھھنا بین الظن والیقین لما علمت انھما سواء ھھنا علی کلتا الروایتین وانما المعنی انکار ان یکون له اثر ھھنا وذلک ان العجز ثابت حقیقۃ شرعا لانعدام الماء حقیقۃ وظاھرا لعدم الدلیل علی قربه ان جھل المسافۃ وقیام الدلیل علی عدمه ان علم او ظن البعد فلا یزول حکمه الثابت شرعا وھو جواز التیمم الا بیقین

اب رہا تعلیلِ ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو وبیکار کرنے سے بہتر ہے — اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبۂ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن ویقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لیے کہ معلوم ہوچکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن ویقین یکساں ہیں — مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثر انداز ہے — وہ اس لیے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعاً اس لیے کہ پانی حقیقت میں معدوم ہے اور ظاہراً اس لیے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

فقھی مثلہ بان یحصل لہ ظن القرب واذلیس فلیس فانہ لاعبرۃ بظن انہ سیقرب ولا باستیقانہ وانما ھذا ھو الحاصل فی رجاء الوصول او تیقنہ دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض للعجز الظاھر فھذا تقریرہ ولیس فی العبارۃ ماینکرہ فوجب الحمل علیہ فقد انحل الاشکال وللہ الحمد عن مسألۃ الرجاء حکما وتعلیلا ۔

اور دُوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے — تو اس کا حکم — جوازِ تیمم — جو شرعاً ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقینِ فقہی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہو جائے اور جب یہ نہیں تو وُہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکم عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمم بھی نہیں ۱۲ م ۔ الف) اس لیے کہ اسکا یہ گمان کہ وہ آئندہ قریب ہو جائیگا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی اُمید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے ۔ ہروقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا — یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے ۔ خدا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اس سے مسئلہ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا ۔ (ت)

اقول وتم علی مسألۃ الوعد تفریعا وتاصیلا ؛ فمعلوم قطعا بداھۃ ان الوعد لا یحصّل وانما یرجّی وقد تقرر فی المذھب ان راجی الماء یجوز لہ التیمم ولا یجب علیہ التأخیر فان زعم الاٰن زاعم ان الوعد محصّل للشیئ فی الحال فقد صادم بداھۃ غیر مکذوبۃ وای وعد مثل وعد اللہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتلک الجنۃ قد وعدھا المتقون افتراھم دخلوھا الاٰن و تنعموا بنعیمھا فی الدنیا وحصلوا الحور

اقول اور تفریع وتاصیل کے لحاظ سے مسئلہ وعدہ یہاں پر تمام ہُوا اس لیے کہ قطعاً بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرا دیتا ۔ پانی حاصل ہونے کی صرف اُمید پیدا کرتا ہے ۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کے لیے تیمم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں — اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شئ کو حاصل کرا دیتا ہے تو وہ ناقابل تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے — خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہوسکتا ہے — اور متقیوں سے اس

والقصور والالبان والخمور والحرير والسرير هذه سفسطة ظاهرة فاذا كان هذا فی وعد من یستحیل ان یخلف المیعادؕ فکیف فی مواعید العباد وبالجملة لم یصل فهمی القاصر الی کنه هذه المسألة ولم ار من تکلم فیها لکشف خافیها غیر انه لیس لنا مع نص فی المذهب مجال مقال فالمسألة مسلمة قطعا لکونها منصوصا علیها فی الاصل کما عزاه له فی الخلاصة لکن لا دلالة لها ولا لشیئ مما علمتُ من من فروع المذهب وتعلیلاتها علی کون الوعد یثبت قدرة مستندة بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارها کما علمت فانا استخیر الله تعالیٰ فیه وحاش لله لا اقطع القول به ولا اجعله حکما وانما اقول کما قلت هذا ما ظهر فلیراجع ولیحرر والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وسلم اٰمین۔

جنت کا وعدہ ہوا ہے تو کیا وہ ابھی جنت میں داخل ہو گئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیا ہی میں پا گئے اور حور و قصور، شیر و شراب، ریشم و تخت سب ابھی حاصل کر لیے —— یہ کھلا ہوا سفسطہ ہے —— تو جب اس کے وعدہ کا معاملہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا —— نہ ہی کوئی ایسا نظر آتا جس نے اس مسئلہ کا راز سربستہ کھولنے کے لئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ نص مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجال کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعاً مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا —— لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل و جزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ اس سے قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی جیسا کہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا —— تو میں خدائے تعالیٰ سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہوں —— اور خدا ہی کے لیے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح و تحقیق کی ضرورت ہے —— اور خدائے پاک و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ اور ان کی آل و اصحاب پر —— الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ چہارم: اقول [۱] ظاہراً وعدہ کہ مثبت قدرت مانا گیا ہے اس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دوں گا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دوں گا یا

شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کے لیے منع ہی ہوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہوئی اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائے گا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدِ ابائی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی۔

تنبیہ پنجم: اقول وعدۂ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہے تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطورِ خود وعدہ کرلیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادۂ نماز کرے گا۔

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا۔

اس لیے کہ وقت میں دے دینا مطلقاً باطل کر دیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہوئی۔ (ت)

فان قلت کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا اعطاء بعد اباء فلا یعتبر۔

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دوں گا کچھ بعد میں دوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کردے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے لہذا اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

اقول الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید

اقول (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعاً۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

فوعده لوقت حاجته لا یحنث قطعا و به تبین ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف لا یعطیه لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فهو امر بین بین فکما لا تثبت له احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرة بالمنقول وان لم یظهر للعقول۔

کا انکار نہ کروں گا۔ اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہرگز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے دینا اور۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ وعدہ ایک درمیانی امر ہے تو جیسے اس کے لیے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجا کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔ (ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانه لم یعط وما اعطاه الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرة بالظن البین خطؤه فان کان قبله یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشك فتبدل بعلم المنع۔

اس لیے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ نے جو ظنِ عطا بخشا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔ اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا، یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا، یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔ (ت)

اور اگر اس کا خُلف ظاہر نہ ہوا، مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادۂ نماز کا حکم ہو۔

فان الحقیقة بقیت فی الستر فدار الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل به لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان

اس لیے کہ حقیقت تو روپوش ہی رہ گئی اس لیے مدار امر ظن پر ہوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلکہ مضمحل ہوگیا ۔۔ اس لیے کہ وعدہ بلاشبہہ ظنِ عطا پیدا کرتا ہے، جیسا کہ

الظاهر الوفاء ولا امكان لتعلق الظن الغالب بكلا الطرفين فاذا احدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وكذا الشك لان الرجحان يبطل التساوی فلم يبق ما تبنی عليه صحة صلاته والاصل فی الماء الاباحة وقد تبين ان التقصير منه لتركه السؤال لاجل ظن منع او شك ظهر كونهما فی غير المحل فتعاد الصلاة لتقع البراءة بيقين ؛ فان الصلاة من اجل ما يحتاط له فی الدين ؛ هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند الحق المبين **وبالجملة** لقد طال الكلام فی هذه المسألة الثامنة ولعمری لم يخل عن فائدة عائدة بل اشتمل ولوجه ربی الحمد علی غرر درر لم تنظم ببنان البيان ؛ ونفائس عرائس لم يطمثهن انس قبلی ولا جان ؛ وحاصل ما قررنا فيه ان الوعد الابائی لا يؤثر مطلقا والرجائی مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة و ظهر خلفه والله سبحنه وتعالٰی اعلم.

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے" اور یہ ممکن نہیں کہ ظن غالب کا تعلق دونوں ہی جانب سے ہو۔ تو جب ظن عطا پیدا ہو گا ظنِ منع ختم ہو جائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لیے کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہو گا تو وہ دونوں جانب کی باہمی مساوات باطل کر دے گا۔ اب ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور واضح ہو گیا کہ کوتاہی اس کی ہے کہ اس نے سوال ہی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث جن (دونوں) کا بے جا ہونا عیاں ہو گیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہو گا تاکہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہو جائے اس لیے کہ دین کے جن کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔ بالجملہ اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہو گیا مگر نفع بخش فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر مشتمل ہوا جو کبھی انگشتِ بیان سے پروئے نہ گئے اور ایسی نفیس وحسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کے لیے ہے۔ اور اس بارے میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدۂ اِبائی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدۂ رجائی مطلقاً مؤثر ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلف ظاہر ہو جائے۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہنِ فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں

ان ابحاث کی احتیاج نے مُنہ دکھایا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار و تلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان ؛ وعلیہ التکلان ؛ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر و باعظمت ہی سے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۹ منع یعنی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں۔

اقول منع ابائی کہ ہم نے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلولِ کلام ہے۔ دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم[1]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: "پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وہ پانی ختم کر ڈالے تو تیمم کرے"۔ (ت)

یونہی اگر بعض خرچ کر دیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

او استھلک البعض والباقی غیر کاف[2]۔

یا کچھ ختم کر ڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے (ت)

اقول مطلوب کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا ابھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

اقول لم ارہ واذکر ما ظھر لی

اقول یہ میری نظر سے نہ گزرا، اب

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم " بیروت ۱/۱۳۲

بتوفیقہ جل وعلا وارجوانیکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدائے برتر نے چاہا تو درست ہی ہوگا۔ (ت)

اگر[ف۱] دوسرے کو اباحۃً دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبۂ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول ظاہراً بلکہ ان شاء اللہ المولٰی تعالٰی یقیناً منع[ف۲] دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولھم فی من سألہ المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت وقد عبر عنہ فی الحلیۃ بالاباء۔

حضرات علماء کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جس سے تیمم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے خبر نہ دی یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے۔ (ت)

اس[ف۳] کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا[ف] مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃً (بقولہ لا احلف او) حکما کأن (سکت من غیر اٰفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط[۱] اھ قال ش ای ندبا[۲]۔

قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا) (یا) حکماً ہو مثلاً وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری و آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے

[۱] الدر المختار مع الشامی کتاب الدعوٰی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/۴۷۱

[۲] ردالمحتار " " " " ۴/۴۷۲

سراج ــ اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ ۔ علامہ شامی نے فرمایا : یعنی استحباباً ۔ (ت)

اقول مگر استعمال[۱] قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت وحالتِ سائل ومسئول عنہ اور ان کے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار ۔ زید[۲] نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی ۔ یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش وگرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر وتوبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی ۔ یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا ۔ یوں ہی[۳] اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی ، اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی ، طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی ۔ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے ؛

امرأۃ قالت لزوجہا طلقنی فابی فقالت دادی قال دادم انکان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق۔[۱]	کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس نے انکار کیا ۔ پھر عورت نے کہا "تم نے دی" اُس نے کہا "میں نے دی" ۔ اگر شوہر کے قول میں کچھ گرانباری ہو تو طلاق نہ ہوگی ۔ (ت)

یونہی[۴] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا : اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا ۔ وہ بولی ہاں میں نے بخشا[ع] ہاں میں نے بخشا ، گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا ۔ بولی ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں گواہ ہوجاؤ ۔ علما فرماتے ہیں اس کے یہ الفاظ اقرار وانکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

ع فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں دو بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ ۔

اقول یہ لفظ معنے طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب الھبہ باب ۱۱ میں یہ ہے :

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی	فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے:

قال لها عند الشهود جزاك الله تعالٰی خیرا وهبت المهر فقالت[1] آرے بخشیدم مرتین فقال الشهود لها انشهد علی هبتك فقالت مرتین[2] آرے گواہ باشید فهذا یحتمل الرد والاجابة والشهود یعرفون ذلك ان قالت علی وجه التقریر حملت علی الاجابة والا علی الرد[3]۔

بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی "ہاں میں نے بخش دیا" دوبار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وُہ دو بار بولی "ہاں گواہ ہوجاؤ"۔ تو اس میں رَد و قبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کرسکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رَد پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینۂ سابقہ[ف۱] یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں ٹھہرے گا۔ قرینۂ سابقہ یہ کہ اُس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ مانے سکوت کرتا اور کام کردیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینۂ حاضرہ یہ کہ اُس وقت وُہ کسی امرِ عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الشهود غفر الله لك حیث وهبت لی المهر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشهود هل نشهد علی هبتك فقالت هزارتن گواہ باشید قال یعرف الرد والتصدیق فی اثناء کلامها فیحمل علی ما تعرف کذا فی الذخیرة ۱۲ منه غفر له (م)

گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا: ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرزِ کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المهر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۳۲
[2] " " " " " ۴/۱۳۲
[3] " " " " " " " ۴/۲۳۳

رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔ قرینۂ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وُہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔ فتاوٰی[1] امام قاضی خان وغیرہا میں ہے: الصریح یفوق الدلالۃ[1] (صریح، دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے، حلیہ میں ہے:

فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یتم الدلیل علی خلافہ ولم یوجد[2]۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہوسکتا ہے جس سے سوال ہوا اس کی حالت بدل گئی ہو۔ میں کہوں گا۔ اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہُوئی اور نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول تفصیل[2] مقام بتوفیق العلّام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا[1] تو وہ اصلاً نہ دے گا یا[2] اس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا[3] وقت میں دے گا مگر بعد اس کے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یُوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت پانی نہ دیا یا[4] اس پر مطلع نہ ہو کر دیا یا[5] عین نماز میں دے گا یا[6] نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُس کا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابلِ بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو[2] صورتیں رہیں دوم و سوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یُوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کا اثبات۔ اس وقت عجز ظاہر تھا اور وقتِ حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اس کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت و محقق کر دیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ (اس گمان کا اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

[2] حلیۃ

صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہو جائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے قابو میں سوال ہی تھا یہ اسے بجا لاچکا محیط و بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لا نہ فعل ما علیہ[1] (اس کی نماز ہوگئی اس لیے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجا لایا۔ ت) حلیہ سے گزرا:

فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز[2]

اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجا لایا تو دفع حرج کے پیشِ نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہوا تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ (ت)

اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُس کا چپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ و حلیہ سے گزرا:

انہ اذا ابی تاکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک[3]

اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ (ت)

بدستور اس کے قابو میں سوال تھا اُسے یہ بجا لایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط و بحر و حلیہ سے گزرا **اگر کہیے** وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اُس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجا لایا اُس پر کیوں الزام ہے۔

اقول سوال مطلوب بالذات و منتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برآ ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع و اجابت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا۔

الا تری ان الحلیۃ جعلت تاکد العجز عبارۃ اخری عن ھذا المعنی اعنی فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ۔

دیکھیے کہ اس معنی۔ اس کے بس میں جو تھا بجالایا۔ کی دوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کو قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق شرح کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

[2] و [3] حلیۃ

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہو، کما تقرر (جیسا کہ گزرا ۔ ت) اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پُوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پہ جواب نہ دینا بعینہٖ ترک اخبار ہے اور سوال شئے پر سکوت بعینہٖ انکار عطا نہیں جس کی وجوہ اُوپر گزریں و باللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

ثمّ اقول یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اُس نے[ف۱] پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروجِ وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہُوئی اور پانی لایا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہئے، نمبر ۵۹ میں محیط سے گزرا:

لم تجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ[۱]۔

اس کی نماز نہ ہُوئی اس لیے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا ۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی ۔ (ت)

حلیہ سے ابھی گزرا:

فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[۲]۔

اس لیے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پُوری کوشش صرف نہ کی ۔ (ت)

[ف۲] بلکہ اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلاسوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہُوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی و بدائع وحلیہ میں ہے:

اذا غلب علی ظنہ انہ لا یعطیہ او شك مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظھر

جب اسے غلبہ ظن ہو کہ نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار رہے جب فارغ ہوجائے اس سے مانگے ۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[۱] محیط

[۲] حلیہ

انہ کان قادرا الآن البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز قد تقرر اھ۔[1]

از سرِ نو نماز ادا کرے۔ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لیے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (ت)

اقول تقریرہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرھا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ او شح وقد ظھر انتفاؤھما ببذلہ الآن فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقہ او بقی محتاجا الیہ الآن فاذا کان ھذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے" — پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لیے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اِس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لیے کہ خصوصیتِ وقت ساقط و بیکار ہے۔ بلکہ وقت کا مؤخر کرنا اس سے پہلے دے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کرلیا ہوتا یا اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علما نے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

اور یہاں دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروجِ وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علما نے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم سے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر کہ اخیر وقت تیمم سے پڑھے گا اُس کے خود اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ** نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً[عـه۱] نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلق[عـه۲] مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اول تا آخر سوائے استہلاک کہ درمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان، واللہ ورسولہ عنہ بریئان، جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تو اس کی مراجعت اور تنقیح کر لی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کے وساوس سے ہے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول انور —— ان پر خدائے برتر کی طرف سے سلام ورحمت ہو —— اس سے بری ہیں —— اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰ منع[عـه۲] کے بعد دینا مفید نہیں کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر یاتی (جیسا کہ زیادات، صدر الشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

اقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کر دیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود دیا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید ومعتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کر دیا اگر تیمم کر چکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

عـه۱ مطلقاً مبطل نماز نہ کہا کہ بصورتِ وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وہ خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـه۲ یہ صورتِ وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی نہ کہ یہ پانی مبطل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ما تم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمم ٹوٹے گا اور آئندہ کے لیے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لے لے نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہُوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالے سے گزرا۔ ت)

مسئلہ ۱۱ اقول دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہُوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُس وقت ہے جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہُوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پُورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اس کو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحتِ آب بلکہ نرا وعدہ ناقضِ تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اُس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اُسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملک المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع[1]

بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایہ خیار شرط مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۵۳ ج ۳

اور جب وُہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہُوئی اور تیمم بحال رہا کما قدمنا فی نمبرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ (جیسا کہ نمبر ۱۴۷ و ۱۶۱ میں ہم نے بیان کیا۔ت) تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا۔

فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے:

والمراد من القدرة اعم من الشرعية و الحسية حتی لو رأی ماء فی حب لاینتقض تیممه وان تحققت قدرة حسية لانه انما ابیح للشرب[1] اھ

قدرت سے مراد وہ ہے جو شرعی وحسّی دونوں کو عام ہو یہاں تک کہ اگر سبیل کا پانی پایا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا اگرچہ حسّی قدرت ثابت ہے اس لیے کہ وُہ پانی صرف پینے کے لیے مباح ہوا ہے اھ۔

اقول والمراد ما یجمعهما معاً ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لوکانت احدهما لم تکف وان[عہ] کان المتبادر من تلك العبارة کفایة احدهما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان۔

اقول مراد وُہ ہے جو دونوں قدرتیں جمع کردے یعنی دونوں ہی قدرتوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے جیسے عامِ اصولی اپنے تمام افراد کا احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ اگر صرف ایک قدرت ہو تو کافی نہ ہوگی اگرچہ اس عبارت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایک بھی کافی ہو اس لیے کہ عام کسی بھی خاص کے ضمن میں متحقق ہوجاتا ہے۔(ت)

فائدہ: پانی پر قدرت ہوتے ہُوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمم کی تین صورتیں اُوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کے لیے ہے۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُس کا مالک ہُوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی[عہ] فقیر نے اضافہ کی کہ وُہ پانی کہ بشرط خیار بائع خرید کر اُس پر باذن بائع قابض ہوا جب تک خیار رہا کہ بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں۔

اقول اور انھیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اس کی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے

عہ مگر اس نے پانی سے عجز کے نمبروں میں اضافہ کیا کہ یہ وہی نمبر ۵۳ ملک غیر ہے۔ (م)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/ ۱۱۹

کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳)، ملک غیر جس میں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۴۸) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہے گا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۲۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) خنثٰی و انثٰی و مردمیت کا تیمم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و ۱۴۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس[۲۴] ہوئیں اور پچیسویں[۲۵] یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہُوا اس کے لیے تیمم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہُوا ہے لہذا اُس کے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصّہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کے لیے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابویوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اس کے لیے کافی تھا مگر شرعاً یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "الطلبة البدیعة" کے آخر میں مفصّل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیھا قول محمد (اس میں ہم نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲ ضروریہ **اقول** یہاں[۱] دو[۲] مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اس کے تیمم و نماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود و ط و ش فی حواشی الکنز والدر علی ما نص علیہ فی المعتمدات ان لو صلی بتیمم وثمہ من سألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والالا[۱] کما فی الدر وقدمنا فی المسألۃ السابعۃ

سید ابو السعود، سید طحطاوی اور سید شامی نے کنز اور درمختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح آئی ہے کہ اگر تیمم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پوچھ سکتا تھا پھر اس نے

---

[۱] درمختار مکتبہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

عزوه للمحيط والحلية والزيلعي والبدائع ايضا بان في البحرعن السراج لوتيمم من غيرطلب وكان الطلب واجبا وصلى ثم طلب فلم يجد وجبت عليه الاعادة[1] اھ ومفاده ان تجب الاعادة هنا وان لم يخبره اھ هذ الفظش ومثله في ط وفتح الله المعين۔

پانی کی خبردی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بدائع کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان ساداتِ محشیین کا ماخذ یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ: اگر بغیر تلاش کیے تیمم کرلیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیۂ طحطاوی اور فتح اللہ المعین بھی ہے۔

اقول رحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم این ههنا وجوب الطلب وکیف یجب وهو لا یدری ان الماء قریب ام لا فضلا عن غلبة الظن بالقرب انما الواجب ههنا السؤال عمن یظن ان عنده علما بحال الماء وفرق بیّن بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنه قادرا علی الماء فبطل تیممه مالم یطلب قبل التیمم فیظهر خطؤ ظنه اما من ظن ان عند هذا علما بحال الماء فهو لا یدری انه ان سأله یخبره بقرب الماء او بعده فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزه الظاهر فصح تیممه وتمت صلاته الا ان یظهر القرب فتجب الاعادة لان التفریط جاء من قبله بترك السؤال۔

اقول (میں کہتا ہوں)، خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں؟ قریب کا غلبۂ ظن ہونا تو دُور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا ــــ اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اس لیے کہ جسے قربِ آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمم باطل ہے جبکہ قبلِ تیمم تلاش نہ کرے کر اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو ــــ لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دُور ہونا بتائے گا تو

---

[1] البحرالرائق مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہُوا تو یہ اُس کے عجز ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لیے اس کا تیمم صحیح ہے اور اس کی نماز تام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لیے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی کہ اس نے دریافت نہ کیا۔ (ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظن عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب یہ ہے کہ یہاں عبارات جانب مبنیٰ افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز پر۔ اُدھر[1] کافی و خانیہ[2] و خزانۃ[3] المفتین و نہایہ[4] و حلبی[5] و خزانہ[6] و برجندی[7] کی عبارتیں جن میں تیمم کی نسبت لا یجوز ہے مثلاً لا یجوز التیمم قبل الطلب[1] (قبل طلب تیمم جائز نہیں۔ ت) اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام صفار[8] و قدوری[9] و ہدایہ[10] و تبیین[11] و منیہ[12] و غنیہ[13] و ہروی[14] علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لا یجزئہ (کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) ہے۔ مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لا یجزئہ[2] (قبل طلب تیمم سے نماز ادا کر لی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) قابلِ تاویل نہیں منیہ نے مسئلہ اولیٰ سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لا یجزئہ قبل الطلب کما فی العمرانات[3] (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ ت) انھیں[15] کے قریب ہے مبسوط[16] و شرح وقایہ[17] و جواہر[18] اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز[4] و لفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لا یجوز[5] (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔ اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں: طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ ت) بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لا تصح الصلاۃ بدونہ[6] (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ ت) حلیہ[19] میں زیر مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد[7] (جنابت والا جسے مسجد میں پانی ملا۔ ت) اسی

---

۱ البرجندی	فصل فی التیمم	مطبع نولکشور بالسرور	۱/۴۸
۲ المختصر للقدوری	باب التیمم	مکتبہ مجتبائی کانپور	ص ۱۲
۳ غنیۃ المستملی	؍؍	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۷۰
۴ شرح الوقایۃ	؍؍	مکتبہ رشیدیہ دہلی	۱/۱۰۱
۵ جواہر اخلاطی			
۶ غنیۃ المستملی	باب التیمم	سہیل اکیڈمی لاہور	ص ۶۹
۷ حلیہ			

مسئلۂ سوال از رفیق پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لا یصح تیممہ الا بعد المنع[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمم درست نہیں مگر بعد انکار جن سے لازم کہ بے مانگے تیمم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگے سے نہ دے۔ ادھر مسئلہ پنجم میں زیادات[1] وجامع[2] کرخی ومحیط[3] سرخسی وخلاصہ[4] ووجیز[5] وشرح[6] وقایہ وحلیہ[7] وعلمگیریہ[8] وبحر[9] اور مسئلہ ہفتم میں علیہ وصدر الشریعۃ وغنیہ[عہ1] وبحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبۂ ظن عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظن عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح وتام ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرۂ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن عطا حکم ظاہر وحاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے[عہ2] اور بحال شک وظن منع حکم ظاہر وحاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے[ف1] صاحب ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہوجائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرلے گا تو اس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہوکر نفل رہ جائیں گے کما صرح بہ فی محلہ (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ت)

رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اقول قریب پانی شرعاً مقدور ہے تو ظنِ قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہوجائے گا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہوسکتی ہے نظیر ما قدمناہ فی مسألۃ الوعد ووجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء فی الکافی والکفایۃ (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلہ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی وکفایہ میں مسئلہ امید کے

عہ۱ یہ عبارات قوانین ہیں جن کا حوالہ مسئلۂ ہفتم میں ہے ۱۲ (م)

عہ۲ اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہو یا حکماً ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

اندرملی۔ ت) لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعۂ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے، اور ایک توجیہ مع اشارۂ تضعیف افادۂ پنجم صفحہ ۶۶ طبع اول میں گزری کہ جب تک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں۔ فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

المصیر الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانه لا یجوز[1]۔

دلیل قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیل ظنی کو لینا جائز نہیں۔ (ت)

مسئلۂ قُرب و بُعد میں تحصیل علم بے دقت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطاو منع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جب کہ درک حقیقت نہ ہو۔

اشرت الی ضعفه بقولی یمکن ان یوجه **اقول** وجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثانی من اقوال المسألة السادسة وانما الراجح بل الراجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لاوجوب الاعند ظن العطاء۔

میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول** اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلۂ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہوگی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع و مآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنِ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔ (ت)

فان قلت اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** لا تیسر اذ المریظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وهی مظنونة هنا او محتملة علی سواء وقد نهی[عہ] المشرع المطهر المؤمن عن عرض نفسه للذل۔

اگر سوال ہو کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیل یقین میسر ہوتے ہُوئے ظن پر عمل جائز نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول** ظن عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیل یقین میسر و آسان نہیں اس لیے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔ اور شرع مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلّت میں لائے۔ (ت)

عہ کما تقدم فی المسألة السادسة ۱۲ منه غفرله (م) (جیسا کہ مسئلۂ ششم میں گزرا۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵

فان قلت اذن یجب ادارة الامر
علی ظنه فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم
فتصح صلاته وان اعطی بعد فیترجح مافهمه
المحقق من تفریعاتهم فی الخلاصة وغیرها
کما مر فی المسألة الخامسة **اقول** قد کان
الاصل ایجاب السؤال لتیسره فی نفسه و
انما رفع عنه لعارض فاذا ظهرت
الحقیقة عملت عملها وزال ماکان لعارض
وهو اقامة الظن مقامها کما تقدم عن
صدر الشریعة وهذا ما وعدنا ثمه ؛ من
ان للکلام تتمة ؛ هذا کله ماظهر للقلبی ؛
والعلم بالحق عند ربی ؛ ان ربی بکل شیئ
علیم ؛ وصلی اللّٰه تعالٰی علی الحبیب الکریم ؛
واٰله وصحبه اولی التکریم ؛ والحمد للّٰه رب
العٰلمین ؛

اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر تو ظن منع کی صورت
میں مدار کار اس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ
تحصیلِ یقین دشوار رہے تو اگر وُہ بعد میں دے دے
جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا
جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعات مشائخ سے محقق علی الاطلاق
نے سمجھا جس کا ذکر مسئلۂ پنجم میں گزرا **اقول**
(جواباً میں کہوں گا) اصل تو یہی تھی کہ مانگنا واجب
کیا جائے کیونکہ فی نفسہٖ یہ میسر و آسان ہے اور عارض
کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھالیا گیا پھر جب حقیقت
ظاہر ہو جائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت
کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا
وہ بھی ختم ہو جائے گا، جیسا کہ صدر الشریعۃ کے
حوالے سے بیان ہُوا۔ یہی وُہ ہے جس کا ہم نے
وہاں (افادۂ پنجم صفحہ ۶۶۲ طبع اول میں) وعدہ
کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔ یہ سب وہ
ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔ بلاشبہہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے
خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے۔ اور سب خوبیاں سارے
جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

ذکرِ قوانین: یہ مسائل بفضلہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی
کر سکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی، اور یہ کہ خلافیات میں وُہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا
ہونا چاہیے۔ یہ معیار پیشِ نظر رکھ کر قوانینِ علما مطالعہ ہوں:

الاول القانون الصدری

الامام صدر الشریعة نقل اولا عن
المبسوط ان لم یطلب وصلی لم یجز لان

اول — قانون امام صدر الشریعۃ:

امام صدر الشریعۃ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت
نقل کی: "اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

الماء مبذول عادة وعن موضع اٰخر منه
عليه ان يسأل الا على قول حسن بن زياد
فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة
مبذول عادة[۱]۔

ثم عن الزيادات ما تقدم في المسألة
الثالثة من انه يقطع الصلاة ان
ظن العطاء والالا وآدرج فيه ما مر في
المقام الثاني من وجوب السؤال في الشك
ايضا اذا رأى خارج الصلاة لان العجز
مشكوك۔

قال ثم قال في الزيادات فاذا فرغ
من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن
المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة و
اذا ابى تمت صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى
لكن ينتقض تيممه الاٰن۔

ثم قال رحمه الله تعالٰى اقول ان
اراد ان تستوعب الاقسام كلها فاعلم
انه اذا رأى الماء خارج الصلاة وصلى
ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز
والقدرة فعلى ما ذكر في المبسوط سواء
غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك
فيهما وهي مسألة المتن۔

واذا رأى في الصلاة ولم

توجائز نہیں اس لیے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔
اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی:
"اُس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ
نہیں اس لیے کہ مانگنے میں ذلت ہے۔ اور ہم یہ
کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔

پھر زیادات سے وہ کلام نقل کیا جو مسئلہ
سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے
ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے
درج کر دی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت
میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا
ہو اس لیے کہ عجز مشکوک ہے"۔

تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے:
"پھر جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے مانگا اس نے
دے دیا یا ثمن مثل پر دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو
وہ ازسرِ نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری
ہو گئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر (بعد میں)
دے دے لیکن اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا"۔

پھر صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر فرمایا:
"میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو
معلوم ہو کہ جب اس نے بیرونِ نماز پانی دیکھا اور نماز
پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا
انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا۔
خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں
شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔
اور جب اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز

[۱] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

يسأل بعدها فكذا وان رأى خارج الصلاة ولم يسأل وصلى ثم سأله فان اعطى بطلت صلاته وان ابى تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فيهما وان رأى في الصلاة فكما ذكر في الزيادات لكن يبقى صورتان احدهما انه قطع الصلاة فيما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطى بطل تيممه وان ابى فهو باق والاخرى انه اذا اتم الصلاة فيما اذا ظن انه يعطى ثم سأل فان اعطى بطل صلاته وان ابى تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطاء بخلاف مسألة التحري[1] الى اخر ما تقدم في الافادة الخامسة۔

قوله العجز مشكوك) تقدم ما فيه **قوله** (فاذا فرغ من صلاته) **اقول** لم ينقل عبارة الزيادات متسقة فان تعين فيها مرجع فرغ الى من ظن منعا او شك فذاك والا فهو للمصلی مطلقا لاسيما وقد

طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے ــــ اور اگر بیرونِ نماز دیکھا اور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کرے تو پوری ہوگئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو ــــ اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو صورتیں رہ جاتی ہیں: ایک یہ کہ اس نے ظن منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کا تیمم باطل ہوگیا اور انکار کر دے تو باقی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ ظنِ عطا کی صورت میں اس نے نماز پوری کر لی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کر دے تو پوری ہوگئی کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا بر خلاف مسئلہ تحری کے ــــ اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادۂ پنجم کے تحت گزرا۔

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعۃ کے مندرج قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۲) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوجائے" **اقول** صدر الشریعۃ نے زیادات کی عبارت مرتب و مسلسل نہ ذکر کی۔ اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہوجائیگی) ضمیر کا مرجع "من ظن منعا او شک" (جو نہ دینے کا گمان کرے

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

وقم بعد قوله وان غلب على ظنه انه يعطيه فيشمل الصورة الاخرى التى ذكر رحمه الله تعالٰی انها متروکة۔

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدرالشریعۃ نے لکھا ورنہ یہ ضمیر مطلقاً "مصلی" کیلئے ہوگی خصوصاً جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں" اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا"—— اس تقدیر پر یہ کلام زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدرالشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔ (ت)

قولہ وکذا اذا ابی ثم اعطی)

اقول الکلام فیما بعد الصلاة لکن البعدیة انما تلزم فی العطاء سواء کان الاباء قبل الصلاة کما اذا سأل قبلها فابی فتیمم فصلی ثم اعطی بسؤاله او بدونه او بعد الصلاة کما اذا علم فیها فاتمها ثم سأله فابی ثم اعطی سؤاله الاٰخر اوبغیرہ مضت الصلاة فی الوجهین اما لوکان العطاء قبل تمام الصلٰوة بعد الاباء فانه ینسخ الاباء مطلقا کما قدمنا فی المسألة العاشرة۔

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کردیا اب اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا —— یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ اسے اندرون نماز علم ہوا تو اس نے نماز پُوری کرلی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کردیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پُوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقاً منسوخ کردے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں نے ہم نے بیان کیا۔ (ت)

قولہ فعلی ماذکر فی المبسوط)

ای لم تجز صلاته لترکه الطلب۔ وجوز اخی چلپی انیکون المراد بما فی المبسوط قول الحسن **اقول** انما یسند الی الکتاب ما اعتمدہ لاما اوردہ وردہ۔

(۴) صدرالشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) —— یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوئی کیونکہ اس نے طلب ترک کردی اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے (ما فی المبسوط —— جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ **اقول** کتاب کی طرف اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کردی۔ (ت)

قوله وهی مسألة المتن) اعتاص هذا اللفظ علی اخی چلپی فان فی المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهما فهما مختلفان حکما وروایة معاً فکیف یقال ان ما فی المبسوط هی مسألة المتن فاوله بقوله معناه ان الخلاف المطلق ثابت فیهما غایة ما فی الباب ان روایة المتن علی خلاف روایة المبسوط فی بیان الاختلاف[1] اھ ولاجل هذا اجوز انیکون المراد به قول الحسن کی یحصل الوفاق بینه وبین حکم المتن **اقول** وکیف یصح لمجرد الاتفاق فی مطلق الاختلاف جعل نقیضین واحدا وانما المعنی ان الصورة المذکورة فی المبسوط هی المذکورة فی المتن وهی الرؤیة خارج الصلاة وان اختلفا فیها حکما وروایة .

(۵) الفاظ صدر الشریعۃ **(وهی مسألة المتن** ــ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) یہ لفظ اخی چلپی کے لیے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں" اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے ــ اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے" اور صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔ تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔ اب اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل فرمائی: "اس کا مطلب ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو یقیناً ثابت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیانِ اختلاف میں متن کی روایت، مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے" اھ اسی لیے انھوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ "ما ذکر فی المبسوط" (مبسوط میں جو مذکور ہے) سے مراد حسن کا قول ہو تاکہ اس میں اور حکمِ متن میں مطابقت ہو جائے۔ **اقول** محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کو ایک قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ **وهی مسألة المتن** (یہی مسئلۂ متن ہے) کا معنی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے ــ وہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھنا ــ اگرچہ مبسوط و متن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔ (ت)

قوله فکذا) ای لم تجز صلاته سواء ظن منحا او منعا

(۶) لفظ صدر الشریعۃ "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

او شك ۔

قولہ وان رأی فی الصلاۃ) **اقول** ای وسأل بعدھا لیفارق المذکور سابقا ولانہ المذکور فی الزیادات۔

قولہ فکما ذکر فی الزیادات **اقول** ای ان اعطاہ استأنف وان ابی تمت ولم یقل ھھنا فکذا کما قال قبل لان ثمہ ذکر اولا ما ھو مذکور فی المبسوط فاسندہ الیہ ثم صورۃ اخری یوافقہ فی الحکم فاحالہا علیہ اما ھھنا فذکر اولا مالیس فی الزیادات فاذا اتی علی ما فیہا اسندہ الیہا ولم یفھم الکلام من[عہ] فسرہ بقولہ ای الحکم علی التفصیل المذکور وھو انہ ان غلب علی ظنہ الاعطاء قطع الصلاۃ والالا اھ فان[1] الکلام فیمن سأل بعد الصلاۃ وماذا بقی لہ حتی یقال یقطع او یتم ۔

کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو ۔ (ت)

(۷) الفاظ صدر الشریعۃ وان رأی فی الصلاۃ (اور اگر اندرونِ نماز دیکھا **اقول** یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جُدا ہو جو پہلے ذکر ہُوئی اور اس لیے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے ۔ (ت)

(۸) الفاظ صدر الشریعۃ (تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول** یعنی اگر اسے دے دیا تو از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی ___ یہاں پر "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا ۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف کی ۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کے لیے اوپر والے حکم کا حوالہ دے دیا ___ لیکن یہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آئے جو زیادات میں ہے تو اسے اس کی طرف منسوب کیا ۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں "یعنی حکم بر تفصیل مذکور ہے ۔ وُہ یہ کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے ۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کے لیے باقی کیا رہا کہ "توڑے" یا "مکمل کرے" بولا جا سکے ۔ (ت)

عہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م)

(یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ ۔ ت) یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ ۔

---

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

قولہ لکن تبقی صورتان) **اقول** الاخری[۱] ان فرض ترکھا فی الزیادات فلم تترک فی کلامکم لان من رأی فی الصلاۃ وسأل بعدھا یشملھا قطعا والاحالۃ علی الزیادات للحکم لا للتصویر۔

(۹) الفاظ صدر الشریعۃ (لیکن دو صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول** اگر فرض کرلیا جائے کہ دوسری صورت زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لیے کہ "جس نے اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو بھی قطعاً شامل ہے۔ رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے، بیانِ صورت سے متعلق نہیں۔ (ت)

قولہ احدھما) قال اخی چلپی یمکن انفھامھا من قولہ وکذا ابی ثم اعطی لانہ صریح فی ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتامل[۲] اھ **اقول** قولہ کذا ای تمت صلاتہ فاین فیہ ان الاعطاء ناقض بل فیہ ان الاعطاء بعد الاباء ھباء نعم لو قال یمکن انفھامھا من قولہ اذا اعطاہ استانف واذا ابی تمت فانہ صریح الخ لاتجہ ولعلہ سبق قلم من التقصیر[۳] قول من[عہ] قال لاذکر لھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمھا باطلاقہ واشارتہ اھ فلم تترک قولہ اذا اعطی استانف لیدل علی حکم الوجہین فی الصورتین۔

(۱۰) لفظ صدر الشریعۃ "احدھما" (ایک صورت یہ کہ الخ) اخی چلپی نے کہا: "یہ صورت ان کے قول" اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے دے "سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تمام ہوجاتی ہے فتامل اھ **اقول** ان کا لفظ ہے "کذا" (اسی طرح) یعنی اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے ــ بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا ڈھول ہے ــ ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول: جب دے دے تو ازسرِنو ادا کرے اور انکار کردے تو نماز پوری ہوگئی) سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تمام کردینے والا ہے" ــ تو یہ کہنا درست ہوتا۔ شاید یہ سبقت قلم ہے۔ یہ کہنے میں تقصیر ہے کہ "ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

عہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م) (قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولانا عبدالحی فرنگی محلی) ہیں ۱۲۔ت)

۱؎ ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/ ۱۸۲

۲؎ عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/ ۱۰۳

زیادات کے الفاظ (وان ابی تمت ـــ اور اگر انکار کردے تو نماز پُوری ہوگئی) اپنے اطلاق اور اشارہ سے ان کے حکم پر دال ہیں" اھ زیادات کے الفاظ (اذا اعطی استانف ـــ جب دے دے تو از سرِ نو پڑھے) کو بھی کیوں نہ ذکر کیا کہ دونوں صورتوں کی دونوں شکلوں پر دلالت ظاہر ہو۔ (ت)

ثمّ ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاته المصلی مطلقا لم یصح قوله لاذکرلهمافی العبارات السابقة صریحا وان کان مرجعه خصوص من ظن منعا او شك لم یصح قوله باطلاقه فان المباین لایدخل فی اطلاق مباینه۔

پھر اگر زیادات کی عبارت میں فرغ من صلاته (وہ اپنی نماز سے فارغ ہو) کا مرجع مطلقاً مصلی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ "سابقہ عبارتوں میں صریحاً ان دونوں صورتوں کا کوئی ذکر نہیں" ـــ اور اگر اس کا مرجع خاص من ظن منعا او شك "(وُہ جسے انکار کا گمان یا شک ہو) ہے تو "باطلاقه" (اپنے اطلاق سے) کہنا درست نہیں۔ اس لیے کہ مباین اپنے مباین کے اطلاق میں داخل نہیں ہوتا۔ (ت)

فان قلت لعله وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارة ولمن ظن منعا او شك وقطع الاطلاق۔

اگر یہ کہو کہ شاید انہوں نے بطور توزیع و تقسیم ذکر کیا ہو تو جسے عطا کا گمان ہو اور نماز پوری کرلے اس کے لیے لفظ "اشارہ" رکھا اور جسے انکار کا گمان ہو یا شک ہو اور نماز توڑ دے اس کے لیے لفظ "اطلاق" رکھا۔ (ت)

اقول ولایصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ هذا **واقول** ضبط کل کلام هذا الامام فی نصف سطر انه ان لم یسأل اواعطاه بطل ما فعل من تیمم وصلاة وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقه علی انه سواء

اقول (میں کہوں گا) یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ نماز توڑنا نماز پڑھ چکنے اور اس سے فارغ ہوجانے کے مباین ہے تو "اطلاق" میں کیسے داخل ہوگا۔ یہ ذہن نشین رہے **اقول** امام صدر الشریعۃ کے پُورے کلام کا ضبط نصف سطر میں یہ ہے کہ "اگر وہ سوال نہ کرے یا اسے دے دے تو جو تیمم اور نماز اس نے ادا کیا وہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کردے تو تام ہوا" تو پہلی شرط اس صورت کو شامل ہے جب اس نے مانگا نہیں اور اس نے دے دیا یا نہ دیا اور اس صورت کو بھی جب اس کے

فی کل ذلک ظن منحا او منعا او شک ورأہ
خارج الصلاۃ او فیہا فقطع او اتم
وان اردنا زیادۃ ما قدم عن الزیادات
زدنا فی الشرط الاخری ولو اعطاہ بعد
الصلاۃ فیبقی العطاء فی الاولی مقیدا
بما اذا لم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء
ویبقی للثانیۃ شقان سأل فلم یعط او
اعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم
زدنا بعدہ سواء ظن منحا او منعا او شک
غیرانہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ
والا۔

مانگنے پر اس نے دیا — اور دوسری شرط کے تحت وہ
صورت رہے گی جب اس کے مانگنے پر اس نے نہ دیا۔
اور کلام اپنے اطلاق سے یہ بھی بتائے گا کہ ان باتوں
میں یہ سب صورتیں یکساں ہیں اسے دینے کا گمان
رہا ہو یا نہ دینے کا یا شک رہا ہو اور اس نے
بیرونِ نماز دیکھا ہو یا اندرونِ نماز دیکھ کر نماز توڑ
دی ہو یا پُوری کی ہو۔ اور انہوں نے زیادات کے
حوالہ سے جو پہلے بیان کیا اگر ہم اس کا بھی اضافہ
کرنا چاہیں تو دوسرے جملۂ شرطیہ میں یہ الفاظ
بڑھا دیں "اگرچہ بعد نماز اسے دے دیا ہو" — تو
پہلے جملۂ شرطیہ میں دینا اس سے مقید رہے گا کہ انکار
کرکے بعد نماز دینا نہ ہو — اور دوسرے جملہ کے تحت دو شقیں رہ جائیں گی (۱) مانگنے پر دیا نہیں (۲) یا انکار
کرکے بعد نماز دیا — پھر اس کے بعد ہم یہ بڑھا دیں "خواہ اسے دینے کا گمان رہا ہو یا انکار کا، یا شک رہا ہو
مگر یہ ہے کہ اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔ (ت)

اقول ولا یخرج منہ ما اذا
سأل فلم یعط ولم یأب بل سکت و
ذلک لما قدمنا ان اعطاہ بعد
السکوت قبل ان یراہ یصلی
بالتیمم لم یکن السکوت اباء فدخل
فی الاول اعنی اعطاہ وان کان
ھذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمہ
اباء وکان الحکم للعطاء دون
السکوت والا کان اباء فدخل
فی الثانی وکان الحکم
للسکوت من جھۃ انہ

اقول اس سے وہ صورت خارج نہ ہوگی
جب مانگنے پر اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ خاموش
رہا — یہ اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ اگر خاموش رہنے
کے بعد اسے تیمم سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے
قبل دے دیا تو یہ خاموشی انکار نہیں تو یہ اول یعنی
"اعطاہ" (اسے دے دیا) میں داخل ہے اور
اگر یہ بعد نماز ہے تو اس دینے سے پہلے انکار نہ پایا گیا
اور اس صورت میں حکم عطا کا ہے سکوت کا نہیں۔
ورنہ (اگر بعد سکوت تیمم سے اسے نماز پڑھتے ہوئے
دیکھنے سے پہلے دینا نہ ہوا) وہ سکوت انکار ہو کر
شرطِ ثانی میں داخل ہوگا۔ اور اس صورت میں حکم

دلیل المنع ۔

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے ۔

لکن **اولا** بقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ اوفیھا بطل تیممہ قطعا وان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل او اعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلک ان وقع بعدھا واختیر بطلانھا مطلقا وان قلنا کما ھو الظاھر واللہ تعالٰی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظھر خلفہ فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لایقال انہ منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کما بینا ۔

لیکن **اولاً** وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تو اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا — تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہوا ہو تو اس کا تیمم قطعاً باطل ہوگیا اگرچہ اسے نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگر اس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہُوا ۔ اس لیے کہ اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا — اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہوا ۔ اس میں مطلقاً بطلان نماز اختیار کیا گیا ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے — یہ کہا کہ نماز ہوگئی اگر وعدہ خلافی ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لیے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع و انکار کیا — لیکن اگر یہ دعوٰی کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرطِ اوّل کے تحت داخل ہے ۔ لیکن اس دعوٰی پر دلیل کی ضرورت ہے ۔ اور دلیل کہاں ؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ۔ (ت)

فان قلت بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی مآل الیہ الامر ۔

اگر یہ کہیے کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرطِ ثانی کے تحت داخل ہوگی ۔ اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا ۔

اقول ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلک لان الاخلاف انکان اباء مستندا ای من حین وعد

اقول (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سُودمند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے

وردت المسألة الاولى حيث وعد قبل تمام الصلاة واخلف فقد اثر مع كونه اباء وان كان اباء مقتصرا اى من حين اخلف ولم يكن اعطاء حين وقع وردت ايضا لانه سأل ولم يعط فلم توجد شريطة الابطال فلم بطلت فلا محيد الا جعل الوعد عطاء بعينه وهو خلاف المعقول والمدلول والله تعالٰى اعلم۔

توپہلا سوال وارد ہوگا کیوں کہ اس نے قبل تمام نماز وعدہ کیا اور خلاف کیا تو یہ انکار ہونے کے باوجود اثر انداز ہوا (جب کہ صورتِ انکار میں نماز تام ہوتی ہے) اور اگر انکار مقتصر ہو یعنی وقت عدم وفا سے اور جب وعدہ ہوا ہے اس وقت دینا نہ ہو تو بھی پہلا سوال وارد ہوگا۔ اس لیے کہ "اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا" تو ابطال کی جو شرط تھی (نہ مانگا یا اس نے دے دیا) وہ نہ پائی گئی پھر نماز کیوں باطل ہوئی تو کوئی مفر نہیں سوا اس کے کہ وہ وعدہ کو بعینہٖ عطا قرار دیں اور یہ معقول ومدلول دونوں کے خلاف ہے۔ (ت)

وثانیا[1] كون ماء الطهارة مبذولا عادة فى كل مكان ٭ بطلانه غنى عن البيان ٭ يعرفه البله والصبيان وشان المبسوط يجل عن ارادته فوجب رده الى ما وفق به الائمة الجلة ابوبكر الجصاص وابوزيد الدبوسى وابونصر الصفار عليهم رحمة الغفار ان المراد موضع لا يعز فيه الماء فاذن كلام المبسوط حيث يظن العطاء فكيف يقال سواء غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك۔

ثانیا آبِ طہارت ہر جگہ عادۃً دے دیا جاتا ہے اس کا بطلان بیان سے بے نیاز ہے بے وقوفوں اور بچوں کو بھی معلوم ہے — اور مبسوط کا مقام ایسا معنی مراد لینے سے بلند ہے تو اس کے کلام کو اسی طرف پھیرنا ضروری ہے جس سے امام ابوبکر جصاص، امام ابوزید دبوسی اور امام ابونصر صفار علیہم الرحمۃ نے تطبیق دی کہ مراد ایسی جگہ ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو اب مبسوط کا کلام یہ ہوگا کہ (ایسی جگہ سوال نہ کیا) جہاں پانی دینے کا گمان ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جائیگا کہ (عدم سوال مبطل ہے) خواہ اسے دینے کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔

وثالثا[2] هل السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شك واجب عليه غير مشترط لصحة الصلاة ام هو شرطها على الثانى كيف صح الشروع فيها بلا سؤال وكيف جاز المضى فيها لمن ظن

ثالثا کیا ایسا ہے کہ مانگنا خواہ کوئی گمان ہو یا شک ہو مطلقاً اس پر واجب ہے مگر صحتِ نماز کی شرط نہیں یا اس کی شرط بھی ہے۔ بر تقدیر ثانی بغیر مانگے اس کا نماز شروع کرنا کیسے صحیح ہوا؟ اور ظنِ منع یا شک والے کے لیے

منعا او شك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وتما ذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فابى وان كان يظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لا ينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ايضا كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة۔

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا؟ — بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطاء کا ظن رکھتا ہو اس کے لیے آپ نے یہ کیوں کہا کہ نماز توڑ دے؟ توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہوگیا ہو — اور یہاں ظن عطا اور اس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ؟ شرط کا ترک تو "مطلقاً" مبطل ہے — اور اُس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیا اور اس نے انکار کر دیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپنے نماز کو تام کیسے قرار دیا، جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ جیسے اس کا حال ہے جسے قربِ آب کا ظن تھا اور اس نے پانی تلاش نہ کیا، تیمم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایا جب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالہ سے بیان ہوا۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطا لها والشرط لا يتأخر عن

بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تو مشروط سے مؤخر

ع فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان علم المقتدي بحال الامام من سفر واقامة شرط صحة الاقتداء كما في الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بأنه لا يشترط حصوله من الابتداء بل يكفي حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

اگر یہ سوال ہو کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فقہا نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر واقامت کا علم ہونا "صحت اقتدا کی شرط ہے" جیسا کہ خانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز) یہ علم ہوجانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام (بعد نماز) بتا دے کہ وہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

المشروط وعلى الاول لم قلتم بطلت صلاته بترك السؤال بعدها وان ظن منعا او شك فترك المرء بعض ما يجب عليه لا يفسد صلاته مالم يخل ذلك بشيئ من شروط صحتها۔

نہیں ہوتی۔ بر تقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہوگئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ ترکِ واجب سے نماز فاسد نہیں ہوجاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔

فان قلت كيف حكمتم ببطلان صلاته اذا ظن العطاء ولم يسأل فما منه الا ترك ما ليس شرطا لصحة الصلاة۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور نہ مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کردیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔

اقول بلى شرط صحة الصلاة الطهارة وشرط طهارته هذه ظهور

اقول (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر كما اشير اليه فى المتون وصرح به فى التوشيح والنهاية والسراج والتاتارخانية والبحر والدر وغيرها فقد جوزوا تأخر الشرط عن المشروط **اقول** ليس هكذا بل التحقيق فيه انه شرط الحكم بصحة الاقتداء لا شرط نفسه وهو مراد ما ذكروا من الاشتراط كما افاده فى الفتح واوضحناه فى صلاة المسافر من فتاونا وبالله التوفيق ۱۲ منه غفرله (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا **اقول** (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کے لیے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔ علما نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نمازِ مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

العجز وظهور العجز يزول بظن عطاء لم يظهر خلافه فاذا ظن الغطاء حكم بفساد صلاته موقوفا الی ان یظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتا کما بینت اٰخر المسائل فاذا لم یسأل لم یظهر فبت فسادها لا لاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانه لم یوجد معارض لظهور العجز وھو ظاھر وکذا اذا شك لکونه احتمالا عن دلیل فلا یعارض الظاھر کما حققت اٰخر المسألة السادسة وللّٰه الحمد۔

شرط یہ ہے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔ اور ظہور عجز ایسے ظن عطا سے ختم ہوجاتا ہے جس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔ تو جب اسے عطا کا گمان ہوجائے حکم کیا جائے گا کہ اس کی نماز کا فاسد ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس گمان عطا کے خلاف ظاہر ہو تو نماز صحیح ہوجائے گی یا اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو نماز قطعی طور پر فاسد ہوجائے گی جیسا کہ میں نے آخری مسئلہ میں بیان کیا —— جب اس نے سوال نہ کیا اس کے ظن عطا کے خلاف ظاہر نہ ہوا تو فسادِ نماز قطعی ہوگیا اس لیے نہیں کہ سوال شرط ہے بلکہ اس لیے کہ ظہور عجز مفقود ہے —— بخلاف اس صورت کے جب انکار کا ظن ہو اس لیے کہ ظہور عجز کا کوئی معارض نہ پایا گیا —— یہ تو واضح ہے —— اسی طرح جب شک رہا ہو اس لیے کہ یہ احتمال بلا دلیل ہے تو ظاہر کے معارض نہ ہوگا جیسا کہ میں نے مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کی ہے —— اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

اقول ثم ھھنا عدۃ اسئلۃ ترد علی ظاھر کلام الامام فی النظر الظاھر اجبنا ان نوردھا و نردھا **الاول** جعلتم الشك فی الاعطاء و المنع شکا فی القدرۃ والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبۃ الظن اقیم مقام حقیقۃ القدرۃ والعجز تیسیرا فاذا ظھر خلافه لم یبق قائما مقامھما فقدا فدتم انه اذا لم یظھر خلافه یبقی قائما مقامھما فلم قلتم ان من ظن المنع ولم یسأل بعد ولم یعطه

اقول اب یہ دیکھئے کہ یہاں امام صدر الشریعۃ کے ظاہر کلام پر بادی النظر میں چند اعتراض وارد ہوتے ہیں جنھیں ہم ذکر کرکے ان کی تردید کردینا چاہتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: عطاء ومنع میں شک کو آپ نے قدرت وعجز میں شک قرار دیا ہے اس لحاظ سے ظن منع ظن عجز ہوگا جبکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ غلبۂ ظن کو آسانی کے لیے قدرت وعجز کی حقیقت ولیقین کے قائم مقام رکھا گیا ہے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہوجائے تو وہ حقیقت قدرت وعجز کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اس سے یہ مستفاد ہوا کہ جب اس کے خلاف نہ ظاہر ہو تو وہ

صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم يظهر خلافه فيكون قائما مقام حقيقة العجز۔

الثاني رأى الماء وهو يصلي وظن المنع فاتم كما امرتم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا يدري مكانه فمتى توجبون عليه السؤال افي صلاته فيجب القطع وقد نهيتموه ام بعدها وقد ذهب و غاب فايجاب السؤال ايجاب المحال فوجب القول بادارة الحكم على ظنه۔

الثالث اذا اوجبتم السؤال بكل حال؛ وان لم يسأل حكمتم مطلقا بالابطال؛ فلا شك ان ظنه بمعزل عن الحكم عند ترك السؤال؛ واذا سأل ظهرت الحقيقة وانسل الظن عن المجال؛ فمتى اقيم مقامها وماله الا الزوال؛

ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہو اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہوگئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔

دُوسرا اعتراض: اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہُوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پُوری کر لی جب فارغ ہُوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جب کہ اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وُہ چلا گیا اور غائب ہوگیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لامحالہ اس کے ظن ہی پر مدار حکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔

تیسرا اعتراض: جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقاً ابطال کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترک سوال۔ ترک سوال کی صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں — اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہو جاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اسکے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اقول والجواب عن الکل فی حرف واحد ان السؤال واجب مھما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن ؛ وقولہ فاذا ظھر خلافہ لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفھومہ بل فی تعلیل مسألۃ وکان الواقع فیھا ظھور خلافہ فبنی الامر علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورت امکان سوال واجب ہے جب یہ متعذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔ اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظھر خلافہ" (تو جب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہوا' تو بنائے کار اسی پر رکھی ——— اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الثانی القانون البحری

قال رحمہ اللہ تعالٰی ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اما انیکون فی الصلاۃ او خارجھا وفی کل منھما اما ان یغلب علی ظنہ الاعطاء او عدمہ او یشک وفی کل منھا اما ان سألہ اولا وفی کل منھا اما ان اعطاہ اولا فھی اربعۃ وعشرون فان کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق فلو اتمھا ثم سألہ فان اعطاہ استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنہ عدم الاعطاء او شک لایقطع صلاتہ فان قطع وسأل فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق وان اتم ثم سأل فان اعطاہ بطلت وان ابی تمت

دوم : قانون علامہ صاحب البحر

صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "معلوم ہو کہ تیمم والا جب کسی آدمی کے ساتھ آبِ کافی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ دیکھنا اندرون نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔ اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبۂ ظن ہوگا یا شک ہوگا — اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا ——— اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا ——— تو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبۂ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔ اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ——— اگر نماز پوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔ اور اگر اسے نہ دینے کا غلبۂ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

وان كان خارج الصلاة فان لم يسأل وتيمم وصلى جازت الصلاة على ما فى الهداية ولا تجوز على ما فى المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تيمم وصلى فان اعطاه بعدها لا اعادة عليه وينتقض تيممه ولا يتأتى فى هذا القسم الظن او الشك وهذا حاصل ما فى الزيادات وغيرها وهذا الضبط من خواص هذا الكتاب[1] اھ وتبعه اخوه وتلميذه المدقق فى النهر اثرعنه ش واقر۔

نہ توڑے۔ اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ۔۔۔ اور اگر پوری کر لی پھر مانگا تو اگر دے دے نماز باطل ہوگئی اور اگر انکار کر دے تو تام ہے ۔۔۔ اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہوگئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہوئی ۔۔۔ اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔ اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمم کرے اور نماز پڑھے۔ اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس قسم میں ظن یا شک کی صورت ہی نہیں ۔۔۔ یہ سب اس کا حاصل ہے جو زیادات وغیرہا میں ہے۔ اور یہ اندازِ ضبط اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ ان کے برادر و تلمیذ مدقق نے النہر الفائق میں اسی کی پیروی کی۔ ان سے علامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔ (ت)

اقول اولاً بل هى على ما سلك ست وستون تضمن كلامه بيان اربع وخمسين وبقيت عليه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان يراه فى الصلاة او قبلها وعلى كل يظن العطاء او المنع او يشك فهى ست وفى كل منها احدى عشرة لانه اما ان يسأل قبل الصلاة او بعدها اولا ولا كيف وقد مر على هذا

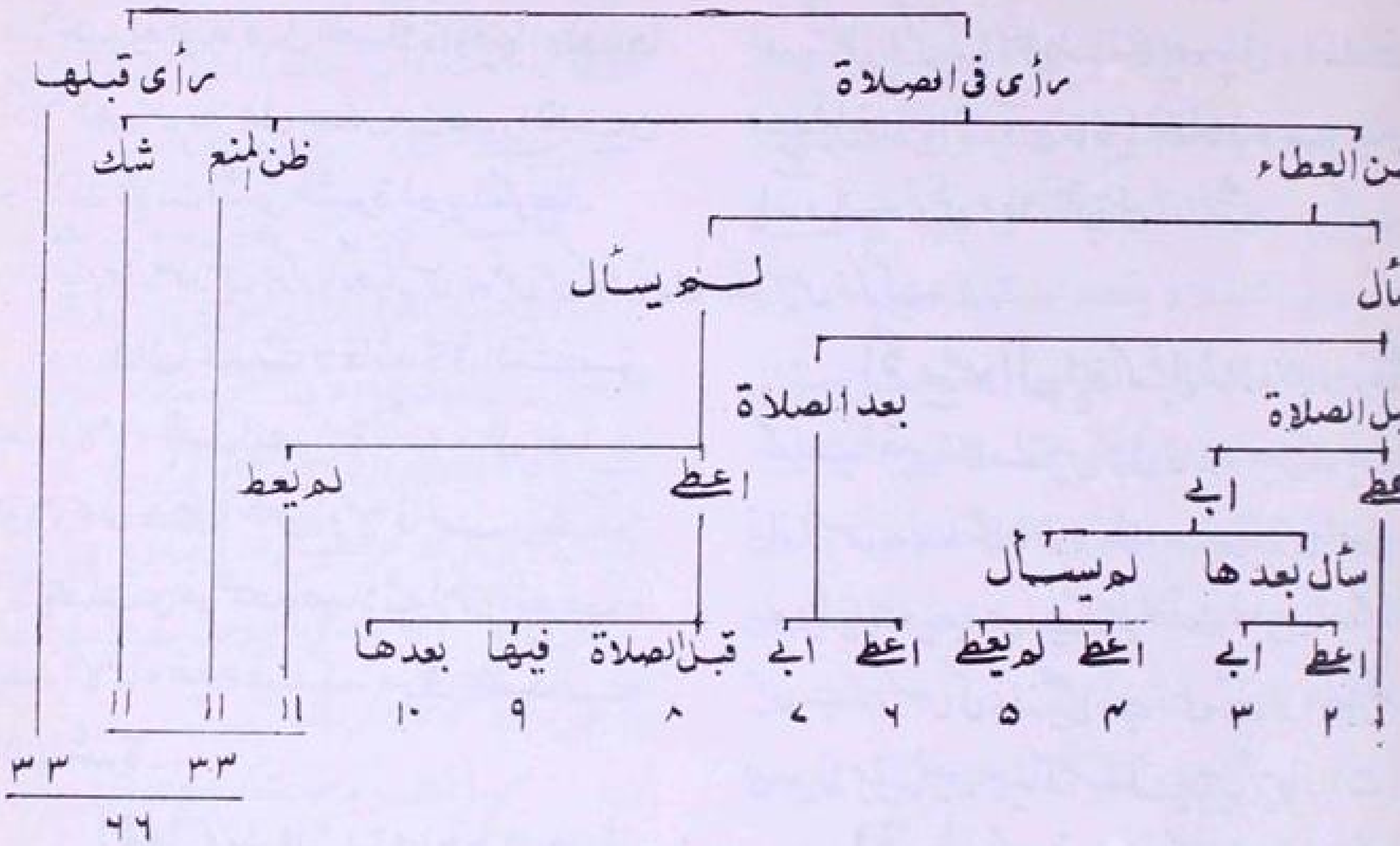
اقول۔ اولاً بلکہ یہ ان کی روشِ کلام کے مطابق چھیاسٹھ ۶۶ صورتیں ہیں جن میں سے چوّن ۵۴ صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ ۱۲ صورتیں رہ گئیں۔ وہ اس لیے کہ یا تو وہ اندرونِ نماز دیکھے گا یا قبل نماز۔ اور بہر دو صورت یا تو اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا ۔۔۔ یہ چھ ۶ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک میں گیارہ ۱۱ صورتیں ہیں ۔۔۔ اس لیے کہ وہ یا تو قبل نماز مانگے گا

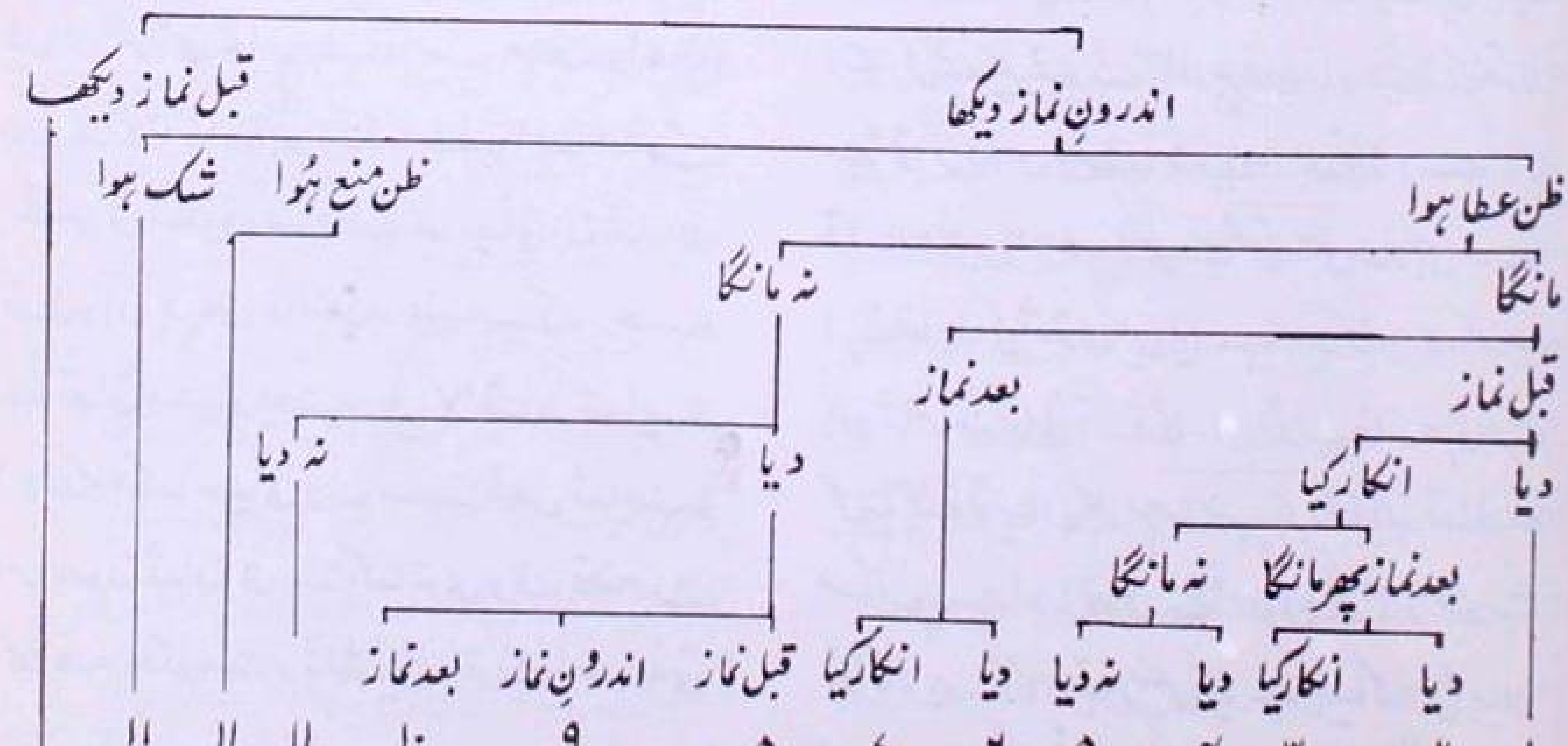
---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

التقسیم فی قوله قطع وطلب فلو اتم ثم سأل
وفی قوله قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفی
قوله فان سأل بعدها وان سأل ای قبلها و
قال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال
قبل الصلاۃ قبل تمامها سواء کان قبل
شروعها او بقطعها اذا رأہ فیها) وعلی
کل من الاولیین یعطی اولا وعلی الثالث یعطی
قبل الصلاۃ او فیها او بعدها اولا اصلا
فهی ثمان وواحدۃ منها تصیر اربعا و
هی ما اذا سأل قبلها فابی فانه اما ان یعید
السؤال بعدها اولا وعلی کل یعطی اولا
فصارت احدی عشرۃ فبلغت ستا وستین
وانا اصور لك احدی الاسداس لتقیس
علیها سائرها بان تضع ظن المنع مقام ظن
العطاء ثم الشك فهی ثلاث وثلثون ثم
تضع رأی قبلها مکان رأی فی الصلاۃ فهی
ثلاث وثلثون اخری وهذہ صورته۔

یا بعد نماز، یا نہ قبل نماز نہ بعد نماز۔ یہ صورتیں کیسے ہونگی
جب کہ ان کی روشِ بیان درج ذیل عبارتوں میں اسی
تقسیم پر جاری ہے (دیکھئے ان کی عبارت خط کشیدہ
الفاظ ۱۲م۔ الف) (۱) نماز توڑ دے اور پانی طلب
کرے اگر نماز پوری کرلی پھر مانگا (۲) توڑ دی اور
مانگا ــــ اور اگر پوری کرلی پھر مانگا (۳) اگر بعد
نماز مانگا ــــ اور اگر مانگا ــــ یعنی قبل نماز ــــ اور
فرمایا: تو اگر نہ مانگا ــــ یعنی بالکل مانگا ہی نہیں
(نہ قبل نماز نہ بعد نماز) ــــ میری عبارت میں جو
"قبل نماز" آیا ہے اس سے میری مراد ہے "تکمیلِ
نماز سے" خواہ یوں کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو
یا یوں کہ جب اندرونِ نماز پانی دیکھا نماز توڑ دی ہو
(اب سلسلۂ کلام وہیں سے ملا لیجئے ۱۲م۔ الف)
اور ان میں کی پہلی دونوں میں سے ہر تقدیر پر یا
تو وہ دے گا یا نہ دے گا ــــ اور تیسری تقدیر
پر قبل نماز دے گا، یا اندرونِ نماز، یا بعد نماز،
یا بالکل نہ دے گا۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ــــ اور
ان میں سے ایک وہ ہے جس کی چار صورتیں بن جائیں گی۔ یہ قبل نماز مانگنے پر انکار والی صورت ہے کیونکہ
اس صورت میں یا تو بعد نماز دوبارہ مانگے گا، یا نہ مانگے گا اور ہر تقدیر پر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا۔
تو گیارہ صورتیں ہو کر چھیاسٹھ ۶۶ کو پہنچ جائیں گی ــــ اب ان میں سے ایک سدس (گیارہ) کی شکل
پیش کی جاتی ہے تاکہ بقیہ کو اسی پر قیاس کیا جا سکے اس طرح کہ ظن عطا کی جگہ ظن منع پھر شک رکھ دیں تو
یہ تینتیس ۳۳ صورتیں ہو جائیں گی، پھر "اندرونِ نماز دیکھا" کی جگہ "قبل نماز دیکھا" رکھ دیں تو یہ دوسری
تینتیس ۳۳ صورتیں ہو جائیں گی۔ نقشہ یہ ہے:


رأی قبلها
رأی فی الصلاة
شک
ظن المنع
ظن العطاء
سأل
لم یسأل
بعد الصلاة
قبل الصلاة
لم یعط
اعطی
اعطی
ابی
سأل بعدها
لم یسأل
بعدها
فیها
قبل الصلاة
ابی
اعطی
اعطی
لم یعط
اعطی
ابی
اعطی
١١ ١١ ١١ ١٠ ٩ ٨ ٧ ٦ ٥ ٤ ٣ ٢ ١
٣٣ ٣٣
٦٦


قبل نماز دیکھا
اندرونِ نماز دیکھا
شک ہوا
ظن منع ہوا
ظن عطا ہوا
نہ مانگا
مانگا
بعد نماز
قبل نماز
نہ دیا
دیا
دیا
انکار کیا
بعد نماز پھر مانگا
نہ مانگا
بعد نماز
اندرونِ نماز
قبل نماز
انکار کیا
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
دیا
١١ ١١ ١١ ١٠ ٩ ٨ ٧ ٦ ٥ ٤ ٣ ٢ ١
٣٣ ٣٣
٦٦

ولم یذکر فیما اذا رأی فی الصلاۃ الا السؤال قبلها او بعدها فبقی ان لا یسأل اصلا و صاحبه یعطیه قبل الصلاۃ او فیها او بعدها اولا فهی اربع علی کل من صور الظنین والشك فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرها۔

علامہ صاحبِ بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبل نماز ہو یا بعد نماز۔ اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا[1] اور پانی والے نے اسے قبل نماز[2] یا اندرونِ نماز[3] یا بعد نماز دے دیا، یا نہ دیا[4] — تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار چار صورتیں ہو کر بارہ[12] ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔ (ت)

فان قلت لا فائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بأنه سأل بعدها اولا وعلی کل اعطی اولا فان الحکم لا یختلف وهو صحۃ صلاته لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کما مر فی المسألۃ العاشرۃ۔

اگر یہ سوال ہو کہ قبل نماز انکار ہو جانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور بہر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔ اس لیے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا۔ (ت)

اقول بلی فائدته اعطاء هذا الحکم الا تری الی قوله فی الضابطۃ فیما اذا رأی فی الصلاۃ وکذا اذا ابی ثم اعطی و فیما اذا رأی خارجها فان منعه واعطاه بعدها لا اعادۃ اھ[1] ولذا اخذه المحقق الحلبی فی شقوق ضابطته کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی وان فرض فالکلام علی مسلکه رحمه الله تعالٰی وهو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کما سیأتی وان سلمنا فهی ثمان و اربعون ثمان فی ست کما تری وقد تضمن کلامه حکم ست و ثلثین وترك اثنتی عشرۃ۔

اقول کیوں نہیں۔ یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے — ضابطہ میں صاحبِ بحر کا کلام دیکھئے، "اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" اور ایسے ہی جب انکار کرکے پھر دے دے"، اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" تو اگر (اس وقت) نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں"، اھ۔ اسی لیے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ اور اگر بے فائدہ ہی فرض کرلیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُداگانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کرلیں تو یہ اڑتالیس[48] صورتیں ہیں چھ میں آٹھ۔ ۸×۶ = ۴۸ — جیسا کہ پیشِ نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس[36] صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔ بارہ[12] صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

وثانیا نقل[1] التوفیق عن الذخیرة عن الجصاص وھو التحقیق فان سالہ ما اذا کان خارج الصلاة ولم یسأل اصلا خلافیة غیر مقطوع فیھا بقول مما لا ینبغی۔

وثالثا قد مشی[2] علیہ فیمن رأی فی الصلاة یقطع ان ظن العطاء والالا ومامبناہ الا ذلک التوفیق انہ یجب السؤال ان ظن العطاء والالا کما قدمنا فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیة وانما کان الوجہ ان یحیل ھذہ ایضا علی الخلاف اویقطع القول فی تلک ایضا۔

ورابعا قولہ[3] فیما اذا رأی خارجھا فسأل فمنع فتیمم فصلی انہ لا یتأتی فیہ الظن والشک فیہ شک ای شک فان اراد عدم تأتیھما بعد المنع فالمنع لا یختص بھذا القسم وایضا لا تأتی لھما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانہ تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحملہ علی حالة راھنة ویظن بہ عطاء او منعا اویشک فیما بعد ذلک و ان اراد مطلقا وھو الظاھر من کلامہ فعدم تأتیھما بعد المنع لایمنع تأتیھما قبلہ وقد جعل[4] الاقسام

ثانیا ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔ وہی تحقیق بھی ہے۔ اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

ثالثا اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنا دیا۔ مناسب طریقہ یہی تھا کہ یا تو اِسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یا اُس میں بھی قطعی قول کرتے۔

رابعا یہ صورت کہ "بیرونِ نماز دیکھنے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمم کرکے نماز پڑھ لی" اس کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں" ـــــ یہ کلام بڑے شک واعتراض کا محل ہے ـــ اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں ـــ اور دینے کے بعد بھی تو ظن وشک کی صورت نہیں بلکہ بدرجۂ اولیٰ نہیں، اس لیے کہ کام پورا ہو گیا۔ اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمول کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلقاً ظن یا شک نہیں ہوتا ـــ یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے۔ تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن وشک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو۔ انھوں

اولاستايكون فى الصلاة او خارجها
وعلى كل يظن عطاء او منعا او يشك
ثم فصل كلا منها الى السؤال وعدمه
والعطاء والاباء فكيف يخرج هذا من
الظن والشك وان خرج كيف
تصير اربعا وعشرين.

وخامسا لا تخالف الرؤية فى
الصلاة وخارجها فى شئ من الاحكام و
لا اقسام الرؤية فى الصلاة فيما بينها غيرانه
يقطع ان ظن العطاء والا لا فما كان ليدخل
فى الشقوق فيطول الامر وكان يجمع جميع
ماقاله بل مع الزيادة واحاطة الست
المتروكة ان يقول من علم مع غيره ماء
يكفى لطهره قبل الصلاة او فيها فان لم يسأل
فعلى الخلاف وان سأل فان اعطى توضأ
وان كان تيمم انتقض وان كان صلى
بطلت وان منع تيمم او لم ينتقض او مضت
ولا عبرة بالعطاء بعد الاباء فى الوجهين
وسواء فى كل ذلك ظن عطاء او منعا
او شك غيرانه ان ظن العطاء قطع الصلاة
والا لا فهذا نحو ثلث سطوره بيدان
الثلث كثير.

نے پہلے چھ قسمیں بنائی ہیں ــ اس طرح کہ وہ اندرونِ
نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ــ اور بہر دو تقدیر یا تو اسے
ظنِ عطا ہوگا یا ظنِ منع یا شک ہوگا ــ پھر ان
میں سے ہر ایک میں سوال و عدمِ سوال اور عطا و
عدمِ عطا کی تفصیل ہے ــ تو یہ قسم ظن و شک سے
خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس صورتیں
کیسے بنیں گی؟

خامسا اندرونِ نماز و بیرونِ نماز دیکھنے
میں اور اندرونِ نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا
کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو
نماز توڑ دے ورنہ نہیں ــ تو ان سب کو شقوں میں
داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا ــ اگر یوں
کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافے اور متروکہ چھ صورتوں
کے احاطے کے سمٹ آتی: "جسے کسی کے پاس طہارت
کے لیے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ
نماز علم ہوا ــ تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں
اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو
کرے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ لی
تو باطل ہوگئی ــ اور اگر نہ دیا تو تیمم کرے یا تیمم
ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہوگئی ــ اور دونوں ہی شکلوں
میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں ــ اور
ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع
کا، یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے
ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے
مگر یہ کہ تہائی زیادہ ہے۔ (ت)

وسادسا قوله[1] فی خارج الصلاة

ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یظن منحا او منعا او یشك وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاة او فیها او بعدها او لا اصلا ولا خلاف انکان الا فی ثلاث منها وهی ما اذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاة والا لمنع ونقض وابطل ولو اعطی قبل الصلاة وجب الوضوء وان کان تیمم انتقض او فیها وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرة علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی الله تعالی عنهم بالاباحة فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذا کان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا او مجیبا اعاد مطلقا کما تقدم وقد[2] احسن الدر اذ قال لو صلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد فلم یقل ثم سأله فاخبره لاجرم ان قال فی الجوهرة النیرة رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغه من غیر سؤال توضأ و

سادسا بیرونِ نماز والی صورت کے تحت

ان کا قول " اگر نہ مانگا اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی " ۔ اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ " نہ قبل نماز مانگا نہ بعد نماز " ---- اس لیے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کر رہے ہیں ۔ جیسا کہ معلوم ہوا یہ بارہ[12] قسموں پر مشتمل ہے ، اُسے دینے کا ظن ہوگا یا نہ دینے کا یا شک ہوگا اور بہر تقدیر پانی والا اسے قبل نماز دے گا یا اندرونِ نماز یا بعد نماز ، یا بالکل نہ دے گا ---- اگر مانا جائے کہ اختلاف ہے تو ان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیا ---- اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وہ مانع ، ناقض اور مبطل ہوگا (تیمم سے مانع ہوگا اور اگر تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی تو اسے باطل بھی کرے گا) اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا ---- اندرون نماز دیا تو وضو کر کے از سرِ نو پڑھنا ضروری ہے ---- بعد نماز دیا تو سب بالاجماع باطل ہو گیا اس لیے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہوگی اور عطا ، عطا ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو ، جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے مگر نہ دریافت کیا اور نماز پڑھ لی پھر اس نے از خود بتایا یا پُوچھنے پر بتایا بہر صورت اعادہ کرے جیسا کہ گزرا ۔ درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی : " اگر تیمم سے نماز

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

اعاد وان لم يعط فصلاته تامة اه فجعلها
خلافية مطلقا غير سديد فى تسعة من
اثنى عشر وان اخذت المتروكات ايضا
كما فعلنا ففى ثمانية عشر اى على هذا
التقسيم اما على اخذ صور الوعد فكثير
جدا كما يأتى.

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت
کرلے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے"۔
یہ نہ فرمایا کہ "پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا"۔
لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا، کسی ایسے شخص کو دیکھا جس
کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا۔ نماز پڑھ
لی۔ پھر اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس
نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کرکے اعادہ کرے۔ اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے اھ تو اسے بارہ میں سے
نو صورتوں میں مطلقاً خلافی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ
صورتوں میں۔ یعنی اس تقسیم پر ـــ لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہوجائیں گی، جیسا کہ ذکر
آرہا ہے۔ (ت)

وسابعا ترك صور الوعد والسكوت
وفيها مباحث تهم فالاقسام على ما سلك
لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون
بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه
اما ان يسأل قبل التيمم او بعده قبل
الشروع فى الصلاة او فيها بقطعها او بعدها
او لا اصلا فهى خمس ولا يكون الاولان
الا بالعلم قبل الصلاة والبواقى تحتمل
العلم فيها وقبلها فهى ثمانية وعلى كل
تقدير يظن منحا او منعا او يشك فهى اربعة
وعشرون۔ فريق السؤال منها ثمانية
عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل
التيمم او بعده قبل الصلاة ثلاث

سابعاً وعدہ اور سکوت کی صورتیں
چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں ـــ تو ان کے
طرز پر قسمیں نہ چوبیس ہوں گی نہ چھیاسٹھ بلکہ
چار سو چھبیس ہوں گی۔ وہ اس لیے کہ سوال یا تو
قبل تیمم ہوگا، یا بعد تیمم قبل شروع نماز، یا اندرون
نماز اس طرح کہ نماز توڑ دے، یا بعد نماز یا سوال
بالکل نہ ہوگا ـــ یہ پانچ صورتیں ہوئیں ـــ پہلی
دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ
میں احتمال ہے کہ اندرون نماز معلم ہو یا قبل نماز ہو۔
تو یہ آٹھ ہوئیں ـــ اور ہر تقدیر اسے ظن عطا ہوگا
یا ظن منع یا شک ہوگا ـــ تو یہ چوبیس صورتیں
ہوئیں ـــ ان میں سے اٹھارہ سوال والی ہیں اور
چھ عدم سوال والی ـــ اور ظن عطا و منع اور شک کے

ل الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ١/٢٩

باعتبار الظنین والشك والسؤال فیہا او بعدھا کل سداسی باضافۃ کون الرؤیۃ فی الصلاۃ اوقبلہا وصورۃ عدم السؤال تشمل الوجہین کما ستعرف۔

اعتبار سے سوال قبل تیمم یا بعد تیمم قبل نماز کی تین تین صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی چھ چھ صورتیں ہیں ــــ اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا ــــ اور عدم سوال والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔ (ت)

ثمّ علی کل سؤال اما ان یعطی من فورہ وھو العطاء العاجل اویعد اویسکت اویابی وبعد کل من الثلثۃ اما ان یعطی وھو العطاء الاٰجل اولا واذا لم یعط فی الوعد فاما ان یظہر خلفہ اولا کما قدمنا فی التنبیہ الخامس ففی کل سؤال ثمانیۃ[ع] وجوہ فاما العطاء العاجل فلا یفارق السؤال فی زمانہ والاٰجل فی غیر الوعد یحتمل ان[1] یکون قبل التیمم اوبعدہ[2] قبل الصلاۃ اوفیہا[3] اوبعدھا[4] فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممہ وصلاتہ اوبعدہ[5] اوبعد[6] الوقت اما فی الوعد فلا الاوجہین وھما العطاء فی الوقت اوبعدہ لان الوعد یوجب الانتظار الی خروج الوقت فمہما وعد لم یکن لہ ان یتیمم اویصلی بدء اوعود اذا عرفت ھذا

پھر ہر سوال پر یا تو اسے فوراً دیدیگا اس کا نام عطائے عاجل ہے ــــ یا وعدہ یا سکوت یا انکار کرے گا۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے بعد یا تو دے گا ــــ اور یہ عطائے آجل ہے ــــ یا نہ دے گا ــــ اور جب صورت وعدہ میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا نہیں ــــ جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کرچکے تو ہر سوال میں آٹھ صورتیں ہوئیں ــــ عطائے عاجل تو سوال سے وقت میں جدا نہیں ہوتی ــــ اور عطائے آجل غیر وعدہ میں احتمال ہے کہ قبل[1] تیمم ہو یا بعد[2] تیمم قبل نماز یا اندرون[3] نماز یا بعد[4] نماز اندرون وقت اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے قبل یا بعد[5] یا وقت کے بعد[6] ــــ لیکن وعدہ میں دو ہی شکلیں ہیں۔ وقت میں یا بعد وقت دینا، اس لیے کہ وعدہ وقت نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس سے

ع یعطی عاجلا[1] یعدّ[2] فیعطی اولا[3] یعطی مخلف[4] اوغیر مخلف یسکت[5] فیعطی اولا[6] یابی[7] فیعطی اولا[8] ۱۲ منہ (م)

(۱) فوراً دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔ (۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲ منہ (ت)

فاذا كان السؤال قبل التيمم ساغ الكل
فتثنيته صار بتسديس كل عطاء اجل في
غير الوعد وتثنيته فيه مع اربعة وجوه
عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل
تسعة عشر ولكونه ثلاثيا سبعة وخمسين
واذا كان بعده قبل الصلاة خرج الاول من
ستة العطاء الاجل وهو العطاء قبل التيمم
فهو في كل من السكوت والاباء خمسة
سادسها عدم العطاء صارت اثني عشر
وللوعد اربعة كما كانت اي يعطي في الوقت
او بعده او لا يعطي مخلفا او غير مخلف و
واحد هو العطاء العاجل فهي سبعة عشر
وبالتثليث احد وخمسون واذا كان فيها
فالاقسام كسابقه سبعة عشر غير ان
هذا سداسي فصارت مائة واثنين

وعدہ ہوا تو اسے روا نہیں کہ تیمم کرے یا نماز پڑھے
خواہ ابتداءً یا دوبارہ۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے
جب سوال قبل تیمم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔
تو اس کی آٹھ صورتیں ہر عطائے آجل غیر وعدہ کی
چھ صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا
کی چار اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ
کل انیس ۱۹ صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے
ستاون ۵۷ ہوئیں۔ اور جب سوال بعد تیمم قبل نماز ہو تو
عطائے آجل کی چھ میں سے پہلی شکل نکل جائے گی
اور وہ یہ کہ عطا قبل تیمم ہو اب سکوت وانکار ہر ایک
میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ
صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے
تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا
وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی
کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

ع۵ لانه في الوعد يعطي في الوقت او بعده
او لا يعطي مخلفا او غير مخلف هذه اربعة و
في كل من السكوت والاباء لا يعطي او
يعطي قبل التيمم او قبل الصلاة او فيها او
بعدها في الوقت قبل الاطلاع او بعده
او بعد الوقت فهي سبعة في كليهما
فاربعة مع اربعة عشر وواحد هو
العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲ منه
غفر له (م)

اس لیے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت میں دے دے گا
یا بعد وقت دے گا یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بغیر
وعدہ خلافی کے نہ دے گا۔ یہ چار صورتیں ہوئیں اور
سکوت وانکار ہر ایک میں یا تو نہ دے گا یا قبل تیمم
دے گا یا قبل نماز یا دوران نماز یا بعد نماز وقت میں
اطلاع سے قبل یا بعد، یا بعد وقت — تو دونوں میں
یہ سات صورتیں ہیں — تو چار صورتیں، ان چودہ صورتوں
کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ
کل انیس ۱۹ صورتیں ہوئیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

واذا كان بعدها آخر من عطايا السكوت والاباء الثلثة الأول ففي كل مع عدم العطاء اربعة وفي الوعد اربعة كالرسم فهي اثنا عشر والعطاء العاجل ههنا وجهان اعطاه بعد ما رأه يتيمم ويصلي به اولم يطلع عليه و يحتاج الى هذا التقسيم لدفع توهم ان لو رأه فسكت دل على المنع فلا ينفع العطاء بعده وقد ازحناه في المسألة التاسعة فصارت اربعة عشر وبالتسديس اربعة وثمانين ففريق السؤال مائتان واربعة وتسعون.

تو سترہ ۱۷ صورتیں ہوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون ۵۱ ہوگئیں۔ اور جب سوال اندرونِ نماز ہو تو اس سے پہلے والے کی طرح یہاں بھی سترہ ۱۷ قسمیں ہوں گی مگر یہ کہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سَو دو ۱۰۲ صورتیں ہوگئیں

اور جب بعد نماز ہو تو سکوت و انکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدم عطا کے ساتھ چار اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی۔ یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔

اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کے لیے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا۔ مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دُور کر آئے ہیں — تو چودہ ۱۴ صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی ۸۴ بنیں۔ اس طرح سوال کی شق میں کُل دوسو چورانوے ۲۹۴ صورتیں ہوئیں۔ (ت)

واذا لم يسأل فيعطى من دون وعد او يعد او لا ولا و ههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء الاجل ثم الاولان منها ثلاثيان وسائرهن سداسيات كثالث هذه الاقسام اعني لا ولا فكانت ستة وثلثين والوعد على خمسة وجوه الاولين الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لان الوعد بلا سؤال في وقت أخر لا تعلق له بهذه الصلاة فكانت اربعة وعشرين ثم في كل وعد اربعة كالرسم فهي ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المزبورات

اور جب سوال نہ کرے تو وہ یا تو بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا۔ یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے آجل کی چھ ۶ صورتوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی دو، ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے ان اقسام میں سے تیسری، یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ۔ تو چھتیس ۳۶ صورتیں ہوئیں۔ اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو، ثلاثی اور ان کے بعد تین سُداسی۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں بلا سوال وعدہ کو اس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر وعدہ پر بدستور چار صورتیں۔ یہ چھیانوے ۹۶

مائة واثنان وثلثون (١٣٢) فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرين (٤٢٦) .

اقول واعلم ان الظاهر من كلماتهم نفعنا الله تعالٰی ببرکاتهم قصر النظر علی الاعطاء والاباء فبهما عبروا فی الزیادات وجامع الامام الکرخی وبدائع ملك العلماء وحلیة المحقق وضابطة الامام صدر الشریعة کما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبی فی الغنیة تارة قال فی التصویر اما ان یعطی او یمنع وتارة قال اما ان یعطے اولا فاذا اتی علی الحکم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم یذکر الواسطة کما ستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وکذلك المحقق البحر قال فی الشقوق اعطاه اولا وفی بیان الاحکام فی ما اذا رأی فی الصلاة اتی مرتین بالنفی والاثبات ومرتین بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاة مرة کالاول ومرة کالثانی واخوه فی النهر لخص کلامه فعبر فی موضعین عن قوله وان ابی بقوله والا ولذا لم نعدله ضابطة بحیالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفی الاعطاء هو الاباء فلا یرد علی البحر

صورتیں ہیں اور مذکورہ چھتیس (٣٦) کے ساتھ مل کر ایک سو بتیس (١٣٢) صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (۲۹۴) صورتوں کے ساتھ مل کر کل چار سو چھبیس (٤٢٦) صورتیں ہوجاتی ہیں ۔ (ت)

اقول معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے عطا و انکار پر نظر محدود رکھی ہے ۔ عطاء و اباء سے ہی زیادات، جامع کرخی، بدائع ملک العلماء، حلیۂ محقق، اور ضابطۂ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی، جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا اما ان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے) ۔۔۔ پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا، اور اگر مانگا تو مانع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا، جیسا کہ ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی پیش ہوگی۔ اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بتاتے ہوئے کہا اعطاہ اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) اور بیان احکام میں اندرون نماز دیکھنے کی صورت میں دو بار نفی و اثبات لائے اور دو بار "ان اعطی وان ابی" (اگر دیا، اگر انکار کیا) لائے ۔ اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی ۔ ان کے برادر نے النہر الفائق میں

ولا على الغنية انهما ذكرا في التشقيق العطاء وعدمه واقتصر البحر في نصف الاحكام على العطاء والاباء والغنية لم تذكر غيرهما۔

ان ہی کے کلام کی تلخیص کی ہے تو دو جگہ ان کے قول "وان ابی" (اگر انکار کرے) کی تعبیر "و الا" (ورنہ) سے کی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان کا کوئی مستقل ضابطہ نہ شمار کیا۔ تو ظاہر ہوا کہ یہاں نفی عطا سے ان حضرات کی مراد انکار ہے۔ تو بحر اور غنیہ پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ دونوں نے شقوں کے بیان میں عطا و عدم عطا ذکر کیا اور بحر میں نصف احکام کے اندر عطاء و اِباء پر اقتصار کیا ـــــ اور غنیہ نے عطا و اِباء کے سوا کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ (ت)

ولا ان قول البحر مرتين ان اعطاه توضأ والا فتيممه باق وكذا قول النهر ان لم يعطه بقي تيممه صادق بما اذا لم يعط بل وعد ولم يعط بعد الوعد ايضا مثلا مع ان تيممه ينتقض باجماع اصحابنا رضي الله تعالى عنهم اذا علم هذا فمن سبر ظهر له وفور ما ترك البحر من الصور واستبان [ف1] ان جعله عدم السؤال خلافية بين الهداية والمبسوط مطلقا لا يصح في احد وخمسين من ستة وستين لان اقسام عدم السؤال قبل التثليث والتسديس سبعة وعشرون في ستة [عہ1] منها ثلاثيين [عہ2] واربعة سداسيات عطاء الماء فهي ثلثون وفي [عہ3] اثنى عشر الوعد قبل الصلاة

نہ ہی یہ اعتراض ہوگا کہ دو بار بحر کا یہ کہنا "ان اعطاه توضأ والا فتيممه باق" (اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے) اسی طرح نہر کا کہنا ان لم یعطه بقی تیممه (اگر نہ دے تو اس کا تیمم باقی ہے اس صورت میں بھی صادق ہے جب عطا نہ ہو بلکہ وعدہ ہو مثلاً وعدہ ہو اور بعد وعدہ بھی نہ دے باوجودیکہ اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جو جانچ کریگا اس پر منکشف ہوگا کہ بحر نے کتنی زیادہ صورتیں چھوڑ دی ہیں ـــ یہ بھی روشن ہوگیا کہ عدمِ سوال کو ہدایہ و مبسوط کے درمیان مطلقاً خلافی ٹھہرانا چھیاسٹھ ۶۶ میں سے اکیاون ۵۱ صورتوں میں صحیح نہیں۔ اس لیے کہ تین اور چھ میں ضرب دینے سے پہلے عدم سوال کی قسمیں ستائیس ۲۷

عہ۱ وهي المرسومة في التصوير تحت اعطى ۱۲ منه ـ م (یہ وہ صورتیں ہیں جو نقشے میں اعطی (دیا) کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ ـ ت)

عہ۲ مرسومتين تحت قبل الصلاة ۱۲ منه ـ م (جو قبل صلاۃ کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ ـ ت)

عہ۳ المرسومات تحت وعد من ۷ الی ۱۸ ـ م (جو وعدہ کے تحت ۷ سے ۱۸ تک درج ہیں ـ ت)

اوفیها ثمانیة[ع۱] منها ثلاثیات واربعة سداسیات فهی ثمانیة واربعون فهذه الثمانیة والسبعون لایشك احد ان بطلان الصلاة فیها متفق علیه لایجری فیها خلاف الهدایة والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاة کلیهما مانع للتیمم و ناقض له ومبطل للصلاة بلاخلاف سواء اعطی بعد الوعد فی الوقت او بعده اولم یعط مخلفا اوغیر مخلف ومثلها فی الوعد بعد الصلاة صورتا[ع۲] العطاء فی الوقت لانه مبطل وان لم یکن وعد ولم یزده الوعد الاقوة و کذلك صورتا[ع۳] عدم العطاء فیه اذا لم یظهر خلفه لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظهر خلافه وقدفات درك الحقیقة فبنی الامر علی ظنه فهذه اربعة کلهن سداسی فکانت اربعة وعشرین و مع السابقات مائة واثنین لکن البحر خص الکلام بما اذا رأی خارج الصلاة فانتصفت ولم یبق من السبع والعشرین الا خمس اربع فی الوعد بعد الصلاة اذا اعطی[ع۴] بعد الوقت اولم یعط[ع۵] مخلفا، والعطاء بعد

ہوتی ہیں، ان میں سے چھ صورتوں ــــ دو ثلاثی اور چار سداسی ــــ میں پانی دینا ہے تو یہ تینتیس۳۳ صورتیں ہیں، اور بارہ صورتوں میں قبل نماز یا دورانِ نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو یہ اڑتالیس۴۸ صورتیں ہوئیں تو کل اٹھتّر صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ و مبسوط کا اختلاف جاری نہیں اس لئے کہ تکمیلِ نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمم سے مانع اس کے لیے ناقض اور نماز کے لیے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ــــ ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لیے کہ دینا باطل کر دیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہوا، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا ــــ اسی طرح وقت کے اندر عدم عطا کی دو۲ صورتیں ــــ جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہو اس لیے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کر دیتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی ــــ تو یہ چار جن میں سب سداسی ہو کر چوبیس۲۴ ہوئیں سابقہ

ع۱ وهی ۷ الی ۱۴ - (م) (یہ ۷ سے ۱۴ تک ہیں - ت)

ع۲ هما ۱۹ و ۲۳ - (م) (یہ ۱۹ اور ۲۳ ہیں - ت)

ع۳ هما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ و ۲۶ ہیں - ت)

ع۴ هما ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰ و ۲۴ ہیں - ت)

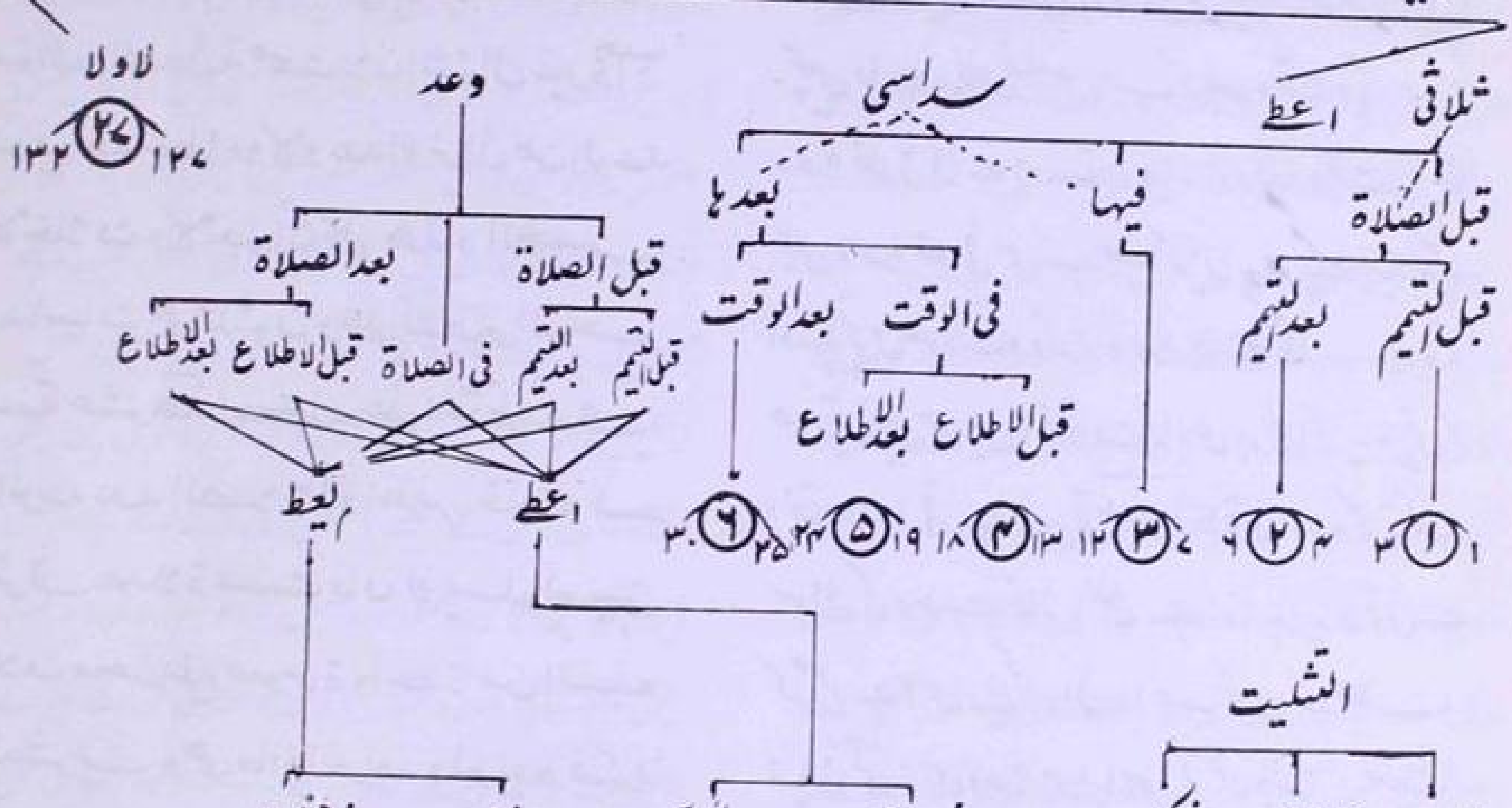
ع۵ هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ و ۲۵ ہیں - ت)

الوقت ایضا خلف کما قدمت والخامس[عہ] لا وعد
ولا اعطی فھذہ یجری فیھا الخلاف علی
فرض ابقائہ فالمبسوط یقول بطلت لترک
السؤال والھدایۃ صحت لان السؤال غیر واجب
ولم یوجد عطاء ولا وعد او زال ظن الوعد
بالاخلاف ولاجل ان کل ھذہ الخمس
سداسیات ھی ثلثون وعلی تشطیر البحر
خمسۃ عشر ھذا کلہ علی استظھاری
ان الوعد بعد الصلاۃ اذا ظھر خلفہ لم
یؤثر فی صلاۃ مضت فان لم یسلم لم یبق
للخلاف محل غیر صورۃ واحدۃ من السبع
والعشرین وھی ما اذا لم یعد ولم یعط فیکون
الغلط فی ثلثۃ وستین من ستۃ وستین وان
اکملنا باخذ متروکاتہ کما فعلنا کان الغلط
فی مائۃ واثنین او مائۃ وستۃ وعشرین من
مائۃ واثنین وثلثین وھا انا لک اصورھا
کی یسھل علیک تصورھا وباللہ التوفیق۔

کے ساتھ مل کر ایک سو دو[102] ہوگئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرونِ نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں ــــ اور ستائیس[27] میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا، یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔ اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔
اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ــــ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے ــــ تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لیے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا تو ظن وعدہ، خلف کی وجہ سے زائل ہوگیا۔ چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس[30] صورتیں ہوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ[15] ہوئیں ــــ یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہوجائے تو وہ ادا شدہ نماز میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس[27] میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا۔ وہ صورت یہ ہے کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔ تو چھیاسٹھ[66] میں سے تریسٹھ[63] میں خطا ثابت ہوگی ــــ اور اگر ان کی متروکات کو لے کر ہم کامل کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو غلطی ایک سو بتیس[132] میں سے ایک سو دو[102] یا ایک سو چھبیس[126] میں ہوگی ــــ ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو ــــ اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

عہ وھی ۲۷۔ (م) (یہ ۲۷ ہے۔ ت)

لم يسال اصلا وقد راى فى الصلاة اوقبلها وظن منحا اومنعا اوشك



	فى الوقت	بعد الوقت	مخلفا	غير مخلف
قبل التيمم	٣١ (٧) ٣٣	٣٤ (٨) ٣٦	٣٧ (٩) ٣٩	٤٠ (١٠) ٤٢
بعده قبل الصلاة	٤٣ (١١) ٤٥	٤٦ (١٢) ٤٨	٤٩ (١٣) ٥١	٥٢ (١٤) ٥٤
فى الصلاة	٥٥ (١٥) ٦٠	٦١ (١٦) ٦٦	٦٧ (١٧) ٧٢	٧٣ (١٨) ٧٨
بعدها قبل الاطلاع	٧٩ (١٩) ٨٤	٨٥ (٢٠) ٩٠	٩١ (٢١) ٩٦	٩٧ (٢٢) ١٠٢
بعد الاطلاع	١٠٣ (٢٣) ١٠٨	١٠٩ (٢٤) ١١٤	١١٥ (٢٥) ١٢٠	١٢١ (٢٦) ١٢٦

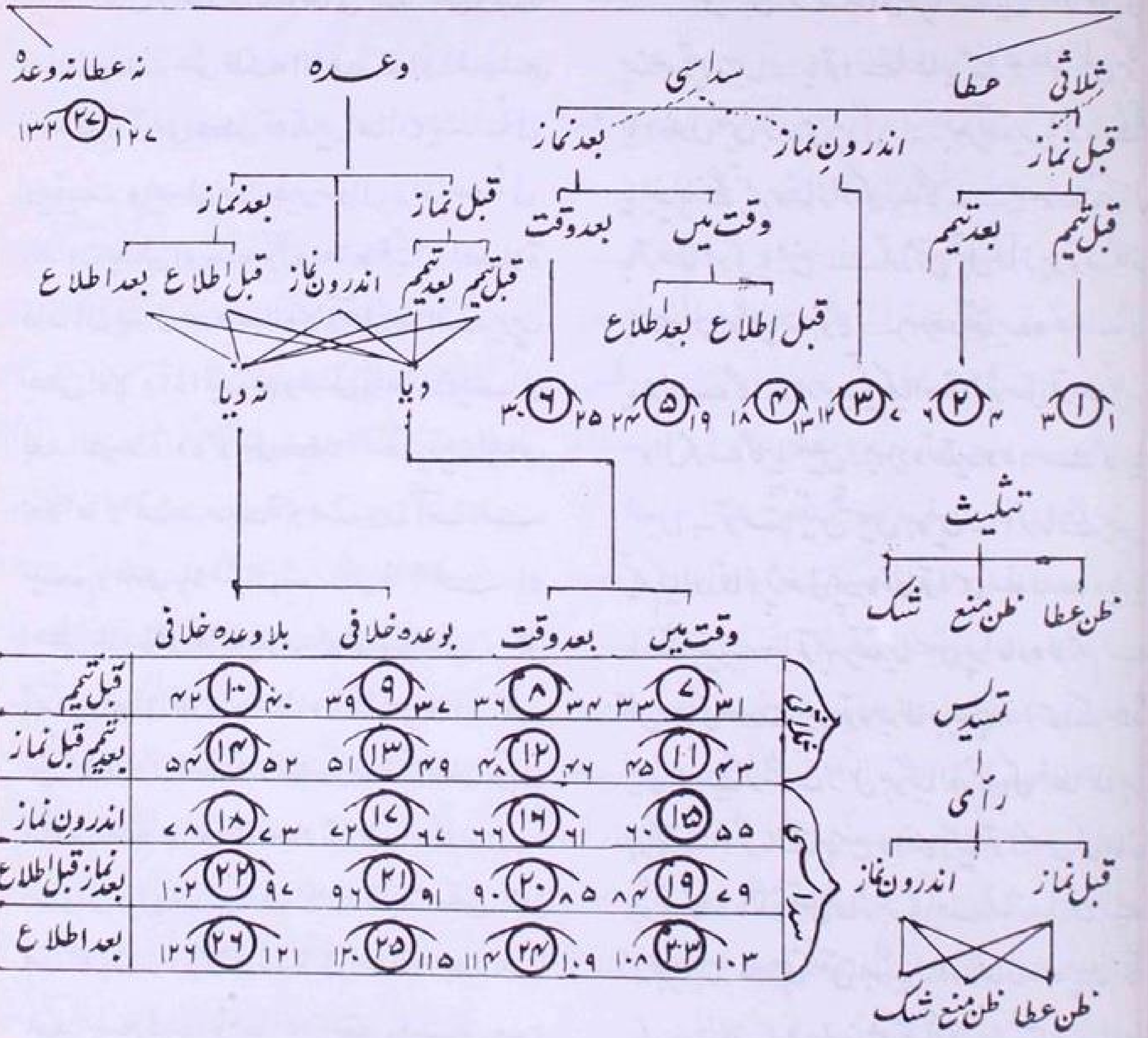


الثلاثيات عشرة ١ و ٢ ومن ٧ الى ١٤ فهى ثلثون

السداسيات سبعة عشر من ٣ الى ٦ ومن ١٥ الى الآخر فهى مائة واثنان

فالمجموع ١٣٢

بالکل نہ مانگا جبکہ نماز میں یا قبل نماز دیکھا اور عطا یا منع کا ظن ہوا یا شک ہوا



ثلاثیات دس ہیں۔ ۱ و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیس ۳۰ ہیں۔

سداسیات سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ ۱۵ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ۱۰۲ ہیں۔

کُل ۱۳۲

الثالث القانون الحلبی

قال رحمه الله تعالیٰ هذا علی وجوه
اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او المنع.
او استویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل
او یتیمم ویصلی من غیر سؤال واذا سأل
فاما ان یعطی او یمنع واذا منع قبل الصلاة
فاما ان یسأل بعدها اولا وعلی کلا التقدیرین
یعطی اولا واذا تیمم وصلی فاما ان یسأل
بعد الصلاة اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی
اولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان
تیمم وصلی بلا سؤال ثم سأل فاعطی او
اعطی بلا سؤال فانه یلزمه الاعادة علی کل
تقدیر اما فی ظن الاعطاء فظاهر واما فی
غیره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان
سأله فمنع جازت صلاته سواء کان
السؤال قبلها او بعدها لانه قد تحقق العجز
من الابتداء ولا فائدة فی العطاء بعدها
بعد المنع قبلها واما اذا تیمم وصلی من
غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال
فعلی قول ابیحنیفة رضی الله تعالیٰ عنه
صلاته صحیحة فی الوجوه کلها وقالا لا یجزئه
والوجه هو التفصیل فینبغی ان یجب
الطلب ولا تصح الصلاة بدونه اذا ظن
الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لکونه فی

سوم : قانون محقق ابراہیم حلبی

محقق حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اس کی چند صورتیں ہیں۔ یا تو اسے عطا یا منع کا غلبۂ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی۔ بہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمم و نماز ادا کرے گا۔ بصورتِ سوال یا تو عطا ہوگی یا منع۔ اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا۔ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا۔ اور جب تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں۔ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں۔ تو ستائیس ٢٧ قسمیں ہوئیں۔ اگر مانگے بغیر تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو بہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے۔ ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ میں اس لیے کہ شک زائل ہوگیا اور ظن کی خطا ظاہر ہوگئی۔ اگر مانگنے پر منع و انکار کیا تو اس کی نماز ہوگئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز۔ اس لیے کہ عجز ابتدا سے ہی متحقق ہوگیا۔ اور نماز سے پہلے انکار کے بعد، نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور جب بغیر مانگے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی۔ بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے۔ تو ہونا یہ چاہئے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

موضع عزة الماء اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولهما والتوسعة فی قوله[1] اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألة السادسة۔

صحیح نہ ہو جبکہ اسے عطا کا گمان رہا ہو۔ اس صورت میں نہیں جبکہ پانی کی کم یابی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس کو عدمِ عطا کا گمان رہا ہو ـــ اور جب پانی کی کم یابی کی جگہ شک کی صورت ہو یا دُوسری جگہ منع کا ظن ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے" اھ اس کی بحث مکمل طور پر مسئلہ ششم میں گزر چکی۔ (ت)

اقول اتی علی جمیع ما ذکر فی الشقوق غیرانه ترك حکم ما اذا سأل قبل الصلاة فاعطی لظهورہ فانه ان کان قبل التیمم منعه او بعدہ نقضه او فی الصلاة ابطلها بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا او اٰجلا بعد وعد او سکوت او اباء کما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاة قبل اتمامها ولو فیها او قبلها بعد التیمم او قبله وارٰی ساله صورة ترك السؤال مطلقة عن قید عدم العطاء وجعلها خلافیة قد تدارکه قوله قبلها او اعطی بلا سؤال فعلم ان الکلام هنا فی ما لم یسأل ولم یعط وبالجملة هی احسن ضابطة رأیت لولا ان فیها،

اقول پہلے جو شقیں ذکر کیں سبھی کے احکام بیان کر دیے مگر اس صورت کا حکم چھوڑ دیا جب قبل نماز مانگنے پر اس نے دے دیا۔ اس لیے کہ اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبل تیمم ہے تو تیمم سے مانع ہوگا اور اگر بعد تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر اندرونِ نماز ہے تو اسے باطل کر دے گا خواہ یہ دینا فوراً ہو یا دیر میں، وعدہ کے بعد ہو یا سکوت کے بعد یا انکار کے بعد ـــ جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ـــ تو قبل نماز سے مراد قبل تکمیلِ نماز ہے اگرچہ دورانِ نماز ہو یا قبل نماز ـــ تیمم کے بعد ہو یا اس سے پہلے ـــ انھوں نے مطلقاً سوال نہ کرنے کی صورت میں عدم عطا کی قید نہ لگائی اور اسے اختلافی قرار دیا مگر اس سے پہلے اپنی عبارت "او اعطی بلا سؤال" (یا بغیر مانگے دے دیا) سے اس کا تدارک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کلام اس صورت میں ہے جب نہ مانگا ہو نہ دیا ہو ـــ بالجملہ یہ سب سے عمدہ ضابطہ ہے جو میری نظر سے گزرا اگر اس میں یہ چند باتیں نہ ہوتیں:

اولا ترك[1] صور الوعد والسکوت[2]؛ مع ان فیها ما لا یغنی عنه الصموت؛ فلو انهم ذکروها لافادونا وخلصونا عن

اولا وعدہ اور سکوت کی صورتیں ترک کر دیں جب کہ ان میں وہ کچھ ہے جس سے سکوت کام نہیں دے سکتا ـــ اگر یہ حضرات ان صورتوں کو

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۸

الترددفي احكامها ولم يحوجوا مثلي الى النظر فيها۔

ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔

وثانيا بتركها[و1] اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم يعط وليست خلافية اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل يمنع وينقض ويبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهي ستة اربعة[عه1] منها ثلاثيات واثنان[عه2] سداسيان لان كلامه لايختص بخارج الصلاة ككلام البحر فهي اربعة وعشرون وكذلك[و2] اذا وعد بعدها ولم يظهر خلفه وهما[عه3] اثنان كلاهما سداسي فسرى الغلط الى ستة وثلثين قسما وان لم يسلم استظهاري وجعل الوعد ولوكان بعدُ مبطلا مطلقا زاد اثنان[عه4] اعني اثنى عشر اُخر وشمل الغلط ثمانية واربعين۔

ثانیا ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدمِ سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جب کہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہوگیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق مانع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ۶ صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لیے کہ ان کا کلام، صاحبِ بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس۲۴ صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف نہ ظاہر ہو اور یہ دو صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس۳۶ قسموں تک غلطی سرایت کر آئی۔ اور اگر میرا استظہار اور وعدہ کو اگرچہ بعد ہی ہو مطلقاً مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو۲ یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہوگا اور غلطی اڑتالیس۴۸ صورتوں کو شامل ہوجائے گی۔

وثالثا قوله[و3] وان سأل فمنع يشمل كما صرح به السؤال قبل الصلاة

ثالثا ان کا قول "وان سأل فمنع" (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا) جیسا کہ انہوں نے

عه۱ هي ۹ و۱۰ و۱۳ و۱۴ (م) — (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ ت)

عه۲ هما ۱۷ و ۱۸ (م) — (یہ ۱۷ اور ۱۸ ہیں۔ ت)

عه۳ هما ۲۲ و ۲۶ (م) — (یہ ۲۲ اور ۲۶ ہیں۔ ت)

عه۴ هما ۲۱ و ۲۵ (م) — (یہ ۲۱ اور ۲۵ ہیں۔ ت)

وبعدها فيشمل المنع قبلها و
بعدها فتخصيص المنع بما قبلها
في قوله ولا فائدة الخ لا فائدة فيه
بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا
ان منع بعدها ثم اعطى وليس كذلك
كما قدمنا في شرح القانون الصدر في
المسألة العاشرة فالوجه اسقاط
لفظة قبلها۔

تصریح کی قبل نماز اور بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل ہوگا تو اپنی عبارت "ولا فائدة في العطاء بعدها بعد المنع قبلها" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کر دیا ہو) میں منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلۂ دہم میں ہم بیان کر چکے۔ تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "قبلها" ساقط کر دیا جاتا۔

ورابعا[ف1] لم تكن حاجة الى التشقيق بالظنين والتشكيك من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهي خلافية على فرض الخلاف۔

رابعاً اول امر سے ہی دونوں ظن اور شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اس نے نہ مانگا اور اس نے نہ دیا نہ وعدہ کیا ___ اور یہی اختلافی صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

وخامسا[ف2] حط كلامه في هذا اعني الذي جعله خلافية على انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين اي سواء كان الموضع موضع عزة الماء او موضع بذله بدليل اطلاقه هنا والتفصيل في المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب الامام وان كان موضع البذل او شك في موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادري لم ترك الشك في موضع البذل۔

خامساً جس کو خلافی قرار دیا ہے اس میں اپنا کلام اس پر اتارا کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو مختار صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو یا پانی دیے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو مطلق ذکر کرنا اور منع وشک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا اسے پانی کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے۔ پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔ (ت)

فان قیل الاصل فی الماء الاباحة فلا یعتری الشك الا فی محل العزة۔

اگر کہا جائے کہ پانی میں اصل اباحت ہے توشک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

اقول فکیف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولٰی۔

اقول (میں کہوں گا) پھر بذل (دے دئے جانے) کی جگہ ظن منع کا ذکر کیسے کیا؟ اگر خارجی امور کی بنا پر اس کے ذکر کا جواز تھا تو شک کا بدرجۂ اولٰی ہوگا۔

وسادسا[ف] لم کان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذکر الموضع ذکر المظنة والمناط حقیقة ظنه ولربما یظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنا صحیحا صادقا ناشئا عن دلیل معتمد فان ادیر الامر علی ظنه کما هو التحقیق سقط الفرق بحال المحل وکان الاحوط قولهما اذا شك فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو فی محل البذل وان حکم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلو جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولو کان فی محل العزة۔

سادسا قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظن منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر ایک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقت ظن پر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا، ایسا صحیح گمان جو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔ تو اگر مدار کار اس کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے —— تو حالت محل کا فرق ساقط ہوجائیگا اور قول صاحبین میں مطلقاً زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔ اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے مظنہ پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظن عطا ہو اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

وسابعا[ف۲] ان ارید بالاحوط ما فیه الخروج عن العهدة بیقین کان قولهما احوط مطلقا وان ارید به الاقوی دلیلا فکیف یکون احوط عند الشك فقد حققنا اخر المسألة السادسة

سابعا اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقاً احوط ہوگا —— اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلہ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

ان الشك ملحق بظن المنع الى هنا تمت قوانين العلماء مع مالها وعليها الأن ان نذكر ما فاض من فيض القدير على العاجز الفقير **فاقول** وبالله التوفيق۔

ظن منع سے ملحق ہے۔ یہاں تک قوانین علما مع شرح فوائد و ذکر ایرادات تمام ہوئے۔ اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیض قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہوا۔ **فاقول** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ (ت)

الرابع القانون الرضوی

العطاء[ع] بعد الوقت لا یؤثر فیما مضی

چہارم: قانون رضوی

وقت کے بعد دینا جو نافذ ہو چکا اس میں مؤثر

ع لم یذکرہ علی طریق التشقیق رومًا للاختصار فان العبارۃ تطول فیہ کأن تقول لایخلوا اما ان یعطی[1] او یعد[2] او یمنع[3] او یسکت[4] اولا شیئ[5] علی الاول اما ان یعطی فی الوقت او بعدہ فان کان[1] فی الوقت فاما بعد ختم الصلاۃ عقیب اباء حقیقی او حکمی کان قبل الصلاۃ او بعدھا اولا[2] وان[3] کان بعدہ فلا یخلوا اما ان کان علمہ فی الوقت ولم یسألہ اولا[4] وعلی[5] الثانی اما ان یعد بعد الصلاۃ ویظھر خلفہ اولا[6] وعلی[7] الثالث یکون المنع قبل فعل کالتیمم والصلاۃ او[8] بعدہ وعلی[9] الرابع اما ان یلحقہ العطاء

ع اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ اس میں عبارت لمبی ہو جاتی ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے — اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دے[1] یا وعدہ[2] کرے یا انکار[3] کرے یا خاموش[4] رہے یا کچھ نہ ہو[5] — بر تقدیر اوّل یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد — اگر وقت[1] میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا اس انکار حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد — یا ایسا[2] نہیں ہوگا — اور اگر وقت[3] کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے نہ مانگا — یا ایسا[4] نہ ہوگا — اور بر تقدیر[5] ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا[6] نہ ہوگا — اور بر تقدیر سوم[7] انکار کسی فعل مثلاً تیمم و نماز سے پہلے ہوگا یا اس[8] کے بعد — اور بر تقدیر رابع[9] یا تو عطا اسے وقت کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

الا اذا علم ولو یسأل فیه اصلاوفیه مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاۃ عقیب اباء سابق اولاحق ولو حکمیا والوعد کھذا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفہ والمنع لا یمنع شیأ ولا یرفع والسکوت منع الا اذا لحقہ العطاء فی الوقت قبل ان یراہ یتیمم و یصلی وان لم یعط ولم یعد ولم یسأل فان ظن العطاء بطلت والا تمت۔

ای العطاء فی الوقت ۱۲

نہیں مگر جبکہ علم ہو اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقاً مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو ــــ وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے ــــ اور منع کسی چیز کو روکنے اور ختم کرنے والا نہیں ــــ اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہو اس سے پہلے کہ اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے ــــ اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا نہ اس نے مانگا اگر دینے کا ظن رہا ہو نماز باطل ہو گئی ورنہ تام ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الوقت قبل ان یتیمم ویصلی اولا[۱۱] وعلی الخامس اما ان یظن العطاء اولا[۱۲] فھی اثنا عشر لاتزید ولا حاجۃ فھذا بیان الشقوق ثم یفیض فی بیان الاحکام فیطول الکلام فادمجنا الاقسام فی بیان الاحکام واختصرنا الکلام مع الاستیعاب التام والحمد للہ ذی الجلال والاکرام وقد علمت انا لم نقسم قسمین الاحیث یختلفان فی الحکم وحصرنا الاربعمائۃ والستۃ والعشرین فی اثنی عشر بل رددناھا فی المتن الی عشرۃ کما تری وللہ الحمد ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اندر تیمم و نماز کی ادائیگی سے پہلے لاحق ہوگی یا ایسا[۱۱] نہ ہوگا ــــ اور بر تقدیر خامس یا تو اسے ظن عطا ہوگا یا نہیں[۱۲] ــــ یہ بارہ[۱۲] صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ تو شقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہوگا اس لیے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا ــــ اور ساری حمد عزت و بزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کے لیے ہے ــــ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو[۲] قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس[۴۲۶] کو ہم نے بارہ[۱۲] میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ[۱۲] کو بھی دس[۱۰] کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالٰی ہی کے لیے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وبہ تمت الضابطة : لجميع الصور الاربعمائة والستة والعشرين ضابطة : **بيانه** انی رددت الاقسام طرا الی عشرة لانه اما ان يعطی او يعد او يسكت او يمنع او لا شئ ولا يكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه والاولان شاملان لهما فيصلحان للتثنية بكون كل بعد السؤال او بلا سؤال۔

ان ہی الفاظ میں تمام چارسو چھبیس منضبط صورتوں کے لیے ضابطہ مکمل ہوگیا ـــ

اس کا بیان یہ ہے کہ میں نے ساری قسموں کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے ـــ وہ اس لیے کہ یا تو وہ دے گا یا وعدہ کرے گا یا سکوت کرے گا یا منع کرے گا یا کچھ نہ کرے گا۔ اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہوگی، اور پانچویں بلا سوال ہی ہوگی۔ اور پہلی دونوں، سوال وعدم سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعد سوال ہوگی یا بلا سوال۔ (ت)

فالعطاء قسم واحد وهو غير الاٰجل الذی يتأخر عن السؤال بزمان فلابد ان يتقدمه وعد او صمت او منع وهذا مقابل لها فی التقسيم فلاجرم انيكون عاجلا ای علی فور السؤال او لا عاجلا ولا اٰجلا بل بدون سؤال۔

تو **عطا** ایک قسم ہے ـــ اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمان میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خموشی یا انکار ہو۔ اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔ یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو ـــ یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

والوعد والمراد به الرجائی حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة او بعده وفی هذا ظهر خلفه اولا۔

وعدہ ـــ اس سے مراد ہے وعدہ رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لیے کہ یا تو قبل تکمیل نماز ہوگا یا بعد تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا نہ ہوگا۔

والسكوت قسمان لانه يعطی بعده فی الوقت قبل الاطلاع علی تيممه وصلاته اولا۔

سکوت کی دو قسمیں ہیں ـــ اس لیے کہ وہ بعد سکوت وقت کے اندر اس کے تیمم ونماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا نہ ہوگا۔

والمنع قسمان يعطى قبل تمام الصلاة اولا۔

والخامس قسمان كان يظن العطاء اولا فهى عشرة وكل منحاز عن صاحبه بحكم فما فرقت الا الافتراق الحكم.

بيان احاطتها الاقسام

(ا) العطاء غير اجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت الاولان ثلاثيان بالظنين والشك والبواقي سداسيات باضافة الرؤية في الصلاة او قبلها فكانت ثلثين وبتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغي ان تكون ستين غير ان الستة الاخيرة اعني التي بعد الوقت لا تثنى لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فتبقى اربعة وخمسين اربعة وعشرون منها بالسؤال وثلثون بلا سؤال.

حكمه التأثير اى ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او في الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان الابطال فيما اذا سأل في الصلاة مضاف الى السؤال

انکار کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو قبل تکمیل نماز دے گا یا نہ دے گا۔

پانچویں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اسے ظنِ عطا تھا یا نہیں۔ یہ دس صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے حکم میں جُدا ہے کیونکہ حکم الگ ہونے ہی کی وجہ سے ان کو الگ الگ کیا گیا ہے۔ (ت)

اس کا بیان کہ یہ صورتیں ساری قسموں کو محیط ہیں

(ا) عطائے غیر آجل کے مواقع چھ ہیں: (۱) قبل تیمم (۲) بعدِ تیمم قبل نماز (۳) یا اندرونِ نماز (۴) یا بعد نماز وقت کے اندر، اطلاع مذکور سے پہلے (۵) یا اطلاع مذکور کے بعد (۶) یا وقت کے بعد — پہلی دونوں صورتیں ظن عطا و منع اور شک کی وجہ سے ثلاثی ہیں اور نماز کے اندر دیکھنے یا اس سے قبل دیکھنے کے اضافہ کی وجہ سے باقی سب سُداسی ہیں تو تیس ہوئیں۔ اور عطا کے بعد سوال یا بلا سوال ہونے سے ہر ایک کو دو کر کے ساٹھ ہو جانا چاہیے تھا مگر آخری چھ صورتیں، یعنی جو وقت کے بعد ہو — ڈبل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے کہ نماز وقت کے لیے مانگنا وقت کے بعد نہ ہوگا تو چوّن صورتیں رہ جائینگی، چوبیس سوال والی اور تیس بلا سوال۔

اس عطا کا حکم یہ ہے کہ (بہرحال) مؤثر ہے۔ یعنی (۱) اگر یہ دینا قبل تیمم ہو تو تیمم سے مانع ہوگا۔ (۲) اگر بعد تیمم ہو تو اسے توڑ دے گا (۳) اگر دورانِ نماز ہو تو اسے قطع کرے گا (۴) بعد نماز ہو تو اسے باطل کرے گا۔ مگر یہ کہ اندرون نماز مانگنے کی صورت میں

فيبقى للعطاء نقض التيمم -

(٢) وعد قبل تمام الصلاة مواقعه الثلثة الأول ثلاثيان ثم سداسي و يحتمل الكل اربعة وجوه لاغير على ما قدمنا تحت قانون البحر يعطي في الوقت او بعده او لا يعطي فيظهر خلفه او لا فهي اربعة وعشرون في الاولين ومثلها في الثالث فكانت ثمانية واربعين في ربعها اعني اثني عشر العطاء بعد الوقت وهي لا تثنى كما علمت و ستة وثلثون البواقي تثنى فالمجموع اربعة وثمانون -

حكمه الآثار الثلثة بالوجه المذكور

(٣) وعد بعد الصلاة فظهر خلفه له وجهان ان لا يعطي اصلا من دون عذر او يعطي بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد في حاجة موقتة يتعلق بالوقت خاصة وعلى كل يكون بعد الاطلاع او بدونه والكل سداسي فهي اربعة وعشرون نصفها الاول اعني ما لا عطاء فيها تثنى فتصير اربعة وعشرين ونصفها الآخر اعني العطاء بعد الوقت لا يثنى لما مر فيكون لكل ستة وثلثين اثنا عشر منها لسؤال -

ابطال کی نسبت مانگنے کی جانب ہے تو عطاء کی وجہ سے تیمم ٹوٹتا رہے گا۔

(۲) وعدہ قبل تکمیل نماز ــــ اس کے مواقع وہ پہلے تینوں مواقع ہیں ــــ دو ثلاثی پھر ایک سداسی ہے، اور ہر ایک میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔ زیادہ نہیں جیسا کہ قانونِ بحر کے تحت ہم نے پہلے بیان کیا۔ (۱) وقت میں دے دے گا (۲) بعد وقت دے گا۔ (۳) نہ دے گا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا (۴) یا نہ ظاہر ہوگا ــــ تو پہلی دونوں میں یہ چوبیس ہوگئیں۔ ان ہی کے مثل تیسری میں ہوں گی تو اڑتالیس ہوئیں ان کی چوتھائی یعنی بارہ میں عطا بعد وقت ہے۔ اور یہ دوگنا نہ ہوں گی جیسا کہ معلوم ہوا، اور باقی چھتیس دو دو ہوں گی تو کل چوراسی ہوئیں۔

حکم ــــ وہی تینوں اثرات بطریق مذکور

(۳) وعدہ بعد نماز جس کا خلف ظاہر ہوا۔ اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو بالکل نہ دے بغیر کسی عذر کے ــــ یا وقت کے بعد دے ــــ اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ وقتی حاجت کے لیے وعدہ خاص وقت سے متعلق ہوتا ہے ــــ اور ہر دو صورت یا تو بعد اطلاع مذکور ہوگا یا اس کے بغیر ــــ اور ہر صورت سُداسی ہے تو چوبیس صورتیں ہوئیں، ان میں سے نصف اول ــــ یعنی وہ جن میں عطا نہیں ــــ ڈبل ہو کر چوبیس ہو جائیں گی ــــ اور نصف دیگر یعنی عطا بعد وقت والی ــــ ڈبل نہ ہوں گی ــــ وجہ گزر چکی ــــ تو کل چھتیس ہو جائیں گی جن میں سے بارہ سوال والی ہیں۔

حکمہ تمت۔

(۴) لم یظھر خلفہ لہ ایضا وجھان یعطی فی الوقت اولا یعطی لنحو وجوہ قدمنا فی المسألۃ الثامنۃ کأن کان قال لہ تعال فی الوقت الفلانی اعطک فلم یذھب ھذا فالاقسام ھھنا ثمانیۃ واربعون لان التقسیم کسابقہ وھھنا الفریقان مثنیان۔

حکمہ یعید الصلاۃ۔

(۵) سکت واعطی فی الوقت قبل الاطلاع حیث ان السکوت یتقدمہ السؤال فللسؤال اربعۃ مواقع قبل التیمم او الصلاۃ اوفیھا اوبعدھا والعطاء علی الاول رباعی کذلک وعلی الثانی ثلاثی باسقاط الاول وعلی الثالث کذلک لانہ قطع الصلاۃ بالسؤال ولم ینتقض تیممہ فالعطاء اما ان یکون قبل المستانفۃ اوفیھا اوبعدھا وعلی الرابع مالہ الاوجہ واحد لانہ لا یعید الصلاۃ بالسکوت والاولان ثلاثیان فسبعتھما احد وعشرون والاخیران سداسیان فاربعتھما اربعۃ وعشرون والکل خمسۃ واربعون۔

حکمہ الاثار الثلثۃ۔

حکم — نماز تام ہے۔

(۴) اس کا خلف ظاہر نہ ہوا۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں — وقت کے اندر دے دے گا یا نہ دے گا۔ اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔ مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تمہیں دوں گا۔ یہ نہ گیا — قسمیں یہاں اڑتالیس ہیں۔ اس لیے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی فریق ڈبل ہیں۔

حکم — اعادہ نماز ہے۔

(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل اطلاع مذکور دے دیا۔ چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا، تو سوال کے چار مواقع ہیں (۱) قبل تیمم (۲) قبل نماز (۳) دوران نماز (۴) بعد نماز — اور بر تقدیر اول عطا کی بھی ایسے ہی چار چار صورتیں ہیں اور بر تقدیر دوم ثلاثی ہے — باسقاط اول — اور بر تقدیر سوم بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تیمم ابھی نہ ٹوٹا — تو دینا از سر نو پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد — اور بر تقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لیے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے — پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس ہونگی — اور آخر والی دونوں سُداسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس ہوں گی — اور کل پینتالیس ہوں گی۔

حکم — تینوں اثرات۔

(۶) سکت ولم یعط فی الوقت قبل الاطلاع فاما فی الوقت بعد الاطلاع او بعده اولا اصلا و فی کلها السؤال علی مواقعه الاربعة فکل من الاولین الثلاثیین بثلثة وجوه العطاء وعدمه تسعة وکل من الاخیرین السداسیین ثمانیة عشر فهی اربعة و خمسون۔

حکمه تمت۔

(۷) منع فاعطی قبل تمام الصلاة لسؤاله ثلثة مواقع غیر الاخیر وکذا للعطاء علی الاول وعلی الباقیین اثنان لانه بقطع الصلاة یستأنفها فهی سبعة وکل فی الاولین ثلاثی فخمستها بخمسة عشر وقسما الثالث سداسیان باثنی عشر فهی سبعة وعشرون۔

حکمه الآثار الثلثة لاجل العطاء لا للمنع۔

(۸) منع ولم یعط قبله فاما بعدها فی الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت اولا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثیان فیضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسیان ثمانیة واربعون کلها اثنان وسبعون۔

(۶) خاموش رہا اور وقت کے اندر اطلاع مذکور سے قبل نہ دیا — یا تو وقت کے اندر بعد اطلاع نہ دیا یا وقت کے بعد نہ دیا یا بالکل نہ دیا — اور ان میں سے ہر ایک میں سوال اپنے چاروں مواقع پر ہے۔ تو پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک عطا و عدم عطا کی تین صورتوں کے ساتھ نو ہو گی — اور بعد والی دونوں سداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ ہو گی۔ تو کل چوّن ہوں گی۔

حکم — نماز تام ہے۔

(۷) انکار کیا پھر قبل تکمیل نماز دے دیا۔ اس کے سوال کے تین مواقع ہیں آخری چھوڑ کر — اسی طرح پہلی صورت میں عطا کے مواقع — اور باقی دو میں دو ہیں اس لیے کہ نماز توڑ دینے کی وجہ سے اس کو از سرِ نو ادا کرے گا۔ تو یہ سات ہوئیں۔ اور اولین میں سے ہر ایک ثلاثی ہے تو ان کی پانچوں پندرہ ہونگی اور سوم کی دونوں قسمیں سداسی ہیں تو بارہ ہوں گی۔ کل ستائیس ہوں گی۔

حکم — تینوں اثرات، اس وجہ سے کہ عطا ہوئی، اس وجہ سے نہیں کہ انکار ہوا۔

(۸) انکار کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا - یہ یا تو بعد نماز وقت کے اندر قبل اطلاع یا بعد اطلاع ہوگا، یا بعد وقت ہوگا یا ایسا نہ ہوگا — اس میں سوال کے وہی چاروں مواقع ہیں — دو ثلاثی تو چار سے ضرب دینے سے چوبیس صورتیں ہوں گی — اور دو سداسی ہیں تو اڑتالیس ہوں گی۔ کل بہتر ہونگی۔

حکمہ تمت۔

(۹) لم یکن شئ وظن العطاء ھو علی وجھین بالرؤیۃ فی الصلاۃ او قبلھا۔

حکمہ یعید

(۱۰) لم یکن شئ ولا ظن عطاء ھی اربعۃ بالوجھین مع ظن المنع او الشک۔

حکمہ تمت۔

وبہ تمت احاطۃ[ف۳][ع۵] الاقسام ۔

حکم — نماز تام ہے۔

(۹) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو صورتیں ہیں۔

حکم — نماز کا اعادہ کرے۔

(۱۰) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

حکم — نماز تام ہے۔

اسی سے احاطۂ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا۔

ع۵ وھذا جدول الاجمال باعتبار التقسیم الاول الی خمسۃ اقسام

التقسیم	الصحۃ	ما فیہ السؤال	ما یعید
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعد	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
الکل	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

وھذا بعینہ ما حصل بالتقسیم الاول تحت قانون البحر فتوافقھما مع شدۃ تباینھما فی الطریق دلیل الصحۃ والتحقیق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمالی نقشہ ہے۔

تقسیم	صحت	جہاں سوال ہے	جہاں اعادہ ہے
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعدہ	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
میزان	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

بعینہٖ یہی قانون بحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طریق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت وتحقیق کی دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

مع بیان الاحکام ؛ والحمد الدائم لولی الانعام ؛ ذی الجلال والاکرام ؛ و افضل الصلاۃ والسلام ؛ علی السید المنعام ؛ وآلہ الکرام ؛ وصحبہ العظام ؛ وامتہ الی یوم القیام ؛ آمین۔

تنبیہ اتبعناھم فی ترک اقسام الوعد باظھار النفاد والوعد الابائی و المنع بعد العطاء، مع ذکرھم العطاء بعد المنع ۔

فان قیل لااثر لھذہ لما مر ان الوعد بعد النفاد لا یعتبر والوعد الابائی لا اثر لہ فی الوقت الحاضر بل فی الوقت الموعود بہ والمنع بعد العطاء ان اثر فاباحۃ تیمم منعہ العطاء، لاغیر کما قدمت فی المسألۃ العاشرۃ

اقول الیس ھذا اثرا والوعد کیفما کان ان لحقہ العطاء قبل تمام الصلاۃ تحصل الآثار الثلثۃ وان کان حصولھا بالعطاء کما بالعطاء قبلہ بعد المنع وان لم یلحقہ جاز تیممہ وبقی وتمت الصلوۃ۔

وقد ذکروا المنع ولا اثر لہ الا ھذا وذکر المنع لا یغنی عنہ فانہ من الوعد فیشتبہ الامر فیہ

اور دائمی حمد ہے ولی انعام مالک عزت وبزرگی کیلئے۔ اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا، اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روز قیامت تک — الٰہی قبول فرما!

چند اقسام دیگر پر تنبیہ: درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی۔ (۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدۂ ابائی (۳) منع بعد عطا — جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اس کا کوئی اثر نہیں اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدۂ ابائی کا کوئی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے — اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہو گیا تھا اب مباح ہو جائے گا کچھ اور اثر نہ ہو گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں بیان ہوا۔

اقول کیا یہ اثر نہیں۔ اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبل تکمیل نماز اسے عطا لاحق ہوئی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے — اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز وباقی اور نماز تام ہے۔

علما نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوئی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کار آمد نہیں اس لیے کہ وہ وعدہ ـــ (انکار)

ثم قد ذکروا العطاء بعد الاباء و خصوه بالعطاء بعد الصلاة وھو لا اثر له اصلا وانما ذکروه لبیان خلوه عن الاثر فان اردنا ایرادھا زدنا فی الضابطة ان الوعد باظھار النفاد والوعد الاباتی کلاھما لا اثر له الا اذا لحقه العطاء قبل تمام الصلاة ولا یسمع منع بعد عطاء الا اذا ابقی الماء ولم یخرج عن ملك المعطی فیبیح التیمم ان منعه[ع٥] العطاء وإذن تصیر اقسام الوعد سبعة لانه باظھار نفاد الماء او بدونه علی الاول یعطی[١] قبل ختم الصلاة مؤولا بسهوه مثلا اولا[٢] وعلی الثانی اما ان یعد اباتیا[٣] یعطی بعده قبل تمام الصلاة لان تاجیل وعده لا یمنعه عن تعجیله اولا[٤] واما[٥] رجائیا وقع قبل تمامها او[٦] بعده وفی ھذا اظھر خلفه اولا[٧]۔

ہے تو معاملہ اس میں مشتبہ ہو جائے گا۔ پھر عطا بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری بتانے ہی کے لیے علما نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم اسے بھی لانا چاہیں تو ضابطہ میں یہ اضافہ کر دیں گے کہ ختم ہونے کا اظہار کر کے وعدہ اور وعدہ اباتی دونوں بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انھیں عطا لاحق ہو۔ اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح کر دے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی قسمیں سات ہو جائیں گی — اس لیے کہ وعدہ پانی ختم ہونے کے اظہار کے ساتھ ہو گا یا اس کے بغیر ہو گا — بر تقدیر اول ختم نماز سے پہلے۔ مثلاً اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔ (٢) یا نہیں — بر تقدیر ثانی (٣) یا تو ایسا وعدہ اباتی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے اس لیے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع نہیں (٤) یا ایسا نہ ہو گا (٥) یا وعدہ رجائی کرے گا جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (٦) یا اس کے بعد ہو اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (٧) یا ایسا نہ ہو۔

والمنع ثلثة باضافة

اور منع کی تین[٣] قسمیں ہو جائیں گی اس کا اضافہ

ع٥ احتراز عن البیع بخیار البائع کما تقدم فی المسألة العاشرة ١٢ منه غفرله (م)

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا ١٢ منہ غفرلہ (ت)

ماإذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء و
ملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد
اوخرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى
ادخاله فى الاقسام لانه لا يرجى الامن
مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة
عشر۔

اما انواع هذه الخمسة المزيدة

فاقول:

(۱) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام
الصلاة صوره ثمان واربعون۔

حكمه التأثير۔

(۲) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها
صوره ۱۶۲۔

حكمه تمت ويظهر لك هذا
بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف
الاباق احكاما ولا اقساما اجمالا و
لا تفصيلا۔

(۳) وعد ابائيا واعطى قبل تمام الصلاة
مواقعه ثلثة،

(i) قبل التيمم

(ii) او الصلاة

(iii) او فيها

فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة
وعلى الثانى الثلاثى اثنان فخمسة
فى ثلثة خمسة عشر و بالتثنية

کردینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی رہنے
کے ساتھ ہو۔ لیکن اس کا خلاف۔ وہ یہ کہ پانی ختم ہونے
کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔
تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع
انکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں — اب کل
اقسام پندرہ ۱۵ ہو جائیں گی۔

لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی نوعیں

فاقول (تو میں کہتا ہوں):

(۱) ختم ہونا ظاہر کرکے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے
پہلے دے دیا۔ اس کی اڑتالیس ۴۸ صورتیں ہیں۔

اس کا **حکم** مؤثر ہے۔

(۲) اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔
اس کی ۱۶۲ صورتیں ہیں۔

حکم — نماز تام ہے — یہ اپنے بعد والی
دونوں قسموں سے واضح ہو گی اس لیے کہ یہ وعدہ احکام،
اقسام، اجمال، تفصیل کسی وعدہ ابائی کے برخلاف
نہیں۔

(۳) وعدہ ابائی کیا اور قبل تکمیل نماز دے دیا۔
اس کے تین ۳ مواقع ہیں:

(i) قبل تیمم

(ii) قبل نماز

(iii) اندرون نماز

تو اول ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں۔ اور دوم
ثلاثی میں دو ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے
پندرہ ۱۵ صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد
في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه
استئناف الصلاة والا مضت لان هذا
الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني
ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطى
قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول
يحتمل ان يعطى قبل شروع الصلاة
المستأنفة او فيها فصار الثالث وهو
سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر
ومع الثلثين ثمانية واربعون[۴۸] ۔

حكمه التأثير لا للوعد فانه منع
بالنظر للوقت بل للعطاء ۔

(۱۴) وعد ابائيا ولم يعط قبل تمامها له
المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة
مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم
او الصلاة احتمل اربعة :

(۱) ان يعطى بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع ۔
(۲) او بدونه
(۳) او بعد الوقت
(۴) او لا ۔

وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع
خرج الاول او بعده خرج الثاني لان العطاء
لا يخالف الوعد في هذين فان المراد
الاطلاع حين تيمم وصلى به ليتوهم او
يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع

تینس ہوں گی ـــــ تقدیر سوم پر دو صورتیں ہیں اس لیے
کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر
از سرِ نو نماز پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ و تمام ہو گئی
اس لیے کہ یہ وعدہ تیمم نہیں توڑتا ۔ تو دوسری صورت
میں عطا کی صرف ایک شکل ہو گی وہ یہ کہ قبل تکمیلِ نماز دے دے
اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سرِ نو پڑھی جانے
والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے
اندر ہی دے تو سوم جو سُداسی ہے تین شکلوں پر
ہو کر اٹھارہ[۱۸] ہو گئی ۔ تینس[۳۰] کے ساتھ مل کر کل
اڑتالیس[۴۸] ہوئیں ۔

حکم : تاثیر ـــ وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ
یہ تو بنظرِ وقت منع ہے بلکہ عطا کی وجہ سے ۔

(۱۴) وعدہ اباء کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا ۔ نماز کے
بعد مطلع ہو کر یا غیر مطلع رہ کر نہ دینے کی صورت کا اضافہ
کر کے اس کے پانچ مواقع ہوں گے ـــ اگر تیمم یا
نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار احتمال ہوں گے :

(۱) نماز کے بعد، وقت کے اندر اطلاع دینا ۔
(۲) بغیر اطلاع دینا
(۳) بعد وقت دینا
(۴) ایسا کچھ نہ ہو ۔

اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج
ہو جائے گا ـــ اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم
خارج ہو جائیگا ۔ اس لیے کہ ان دونوں میں عطا
خلاف وعدہ نہیں ۔ کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع
جب تیمم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

فاذن كل من الاولين الثلاثيين اثنا عشر وكل من الآخرين السداسيين ثمانية عشر فهي ستون و بالتثنية مائة وعشرون۔

بقي الثالث الوسطاني انيكون الوعد في الصلاة فان لم يكن عن سؤاله احتمل ان يعطي بعدها في الوقت او بعده اولا وانكان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان يعطي في الوقت بعد المستأنفة مع الاطلاع اوبغيره اوبعد الوقت اولا فهذه سبعة سداسيات باثنين و اربعين والكل مائة واثنان (۱۶۲) وستون۔

حكمه تمت وينتقض تيممه الان ان اعطى۔

(۱۵) اعطى ثم منع و ملكه والماء باق هذا العطاء يحتمل انيكون بلا سؤال او بعده عاجلا اوبعد وعد اوصمت او منع و على كل يكون قبل التيمم او الصلاة اوفيها او بعدها بالاطلاع او بدونه اوبعد الوقت۔

وبالجملة جميع صور العطاء الآتية في سائر الاقسام الماضية ومنها مؤثرات باحد الآثار الثلثة وهي كل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثاني ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمم او الصلاة او فيها وكل في الوقت

ہو سکے کہ اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔

اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ (۶۰) صورتیں ہوئیں اور دو (۲) میں ضرب دینے سے ایک سو بیس (۱۲۰) ہوئیں۔

تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بنا کے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ از سرِ نو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے۔ یہ سات احتمالات ہوئے سب سُداسی ہیں تو بیالیس (۴۲) ہوئے اور کُل ایک سو باسٹھ (۱۶۲) ہوئے۔

حکم : نماز تام ہے اور تیمم اس وقت ٹوٹ جائیگا اگر دے دے۔

(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی ملک اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلا سوال ہو یا بعد سوال فوراً ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو۔ —— اور بہر تقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع یا بعد الوقت۔

بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہیں —— ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں —— اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چون (۵۴) ہے اور ثانی کی ۳/۷ چھتیس (۳۶) —— اس لیے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے اندر

بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهي ثلثة
في كل والاولان ثلاثيان و الثالث سداسي
ونصف الرابع اربعة وعشرون وكل
الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة
وعشرون والثاني عشر ثمانية واربعون مجموعها مائتان
واربعة وثلثون -

ومنها ما لا يؤثر لكونه بعد الوقت
وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس
ثمانية عشر لان فيه وجهين للعطاء
ووجها لعدمه ونصف العطاء بعد الوقت
فكان ثلث الكل -

وربع الثامن ثمانية عشر لان
فيه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه
للعطاء منها وجهان لما في الوقت فكان لعدم
الوقت ربع الكل ومن الثالث عشر ثمانية و
اربعون مجموعها ستة وتسعون ومع
المؤثرات ثلثمائة وثلثون [٣٣٠] فلتخزن فان هذه
لا يفارق فيها المنع والعطاء في الموقع
اما في الفريق الثاني فظاهر لان العطاء بعد
الوقت فلا يكون المنع الا بعده -

واما في فريق المؤثرات فلان الفرض
منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل
التيمم لا يكون له ان يتيمم حتى يقع
المنع بعد التيمم وان اعطاه قبل
الصلاة لا يكون له ان يصلي حتى يقع
في الصلاة وقس عليه و

بعد سوال یا بلا سوال [۲] یا بعد وقت — تو ہر ایک
میں یہ تین ہیں — اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری
سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیس [۲۴] اور خامس
کی سبھی پینتالیس [۴۵] اور سابع کی ستائیس [۲۷] اور بارھویں
کی اڑتالیس [۴۸]۔ کل دوسو چونتیس [۲۳۴]۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں،
یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ —
اس لیے کہ اس میں عطائی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا
کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی
تہائی ہوئیں۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لیے کہ اس
میں عدم عطا کی ایک صورت، اور عطا کی تین صورتیں
ہیں۔ دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو۔ تو
عدم وقت کے لیے کل کی چوتھائی ہوئی اور تیرھویں سے
اڑتالیس جن کا مجموعہ چھیانوے [۹۶] ہوگا — اور
مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس [۳۳۰]۔ انھیں جمع کر لیا جائے
کہ ان کے اندر منع وعطا میں موقع کا اختلاف نہیں۔
فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لیے کہ عطا بعد وقت
ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا۔

اور فریق مؤثرات میں اس لیے کہ فرض یہ کیا گیا ہے
کہ استعمال سے پہلے منع کر دیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے
دے دیا اسے تیمم کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے
بعد منع واقع ہو — اور اگر نماز سے پہلے دے دیا
تو اس کے لیے نماز ادا کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ
منع اندرون نماز واقع ہو — اور اسی پر قیاس کر لیا جائے

منها مافی الوقت ولا یؤثر وھی ثلث السادس
ثمانیة عشر ونصف الثامن ستة و
ثلثون ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون
مجموعها مائة واثنان ففی ھذہ یمکن
الافتراق لانہ اذا اعطی فی الوقت ولم
یؤثر فلہ ان لا یستعمل لماء الآن و
یدخرہ للوقت الآتی فیصح المنع قبل
استعمالہ بعد الوقت فھذہ تنقسم الی
قسمین المنع فی الوقت وبعدہ فتصیر مائتین[٢٠٤]
واربعة ومع المخزونات خمسمائة واربعة[٥٣٤]
وثلثین ھذہ وجوہ ھذا القسم الخامس عشر۔
حکمہ اباحة التیمم الآن ان
کان العطاء منعہ ولا اثر لہ علی ما مضی
من تیمم او صلاۃ بل ان کان فللعطاء
السابق مجموع ھذہ الاقسام الخمسة
تسعمائة واربعة وخمسون ومع
السابقات الف وثلثمائة وثمانون واللہ تعالی اعلم۔

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں — یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس[٣٦]، اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سو دو[١٠٢] ہیں۔ ان میں افتراق ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کے لیے ذخیرہ کر رکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع صحیح ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی منعِ اندرون وقت، منع بعد وقت تو دو سو چار[٢٠٤] ہو جائیں گی اور جمع شدہ کو ملا کر پانچ سو چونتیس[٥٣٤] ہوں گی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔

حکم: اس وقت تیمم مباح ہونا ہے اگر عطا اس سے مانع تھی۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نو سو چون[٩٥٤] ہوا اور سابقہ قسموں کو ملا کر ایک ہزار تین سو اسّی[١٣٨٠] ہوا — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

اضافة اخری

اقول وھھنا وجوہ اُخر فان
احوال اربعة:
عطا، وعد، سکوت، منع۔
وقد ذکروا العطاء بعد المنع وذکرنا فی
وجوہ قوانینھم العطاء بعد الوعد وبعد
السکوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن

اضافۂ دیگر

اقول یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لیے کہ حالتیں چار ہیں:

عطا، وعدہ، سکوت، منع۔

علما نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ و بعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

وزانها الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء او الوعد فهذه اربعة تركيبات اُخر ثنائيات اما ما فوق الثنائی فلا امكان لاحصائه جل من احصى كل شیٔ عددا والاسترسال فی بیان تقاسیم هذه الاربعة ایضا مخرج عن القصد و من عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم یعسر علیه فلنقتصر علی بیان الاحكام الكلیة بانین علی استظهاراتنا السالفة غیر قاطعی القول فیما یتعلق بابحاثنا۔

اسی کے مقابلہ میں وعدہ[1] پھر انکار، انکار[2] پھر وعدہ، سکوت[3] پھر انکار، یا وعدہ[4] بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہوئیں ـــ لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں ـــ بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیح میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کے لیے یہ مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول نہ کریں گے۔

فاقول اذا[1] وعد ثم ابى فان كان الوعد قبل التیمم واذن لایكون الاباء ایضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التیمم فهذا الاباء یبیح التیمم وان كان الوعد بعد التیمم نقضه فلا یعیده الاباء بل یجیز تجدیده وكذا ان كان فی الصلاة قطعها فلا یصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ما كان یخشی علیه من جانب الوعد ان لم یظهر خلفه۔

فاقول (۱) جب وعدہ کرے پھر انکار کر دے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو ـــ اور اس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لیے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کر دے گا ـــ اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائیگا بلکہ اس کی تجدید جائز کر دے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا ـــ اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے ـــ اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف نہ ظاہر ہو۔

وان[2] ابى ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کر دے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

لم یؤثر لان العطاء بعد الصلاۃ لا یضر
اذا کان بعد المنع فکیف بالوعد۔
[۳] وان سکت ثم ابی فالسکوت کان
نفسه دلیل الاباء والاٰن قد اتی الصریح۔
[۴] وان سکت ثم وعد فان کان السکوت
یحتمل ان یکون لا للاباء کما وصفنا فی
ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلک المحتمل
متعینا فیعمل عمله من الآثار الثلثة والا
لا فصح التیمم وتمت الصلاۃ واللہ سبحنه
وتعالٰی اعلم۔ وعلمه جل مجده اتم واحکم۔
وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد و
اٰله وصحبه وابنه وحزبه وبارک وسلم۔
الی ابد الابدین۔ فی کل اٰن وحین۔
والحمد للہ رب العٰلمین۔

تو مؤثر نہ ہوگا اس لیے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ
بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔
(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی
دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہوگیا۔
(۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ
احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس
کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین
کردے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات
ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔
اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے،
اس مجد بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے،
اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد
اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر ہمیشہ
ہمیشہ، ہر لمحہ و ہر آن درود اور برکت و سلام ہو۔
اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک
خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

رسالہ

الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ [۱۳۰۳ھ]

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۱۵ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کر دیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علامہ مولیٰ خسرو و درمختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وھو المستعان ‡ الذی شرح صدر الشریعۃ والایمان ‡ بارسال سید الانس والجان ‡ وقایۃ للمومنین من النیران ‡ وطھرنا بہ عن خبث الکفر وحدث الضلال ‡ ونھانا عن اضاعۃ الماء والمال ‡

ساری خُوبیاں خدا کے لیے ــــ اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ــــ جس نے جن وانس کے سردار کو نار سے اہلِ ایمان کو بچانے کے لیے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کُفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا۔ اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا ــــ

علیہ وعلٰی اٰلہ الطیبین ؛ واصحابہ المطیّبین المُطِیبین ؛ وتابعیھم باحسان الٰی یوم الدین ؛ صلٰوۃ اللہ وسلامہ کل اٰن وحین ؛ من ازل الاٰزال الٰی ابد الاٰبدین ؛ اٰمین وعلینا بھم یا ارحم الراحمین ؛

ان پر اور ان کی پاکیزہ آل، پاکیزہ کیے ہوئے پاکیزہ کرنے والے اصحاب، اور روزِ جزا تک بھلائی کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں پر خدا کی جانب سے ہر لمحہ وہر آن، ازلوں کے ازل سے، ابدوں کے ابد تک درود وسلام ـــ قبول فرما ـــ اور ان کے طفیل ہم پر بھی ـــ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد سے۔ت) اگر کوئی شخص جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا اس کے بعد جماع کیا یا احتلام سے اٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کرسکے خواہ یُوں کہ جنگل میں ہے اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یُوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یُوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اٹھا نہائے تو وقت نکل جائے گا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوٰی ہے کہ محافظت وقت کے لیے تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اس پر عمل کرے پھر برعایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے جس کا بیان ہمارے رسالہ الظفر لقول زفر میں گزرا۔ اور اب بحمدہٖ تعالٰی اُس کی اور تائید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط و ذخیرہ و بنایۂ امام عینی میں ہے:

شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات[1]

تیمم حرج کے دفعیہ اور وقت کو فوت ہونے سے بچانے کے لیے مشروع ہوا ہے۔ (ت)

کفایہ میں ہے:

التیمم شرع لصیانۃ الصلٰوۃ عن الفوات (الی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوھم الفوات لان یجوز عند تحقق الفوات اولٰی[2]

تیمم اس لیے مشروع ہُوا کہ فوت ہونے سے نماز کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ فرمایا) توجب شریعت نے فوت ہونے کے وہم کی وجہ سے تیمم جائز کیا تو فوت ہونے کے تحقق ویقین کے وقت بدرجۂ اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

---

[1] البنایۃ شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع ملک سنز، فیصل آباد ۱/۳۲۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر ″ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۶

ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے اصلاً نہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کے لیے کرے گا حدث کے لیے بھی کافی ہو جائیگا ۔ کتب مذہب سے اس پر دلائل کثیرہ ہیں :

دلیل اوّل : عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے[ف1] ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہے کہ ہاتھ مُنہ دھولے یا جُنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے یا سارا بدن دھولے مگر چند اُنگل جگہ رہ جائے تو اُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ جب تک ناخن بھر جگہ باقی رہ جائے گی حدث و جنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث[ف2] چھوٹا یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دُور ہو جائے اور بعض سے کچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا خرچ کیا ضرور ۔ یوں[ف3] ہی اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہے اتنا دھوئیں اور باقی کے لیے تیمم ۔ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے :

انہ تعالٰی امرنا باحدی الطہارتین علی البدل ولم یأمرنا بالجمع بینہما ومن جمع بینہما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص[1]

اللہ تعالٰی نے ہمیں بطور بدل دو طہارتوں میں سے ایک کا حکم دیا، دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہ دیا ۔ جو دونوں کو اکٹھا کرے وہ اصل اور بدل کو یکجا کرکے نص کا مخالف ہوا۔ (ت)

بنایہ امام عینی میں ہے :

انہ عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد بہ مع البدل فی حالۃ واحدۃ کمن عجز عن بعض الرقبۃ فی الکفارۃ ولا[ف4] یلزم اذا غسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ما تقدم یسقط ویصیر مؤدیا للفرض بالتیمم خاصۃ[2]۔

وہ اصل کے کچھ حصہ سے عاجز ہوگیا ـــ تو بدل کے ساتھ بیک وقت اس کا شمار ساقط ہے جیسے وہ شخص جو کفارہ میں بردہ کے بعض حصہ سے عاجز ہو جائے ـــ اس پر اس صورت سے اعتراض نہ لازم آئے گا جب کچھ اعضا دھو چکا ہو پھر پانی ختم ہوگیا اس لیے کہ جو پہلے ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور وہ خاص تیمم سے فرض ادا کرنے والا ہوگا ۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ مصر ۱/۴۱

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۴

حلیۂ محقق ابن امیر الحاج میں ہے:

اعلم ان الجواب فی ہذہ المسائل یتفرع علی اصل مذہبی وہو ان تلفیق اقامۃ الطہارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معا غیر مشروع عند اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لانظیر لہ فی الشرع الا تری ان التکفیر بالمال لایکمل بالصوم ولا بالعکس ولا عدۃ الحائض بالاشہر ولا ذوات الاشہر بالحیض۔[1]

واضح ہو کہ ان مسائل کا جواب ایک مذہبی قاعدہ پر متفرع ہے۔ وہ یہ کہ ایک ہی طہارت کی ادائیگی بیک وقت پانی اور مٹی دونوں سے مخلوط کرنا ہمارے اصحاب کے نزدیک نامشروع ہے۔ اس لیے کہ پانی اصل ہے اور مٹی نائب ہے — اور ایک حکم کے اندر اصل اور بدل دونوں کو جمع کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں — دیکھئے مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی روزے سے پوری نہیں کی جاتی۔ اسی طرح برعکس بھی نہیں — یونہی حیض والی کی عدت مہینوں سے اور مہینوں والی کی عدت حیض سے تکمیل نہیں پاتی۔ (ت)

اختیار شرح مختار پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

من بہ جراحۃ وعلیہ الغسل غسل بدنہ الا موضعہا ولا یتیمم وکذلک اذا کانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینہما جمع بین البدل والمبدل ولا نظیر لہ فی الشرع۔[2]

جسے زخم ہو اور اس کو غسل کرنا ہے تو وہ جگہ چھوڑ کر اپنے بدن کو دھوئے اور تیمم نہ کرے۔ اسی طرح جب اعضائے وضو میں جراحت ہو (تو وہ جگہ چھوڑ کر باقی دھوئے) اس لیے کہ دونوں کو جمع کرنا بدل اور مُبدَل کو جمع کرنا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لوکان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ او جُدری فان کان الغالب ہو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولا یغسل الصحیح عندنا خلافا للشافعی لان الجمع بین الغسل و

جنب کے بعض اعضا میں زخم یا چیچک ہو تو اگر اکثر حصہ سقیم ہے تیمم کرے اس لیے کہ اعتبار اکثر کا ہے اور صحیح حصہ کو ہمارے نزدیک دھونا نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے۔ وجہ یہ ہے کہ دھونا اور تیمم دونوں کو

---

[1] حلیہ

[2] اختیار شرح مختار آخر باب التیمم مطبع البابی مصر ۱/۲۳

التیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشك فی طھوریۃ الماء ولم یوجد[1] اھ کلامہ الشریف۔

جمع کرنا ممتنع ہے مگر جبکہ پانی کی طہوریت میں شک ہو اور یہ شک موجود نہیں۔ (ان کا کلام شریف ختم ہوا) (ت)

اقول بل[عہ] ولا فیھا[۱] لان الصحیح فی الواقع احدھما والاٰخر معدوم شرعا فلا جمع الاصورۃ۔

اقول بلکہ اس حالت میں بھی نہیں اس لیے کہ فی الواقع دونوں میں سے ایک ہی درست ہے اور دوسرا شرعاً معدوم ہے تو جمع کرنا صرف صورۃً ہے۔ (ت)

کنز الدقائق و تنویر الابصار میں ہے:

لایجمع بینھما اھ ای تیمم وغسل[۲] درمختار بفتح الغین لیعم الطھارتین[۳] ش عن ح۔

دونوں کو جمع نہ کرے گا اھ یعنی تیمم اور غسل (دھونے) کو درمختار ـــــ غسل عین کے فتحہ کے ساتھ تاکہ دونوں طہارتوں کو شامل ہوجائے۔ شامی از حلبی۔ (ت)

اقول کل[۲] لیس لمتوھم ان یتوھم الجمع بین التیمم والغسل بالضم۔

اقول بلکہ کوئی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ تیمم اور غسل (بالضم) جمع ہوگا۔ (ت)

دلیل دوم: صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کے لیے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے شافعی و حنبلی کو نزاع ہے۔ جواہر الفتاوٰی امام کرمانی باب رابع میں ہے:

عہ ثم رأیتہ فی ش عن البحر قال لان الفرض یتأدی باحدھما لابھما فجمعنا بینھما بالشك اھ ثم رأیتہ بعینہ فی التبیین ۱۲ منہ غفرلہ (م)

پھر میں نے اسے شامی میں بحر کے حوالہ سے دیکھا فرمایا، اس لیے کہ فرض ایک ہی سے ادا ہوتا ہے دونوں سے نہیں تو شک کی وجہ سے ہم نے دونوں کو جمع کیا اھ پھر بعینہٖ یہی میں نے تبیین میں بھی دیکھا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[۱] بدائع الصنائع	شرائط تیمم	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۵۱/۱
[۲] درمختار	باب التیمم	مجتبائی دہلی	۴۵/۱
[۳] ردالمحتار	"	مصطفی البابی مصر	۱۸۹/۱

جنب فی مفازة معه من الماء مایکفی لوضوئه فانه یتیمم ولا یستعمل الماء۔[1]

کسی بیابان میں جنابت والا ہے جس کے پاس اتنا پانی ہے جو اس کے وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا اور پانی استعمال نہیں کرے گا۔ (ت)

نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

مسافر اجنب ومعه ما یکفی للوضوء فانه یتیمم[2]

کوئی مسافر جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الاقدر ما یتوضأ فانه یتیمم ولا یتوضأ عندنا[3]

اگر مسافر جنب ہوا اور اسے اسی قدر پانی ملا کہ وضو کرے تو ہمارے نزدیک وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔ (ت)

کافی میں ہے:

جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم[4]

جنب ہے جس کے پاس وضو کے لیے بقدر کفایت پانی ہے وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو کرے پھر تیمم کرے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

انما تنتقض رؤیة الماء اذا کان یکفی للوضوء ان کان محدثا او الاغتسال ان کان جنبا والا لا وھذا فرع انه فی الابتداء اذا وجد ما لا یکفیه لا یستعمله فی بعض محل الطھارة بل یترکه

پانی دیکھنا اسی وقت ناقض ہوتا ہے جبکہ بے وضو تھا تو اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو اور جنب تھا تو اتنا جو غسل کے لیے کافی ہو ورنہ ناقض نہیں۔ اور یہ اس کی فرع ہے کہ ابتدا میں جب اسے ناکافی پانی ملے تو اسے محل طہارت کے ایک حصے میں استعمال

---

[1] جواہر الفتاوٰی
[2] خزانۃ المفتین
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[4] کافی

ویتیمم لاغیر وھذا قول اصحابنا و مالك وغیرہ بل حکاہ البغوی عن اکثر العلماء[1]

نہیں کرے گا بلکہ اسے چھوڑ دے گا اور صرف تیمم کریگا۔ یہ ہمارے اصحاب اور امام مالک وغیرہ کا قول ہے بلکہ بغوی نے اسے اکثر علما سے حکایت کیا ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

من علیہ الغسل اذا تیمم ثم وجد ماء لایکفی لغسلہ او المحدث ماء غیر کاف لوضوئہ لاینتقض تیممہ ولو کان معہ ذلك قبل التیمم جاز لہ التیمم بدون استعمالہ خلافا للشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالٰی[2]۔

جس کے اوپر غسل فرض ہے جب وُہ تیمم کرلے پھر اسے اتنا پانی ملے جو غسل کے لیے ناکافی ہو یا بے وضو کو اتنا پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو تو تیمم نہ ٹوٹے گا اور اگر قبل تیمم اتنا پانی ہوتا تو بھی اسے استعمال کیے بغیر اس کے لیے تیمم جائز ہوتا بخلاف امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالٰی کے۔ (ت)

اسی طرح کتب کثیرہ حتّٰی کہ خود شرح وقایہ میں ہے:

اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]۔

جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں، تو وُہ تیمم کرے اور اس پر وضو ہمارے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔ (ت)

اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے:

اجنب وعندہ ماء یکفی للوضوء تیمم وصلے[4] اھ اثرہ فی الکفایۃ والغنیۃ فصل مسح الخفین تحت قولہ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل[5]۔

جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اھ اسے کفایہ اور غنیہ فصل مسح الخفین میں زیر قول "لایجوز المسح لمن علیہ الغسل" نقل کیا۔ (ت)

---

[1] حلیہ
[2] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۴
[3] شرح الوقایۃ " مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵
[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۵
[5] ایضاً

ظاہر ہے کہ جنابت غالباً حدث سے جُدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اس سے پہلے مباشرت فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سونا تھا اور مطلقاً انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یوں ہی بعد ہر انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طباً بلکہ شرعاً بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہو جائے ورنہ بعد غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق وحدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمم اُس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا رافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس درجہ کثیر وغالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمم جنابت کے ساتھ حدث کے لیے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم معقول تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیں بلکہ فی ش الجنابۃ لا تنفك عن حدث یوجب الوضوء اھ[1] (بلکہ شامی میں ہے: جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی۔ت)

وھذا ظاھرہ اللزوم اقول ان حمل علی الغالب والا فبلی کمن اجنب ولم یجد الا مایکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد مایکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث۔

اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ جنابت اور حدث میں لزوم اقول اسے اگر اکثر پر محمول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ جنابت حدث سے جدا کیوں نہیں ہوتی؟ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص جنب ہوا اور اسے اتنا ہی پانی ملا جو وضو کے لیے کفایت کرسکے تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وضو کیا پھر اسے اتنا پانی ملا جو غسل کے لیے کافی ہے اب وہ پھر جنب ہو گیا اس کی جنابت حدث سے جُدا ہے۔ (ت)

دلیل سوم: تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو تو اُس پر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کے لیے تیمم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا احدث بعد التیمم ومعہ مایکفی

جب اس تیمم کے بعد حدث ہوا اور اس کے پاس وضو

---

[1] رد المحتار باب مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

للوضوء فانہ یتوضوء بہ[1] کے لیے بقدر کفایت پانی ہو تو اس سے وضو کریگا۔ (ت)

فتح القدیر و درر الحکام و شرح نقایہ برجندی[عہ] و بحر الرائق حتی کہ خود شرح وقایہ مسح الخفین میں ہے:

واللفظ لہ تیمم للجنابت فان احدث بعد ذلک توضأ[2] — الفاظ شرح وقایہ ہی کے ہیں: جنابت کا تیمم کیا اگر اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے۔ (ت)

یہ تقیید صاف بتارہی ہے کہ تیمم جنابت سے پہلے جو حدث ہو اس کے لیے وضو نہیں یہی تیمم اُسے بھی رفع کردیگا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد بعد عبارت مذکورہ ہے:

فان احدث وعندہ ذلک الماء توضأ[3] — پھر اگر حدث ہو اور اس کے پاس وُہ پانی موجود ہے تو وضو کرے۔ (ت)

تیمم جنابت کے بعد جو حدث ہُوا اس میں حکم وضو فرمایا۔

فان قلت ماتفعل بما نقل فی العنایۃ ولو بلفظۃ قیل فی مسألۃ الاصل ھذہ اذقال تحت قول الھدایۃ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل قیل صورتہ توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ ویغسل رجلیہ ولایمسح ویتیمم

اگر سوال ہو اسے کیا کیا جائے جو عنایۃ کے اندر اسی مسألہ مبسوط میں نقل ہے اگرچہ "قیل" کے لفظ سے ہے۔ ہدایہ کی عبارت ہے "اس کے لیے مسح جائز نہیں جس کے اوپر غسل ہو" اس کے تحت صاحب عنایہ لکھتے ہیں: "کہا گیا اس کی صورت یہ ہے کہ وضو کرکے موزہ پہن لیا پھر جنابت ہوئی پھر اتنا پانی ملا جو وضو کے لیے کفایت کرسکتا ہے غسل کے لیے

عہ ھو فی نسختی البرجندی معزو للنہایۃ لکن فی البحرعن النہایۃ لایتأتی الاغتسال مع وجوہ الخف ملبوسا اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میرے نسخہ برجندی میں اس پر نہایہ کا حوالہ ہے لیکن بحر میں نہایہ سے یہ نقل ہے: "موزہ ملبوس ہوتے ہوئے غسل نہیں ہوسکتا اھ" اور خدائے بزرگ و برتر خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایہ — باب التیمم — مکتبہ رشیدیہ دہلی — ۱/۱۰۸

[3] مبسوط امام محمد — " — ادارۃ القرآن کراچی — ۱/۱۰۷

بالجنابة[1] اھ۔

نہیں تو یہ وضو کریگا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا، مسح نہیں کریگا اور جنابت کا تیمم کرے گا۔ (ت)

اقول رحمه الله تعالٰی فلم یذکر الحدث اصلا فان احتج بارساله وجب الوضوء علی جنب لاحدث معه ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیة حتی ظاهر العبارة الاٰتیة للامام شارح الوقایة بل معناه قطعا انه اذا احتاج بعد ذلك للوضوء یتوضؤ ویغسل رجلیه كما هو عبارة العلامة الوزیر فی الایضاح وشیخی زاده فی مجمع الانهر فی نفس هذا التصویر اذقالا مَن لبس خفیه علی وضوء ثم اجنب فی مدة المسح ینزع خفیه ویغسل رجلیه اذا توضأ[2] اھ۔

اقول اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ انہوں نے حدث کا تو کوئی ذکر ہی نہ کیا۔ اگر ان کے بلا قید ذکر کرنے سے استدلال ہے تو وضو ایسے جنب پر بھی واجب ہوگا جس کے ساتھ کوئی حدث نہیں اور اسے وضو کا پانی مل گیا اور یہ باجماع حنفیہ قطعاً باطل ہے یہاں تک کہ امام شارح وقایہ کی آنے والی عبارت کا ظاہر بھی یہ نہیں بلکہ عنایہ کی عبارتِ بالا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کریگا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا جیسا کہ ایضاح میں علامہ وزیر کی عبارت اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں "جس نے وضو پر اپنے موزے پہنے پھر مدت مسح میں جنابت لاحق ہوئی تو وقتِ وضو اپنے موزے نکالے اور پیروں کو دھوئے"۔ اھ (ت)

واذا ابتنی الامر علی حاجة الوضوء لم تبق للعبارة دلالة علی ما توهمت فانا نقول انما یحتاج الیه اذا احدث بعد تیممه للجنابة والواو فی قوله ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابة ثم احدث ثم

جب بنائے امر وضو کی احتیاج پر ہے تو مذکورہ وہم پر عبارت کی کوئی دلالت ہی نہیں۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں اسے اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب جنابت کا تیمم کرنے کے بعد پھر اسے حدث ہو۔ ان کی عبارت "ویتیمم" میں واو ترتیب کا نہیں۔ تو معنی یہ ہے کہ پھر وہ جنب ہو تو جنابت کا

---

[1] العنایة مع فتح القدیر — باب التیمم — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ١/١٣٢

[2] مجمع الانہر — باب المسح — دار احیاء التراث العربی بیروت — ١/٤٦

وجد الماء الخ

تیمم کرے پھر اسے حدث ہو پھر پانی پائے الخ

وانظر عبارۃ الفاضل معین الھروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ و لبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ما یکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ و یغسل رجلیہ و لا یمسح و یتیمم للجنابۃ[1] اھ

شرح کنز میں فاضل معین ہروی کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ملاحظہ ہو: وضو کیا اور موزہ پہن لیا پھر اسے جنابت ہوئی تو جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا پھر اسے اتنا پانی ملا جو صرف وضو کے لیے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ وضو کرے گا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا اور مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لیے تیمم کرے گا" اھ (ت)

فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ و قد ابرز کل ما قدرہ و رحم اللہ اخی چلپی اذ نقل عبارۃ العنایۃ ھذہ و اسقط منھا قولہ ویتیمم للجنابۃ و اللہ تعالٰی اعلم۔

یہ عبارت بعینہٖ عنایہ کی عبارت ہے اور ہر ایک نے اپنا اندازہ بیان کیا ہے اللہ تعالٰی اخی چلپی پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے عنایہ کی یہی عبارت نقل کی ہے اور اس سے اس کا یہ قول "ویتیمم للجنابۃ" ساقط کردیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

دلیل چہارم: اُس کی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جو پہلے ہوچکا حدث متأخر کو زائل نہ کرے ظاہر ہوا کہ جنابت کے لیے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمم اسے بھی زائل کردے گا۔ کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے:

جنب[2] اغتسل و بقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانھا لاتتجزی زوالا و ثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممہ للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتؤخر کما لو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیہ ان یتوضأ و لم یجز الاغتسال عن

جنب نے غسل کیا کچھ جگہ چمکتی رہ گئی اور اس کا پانی ختم ہوگیا تو جنابت باقی رہنے کی وجہ سے وہ تیمم کرے اس لیے کہ زائل ہونے اور ثابت ہونے کسی معاملہ میں جنابت حصہ حصہ نہیں ہوتی (جاتی ہے تو ایک ساتھ، آتی ہے تو ایک ساتھ) تو اگر اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو حدث کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ اس کا تیمم جنابت حدث سے پہلے ہوچکا۔ تو بعد والے حدث

---

[1] شرح الکنز للھروی مع فتح المعین باب مسح الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

الحدث المتأخر[1] سے کفایت نہ کرے گا۔ جیسے اگر جنابت کا غسل کیا پھر اسے حدث ہوا تو اسے وضو کرنا ہے اور غسل سابق، حدث متأخر سے کفایت نہ کر سکے گا۔ (ت)

دلیل پنجم: اُس کی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کرلینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب یہ جنب نہیں کہ جنابت تو تیمم سے زائل ہوچکی نرا محدث ہے اور وضو کے لیے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمم جنابت و حدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنے کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر (یہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے۔ ت)

بدائع ملک العلماء میں ہے:

الجنب اذا وجد من الماء قدر ما یتوضأ به لاغیر اجزأه التیمم عندنا لان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفها مع ان فیه تضییع الماء وانه حرام فصار کمن وجد ما یطعم به خمسة مساکین فکفر بالصوم یجوز ولا یؤمر باطعام الخمسة لعدم الفائدة فکذا هذا بل اولی لان هناك لایؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلك لم یؤمر به لما قلنا فههنا اولٰی ولو تیمم الجنب ثم احدث بعد ذلك ومعه من الماء قدر ما یتوضؤ به فانه یتوضؤ به لان هذا محدث ولیس بجنب ومعه من الماء

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکے تو ہمارے نزدیک تیمم اسے کافی ہوگا اس لیے کہ دھونے سے جب جواز نماز کا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا تو اس میں مشغولی بے وقوفی ہے۔ ساتھ ہی اس میں پانی کی بربادی بھی ہے اور یقیناً یہ حرام ہے۔ تو اس کا حال اس کی طرح ہوا جسے اسی قدر ملا کہ اس سے پانچ مسکینوں کو کھلا سکے اس لیے اس نے روزوں سے کفارہ ادا کیا تو جائز ہے اور اسے پانچ کو کھلانے کا حکم نہیں دیا جائیگا اس لیے کہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ وہاں مال کی بربادی تک معاملہ نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا، اس کے باوجود اس کا اسے حکم نہ دیا گیا تو یہاں بدرجۂ اولٰی حکم نہ ہوگا۔ اور اگر جنب نے تیمم کیا پھر اس کے

---

[1] کافی

[2] بدائع الصنائع شرائط تیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

قدر ما یکفیہ للوضوء فیتوضؤ بہ[1]

بعد اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرلے تو وہ وضو کرے گا کیونکہ یہ بے وضو ہے جنب نہیں ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے تو اس سے وضو کرے گا۔ (ت)

یونہی درمختار میں ہے:

لو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا فیتوضأ[2]۔

اگر جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وہ محدث ہے جنب نہیں اس لیے وضو کریگا۔ (ت)

تیمم کے بعد حدث پر حکم وضو کو اس پر متفرع کیا کہ اب وُہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا و لہذا ردالمحتار میں فرمایا:

افاد انہ اذا وجد ماء یکفیہ للوضوء فقط انما یتوضأ بہ اذا احدث بعد تیممہ عن الجنابۃ اما لو وجدہ وقت التیمم قبل الحدث لا یلزمہ عندنا الوضوء بہ عن الحدث الذی مع الجنابۃ لانہ عبث اذ لا بدلہ من التیمم[3] اھ۔

اس سے یہ افادہ فرمایا کہ جب اسے اتنا پانی ملے جس سے صرف اس کا وضو ہو سکتا ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا جبکہ اسے اپنے تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہو۔ لیکن اگر یہ پانی تیمم ہی کے وقت قبل حدث ملا تو ہمارے نزدیک اسے اس حدث سے جو جنابت کے ساتھ ہے وضو کرنا لازم نہیں کیونکہ عبث ہے اس لئے کہ تیمم اس کے لیے ضروری ہے اھ (ت)

تنبیہ: قول ملک العلماء قدس سرہ فیہ تضییع الماء تبعہ فیہ الامام النسفی فی الکافی فقال لنا انہ اذا لم یطھر عن الجنابۃ باستعمالہ تکون تضییعا[4] اھ۔

تنبیہ: ملک العلماء قدس سرہٗ کا ارشاد "فیہ تضییع الماء" (اس میں پانی برباد کرنا ہے) اس پر امام نسفی نے ان کی پیروی کی ہے ــــ وہ فرماتے ہیں: "ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جب وہ جنابت سے پاک نہ ہوا تو یہ برباد کرنا ہی ہے" اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

[2] دُرمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۵

[3] ردالمحتار " مکتبہ مصطفے البابی مصر ۱/۱۸۷

[4] کافی للامام النسفی

وتبعهما الامام الزیلعی فی التبیین فقال اذا لم یفد کان الاشتغال عبثا وتضییعا للماء فی موضع عزته وتضییع المال حرام[1] اھ۔

وتبعهم المحقق فی الفتح فقال لا یفید اذ لا یتجزأ بل الحدث قائم ما بقی ادنی لمعة فیبقی مجرد اضاعة مال خصوصا فی موضع عزته مع بقاء الحدث کما ھو[2] اھ۔

وتبعه فی الحلیة والبحر علی الفاظه وزادت الحلیة وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه قال وانهی امتی عن اضاعة المال[3] اھ والفقیر تبعهم فیما مضی واجد ربهم للاتباع۔

اقول لکن للعبد الضعیف نظر فیه قوی فانه وان لم یرفع الحدث لعدم تجزیه فلا شك انه یسقط الفرض

تبیین میں امام زیلعی نے ان دونوں حضرات کی پیروی کی ہے۔ تو فرمایا: "جب یہ بے فائدہ ہے تو اس میں مشغولی عبث ہے اور ایسی جگہ پانی برباد کرنا ہے جہاں پانی کم یاب ہے اور مال برباد کرنا حرام ہے اھ"

اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا: "بے فائدہ ہے اس لیے کہ حدث کی تجزی نہیں ہوتی بلکہ جب تک ذرا سا بھی حصہ چھوٹا رہے گا حدث رہے گا تو صرف مال کی بربادی باقی رہ جائے گی خصوصاً ایسی جگہ جہاں پانی کمیاب ہے باوجودیکہ حدث جیسے تھا ویسے ہی باقی رہے گا۔" اھ (ت)

اب حلیہ اور بحر نے الفاظ میں بھی ان کی پیروی کی۔ حلیہ نے مزید یہ فرمایا: حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بروایتِ صحیح ثابت ہے کہ فرمایا: "اور میں اپنی اُمت کو مال برباد کرنے سے منع فرماتا ہوں" اھ۔ فقیر نے بھی ماضی میں انہی حضرات کی پیروی کی اور وہ ان کی پیروی کا زیادہ مستحق ہے۔

اقول لیکن بندۂ ضعیف کو اس میں نظر قوی ہے کیونکہ اس سے حدث غیر متجزی ہونے کے باعث اگرچہ ختم نہیں ہوتا لیکن اس میں شک نہیں کہ جس حصے

---

[1] تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[2] فتح القدیر، ″ ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

[3] حلیہ

عما يصيبه وكفى به فائدة ويعظم
وقعه اذا وجد بعده ما يكفي للباقي
بعد هذا الاستعمال ولو تركه وراح
ثم وجد هذا لم يكف۔

وقد قال الامام رضي الدين السرخسي
في المحيط فيما اذا [ف1] اغتسل وبقيت لمعة
ثم وجد ماء لا يكفي لها يغسل شيئا
من اللمعة ان شاء تقليلا للجنابة[1]۔ اھ

قال في الحلية بعد نقله في مسألة
أخرى نظيره ما نصه يغسل من اللمعة
ما يتأتى تقليلا للجنابة اھ[2]

وفي خزانة المفتين عن شرح
الطحاوي للامام الاسبيجابي وان كان
لا يكفي يغسل مقدار ما يكفيه حتى تقل الجنابة ويتيمم اھ[3]

ومثله في الخلاصة وشرح الوقاية
وكثير من الكتب بل قد قال في الكافي
نفسه جنب [ف2] على ظهره لمعة ونسي اعضاء
وضوئه وماؤه يكفي احدهما صرفه الى
ايهما شاء لان كل واحد نجاسة الجنابة
فاعضاء الوضوء اولى اقامة

تک پانی پہنچے گا اس سے فرض ساقط کردے گا۔ اتنی
افادیت کافی ہے۔ اس کی وقعت اس وقت اور
بڑھ جائیگی جب اس کے بعد اسے اتنا پانی ملے جو اسے
استعمال کرنے کے بعد بقیہ اعضا کے لیے کافی ہو۔ اور
اگر اسے چھوڑ کر چلا جائے پھر یہ ملے تو ناکافی ہوگا۔

امام رضی الدین سرخسی نے محیط میں فرمایا ہے:
"اس صورت میں جبکہ غسل کرلیا اور کچھ جگہ چمکتی رہ گئی پھر
اتنا پانی ملا جو اس کے لیے کافی نہیں تو اگر چاہے جنابت
کم کرنے کے لیے اس جگہ کا کچھ حصہ دھولے"۔ اھ

حلیہ کے اندر اسے نقل کرنے کے بعد ویسے
ہی ایک دوسرے مسئلہ میں یہ لکھا: "چھوٹی ہوئی جگہ سے
جو ہو سکے جنابت کم کرنے کی خاطر دھولے" اھ

خزانۃ المفتین میں امام اسبیجابی کی شرح طحاوی سے
نقل ہے: "اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کفایت کرے
دھولے تاکہ جنابت کم ہو سکے اور تیمم کرے"۔ اھ

اسی کے مثل خلاصہ، شرح وقایہ اور بہت سی
کتابوں میں ہے — بلکہ خود "کافی" میں لکھا ہے:
"جنب کی پشت پر چھوٹی ہوئی جگہ ہے اور اعضائے وضو
دھونا بھول گیا اب جو پانی ہے کسی ایک ہی کے لیے
کفایت کرسکتا ہے تو دونوں میں سے جس میں چاہے
اسے صرف کرے۔ اس لیے کہ ہر ایک نجاست جنابت

---

[1] محیط رضی الدین السرخسی
[2] حلیہ
[3] خزانۃ المفتین

للسنة [1] اھ

ہی ہے تو اعضائے وضو بہتر ہوں گے تاکہ سنت کی ادائیگی ہوجائے"۔ اھ

وبمعناه فی الهندیة عن شرح الزیادات للعتابی فهذا الصرف لیس الا تقلیلا للجنابة کما صرح به الائمة الاسبیجابی و رضی الدین السرخسی و طاهر البخاری وصدر الشریعة ومحمد الحلبی وغیرهم والا لزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انه لیس باضاعة ولا یوجب حرمة ولا شناعة۔

اسی کے ہم معنی ہندیہ میں عتابی کی شرح زیادات سے نقل ہے۔ تو یہ صرف کرنا تقلیل جنابت کے لیے ہے جیسا کہ امام اسبیجابی، امام رضی الدین سرخسی، امام طاہر بخاری، امام صدر الشریعۃ، امام محمد حلبی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی — ورنہ دونوں عمل (وضو اور تیمم) جمع کرنا لازم آتا — اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی برباد کرنا نہیں اور اس سے کوئی حرمت وشناعت لازم نہیں آتی۔ (ت)

اقول بل لا یبعد ان یعد مستحبا لما فیه من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی الله تعالی عنه والخروج عن الخلاف مستحب بلا خلاف ما لم یلزم مکروه مذهبه وانتفاء الکراهة قد علم مما اثرنا من النصوص۔

اقول بلکہ اسے اگر مستحب شمار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اختلاف سے بچنا ہے اور اختلاف سے بچنا جب تک کہ اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے بلا خلاف مستحب ہے۔ اور کراہت نہ ہونا ان نصوص سے معلوم ہوگیا جو ہم نے نقل کیے۔ (ت)

دلیل ششم تصریحات ہیں کہ آیۂ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابلِ نماز کردے اتنا پانی کہ اسے استعمال کیے پر بھی قابلیتِ نماز نہ پیدا ہو (**اقول** یعنی یوں کہ اتنا پانی جس کے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگیِ وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کے لیے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہٖ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کے مورثِ قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمم ہے نہ انتہاءً اُس کا ناقض اُس کا وجود و عدم برابر ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المراد من الماء المطلق فی الآیة

آیت میں مائے مطلق سے مراد مقید ہے اور

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

هو المقید وھو الماء المفید لاباحۃ الصلاۃ عند الغسل بہ۔[1]

یہ وہ پانی ہے کہ اگر اس سے دھویا جائے تو جواز نماز کا فائدہ دے۔ (ت)

تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے:

الغسل الماموربہ ھو المبیح للصلاۃ وما لایبیحہا فوجودہ وعدمہ سواء۔[2]

جس دھونے کا حکم دے دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس سے نماز جائز ہو جائے اور جس سے نماز جائز نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ (ت)

بنایہ امام بدر محمود میں ہے:

المحدث او الجنب اذا وجد بعض مایکفیہ من الماء لطھارتہ فعدم وجوب الاستعمال مذھبنا ومذھب مالك واکثر العلماء لان الاٰیۃ سیقت لبیان الطھارۃ الحکمیۃ فکان قولہ تعالٰی فلم تجدوا ماء ای طھورا محللا للصلاۃ وبوجود ما لایکفی لم یوجد مایحلل۔[3]

بے وضو یا جنب کو جب اپنی طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی میں سے کچھ ہی ملے تو اس کا استعمال واجب نہیں۔ یہ ہمارا، امام مالک اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ آیت کریمہ طہارت حکمیہ کے بیان کے لیے آئی ہے، تو ارشاد باری تعالٰی "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے مراد ایسا آبِ طہارت ہے جو نماز مباح کردے اور ناکافی پانی ہونے سے وہ نہ پایا گیا جو نماز حلال کردے۔ (ت)

فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے:

واللفظ لھا قلنا المراد بالماء فی النص مایکفی لازالۃ المانع لانہ سبحنہ امر بغسل جمیع البدن فی حق الجنب ومعلوم ان ذلك بالماء ثم نقل الی التیمم عند عدمہ بقولہ عزوجل فلم تجدوا

الفاظ حلیہ کے ہیں، ہم کہتے ہیں نص میں پانی سے مراد وہ ہے جو ازالہ مانع کے لیے کافی ہو اس لیے کہ خدائے پاک نے حق جنب میں پورا بدن دھونے کا حکم فرمایا ہے اور معلوم ہے کہ یہ پانی ہی سے ہوگا۔ پھر پانی نہ ہونے کے وقت ارشاد باری عزوجل فلم تجدوا

---

[1] بدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱
[2] تبیین الحقائق " مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد کراچی ۱/۳۲۳

ماء فبالضرورۃ یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغسلون بہ جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وھذا کما یصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلك فیتعین التیمم فی ھذا کالاول ۱؎

ماء" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے حکمِ تیمم کی طرف منتقل ہوگیا۔ تو ضروری طور پر تقدیرِ کلام یہ ہو گی: اگر تم ایسا پانی نہ پاؤ جس سے اپنا پورا بدن بحالتِ جنابت دھو سکو تو تیمم کرو۔ اور یہ بات جیسے بالکل پانی نہ ہونے کے وقت صادق ہے ویسے ہے ناکافی پانی ہونے کے وقت بھی صادق ہے تو اوّل کی طرح اس میں بھی تیمم متعین ہے۔ (ت)

کفایہ امام جلال الدین پھر بحر محقق زین العابدین میں ہے:

واللفظ لہ الآیۃ سیقت لبیان الطھارۃ الحکمیۃ فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لایثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلۃ غسل الاعضاء کلھا وشیئ من الحکم لایثبت ببعض العلۃ کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبۃ فی حق الکفارۃ کذا ذکر فی کثیر من الشروح۔ ۲؎

الفاظ بحر کے ہیں: آیتِ طہارتِ حکمیہ کے بیان کے لیے آئی ہے، تو تقدیرِ کلام یہ ہو گی: پھر تم نماز کو حلال کرنے والا پانی نہ پاؤ ـــــ اور قلیل کے استعمال کرنے سے کچھ بھی حلّت ثابت نہ ہوتی، کیونکہ حلت حکم ہے۔ اور سارے اعضا کو دھونا علّت ہے۔ اور کوئی حکم بعض علّت سے ثابت نہیں ہوتا جیسے حق زکاۃ میں بعض نصا اور حق کفارہ میں بعض بردہ کا حال ہے۔ اسی طرح بہت سی شروح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سَو حدث ہوں وضو کرلینا ہرگز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسی قدر پانی پر قدرت ہے اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں۔ اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔ صرف تیمم۔ اب بھی صرف تیمم ہی کرے۔

دلیل ہفتم: شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہوئی جس سے یہ متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لیے تیمم عامۂ محشین وکبرائے ناظرین یک زبان اُس کی تاویل کی طرف جُھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمم کرلیا اس کے بعد حدث

۱؎ فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۱۹
۲؎ البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۳۹

اور پانی قابلِ وضو حاضر ہے تو اب وضو کرے کہ گزشتہ تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہالینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمم رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اس کا بطلان ظاہر و صاف۔ خلاصہ یہ کہ طہارت و حدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کر دیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمم کرے گا سب رفع ہو جائیں گے لہٰذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمم پر حمل کریں۔ علما کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم وہ نہیں جو اس کے ظاہر سے مفہوم و لہٰذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کر دیا بہرحال اس کا ظاہر کسی نے مسلّم نہ رکھا۔

اللّٰھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔

ہاں مگر فاضل قرہ باغی نے شرح وقایہ پر اپنے حاشیہ میں — جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ (ت)

اقول والعجب من علامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحمہم اللّٰہ الجمیع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ وسمی متنہ الفقہی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیرانہ لاینسب الی ساکت قول اما اثبات الھندیۃ کلام شرح الوقایۃ ھذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجۃ علی ھذا المنوال جل ھمتھا الجمع والتلفیق ولذا رجحت علیھا الشروح الباحثۃ بالتنقیح والتحقیق۔

اقول تعجب ہے کہ علامہ وزیر اس پر ایضاح میں خاموش رہے جبکہ امامین شارح و ماتن پر اعتراض سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی ہے — خدا سب پر رحمت فرمائے — یہاں تک کہ لفظی گرفتوں تک تجاوز کر گئے اور اپنے فقہی متن کا نام "اصلاح" اور اصولی متن کا نام "تغییر التنقیح" رکھا مگر (یہاں وہ ساکت رہے تو) ساکت کی طرف تو کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ہندیہ نے شرح وقایہ کا یہ کلام ایک تقریر سے ثابت کیا ہے۔ یوں تو اس انداز پر جمع شدہ زیادہ تر فتاوٰی کا بڑا مقصد جمع و تلفیق ہوتا ہے۔ اسی لیے تنقیح و تحقیق سے بحث کرنے والی شروح کو ایسے فتاوٰی پر ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اقول وعندی مثل المتون عہ

عہ۱ **اقول** ای کمختصرات [ف۱] الائمۃ الطحاوی والکرخی والقدوری والکنز والوافی والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والمختار ومجمع البحرین ومواھب الرحمٰن والملتقی وامثالھا الموضوعۃ لنقل المذھب [ف۲] لا کامثال المنیۃ فانھا لاتعد و الفتاوی وقد رأیت التنویر [ف۳] یدخل روایات عن القنیۃ مع مصادمھا للمذھب المنصوص علیہ فی کتب محمد کما بینت بعضہ فی کتابی کفل الفقیہ الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم وقد [ف۴] جھل بعض ضلال الزمان وھو الگنگوھی فی رسالتہ فی الجماعۃ الثانیۃ اذ جعل الاشباہ من المتون [ف۵] ولم یدر السفیہ ما معنی المتن المراد ھنا وزعم بجھلہ ان کل بیضاء شحمۃ وکل سوداء تمرۃ وھذا کتاب الاشباہ مشحونا بالنقول عن الفتاوی وابحاثہ فما مرتبتہ الا فی الفتاوی او فی الشروح ھذا وقد [ف۶] عد والھدایۃ من المتون مع انھا شرح بالصورۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول میرے نزدیک فقہ میں متون۔

اقول یعنی جیسے مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنز الدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن، ملتقی۔ اور ایسی ہی دوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لیے لکھی گئی ہیں۔ منیہ جیسی کتاب نہیں کہ اس کا درجہ فتاوٰی سے زیادہ نہیں ــــ اور میں نے دیکھا کہ تنویر الابصار میں قنیہ سے نقل شدہ روایات داخل ہیں جب کہ وہ امام محمد کی کتابوں میں منصوص مذہب سے متصادم ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے بعض کا میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم فی حکم قرطاس الدراہم" میں بیان کیا ہے ــــ ایک گمراہِ زمانہ ــــ گنگوہی ــــ کی بے خبری دیکھیے کہ جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالہ میں "اشباہ" کو متون سے قرار دیا۔ نادان کو یہ پتا نہیں کہ یہاں متن سے کون سا معنی مراد ہے اور اپنی بے خبری سے یہ سمجھ لیا کہ "ہر سفید چیز چربی اور ہر سیاہ چیز کھجور ہے۔" (یا اردو مثل میں: ہر چمکتی چیز سونا ہے ۱۲ م۔ الف) یہ کتاب الاشباہ فتاوٰی کی نقول وابحاث سے بھری ہوئی ہے تو اس کا درجہ فتاوٰی ہی کا ہے یا شروح کا ــــ یہ ذہن نشین رہے اور علما نے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے باوجودیکہ وہ صورۃً شرح ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ع۱ **اقول** کشروح[ف۱] کتب الاصول الجامعین
والاصل والزیادات والسیرین للائمۃ وشروح
المختصرات المذکورۃ المبنیۃ علی التحقیق
ومبسوط الامام السرخسی وبدائع ملک العلماء
والتبیین والفتح والعنایۃ والبنایۃ وغایۃ
البیان والدرایۃ والکفایۃ والنہایۃ والحلیۃ
والغنیۃ والبحر والنہر والدرر والدر وجامع
المضمرات والجوہرۃ النیرۃ والایضاح وامثالہا
وتدخل فیہا عندی حواشی المحققین مثل
غنیۃ الشرنبلالی وحواشی الخیر الرملی و
رد المحتار ومنحۃ الخالق واشباہہا
لا کالمجتبی[ف۲] وجامع الرموز وابی المکارم
ونظرائہا بل ولا کالسراج الوہاج ومسکین
۱۲ منہ غفرلہ (م)

ع۲ **اقول** مثل[ف۳] الخانیۃ والخلاصۃ و
البزازیۃ وخزانۃ المفتین وجواہر
الفتاوی والمحیطات والذخیرۃ و
الواقعات للناطفی وللصدر الشہید ونوازل
الفقیہ ومجموع النوازل والولوالجیۃ والظہیریۃ
والعمدۃ والکبری والصغری وتتمۃ الفتاوٰے
والصیرفیۃ وفصول العمادی وفصول الاستروشنی

اقول جیسے کتبِ اصول کی شرحیں جو ائمہ نے لکھیں (کتبِ اصول یہ ہیں: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر) اور (حاشیۂ بالا میں) مذکورہ مختصرات کی شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں — اور مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق، النہر الفائق، درر احکام، دُرِ مختار، جامع المضمرات، جوہرۂ نیرہ، ایضاح۔ اور ایسی ہی دیگر کتابیں — میرے نزدیک ان ہی میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیۂ شرنبلالی، حواشی خیر الدین رملی، رد المحتار، منحۃ الخالق، اور ایسے ہی حواشی — مجتبٰی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم جیسی کتابیں نہیں — بلکہ سراج وہاج اور شرح مسکین بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں ہیں) ذخیرہ، واقعات ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبری، صغری، تتمۃ الفتاوٰی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ —

(باقی برصفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجامع الصغار والتاتارخانیة والهندیة وامثالها ومنها المنیة کما ذکرت لا کالقنیة[۱] والرحمانیة وخزانة الروایات ومجمع البرکات وبرهانه اما المعروضات[۲] فما بنی منها علی التنقیر والتنقید والتنقیح فهی عندی فی مرتبة الشروح کالفتاوی الخیریة والعقود الدریة للعلامة شامی واطمع ان یسلك ربی بمنه وکرمه فتاوای هذه فی سلکها فللارض من کأس الکرام نصیب اما فتاوی[۳] الطوری والمحقق ابن نجیم فقد قیل انه لا یعتمد علیها والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفر له (م)

ع۱ الثلثة بالثلثة علی الولاء ۱۲ منه غفر له (م)

ع۲ کصحاح[۴] الشیخین والمنتقی وابن السکن والمختارة وعندی منها موطا مالك ویتلوها ابن حبان لا کالمستدرك ۱۲ منه غفر له (م)

ع۳ کسنن ابی داؤد[۵] والنسائی والترمذی وفی مرتبتها مسند الرؤیانی ومثلها بل فوق[۶]

اور ایسی ہی کتابیں —— ان ہی فتاوٰی میں منیہ بھی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا —— قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات، مجمع البرکات، اور ان کی برہان جیسی کتابیں نہیں۔ لیکن معروضات تو ان میں جو چھان بین اور تنقید و تنقیح پر مبنی ہوں وہ میرے نزدیک شروح کے درجہ میں ہیں جیسے فتاوٰی خیریہ اور علامہ شامی کی العقود الدریہ —— اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان وکرم سے میرے ان فتاوی کو بھی ان ہی کی سلک میں منسلک فرمائے گا کہ اہلِ کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔ رہے فتاوٰی طوری اور فتاوٰی محقق ابن نجیم تو ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قابلِ اعتماد نہیں —— اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

تینوں، تینوں کے مقابل پے بہ پے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (یعنی سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر مسانید، اسی طرح متون پھر شروح پھر فتاوٰی۔ م الف)

جیسے صحاح شیخین و منتقی و ابن السکن و مختارہ —— اور میرے نزدیک ان ہی میں مؤطا امام مالک بھی ہے اور انہی سے متصل صحیح ابنِ حبان بھی —— مستدرک جیسی کتب نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

جیسے ابو داؤد، نسائی اور ترمذی کی سنن۔ ان ہی کے درجہ میں مسند رویانی بھی ہے اور ان ہی کے مثل بلکہ ان ہیں

(باقی برصفحہ آئندہ)

والمسانيد في الحديث انما يشعر باعتماده[عه] على ما يتقرر من مراده لا بخصوص العمل على ظاهر مفاده والله اعلم بنيات عباده۔

اور مسانید کا حال ہے۔ مگر اس سے قطع نظر تقریرِ ہندیہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس کا اعتماد اس مراد پر ہے جو اس تقریر سے ثابت ہوتی ہے خاص اس کے ظاہر مفاد پر عمل معتمد نہیں ___ اور خدا ہی اپنے بندوں کی نیتیں خوب جانتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ و بحث و جواب جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کر دیا،

حيث قال اجنب ولم يوجد ناقض الوضوء هل يجب التيمم والتوضي جميعا اذا احدث ومعه ماء يكفي للوضوء فقط فيه تردد والظاهر انه اذا تيمم للجنابة لا حاجة الى

ان کے الفاظ یہ ہیں: جنابت ہُوئی اور کوئی ناقضِ وضو نہ پایا گیا تو کیا اس پر تیمم اور وضو دونوں ہی واجب ہوں گے جبکہ اسے حدث ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو صرف وضو کے لیے کفایت کر سکے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعضها شرح معاني الاٰثار للطحاوي وكتاب الاٰثار لمحمد والحجج لعيسى بن ابان عن محمد وكتاب الخراج لابي يوسف رضي الله تعالٰى عن الجميع ۱۲ منه غفرله (م)

بعض سے بالاتر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، امام محمد کی کتاب الآثار، امام محمد سے روایت شدہ حجج عیسٰی بن ابان اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ (ت)

[عه] اجلها مسند الامام احمد ومن هذه الدرجة المصنفان ومعاجيم الطبراني لا كمسند الفردوس وامثاله وليس مسندا بهذا المعنى بل هو تخريج احاديث الفردوس ومن احب تمامه فلينظر رسالتي مدارج طبقات الحديث ۱۲ منه غفرله (م)

ان میں سب سے بزرگ تر مسند امام احمد ہے اور اسی درجہ میں دونوں مصنف (مصنف عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ) اور طبرانی کی معجم کبیر و صغیر و اوسط بھی ہیں۔ مسند الفردوس اور اس جیسی کتابیں نہیں۔ وہ اس معنی میں مسند ہے بھی نہیں۔ بلکہ اس میں احادیث فردوس کی تخریج ہے۔ اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ "مدارج طبقات الحدیث" ملاحظہ کرے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

التوضی ولابد للحکم بالاحتیاج الیھما من روایۃ صریحۃ۔[1]

اس بارے میں تردّد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ جب جنابت کا تیمم کرلے تو وضو کی کوئی ضرورت نہیں، دونوں ہی کی ضرورت ہونے کا حکم کرنے کے لیے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے۔ (ت)

اقول فاضل شارح کو تردّد ہوا اور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھا اور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا انتظار کیا حالانکہ یہ محلِ جزم ہے اور روایاتِ صریحہ اس طرف موجود کما عرفت و تعرف ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ معلوم ہوا اور بمشیت خدائے برتر آئندہ بھی معلوم ہوگا۔ ت) اسی کے قریب حاشیۂ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے:

فی صدر الشریعۃ اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء ای اذا وجد الحدث بعد التیمم للجنابۃ کما نص علیہ القھستانی و ظاھر ھذا انہ اذا وجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضؤ بہ للاستغناء بھذا التیمم عنہ وانما یستعملہ اذا وجد الحدث بعد ذلک وھو صریح عبارۃ القھستانی اھ[2] فنقل عنہ ما یأتی انفا۔

شرح صدر الشریعۃ میں ہے: "جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے" ــــ یعنی جب تیمم جنابت کے بعد حدث پایا گیا ہو جیسا کہ اس پر قہستانی نے نص کیا ہے ــــ اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب تیمم مذکور کے وقت وضو کے لیے کفایت کر جانے والا پانی ملے تو اس سے وضو نہیں کریگا کیونکہ اس تیمم کی وجہ سے اُس وضو سے بے نیازی ہے وُہ پانی اسی وقت استعمال کریگا جب اس کے بعد حدث پایا جائے۔ یہی قہستانی کی صریح عبارت ہے" اور اس کے بعد قہستانی کی وہ عبارت نقل کی جو ابھی آرہی ہے۔ (ت)

اقول لم یصل فھمی الی مرجعہ ظاھر نص القھستانی ثم صریح عبارتہ وھو صریحھا لاشک **ثم** انما عاقہ عن الجزم بہ قصر نسبتہ علی القھستانی وما ھولہ بل

اقول انھوں نے پہلے اسے نص قہستانی کا ظاہر کہا پھر اس کی صریح عبارت کہا اس میں کیا رمز ہے میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔ یقیناً یہ قہستانی کی صریح عبارت ہے۔ اس پر جزم سے ان کے لیے یہی چیز مانع ہوئی کہ اس کی نسبت

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم مطبوعہ بیروت ۱/۱۳۴

للامام الجلیل الاسبیجابی۔

قہستانی تک محدود ہے حالانکہ یہ قہستانی کا کلام نہیں بلکہ امام جلیل اسبیجابی کا ہے۔ (ت)

یہ سات دلائل ہیں اور بحمد اللہ تعالٰی روشن و کامل ہیں، اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجئے وباللہ التوفیق۔

نص اول: محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں:

لوان رجلا انتبہ من النوم محتلما وکان لہ ماء یکفی للوضوء لاللغسل تیمم ولم یجب علیہ الوضوء عندنا خلافا للشافعی[۱]۔

اگر کوئی شخص احتلام کی حالت میں نیند سے بیدار ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو صرف وضو کیلئے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے گا ہمارے نزدیک —— بخلاف امام شافعی کے —— اس پر وضو واجب نہیں۔ (ت)

صریح تصریح ہے کہ سوتے سے مُحتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود، وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کے لیے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔

نص دوم: شرح مختصر امام اجل طحاوی للامام علی الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے:

الجنب اذا کان لہ ماء یکفی لبعض اعضائہ اوالمحدث[ع] للوضوء تیمم ولم یجب علیہ

جنب کے پاس جب اتنا ہی پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے لیے کفایت کرسکے۔ یا محدث کو،

ع ھکذا ھو فی جامع الرموز وعنہ فی ردالمحتار ووقع فی نسخۃ ط المصریۃ طبع المیری بدون لفظ المحدث وھو یشبہ التکرار فما اعضاء الوضوء الابعض اعضاء الجنب ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ لفظ اسی طرح جامع الرموز میں ہے اور اس سے ردالمحتار میں بھی ایسے ہی نقل ہے اور طحطاوی کے مصری نسخہ طبع میری میں لفظ "محدث" کے بغیر ہے اور اس سے تکرار سی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اعضائے وضو جنب کے بعض اعضاء ہی تو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] درر الحکام لمولٰی خسرو باب التیمم المکتبۃ الکاملیہ بیروت ۱/۴۹

صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کاف له[1]

وضو کے لیے۔ تو وہ تیمم کرے اور اس پر اس پانی کو بعض اعضاء کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہے اس لیے کہ وُہ وضو کے لیے کافی پانی پر قادر ہے۔ (ت)

صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث کے لیے وضو صرف اسی وقت ہے کہ جنابت کا تیمم کر چکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُن کے لیے وضو کی اصلاً حاجت نہیں۔

اقول یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کے لیے وضو نہیں۔ جب تک تیمم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کے لیے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمم کرلیا پھر حدث ہوا اور اس پر حکم وضو آیا اس وقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کرچکا اور وہ وقوعِ حدثِ اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورۂ شرح طحاوی کا تتمہ ہے ولم یجب علیه التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد ماء کافیا للغسل[2] (اور اس پر تیمم واجب نہیں کیونکہ وہ تیمم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ غسل کے لیے کافی پانی پائے۔ ت)

نص سوم: فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملّۃ والدّین قاضی خان میں ہے:

جنب تیمم للظهر وصلی ثم احدث فحضرته العصر ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضؤ لان الجنابة

کسی جنب نے ظہر کے لیے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر اسے حدث ہُوا تو نمازِ عصر کا وقت آیا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ وضو کرے گا

ع ردالمحتار کی عبارت کہ دلیل پنجم میں گزری کہ جس جنب کو صرف وضو کے قابل پانی ملے اس پر وضو فقط اس وقت ہے کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہو اگر اس تیمم سے پہلے حدث تھا تو اس کے لیے وضو عبث ہے، گویا نص چہارم ہے کہ نصوص ائمہ واکابر یہی اس کے مآخذ ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

(م)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

[2] السعایۃ شرح الوقایۃ 〃 سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱

قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضؤ به فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم به ولم یغتسل حتی حضرته المغرب وقد احدث او لم یحدث ومعه ماء قدر ما یتوضؤ به فانه[ع] یتیمم ولا یتوضؤ به

کیونکہ جنابت تو تیمم سے دُور ہوگئی۔ پھر جب بعد تیمم اسے حدث ہُوا اور اس کے پاس اتنا پانی بھی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا۔ تو اگر عصر کے لیے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر پانی کے پاس سے گزرا اور اس سے باخبر بھی ہُوا مگر غسل نہ کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور اسے حدث بھی ہوا یا حدث نہ ہُوا۔ اتنا پانی بھی اس کے پاس ہے جس سے وضو کرسکے تو اسے تیمم کرنا ہے وضو نہیں کرنا ہے

ع فقیر کے پاس خانیہ کے چار نسخے ہیں ایک مطبع العلوم کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ہجریہ اس کی جلد اول نہیں۔ دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے چوراسی (۸۴) برس ہُوئے۔ تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ہامش ہندیہ پر ہے۔ چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ جس کے ہامش پر سراجیہ ہے۔ عجب کہ ان سب میں ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ کے بعد الفاظ حکم ساقط ہیں اس کے بعد لانہ لما مر تعلیل ہے عجب نہیں کہ مصری و مصطفائی دونوں نسخے اسی نسخہ کلکتہ سے نقل ہوتے ہوں جس میں عبارت چھوٹ گئی اگرچہ خود فحوائے عبارت نیز ملاحظہ ارشاد امام محمد کتاب الاصل سے کہ بعونہ تعالٰی افادات میں آتا ہے الفاظ ساقط ظاہر تھے کہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ ہوں گے کاتب کی نظر ایک لا یتوضؤ بہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی بحمدہ تعالٰی نسخ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پُرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعہ من الماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر الخ اس کے بعد ولد عزیز ذو العلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقہ اللہ تعالٰی لحمایۃ الدین ونکایۃ للمفسدین وجعلہ کاسمہ ظفر الدین نے اپنے زمانہ مدرسی مدرسۂ شمس الہدٰی بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدا بخش خاں سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ھ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہُوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر الخ۔ دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی جسے ۴۰۸ برس ہُوئے اُس میں یُوں ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم لانہ لما مر الخ اس کا بھی حاصل وہی ہے کما لا یخفی ۱۲ منہ غفر لہ (م)

لانہ لما مر بماء یکفی للاغتسال عاد جنبا فھذا جنب معہ ماء لا یکفی للاغتسال فیتیمم[1]۔

کیونکہ جب وہ غسل کے لیے کافی پانی پر گزرا تو پھر جنب ہوگیا۔ اب یہ ایسا جنب ہے جس کے پاس غسل کے لیے ناکافی پانی ہے تو اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اُسے اگر تیمم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمم سے پہلے ہو تو صرف تیمم کرے وضو نہ کرے۔

اقول واستنادی بما ذکرہ رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والا فدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف غفر لہ المولی اللطیف کما ستعرفہ فی الافادات انشاء واھب العطیات۔

اقول میرا استناد ان اصول احکام سے ہے جو امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی نے تعلیلات کے تحت ذکر کیے۔ ورنہ اس جزئیہ کے اس اصل کے اندر داخل ہونے میں بندۂ ضعیف کو ــــ مولائے لطیف اسے مغفرت سے نوازے ــــ پرزور کلام ہے جیسا کہ اگر عطاؤں سے نوازنے والے رب نے چاہا تو افادات کے تحت معلوم ہوگا۔ (ت)

بالجملہ سات روشن دلائل اور تین نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ (وہ پُورے دس ہیں۔ ت) سے بحمدہٖ عزّ وجل حکم آشکار ہوگیا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالٰی علی اصفی مصطفی، وارضی مرتضی، وآلہ وصحبہ الی یوم القضاء، اٰمین۔

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، برکت والی حمد جیسی ہمارا رب چاہے اور پسند فرمائے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو سب سے زیادہ پسندیدہ ذات گرامی پر اور ان کی آل واصحاب پر فیصلہ کے دن تک۔ الٰہی قبول فرما!

رہا امام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولاً کلام پیشینیاں پیش کریں۔ پھر وُہ جو قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوا ہدیۂ انظار انصاف کیش۔

قال الامام صدر الشریعۃ الھمام اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی

امام بلند ہمت صدر الشریعۃ ــــ خدائے برتر دار السلام میں انھیں مقام بلند عطا فرمائے اور

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

دارالسلام ⁂ ورحمنا به وبسائر الائمة الکرام ⁂ فی کل حال ومقام ⁂ مدی اللیالی و الایام ⁂ اول باب التیمم من شرحه للوقایة اذاکان للجنب مایکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق واذاکان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا[1] اھ

ہم پر ان کی برکت سے اور دیگر ائمہ کرام کی برکت سے ہر حال ومقام میں جب تک گردش شب و روز ہے ہمیشہ رحمت فرمائے — شرح وقایہ اول باب التیمم میں فرماتے ہیں: "جب جنابت والے کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کفایت کرے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے۔ اس پر وضو کرنا واجب نہیں — لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے — تو جنابت کے لیے تیمم بالاتفاق ہے۔ اور جب محدث کے پاس اتنا ہی پانی ہو جو صرف اس کے بعض اعضا کے دھونے میں کفایت کرسکے تو اس صورت میں بھی اختلاف ثابت ہے۔" (ت)

واعترضوه بخمسة وجوه:

الاول قال البرجندی فی شرح النقایة بعد نقل کلام الصدر الامام هو مشعر بانه قد تکون جنابة مع وجود الوضوء ولایخفی ان الجنابة تحصل بخروج المنی اوبغیبة الحشفة وخروج الخارج من الذکر وغیبة الحشفة ناقضان للوضوء۔

وَالجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومربماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم بعد عن الماء فانه صار جنبا ومع[ع] ذلك وضوؤہ باق

ناظرین نے اس پر پانچ طرح **اعتراض** کیا ہے:

اول: برجندی نے شرح نقایہ میں، امام صدر الشریعۃ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا، یہ کلام اس کا پتا دیتا ہے کہ کبھی وضو رہتے ہوئے بھی جنابت ہوتی ہے حالانکہ مخفی نہیں کہ جنابت منی کے نکلنے یا حشفہ کے غائب ہونے سے ہوتی ہے۔ اور ذکر سے نکلنے والی چیز کا باہر آنا اور حشفہ کا غائب ہونا دونوں ہی ناقضِ وضو ہیں۔

جواب یہ ہے کہ جنب جب تیمم کرلے اور بے وضو ہوکر پھر وضو کرے اور غسل کے لیے کافی پانی پر گزرے مگر غسل نہ کرے پھر پانی سے دور ہو جائے تو وہ جنابت والا ہوگیا۔ اس کے باوجود اس کا

ع **اقول** ای لم یعد حدثه علی وزان ما قدمنا ۱۲ منه غفرله (م)

اقول یعنی دوبارہ اسے حدث نہ ہوا، اسی انداز پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵

وضو باقی ہے۔

وَیمکن ان یصور ذلك علیٰ قول محمد بان یجامع الرجل المتوضئ امرأۃ ولو ینزل فانہ قد اجنب ولم ینتقض[عہ۱] وضوؤہ فان المباشرۃ الفاحشۃ غیر ناقضۃ عندہ ولم یوجد[عہ۲] شیئ اٰخر من نواقض الوضوء

اس کی صورت امام محمد کے قول پر یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ باوضو مرد عورت سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ جنابت زدہ ہوگیا اور اس کا وضو نہ ٹوٹا کیونکہ ان کے نزدیک مباشرتِ فاحشہ ناقضِ وضو نہیں — اور نواقضِ وضو میں سے کوئی دُوسری چیز بھی نہ پائی گئی۔

وَعلیٰ قول الشیخین[عہ۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہم بان یستمنی بالید ثم یأخذ رأس الذکر حتی لا یخرج المنی فقد[عہ۴] اجنب و

اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ہاتھ سے منی نکالے پھر ذکر کا سرا پکڑلے تاکہ منی باہر نہ آئے تو وہ جنب ہوگیا اور ناقضِ وضو

عہ۱ اقول قد علمت المعنی فاحتفظ ولا تزل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول ناظر کو مراد معلوم ہوگئی تو نگہداشت چاہئے اور لغزش سے پرہیز ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ اقول ای ما ھو حدث اصغر اذ لا یقال نواقض الوضوء الا علیھا فھھنا افصح عن المراد ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی اس چیز سے جو حدث اصغر ہو کیوں کہ نواقضِ وضو کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے تو یہاں اپنی مراد واضح کردی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۳ اقول ھذا سھو وانما ھو قول الطرفین واطلاق الشیخین علیھما بعید وان جاء فی بعض المواضع علی الصاحبین کما بینتہ فی کتابی فصل القضاء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یہ سہو ہے۔ وُہ طرفین کا قول ہے اور ان پر اطلاقِ شیخین بعید ہے اگرچہ بعض مقامات میں صاحبین کے لیے شیخین کا اطلاق ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "فصل القضاء" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۴ اقول ای اذا خرج المنی لان الخروج شرط بالاجماع انما النزاع فی اشتراط الشھوۃ عند الخروج اوکفایتھا عند الانفصال بہ قالا وبالاول ابویوسف فاحتمال ارادۃ خلافہ ظن مالا یلیق بالعلماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی جب منی باہر آجائے اس لیے کہ باہر آنا بالاجماع شرط ہے نزاع صرف اس میں ہے کہ شہوت یعنی باہر آنے کے وقت ہونا شرط ہے یا بس اپنے مقر سے منی کے انفصال کے وقت (شہوت) ہونا کافی ہے۔ دوم کے قائل طرفین ہیں اور اول کے قائل امام ابویوسف ہیں۔ تو یہ احتمال کہ اس کے خلاف مراد لے لیا ہو ایسا ظن ہے جو علما کے لائق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لم یوجد ناقض للوضوء[1] اھ۔

واعترضه عصری وهو اللکنوی فی سعایته بما تلخیصه انه فی صورة المباشرة الفاحشة ان لم یولج لم یجنب وان اولج فقد انتقض وضوءه لان دخول الحشفة ناقض للغسل والوضوء جمیعا وکذا فی صورة الاستمناء ان خرج المنی فقد انتقض وضوءه وان لم تحصل الجنابة وان لم یخرج فلا جنابة ولاحدث[2] اھ هذا حاصل ما اطال به فی نحو ثلثة امثال عبارتنا هذه۔

والثانی التناقض وقرره ش بما یبتنی علی الاول فجوابه جوابه وذلك قوله فی رد المحتار قول صدر الشریعة مشکل لان الجنابة لا تنفك عن حدث یوجب الوضوء وقد قال اولا یجب علیه التیمم لا الوضوء فقوله ثانیا یجب علیه الوضوء تناقض[3] اھ ثم ذکرا لجواب الاتی عن القهستانی فی الاشکال الخامس فانه دافع

نہ پایا گیا اھ (ت) (برجندی کی عبارت ختم ہوگئی)

اس پر ایک معاصر عالم ــــ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ــــ نے اپنی سعایہ (حاشیہ شرح وقایہ) میں **اعتراض** کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: "مباشرت فاحشہ کی صورت میں اگر ایلاج نہ کیا تو جنب نہ ہُوا۔ اور ایلاج کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اس لیے کہ دخولِ حشفہ غسل ووضو دونوں ہی کا ناقض ہے ــــ اسی طرح منی نکالنے کی صورت میں اگر منی باہر آئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اگرچہ جنابت نہ ہوئی اور اگر منی باہر نہ آئی تو نہ جنابت ہے نہ حدث اھ" یہ اس کا حاصل ہے جو انہوں نے ہماری اس عبارت سے تین گنا میں پھیلا کر لکھا ہے۔ (ت)

دوم: تناقض۔ شامی نے اس کی تقریر ایسے کلام سے کی ہے جو اشکال اول ہی پر مبنی ہے تو جو اُس کا جواب ہے اِس کا جواب ہے رد المحتار میں ان کا یہ کلام ہے: "صدر الشریعة کے قول میں اشکال ہے اس لیے کہ جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی اور پہلے فرما چکے ہیں کہ اس پر تیمم واجب ہے وضو نہیں" تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ اس پر وضو واجب "ہے" دونوں میں تناقض ہے" اھ۔ پھر اس کا وہ جواب ذکر کیا جو قہستانی کے حوالے

---

[1] شرح النقایة للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴
[2] السعایة باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱
[3] رد المحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

للتناقض ایضا بوجه حسن صحیح ۔

ونقل ھھنا فی السعایة مایمکن ان یؤخذ منه تقریرا آخر للتناقض غیر مبتن علی الاشکال الاول وھو انه اذا لم یکن معھا حدث فکیف یوجب الشافعی ھناك الوضوء[1] اھ فیؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم یلزم الاکبر ولکن کلام الصدر الامام فی الصورة الاولی ایضا فی جنابة معھا حدث بدلیل ایجاب الشافعی الوضوء فجاء التناقض۔

والثالث ان قوله فالتیمم للجنابة بالفاء ان کان تفریعا فلا محصل له لان کون التیمم للجنابة غیر مفرع علی وجوب الوضوء وان کان تعلیلا ورد علیه ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة فیلزم ان یجب الوضوء ھناك ایضا[2]۔

والرابع ان کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین لا اختصاص له بھذہ الصورة[3] اھ نقلھما اللکنوی۔

والخامس مخالفته لما تقرر فی المذھب کما بیناہ بالدلائل والنصوص

سے اشکال پنجم کے تحت آرہا ہے۔ وہ جواب بھی عمدہ وصحیح طرز پر تناقض دفع کر دیتا ہے۔

یہاں سعایہ میں وہ نقل کیا جس سے تناقض کی ایک دوسری تقریر اخذ کی جاسکتی ہے جو اشکال اول پر مبنی نہ ہو" وہ یہ کہ جب جنابت کے ساتھ حدث نہ ہو تو وہاں امام شافعی وضو کیسے واجب کریں گے؟ اھ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حدث اصغر اگرچہ حدث اکبر کو لازم نہیں لیکن صدر الشریعۃ کا کلام پہلی صورت میں بھی ایسی ہی جنابت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہو اس دلیل سے کہ اس میں امام شافعی وضو واجب کرتے ہیں۔ تو تناقض ہوگا۔

سوم: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابة" (تو تیمم جنابت کے لیے ہے) میں "فا" اگر تفریع کیلئے ہے تو اس کا کوئی حاصل نہیں اس لیے کہ تیمم جنابت کے لیے ہونا وجوب وضو پر متفرع نہیں ــــ اور اگر تعلیل کے لیے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت ہی کے سبب ہے تو لازم آئے کہ وہاں بھی وضو واجب ہو۔

چہارم: بالاتفاق جنابت کے لیے تیمم ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت سے خاص نہیں اھ۔

یہ دونوں اعتراض مولانا فرنگی محلی نے نقل کیے۔

پنجم: یہ اس کے مخالف ہے جو مذہب میں مقرر وثابت ہے جیسا کہ دس دلائل ونصوص سے

---

۱ و ۲ و ۳ السعایة باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

العشرة ان الحدث مع الجنابة لا یوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ماء یکفی للغسل الیه اشار البرجندی بقوله متصل العبارة المذکورة آنفا۔

لکن الکلام فی انه هل یجب فی الصورتین (عہ) التوضی اذا احدث فیه تردد والظاهر لا ولا بد للحکم بالاحتیاج من روایة صریحة (ے) اھ۔

کما قدمنا عنه تلو الدلائل وذکرنا انه لو کان فی نظره اذ ذاك نصوص المذهب لما قنع بالتردد والاستظهار۔

وهذا هو اعظم الایرادات وهو الذی احوج العلماء الی تاویل کلامه رحمه الله تعالٰی۔

ومحط کلامهم جمیعا ارجاع

ہم نے اسے بیان کیا۔ مذہب میں یہ ہے کہ جنابت کے ساتھ حدث بالکل موجبِ وضو نہیں جب اتنا پانی دستیاب نہ ہو جو غسل کے لیے کافی ہو — اسی کی طرف برجندی نے ابھی ذکر شدہ عبارت سے متصل اپنے درج ذیل کلام سے اشارہ کیا ہے:

"لیکن کلام اس میں ہے کہ کیا دونوں صورتوں میں وضو کرنا واجب ہے جب حدث ہوا ہو۔ اس بارے میں تردّد ہے اور ظاہر نفی ہے۔ احتیاجِ وضو کا حکم کرنے کیلئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے"۔ اھ

جیسا کہ دلائل کے بعد ان سے ہم نے یہ عبارت نقل کی اور بتایا کہ اگر اس وقت ان کی نظر میں مذہب کے نصوص ہوتے تو وہ تردّد و استظہار پر قناعت نہ کرتے۔

یہی سب سے بڑا اعتراض ہے اسی کی وجہ سے حضرات علما کو صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

اور ان سب حضرات کی تاویلات کا مآل یہ ہے

عہ ای الاخریین ولعمری لقد اصاب فی تخصیص الکلام بهما وعزل الصورة الاولی لان فیها لا شك فی وجوب الوضوء اذا احدث کما سیأتی تحقیقه فی الافادة ۱۱ بعونه تعالٰی ۱۲ منه غفر له (م)

یعنی بعد والی دونوں صورتوں میں۔ اور ان دونوں سے کلام خاص کرکے اور پہلی صورت کو الگ کرکے یقیناً انہوں نے صحیح کیا اس لیے کہ پہلی صورت میں حدث ہونے کے وقت وجوب وضو میں شک نہیں جیسا کہ اس کی تحقیق بعونہ تعالٰی افادہ ۱۱ میں آرہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ے شرح النقایة للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابۃ غیر ان لھم فیہ مسلکین،

احدھما[عہ] تقدیر المضاف ای

کہ "وجوب وضو کا حکم اس حدث کی طرف عائد ہے جو تیمم جنابت کے بعد ہو" ——— مگر اس بارے میں ان کے دو مسلک ہیں:

طریق اول: "اما اذا کان مع الجنابۃ

عہ قال فی السعایۃ فی غایۃ الحواشی قولہ یجب جزاء اما وکلمۃ کان تامۃ وتقدیر الکلام اما اذا وجد مع تیمم الجنابۃ حدث یوجب الوضوء فیجب الوضوء اتفاقا یعنی احدث بالتیمم للجنابۃ مع وجود الماء الکافی للوضوء فیجب الوضوء مع انہ تیمم الجنب اتفاقا بخلاف الصورۃ المسطورۃ فان فیھا بعد تیمم الجنابۃ لایجب الوضوء فقولہ بالاتفاق متعلق بقولہ یجب وقولہ فالتیمم الفاء للتفریع ای فثبت التیمم للجنابۃ مع وجوب الوضوء فانہ ذکر فی الجامع عن شرح الطحاوی وغیرہ انہ لایجب للجنب صرف الماء الی بعض الاعضاء او للحدث الا اذا تیمم للجنابۃ ثم وقع منہ حدث یوجب الوضوء، لانہ یجب علیہ الوضوء ح لانہ قدر علی ماء کاف لہ ولم یجب التیمم لانہ بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد

سعایہ میں لکھا ہے: غایۃ الحواشی میں ہے: لفظ "یجب" "اما" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی لیکن جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے ——— یعنی تیمم جنابت کے ساتھ، وضو کے لیے کافی پانی ہوتے ہوئے وہ محدث ہوا تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے اتفاقاً ——— بخلاف صورت مسطورہ کے، کہ اس میں تیمم جنابت کے بعد وضو واجب نہیں ——— تو لفظ "بالاتفاق" لفظ "یجب" سے متعلق ہے۔ اور فالتیمم میں فا تفریع کے لیے ہے یعنی ——— تو وجوب وضو کے ساتھ، جنابت کے لیے تیمم ثابت ہوا۔ کیونکہ جامع میں شرح طحاوی وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ جنب کے لیے بعض اعضاء میں پانی صرف کرنا یا حدث کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہوگا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے جو وضو کے لیے کافی ہے ——— اور تیمم واجب نہیں اس لیے کہ وہ تیمم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

اذا وجد مع تیمم الجنابة[1] حدث یجب الوضوء بالاتفاق[2] فیبقی[3] هذا التیمم للجنابة خاصةً[4] بخلاف ما اذا وجد الحدث

حدث" میں جنابت سے پہلے) مضاف مقدر ماننا یعنی جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے تو یہ تیمم خاص جنابت کیلئے رہ جائیگا بخلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الماء الکافی للغسل انتہی فاندفع السؤال المشھور ان الجنابة تستلزم الحدث فکیف یصح قوله اذا کان مع الجنابة حدث ومن فسر فالتیمم للجنابة واجب بعد الوضوء فما شم رائحة المقصود اھ ۱۲ منه غفر له (م)

غسل کے لیے کافی پانی اسے ملے۔ انتہی ۔۔ تو وہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ جنابت حدث کو مستلزم ہوتی ہے۔ پھر صدر الشریعۃ کا قول "اذا کان مع الجنابۃ حدث" (جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث ہو) کیسے صحیح ہوگا۔ اور جس نے یہ تفسیر کی: فالتیمم للجنابۃ واجب بعد الوضوء (تو جنابت کے لیے تیمم وضو کے بعد واجب ہے) تو اسے مقصد کی بُو بھی نہ ملی اھ۔ عبارتِ سعایہ ختم ہوئی۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] اشار الی ما قاله فی غایة الحواشی ان کان فی قول الشارح تامة ۱۲ منه غفر له (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو غایۃ الحواشی میں لکھا کہ شارح کی عبارت میں "کان" تامہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (تو اذا کان کی تفسیر "اذا وجد" (جب پایا جائے) سے کی گئی۔ ۱۲ م الف)

[2] اشار الی ما قاله ان بالاتفاق متعلق بیجب ۱۲ منه غفر له (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو اس میں لکھا ہے کہ "بالاتفاق" یجب سے متعلق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[3] اشار الی ما قاله ان الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ۱۲ منه غفر له (م)

اس کی طرف اشارہ ہے کہ فالتیمم میں ف برائے تفریع ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[4] زدت خاصةً اذ به یتم المقصود وغیّرت ما سلکه ان المراد ثبت التیمم للجنابة مع وجوب الوضوء فان المقصود اذن فیما حذفه

میں نے "خاصۃً" بڑھا دیا کیونکہ اسی سے مقصد پورا ہوتا ہے ۔۔ اور اس میں جو طریقہ اختیار کیا کہ "یہ مراد ہے کہ وجوب وضو کے ساتھ جنابت کا تیمم ثابت ہے" میں نے اسے بدل دیا، کیونکہ اس طور پر

(باقی برصفحہ آئندہ)

قبل التیمم فانہ[علی] یکون لہ وللجنابۃ معاً کما افید فی شرح الطحاوی وغیرہ ھذا تھذیب مانقلتہ السعایۃ عن غایۃ الحواشی واعتمدتہ وان ناقشتہ[عہ] فی زوائد ومن طالع عبارتھا و

اُس صورت کے جب حدث تیمم سے قبل پایا جائے کہ یہ حدث اور جنابت دونوں کے لیے ہوگا۔ جیسا کہ شرح طحاوی وغیرہ میں اس کا افادہ ہوا ہے۔ یہ اس کی اصلاح وتنقیح ہے جو سعایہ میں غایۃ الحواشی سے نقل کیا اور اس پر اعتماد کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قولہ مع وجوب الوضوء وفیہ الفرق بین الصورتین فتبقی الجملۃ بحذفہ ناقصۃ مختلۃ وحذفت[ف] قولہ اتفاقا لانہ خلاف المقصود وفی نفسہ مردود کما ستعلم بعون الودود ۱۲ منہ غفرلہ (م)

مقصود اسی لفظ سے ادا ہوگا جو صدر الشریعۃ نے حذف کیا یعنی "مع وجوب الوضوء" اور اسی سے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوسکے گا تو اسے حذف کردینے سے جملہ ناقص اور مختل ہوجائیگا ــــ اور غایۃ الحواشی کا لفظ "اتفاقاً" میں نے حذف کردیا اس لیے کہ خلاف مقصود ہے اور بجائے خود بھی نامقبول ہے جیسا کہ بعونِ الٰہی معلوم ہوگا ۱۲ منہ (ت)

عہ زدتہ اذ بہ تمام التقریب علی الوجہ الذی وصفنا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

میں نے اسے بڑھادیا کیونکہ اس سے تقریب تام ہوتی ہے اس طور پر جو ہم نے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ نازعہ فی کون کان تامۃ بانہ لادخل لہ فی المقصود ویمکن کونھا ناقصۃ وفی کون الفاء للتفریع وقال الاظھر علی ھذا ان تکون تعلیلیۃ یعنی لان التیمم للجنابۃ والحدث طار (ای طارئ) فلا یکفی لہ اھ ملخصا مھذبا اقول[ف۲] یحتاج الی ذکر الخصوص کما فعلنا والا فکون التیمم للجنابۃ لایمنع کونہ للحدث الا ان یکون الحدث طارئا فاذن ذکر فی التعلیل مالادخل لہ وطوی ماھو التعلیل وکیفما کان لیس

اس سے کان کے تامہ ہونے میں نزاع کیا کہ اس کا مقصد میں کچھ دخل نہیں ناقصہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور فا کے برائے تفریع ہونے میں نزاع کیا' اور کہا اس طور پر ظاہر تریہ ہے کہ تعلیلیہ ہو یعنی اس لیے کہ تیمم جنابت کا ہے اور حدث طاری ہے تو اس کیلئے کافی نہیں اھ انکی عبارت تلخیص او اصلاح وتنقیح کے ساتھ ختم ہوئی اقول انہیں "خصوص" کے ذکر کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم نے کیا ورنہ تیمم کا جنابت کے لیے ہونا اس سے مانع نہیں کہ حدث کے لیے بھی ہو مگر یہ کہ حدث (بعدِ تیمم) طاری ہو ــــ تو تعلیل میں وہ ذکر کیا جسے کوئی دخل نہیں اور اسے چھوڑ دیا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

وازن بینها وبین الفاظنا عرف کیف لخصنا ما اطال به وقربناه ونقحناه وھذبناه۔

اگرچہ کچھ زوائد میں اس سے مناقشہ بھی کیا — عبارت سعایہ کا مطالعہ اور اس کا اور ہمارے الفاظ کا موازنہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو طویل کلام تھا ہم نے اس کی کیسی تلخیص کردی اور فہم کے قریب بھی کر دیا۔ الفاظ کی تنقیح وتہذیب بھی ہوگئی۔ (ت)

والاٰخر جعل مع بمعنی بعد وھو المسلك المشھور۔

طریق دوم: مع کو بعد کے معنی میں قرار دینا۔ یہ مشہور طریقہ ہے۔

قال المحقق مولٰی خسرو فی الدرر بعد عبارته التی قدمنا فی النصوص اما اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء بان احدث بعد التیمم فیجب علیه الوضوء، فالتیمم للجنابة بالاتفاق اھ[1]۔

محقق مولٰی خسرو نے دررالحکام میں — اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں پیش کی — فرمایا: "لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس طرح کہ تیمم کے بعد محدث ہوا تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے ہے" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الا کلاما فی امر زائد ومن سلك مسلکا صحیحا لا یقال ان کلامه مخدوش کما قاله فی عمدة الرعایة وان اختار فی امر زائد ظاھرا مکان الاظھر وکون بحث کان بمعزل عن المقصود بالکلیة اظھر من ان یظھر ثم کونها تامة ھو الظاھر المتبادر ذکره المحشی بیانا للواقع کعادتھم لا لتوقف الجواب علیه فلیس فیما نقل من عبارته دلالة علیه ۱۲ منه غفرله (م)

جو واقعۃً تعلیل ہے — خیر جو بھی ہو یہ ایک زائد معاملہ میں ہی کلام ہے — اور جو کسی صحیح رَوِش پر چلا ہو اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کلام مخدوش ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں کہا اگرچہ اس امر زائد میں وہاں ظاہر تر کی جگہ ظاہر اختیار کیا ہے۔ اور کان کی بحث کا مقصود سے بالکل الگ ہونا بالکل محتاج بیان نہیں — پھر اس کا تامہ ہونا بھی ظاہر متبادر ہے۔ محشی نے بیان واقع کے طور پر اسے ذکر کر دیا ہے جیسا کہ ان حضرات کی عادت ہے۔ اس لیے نہیں ذکر کیا ہے کہ جواب اسی پر موقوف ہے منقولہ عبارت میں اس پر کوئی دلالت بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

[1] درر مولٰی خسرو باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دارالسعادۃ مصر ۱/۲۹

قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیة یعنی فالتیمم باق لرفع الجنابة[1] وقال تلمیذہ الفاضل اخی چلپی فی ذخیرۃ العقبٰی.

قولہ مع الجنابة حدث یوجب الوضوء (یعنی اذا اغتسل الجنب و بقی فی عضو من[عه۱] اعضائه لمعة و فنی الماء فتیمم للجنابة ثم احدث حدثا[عه۲] یوجب الوضوء ولم یتیمم للحدث فوجد ما یکفی

علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا یعنی "تو تیمم جنابت دور کرنے کے لیے باقی ہے" اور ان کے تلمیذ فاضل اخی چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں لکھا:

قولہ "مع الجنابة حدث یوجب الوضوء" (جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہے جو وضو واجب کرتا ہے) یعنی جب غسل کرے اور اس کے کسی عضو میں کچھ جگہ چھوٹ جائے اور پانی ختم ہو جائے تو جنابت کے لیے تیمم کرلے پھر اسے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اور اس حدث کے لیے اس نے تیمم نہ کیا پھر

عه۱ اعترضه فی السعایة بان تقریرہ یحکم یکون مع بمعنی بعد واذا حمل علیه فتصویرہ سهل لا یحتاج الی حدیث اللمعة اھ اقول[1] الاعتراض علی التصویر کالمناقشة فی المثال فانه لا یضر بالمقصود ۱۲ منه غفرله (م)

عه۲ اقول[2] هذہ زیادۃ ضائعة فلو تیمم للحدث لکان الحکم کذا وانما زادہ مراعاۃ للتصویر الذی ذکر فیه الشارح الامام اٰخر الباب ما نقل عنه وهو[3] ایضا غیر محوج فان الشارح ذکر ایضا ما اذا تیمم للجنابة

سعایہ میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تقریر کا حکم یہ ہے کہ مع بمعنی بعد ہو اور جب اس پر محمول کرلیا جائے تو اس کی تصویر آسان ہے۔ حدیث لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ کی بات) درمیان میں لانے کی ضرورت ہی نہیں اھ اقول کسی مسئلہ کی صورت نکالنے پر اعتراض ایسا ہی ہے جیسے مثال میں مناقشہ کہ یہ مقصود کے لیے مضر نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یہ بیکار کا اضافہ ہے — اگر وہ حدث کے لیے تیمم کرلے جب بھی حکم یہی ہوگا — اسے انہوں نے اس تصویر کی رعایت میں بڑھا دیا جس میں یہ منقولہ جملہ شارح امام نے آخر باب میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اضافہ کی ضرورت نہیں کیونکہ شارح نے یہ ذکر کیا ہے لیکن

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/ ۲۹

للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء[1] اھ۔

وقال الشمس القهستاني في شرح النقاية بعد ما نقلنا عنه في النصوص وهذا صورة ما قال المصنف واما اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق فان مع فيه بمعنى بعد كما قالوا في قوله تعالٰی ان مع العسر يسرا وبه ينحل ما في هذا المقام من الاشكال المشهور[2] اھ وتبعه المدقق العلائي في الدر واقره محشوه واعترض هذا المسلك في السعاية بانه لو اجنب ثم احدث فوجد ما يكفي للوضوء فقط

اسے اتنا پانی ملا جو وضو کے لیے کافی ہے، اس چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے نہیں، تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے اھ (ت)

شمس قہستانی نے شرح نقایہ میں کہا ۔۔ اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں ان سے نقل کی: "اور یہی اس کی صورت ہے جو مصنف نے کہا" لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس پر وضو لازم ہے تو تیمم جنابت کیلیے ہے بالاتفاق"۔ کیونکہ اس میں "مع" بعد کے معنی میں ہے جیسا کہ علما نے ارشادِ باری تعالٰی "ان مع العسر یسراً" (بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) میں کہا ہے۔ اسی سے وہ مشہور اشکال حل ہو جاتا ہے جو اس مقام پر پیش آتا ہے اھ مدقق علائی نے درمختار میں اس کا اتباع کیا اور اسے محشین نے بھی برقرار رکھا۔ سعایہ میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم احدث فتيمم للحدث وقال فكذا في الوجوه المذكورة ومن وجوه المشار اليها قوله وان كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم في حق الآخر ۱۲ منه غفرله (م)

جنابت کا تیمم کیا۔ پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا۔ اور آگے فرمایا مذکورہ صورتوں میں بھی ایسا ہے، جن صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اگر ان میں سے بعینہ کسی ایک پر کفایت کرنے والا ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۶۷

[2] جامع الرموز " مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۴

فانه يتيمم ولا يجب عليه الوضوء يكون تيممه كافيا لرفع الحدث الاكبر والاصغر مع انه يصدق عليه انه وجد به حدث يوجب الوضوء بعد الجنابة فيلزم بمقتضى عبارة الشارح ان يجب عليه الوضوء، قال فالاولى ان يقال مع بمعنى بعد والمضاف محذوف اى بعد تيمم الجنابة او يقال مع على معناه والمضاف محذوف اى مع تيمم الجنابة[1] اھ۔

طریق پر اعتراض کیا کہ اگر اسے جنابت ہو پھر حدث ہو۔ اس کے بعد اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کرسکے تو وہ تیمم کرے گا اور اس پر وضو واجب نہیں۔ اس کا تیمم حدثِ اکبر و اصغر دونوں کو رفع کرنے کے لیے کافی ہوگا ـــــ باوجودیکہ اس کے متعلق یہ صادق ہے کہ اس کے ساتھ جنابت کے بعد ایسا حدث پایا گیا جو وضو واجب کرتا ہے تو بمقتضائے عبارت شارح لازم آئیگا کہ اس پر وضو واجب ہو۔ کہا: تو اولٰی یہ کہنا ہے کہ مع بمعنی بعد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "مع تیمم الجنابۃ" اھ (ت)

هذا **وعندی** حاشية على شرح الوقاية للفاضل محمد القره باغی اتمها سنة تسعمائة وثلثين اى بعد خمس وعشرين سنة من وفاة اخی چلپی قال قلت لتاريخه تم تسويدی (۹۳۰) وهی كتابة يوسف بن حسن بن عبد الله سنة تسعمائة وسبع وسبعين (۹۷۷) نقل فيها كلام اخی چلپی بلفظة قال بعض المحشين ثم قال اقول لا يخفى ان هذا التصوير تكلف بعيد الاخذ من هذه العبارة على ان الشارح سيصرح هذه المسألة بقوله وان كفى للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء فيحمل هذه العبارة على ما ذكره

یہ سب ہوا۔ اور میرے پاس شرح وقایہ پر فاضل محمد قرہ باغی کا ایک حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا، یعنی اخی چلپی کی وفات کے پچیس (۲۵) سال بعد۔ اور اس کی تاریخ تکمیل کے لیے تم تسویدی (۹۳۰) کہا ہے اور یہ ۹۷۷ھ میں یوسف بن حسن بن عبداللہ کا کتابت کیا ہُوا ہے ـــــ اس میں اخی چلپی کا کلام "قال بعض المحشین" کے لفظ سے نقل کیا ہے پھر لکھا ہے: "میں کہتا ہُوں مخفی نہیں کہ یہ صورت نکالنے میں تکلّف ہے اور اس عبارت سے اسے اخذ کرنا بعید ہے علاوہ ازیں شارح عنقریب اس مسئلہ کی تصریح اس عبارت میں کریں گے: "اور اگر وضو کے لیے کافی ہے چھوٹی ہُوئی جگہ کے لیے نہیں تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے" ـــــ اب اگر

---

[1] السعایۃ باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۵۲۸

القائل يلزم التكرار ولعله انما ارتكبه زعما بان الحدثين لا يجتمعان فی شخص ابتداءً ولا شك انهما يجتمعان لكن يكفی عنهما تيمم واحد اذا لم يوجد الماء الكافی للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التيمم للجنابة والمذكور فی الكتاب هو هذا المعنی والعجب منه انه لم يلتفت الی هذا المعنی مع ان عبارة الشارح بُعيد هذا صريح باجتماع الحدثين ابتداءً حيث قال لو كان به حدثان كالجنابة وحدث يوجب الوضوء ينبغی ان ينوی عنهما لا يقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذی هو عبارة عن الوضوء فلا فائدة لاعتبار الحدث الذی يوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسليم جميع المقدمات يجوز[و۱] اجتماع العلل الشرعية علی معلول واحد شرعی كما صرح به صاحب التلويح فقال لو حلف[و۲] ان لا يتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر فی الشرع[۱] اھ كلام القره باغی ببعض اختصار۔

اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے جو قائل نے ذکر کیا تو تکرار لازم آئیگی۔ اور اس نے اس تاویل کا ارتکاب شاید اس خیال سے کیا ہے کہ کسی شخص میں دونوں حدث ابتداءً جمع نہیں ہوتے حالانکہ بلاشبہہ دونوں جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی طرف سے ایک ہی تیمم کافی ہے جب کہ وضو کے لیے آب کافی دستیاب نہ ہو اور دستیاب ہو تو وضو پھر جنابت کا تیمم ضروری ہے۔ کتاب میں یہی بات مذکور ہے۔ قائل پر تعجب ہے کہ اس معنی کی طرف التفات نہ کیا حالانکہ اس کے کچھ ہی بعد شارح کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ دونوں حدث ابتداءً جمع ہوتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے: "اگر اسے دو حدث ہوں جیسے جنابت اور کوئی ایسا حدث جو وضو واجب کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ دونوں سے تیمم کی نیت کرے"۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنابت سے جب ان بعض اجزاء کا دھونا واجب ہوا جو وضو سے عبارت ہے تو جنابت کے ساتھ وضو واجب کرنے والے حدث کا اعتبار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں —— تو ہم کہیں گے اگر اعتراض کے تمام مقدمات تسلیم کرلیے جائیں تو بھی جواب یہ ہے کہ ایک معلول شرعی پر چند علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے جیسا کہ صاحبِ تلویح نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "اگر قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد نکسیر ٹوٹی پھر اس نے وضو کیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اور شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں"۔ فاضل قرہ باغی کا کلام کچھ اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔ (ت)

---

۱ تعلیق علی شرح الوقایۃ للقرہ باغی

فهذا كل ما رأيت لهم من القال والقيل ÷ والنقض والتاويل ÷ والانكار[عـه] والتعويل ÷ **واعلم** ان السعاية ليست عندي وانما ارسل الي بعض اصحابي من لكهنؤ نقل نحو ورقة منها متعلقة بهذا المقام على طلبي لكي ارى ما عنده فيه عسى ان نقل عن كتاب ما فيه غناء فقد كان جمع من الكتب اكثر مما عندي فلما طالعته لم اره فاز بطائل ÷ ولا جاز بنائل ÷ وانما جمع القال والقيل ÷ وتكلم على زوائد بفارغ عن التحصيل ÷ اوباغاليط واباطيل ÷ ولم يهتد لكثير من الابحاث الرائقة ÷ والانظار الفائقة ÷ واذا اتى على المقصود جرح الصحيح ÷ واعتمد الجريح ÷ كما ستعرف كل ذلك ان شاء الله المستعان ÷ والان ان ان نفوض في تحقيق المرام بتوفيق المنان ÷

اقول وبالله الاستعانة ومنه الفيض والاعانة ÷ الكلام ههنا في ثمانية مواضع [۱] دفع النقوض و[۲] تقرير معنى الكلام على مسلك التاويل والتعويل اعني اجراءه و[۳] بيان معنى قوله

یہ وہ سب قیل وقال، تاویل اعتراض، اور انکار واعتماد ہے جو میری نظر سے گزرا۔ **معلوم رہے** کہ سعایہ میرے پاس نہیں میرے ایک دوست نے اس مقام سے متعلق اس کے تقریباً ایک ورق کی نقل میرے پاس بھیجی جو میں نے اس خیال سے طلب کی تھی کہ اس مقام سے متعلق محشی صاحب سقایہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھ سکوں۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی کتاب سے کوئی اطمینان بخش بات نقل کی ہو۔ کیونکہ ان کے پاس میرے یہاں سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انھیں کوئی کام کی بات نہ ملی اور کوئی مفید کلام نہ لاسکے بس قیل وقال جمع کردیا۔ اور کچھ زائد باتوں پر ایسا کلام کیا ہے جو افادیت سے خالی یا باطل وغلط ہے۔ اور اس مقام سے متعلق بہت سی دلکش بحثوں اور بلند فکروں تک ان کی رسائی نہ ہوئی، اور مقصود پر آئے تو صحیح کو مجروح اور مجروح کو معتمد بنا دیا۔ جیسا کہ یہ سب ان شاء اللہ معلوم ہوگا —— اب وقت آیا کہ بہ توفیق رب منان تحقیق مطلوب کا آغاز کریں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی کی جانب سے فیض ومدد ہے —— یہاں پر کلام آٹھ مقامات میں ہے: (۱) اعتراضات کا جواب (۲) معنی کلام کی تقریر مسلک تاویل پر بھی اور مسلک اعتماد پر بھی یعنی ظاہر پر جاری رکھتے ہوئے بھی (۳) کلام شارح

عـه الانكار للعلامة البرجندي والتعويل للفاضل القره باغي والنقوض خمسة. (م)

انکار علامہ برجندی نے کیا، اعتماد فاضل قرہ باغی نے، اور اعتراضات پانچ ہیں۔ (ت)

فالتیمم للجنابة وأنّ قوله بلا اتفاق متعلق بهذا ام بقوله یجب علیه الوضوء وأنّ الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ام للتعلیل وبیان الحسن والقبیح والباطل والصحیح من مسالك التاویل وأنه هل ثم شبهات ترد علی المرام وما کشفها وحلها بتوفیق العلام وهل للکلام تاویل اخر خیر مما ذکر واظهر وها انا اعطیك بحول الله تعالٰی افادات تحیط بکل ذلك وتسلك بك ان شاء الله تعالٰی احسن المسالك وما توفیقی الا بالله خیر مالك۔

"فالتیمم للجنابة" (تو تیمم جنابت کے لیے ہے) کا معنی (۴) ان کا قول "بالاتفاق" اسی سے متعلق ہے یا ان کی عبارت "یجب علیه الوضوء" سے متعلق ہے (۵) فالتیمم میں "ف" برائے تفریع ہے یا برائے تعلیل (۶) تاویل کے طریقوں میں سے حسن وقبیح اور باطل وصحیح کا بیان (۷) کیا یہاں کچھ اعتراضات بھی ہیں جو مقصود پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر خدائے علام کی توفیق سے ان کا حل اور جواب کیا ہے؟ (۸) کلام کی جن تاویلوں کا ذکر اور اظہار ہوا کیا ان سے بہتر کوئی دوسری تاویل بھی ہے؟ اب میں بعون اللہ تعالٰی کچھ افادات پیش کرتا ہوں جو ان سارے مقامات ومباحث کا احاطہ کرتے ہوئے اِن شاء اللہ تعالٰی ناظرین کو بہترین راہ پر گامزن کریں گے۔ اور مجھے توفیق نہیں مگر خدائے برتر ہی سے جو بہتر مالک ومنعم ہے۔ (ت)

الافادة ۱: کفی بحمده عزوجل لحل الاشکال الاول ما قدمت من تصویر جنب تیمم فاحدث فتوضأ فمر علی ماء کاف لغسله[1] وقد ذکره البرجندی ایضا **اقول** فهذا جنب لیس معه حدث یوجب الوضوء لان الوضوء طرأ علی اعضاء الوضوء فطهرها مطلقا الی ان یطرأ حدث اخر اصغر او اکبر حتی انه اذا وجد ماء للغسل لم یکن علیه غسل هذه الاعضاء لما سیأتی فی الافادة الحادیة عشرة ان الحدث الحال

افادہ ۱: بحمد خدائے غالب وبزرگ اشکال اوّل کے حل کے لیے وہی تصویر مسئلہ کافی ہے جو میں نے پہلے پیش کی کہ کسی جنابت والے نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر وہ اتنے پانی کے پاس گزرا جو اس کے غسل کے لیے کافی ہے۔ اسے علامہ برجندی نے بھی ذکر کیا ہے۔ **اقول** تو یہ ایسا جنب ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو وضو واجب کرتا ہو۔ اس لیے کہ عملِ وضو اعضائے وضو پر طاری ہوا تو انھیں مطلقاً پاک کر دیا جب تک کہ کوئی دُوسرا حدث اصغر یا اکبر طاری ہو۔ یہاں تک کہ

---

[1] شرح النقایة للبرجندی باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

بالاعضاء متجزیٔ فاذا رأی ماء الغسل لم عہ
تعد الجنابة الا فیما وراء تلک الاعضاء ۔

جب اسے غسل کے لیے پانی ملے تو اس پر ان اعضاء کا
دھونا لازم نہیں ـــ اس کی وجہ افادہ ۱۱

عہ قال العلامة الحلبی فی الغنیة من
مسح الخفین اجنب وتیمم فاحدث وتوضأ
ومر بعد ذلک علی ما یکفی للاغتسال فلم یغتسل
فالرجل (ای بکسر الراء) بعد غسلها اذ ذاک
لاتعود جنابتها برؤیة الماء ولا یلزم غسلها
مرة اخری لاجل تلک الجنابة اھ ونقله فی المنحة
واقرّ وانما خص القدم بالذکر لان الکلام
فی نزع الخف وغسل الرجل وسائر اعضاء الوضوء
کمثلها وفی البدائع ینقض المسح نزع الخفین
لانه سری الحدث السابق الی القدمین ثم ان کان
محدثا یتوضؤ بکماله وان لم یکن محدثا یغسل
قدمیه لا غیر وللشافعی فی قول یستقبل الوضوء
وجهه ان الحدث حل ببعض اعضائه و
الحدث لایتجزء فیتعدی الی الباقی ولنا
ان الحدث السابق هو الذی حل بقدمیه و
قد غسل بعده سائر الاعضاء وبقیت
القدمان فقط فلا یجب علیه الا غسلهما
۱۲ منه غفرله (م)

علامہ حلبی نے غنیہ میں مسح خفین کے تحت لکھا ہے :
" کسی کو جنابت لاحق ہوئی اور تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا
اور وضو کیا ۔ اس کے بعد اتنے پانی پر گزرا جو غسل کے لیے
کافی ہے مگر غسل نہ کیا ـــ تو پیر جب پہلے اس وقت
دھو لیا تھا اب پانی دیکھنے سے اس میں جنابت عود
نہ کرے گی اور اس جنابت کی وجہ سے اسے دوبارہ
دھونا لازم نہ ہوگا اھ ـــ یہ کلام علامہ شامی نے
بھی منحۃ الخالق میں نقل کیا اور برقرار رکھا ـــ خاص
قدم ہی کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ کلام موزہ نکالنے اور
پیر دھونے کے بارے میں ہے ـــ (اسی سے دیگر
اعضائے وضو کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ) دیگر
اعضائے وضو بھی قدم ہی کے مثل ہیں ـــ بدائع
میں ہے : " موزوں کو نکالنا مسح کو توڑ دیتا ہے اس لیے
کہ سابقہ حدث قدموں تک سرایت کر آیا پھر اگر وہ محدث
تھا تو پورا وضو کرے اور اگر محدث نہ تھا تو صرف قدموں
کو دھوئے کچھ اور نہیں ۔ اور امام شافعی کا ایک قول
یہ ہے کہ از سر نو وضو کرے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث
اس کے بعض اعضاء میں حلول کر آیا اور حدث کی تجزی
نہیں ہوتی تو باقی اعضاء کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا
ہماری دلیل یہ ہے کہ حدث سابق وہی ہے جو اس کے قدموں
پر آیا دیگر اعضاء کو تو اس حدث کے بعد دھو چکا ہے صرف دونوں
قدم رہ گئے تھے تو اسے ان دونوں کو ہی دھونا واجب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فهذا جنب متوضئ بلامراء ؛

میں آرہی ہے کہ اعضائے میں حلول کرنے والے حدث کی تجزی ہوتی ہے تو جب اس نے غسل کا پانی دیکھا جنابت ان اعضا کے ماسوا میں ہی عود کرے گی ۔ ان اعضا میں نہیں ــــ تو یہ بلاشبہہ ایسا جنب ہے جو باوضو ہے ۔ (ت)

وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب واجد للماء، فان المسنون له ان يقدم الوضوء ولا شك انه ما دام فى بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حين هو متوضئ جنب وليس عليه الا افاضة الماء على سائر جسده فاذا فعل فقد طهر ولا يعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بما وراء اعضاء الوضوء اذا لم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذى نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها فى غير الاعضاء اذ ما لا يمنع وجوده الطهارة بدءً لن ينقضها حدوثه بقاءً وهذا اظهر من ان يظهر ۔

اگر اس میں کوئی شبہہ دراندازہو تو اس کا قیاس اس جنب پر کیجئے جسے پانی دستیاب ہے ۔ اس کے لیے مسنون یہی ہے کہ پہلے وضو کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک اس کے بدن پر کوئی ایسی جگہ رہ جائے گی جس پر پانی نہ گزرا ہو، تو وہ جنب باقی رہے گا ۔ تو جس وقت وہ باوضو ہے اس وقت بھی جنابت والا ہے اور اس کے ذمہ یہی کام ہے کہ بقیہ سارے جسم پر پانی بہالے ۔ یہ کام کرلیا تو وہ بالکل پاک ہوگیا ۔ اب بالاجماع اس کو دوبارہ وضو نہیں کرنا ہے ۔ تو اعضائے وضو کے ماسوا میں حلول کرنے والی جنابت جب اس وقت وضو کے منافی نہ ہوئی ــــ بلکہ وضو ہی نے تو اس جنابت کو ان اعضا سے دور کیا ــــ تو دیگر اعضا میں اس جنابت کا عود کرنا اس وضو کا ناقض کیسے ہوگا ؟ جس چیز کا وجود ابتداءً مانع طہارت نہیں ہرگز اس کا حدوث بقاءً ناقضِ طہارت نہیں ۔ یہ معنی اتنا روشن و واضح ہے کہ اظہار و بیان سے بے نیاز ہے ۔

ونعنى بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوئه ونزاهتها عن الحدثين لا المتوضئ الذى تجوز له الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس

اور باوضو سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے اعضائے وضو پاک اور حدثِ اکبر و اصغر سے خالی ہیں ۔ وہ باوضو مراد نہیں جس کے لیے نماز جائز ہو یہ بات تو اس حدث کے دور ہونے سے حاصل ہوگی جو

المکلف لا باعضائه وھو تلبسه بنجاسة حکمیة فانه لایزول مالم یطھر بدنه کله کما قدمنا فی الطرس المعدل وھذا معنی قولھم ان الحدث لایتجزأ۔

مکلف کے اعضائے نہیں بلکہ اس کی ذات سے لگا ہوا ہے۔ وہ تو نجاست حکمیہ سے اس کے تلبس و آلودگی کا نام ہے۔ یہ حدث اُس وقت تک دُور نہ ہوگا جب تک اس کا پُورا بدن پاک نہ ہوجائے، جیسا کہ ہم "الطرس المعدل" میں اسے بیان کرچکے ہیں۔ حضرات علماء کے قول "حدث متجزی نہیں ہوتا" کا یہی معنی ہے۔ (ت)

اما تصویر البرجندی علی قول محمد **فاقول** یبتنی علی ان ینتشر فیولج فینزع فیفتر کل ھذا قبل ان یمذی والا لم یفارق الاکبر الاصغر وھو وان ندر محتمل ویکفی للتصویر الاحتمال۔

برجندی نے امام محمد کے قول پر جو صورت مسئلہ پیش کی (**فاقول** اس پر میں کہتا ہوں) یہ اس پر مبنی ہے کہ انتشار ہو پھر داخل کرکے نکال لے اس کے بعد سست پڑے۔ یہ سب مذی آنے سے قبل ہو ورنہ حدثِ اکبر حدثِ اصغر سے جُدا نہ پایا جاسکے گا۔ یہ صورت اگرچہ نادر ہے مگر محتمل ہے اور صورت مسئلہ بتانے کے لیے احتمال کافی ہے۔ (ت)

وردّ[1] اللکنوی علیه **مردود** بما یأتی اما تصویرہ الاخیر علی قول الشیخین ای الطرفین وقوله فیه لم یوجد ناقض الوضوء **فاقول** بلٰی[2] اذا لا امناء لا یخلو عن امذاء سواء کان عند الاستمناء او الامناء ولذا استشکل الامام شمس الائمة الحلوانی طھارة المنی بالفرك لان[3] کل فحل یمذی ثم یمنی واجاب بانه مغلوب بالمنی مستھلك فیه فیجعل تبعا قال المحقق فی الفتح وھذا ظاھر فانه اذا کان الواقع انه لا یمنی حتی یمذی وقد طھرہ الشرع بالفرك یابسا لزم انه اعتبر ذلك للضرورۃ اھ[1]۔

اس پر مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے جو رد کیا ہے وہ خود غلط ہے۔ اس کی تردید آرہی ہے لیکن شیخین ــــ یعنی طرفین ــــ کے قول پر تصویر مسئلہ اور اس میں یہ کہنا کہ ناقضِ وضو نہ پایا گیا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں) کیوں نہیں۔ منی نکلنا بغیر مذی نکلنے کے نہیں ہوتا خواہ نکالنے کے وقت ہو یا خود سے نکلنے کے وقت۔ اسی لیے امام شمس الائمہ حلوانی نے رگڑنے سے منی کی طہارت ہونے کو مشکل سمجھا اس لیے کہ ہر نر کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی آتی ہے۔ اور اشکال کا جواب یہ دیا کہ مذی منی سے مغلوب اس میں مستہلک ہوتی ہے اس لیے اسی کے تابع قرار دے دی جاتی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: "یہ ظاہر ہے اس لیے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ بغیر مذی کے منی نہیں آتی اور شرع نے خشک ہونے کی حالت میں رگڑنے سے اس کو پاک قرار دیا تو لازم ہے کہ

[1] فتح القدیر کتطہیر الانجاس مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۷۴

ضرورت کی وجہ سے اس کا اعتبار کیا"۔ اھ (ت)

اما رد اللکنوی علیہ **فاقول**

نداء من بعید ۞ وقول من لم یصل الی العنقود ۞ رسخ بباله کما اشار الیہ فی مسألۃ المباشرۃ مرتین وافصح عنہ قبلہ وفی عمدۃ الرعایۃ ان الحدث الاصغر لازم للاکبر فان کل ماینتقض بہ الغسل ینتقض بہ الوضوء[1] اھ

وھو **اولًا** [ف۱] بعد عن فہم المرام ۞ وخروج عما فیہ الکلام ۞ فان البحث فی انفکاک الاکبر عن الاصغر ای ھل توجد جنابۃ بلا حدث اصغر وکل [ف۲] احد یعلم ان الاصغر لایقال الا علی مایوجب الوضوء فقط فھو مأخوذ بشرط لا فیباین الاکبر صدقا کیف ولا ملحظ لوصفہ بالاصغریۃ الا ھذا ولو کان لابشرط شیئ لصح ان یقال ان الجنابۃ وانقطاع الحیض والنفاس حدث اصغر ولا یقبلہ الا ذو جھل اکبر فاذا تباینا صدقا استحال ان یوجد بنفس وجودہ بل لابد لہ من وجود مایوجبہ عینا فھذا معنی قولہ لم یوجد ناقض الوضوء کما اشرنا الی ذلک علی الھامش۔

اب رہی مولانا لکھنوی کی تردید۔ **فاقول**

دُور کی پکار ہے اور اس کی بات جو خوشہ تک نہ پہنچ سکا ان کے دل میں یہ راسخ ہوگیا ــــ جیسا کہ مسئلہ مباشرت میں دو۲ بار اشارہ کیا اور اس سے پہلے واضح طور سے کہا اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا کہ حدثِ اصغر، حدثِ اکبر کے لیے لازم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے غسل ٹوٹتا ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اھ۔

اوّلاً یہ فہم مقصد سے دُوری اور جس بارے میں کلام ہے اس سے علیحدگی ہے کیونکہ بحث حدثِ اکبر کے حدث اصغر سے جدا ہونے میں ہے۔ یعنی کیا کوئی جنابت حدث اصغر کے بغیر پائی جاتی ہے؟ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اصغر اسی کو کہا جاتا ہے جو صرف وضو واجب کرے۔ تو یہ شرطِ نفی کے ساتھ (بشرط لا) لیا گیا ہے (یعنی وضو واجب کرے غسل نہ واجب کرے ۱۲ م الف) تو صدق میں اکبر کے مباین ہوگا، کیوں نہ ہو جبکہ اصغریت سے اس کے اتصاف کے لحاظ کی صورت یہی ہے۔ اور یہ اگر لابشرط شیئ ہوتا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جنابت اور انقطاعِ حیض ونفاس حدث اصغر ہیں اور اسے کوئی جہل اکبر والا ہی قبول کرسکتا ہے۔ تو جب دونوں صدق میں ایک دوسرے کے مباین ہیں تو محال ہے کہ اصغر کا وجود اکبر ہی کے وجود سے ہوجائے بلکہ اس کے لیے اس کا وجود ضروری ہے جو معین طور پر اسے لازم کرے تو برجندی کے قول

---

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

لم یوجد ناقض الوضوء (ناقض وضو نہ پایا گیا) کا یہی معنی ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف ہم نے حاشیہ میں اشارہ کیا۔ (ت)

وثانیا[ف] اللزوم باطل بما صورنا أنفا من جنب توضأ وقد[ف٢] سلمه الرجل اذخص الصورتین الاخیرتین بالاعتراض ولم یمس الصورة الاولی فان کان یعلم ان فیها جنابة ولاحدث فلم هذه الایرادات وادعاء اللزوم وان کان لایعلمه فلم ترکها من الایراد فقد عاد فیها ایضا الحدث الاکبر وهو ینقض الغسل والوضوء کلیهما۔

ثانیاً اصغر کا لازم اکبر ہونا اس صورت سے باطل ہے جو ابھی ہم نے اوپر بیان کی۔ جنب نے وضو کیا ـــ اور مولانا لکھنوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اس لیے کہ انہوں نے صرف اخیر دو صورتوں پر اعتراض کیا اور پہلی صورت کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر جانتے تھے کہ اس صورت میں جنابت ہے حدث نہیں تو یہ اعتراضات اور لزوم کا دعوٰی کیوں؟ اور اگر اسے نہیں جانتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ترک کیا اس میں بھی تو حدث اکبر لوٹ آیا ہے اور وہ غسل و وضو دونوں توڑ دیتا ہے۔

وثالثا[ف٢] لایخفی ما فی قوله وان لم تحصل الجنابة فان الکلام علی قول الطرفین۔

ثالثاً ان کے قول "اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی" کی خامی پوشیدہ نہیں۔ اس لیے کہ کلام طرفین کے قول پر ہے۔

ورابعا[ف٣] ای محل لهذه الوصلیة فما کان مقصود البرجندی ان الحدث لایوجد بلاجنابة بل ان الجنابة قد توجد ولاحدث فکان الرد علیه باثبات الحدث فی صورة جنابة یصورها البرجندی للانفکاک لا فی صورة عدم الجنابة حتی یقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة۔

رابعاً اس وصلیہ (اگرچہ) کا کون سا موقع ہے۔ برجندی کا مقصود یہ نہ تھا کہ حدث بلاجنابت نہیں پایا جاتا بلکہ یہ تھا کہ کبھی جنابت بلاحدث ہوتی ہے۔ تو اس کا رد یوں ہوتا کہ برجندی انفکاک ثابت کرنے کے لیے جو صورتِ جنابت پیش کر رہے ہیں اس میں حدث بھی ثابت کیا جاتا، نہ کہ عدمِ جنابت کی صورت میں حدث کا اثبات ہو اور کہا جائے "حدث پالیا گیا اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی"۔ (ت)

تنبیه[ف٤]۔ **اقول** لربما یقول قائل لیس لموجب غسل قط ان یوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلک لان من

تنبیہ۔ اقول شاید کوئی یہ کہے کہ کوئی بھی موجبِ غسل کبھی وضو واجب نہیں کر سکتا اور یہ تو دُور کی بات ہے کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو بھی ہے۔

اركان الوضوء المسح ولایوجبه موجب الغسل وما لایوجب الجزء لایوجب الکل۔

سبب یہ ہے کہ ارکانِ وضو میں مسح بھی ہے۔ موجب غسل مسح واجب نہیں کرتا اور جو جز واجب نہ کرے وُہ کُل بھی واجب نہ کرے گا۔

وحلہ کما **اقول** [ف] معنی المسح الواجب فی الوضوء اصابة بلة ولو فی ضمن اسالة لا ما یباینها والا لما تأدی بغسل الرأس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال فی الفتح والحلیة والبحر وغیرها الاٰلة لم تقصد الا للایصال الی المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزأ اھ[1]

اس کا حل وُہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں (**اقول**) وضو میں جو مسح واجب ہے اس کا معنی ہے تری پہنچانا اگرچہ پانی بہانے ہی کے ضمن میں ہو۔ اس کا معنیٰ وُہ نہیں جو پانی بہانے کے مباین ہو ورنہ یہ (فرض۔ مسح) سر کو دھونے، بارش پہنچنے، اور غوطہ کھانے سے ادا نہ ہوتا۔ اور یہ قطعاً باطل ہے۔ فتح القدیر، حلیہ اور بحر وغیرہا میں ہے: "ذریعہ و آلہ صرف محل تک پہنچانے کے لیے مقصود ہے۔ تو اگر مقدارِ فرض پر بارش کا پانی پہنچ جائے کافی ہے"۔

وفی المحیط والهندیة اذا غسل الرأس مع الوجه اجزأه عن المسح و[ف]لکن یکره لانه خلاف ما امر به اھ[2]

محیط اور ہندیہ میں ہے: "جب چہرے کے ساتھ سر بھی دھولے تو مسح کی ضرورت نہیں لیکن یہ مکروہ ہے اس لیے کہ جو حکم ہوا ہے اس کے برخلاف ہے"۔ اھ

ولا شك ان موجب الغسل یوجب اصابة الرأس ببلة بالاسالة فقد اوجب جمیع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الرأس ماخوذ لابشرط شیئ فیتأدی بالغسل والحدث الاصغر

اب اس میں شک نہیں کہ موجبِ غسل پانی بہانا واجب کرکے سر کو تری پہنچانا واجب کر دیتا ہے تو اس نے تمام ہی اجزائے وضو واجب کر دیے۔ بالجملہ مسح سر لابشرط شیئ لیا گیا ہے تو وہ دھونے سے بھی ادا ہو جائیگا اور حدث اصغر بشرط لاشیئ

۱؎ البحر الرائق فرائض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴

۲؎ فتاوٰی ہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

ماخوذ بشرط لا شئ فلا یلزم الحدث الاکبر ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

الافادۃ ۲: لا شك ان ظاھر الکلام وجوب الوضوء علی جنب معه حدث اذا وجد مایکفی للوضوء فقط وھذا ھو مسلك التعویل الذی سلکه القرہ باغی ولا شك ان المراد حینئذ بالصورۃ الاولی التی حکم فیھا بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبی رضی اللہ تعالٰی عنه جنابة لاحدث معھا کما صورناہ وعلی ھذا یکون معنی الکلام ان من له حدث واحد اصغر او اکبر وجد ماء لایکفی لطھرہ لایستعمله عندنا خلافا للشافعی وھذا قوله حتی اذا کان للجنب وقوله واذا کان للمحدث اما اذا اجتمع الحدثان وکفی الماء لاحدھما وجب صرفه الیه فان کان یکفی للوضوء یجب علیه الوضوء وھذا قوله اما اذا کان الخ ولا شك ان التناقض یندفع بھذا الوجه بابین وجه۔

لیا گیا ہے تو وہ لازم حدث اکبر نہیں۔ اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے —— اور خدا ہی مالک توفیق ہے۔ (ت)

افادہ ۲: اس میں شک نہیں کہ صدر الشریعۃ کا ظاہر کلام یہی ہے کہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے اس پر وضو کرنا واجب ہے جبکہ اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کرسکے —— یہی وہ مسلک اعتماد ہے جو فاضل قرہ باغی نے اختیار کیا۔ اب پہلی صورت جس میں ہمارے نزدیک امام شافعی مطلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برخلاف عدم وجوب وضو کا حکم کیا ہے بلاشبہہ اس سے مراد وہ صورتِ جنابت ہوگی جس کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس کی شکل پیش کی ہے۔ اب معنی کلام یہ ہوجائیگا کہ جسے ایک ہی حدث ہے اصغر یا اکبر اس نے اتنا پانی پایا جو اس کی طہارت کے لیے ناکافی ہے تو ہمارے نزدیک وہ اس پانی کو استعمال نہ کرے گا، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے —— یہ بات ان کی اس عبارت میں ہے: "اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل ولا یجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی" —— اور اس عبارت میں بھی: "واذا کان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا" (یعنی جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کا کام دے سکے غسل کا نہیں تو وہ تیمم کرے اور اس پر ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے وضو کرنا واجب نہیں —— اور جب محدث کے پاس اتنا پانی ہو جس سے بعض ہی اعضاء کو دھوسکے اس صورت میں بھی خلاف ثابت ہے) لیکن جب دونوں حدث جمع ہوجائیں اور پانی ایک ہی کے لیے کفایت کرتا ہو تو اس میں اسے صرف کرنا ضروری ہے۔ اگر وضو کیلئے کفایت کررہا ہے تو اس پر وضو واجب ہے —— یہ بات صدر الشریعۃ کی اس عبارت میں ہے: "اما اذا کان مع

الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے) اس میں شک نہیں کہ اس توجیہ سے بھی تناقض بہت روشن و واضح طور پر دُور ہو جاتا ہے۔ (ت)

وما نقله اللکنوی من الرد علیه ان کیف اوجب الشافعی الوضوء بلا حدث۔ فاقول ھو[1] رضی اللہ تعالٰی عنه یوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء کان محدثا او جنبا معه حدث اولا فاذا قدر الجنب علی الوضوء وجب وان لم یکن محدثا۔

اس پر مولانا لکھنوی نے جو رَد نقل کیا کہ "امام شافعی نے بغیر حدث کے وضو کیسے واجب کر دیا؟" تو اس پر میں کہتا ہوں (فاقول) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مطلقاً صرف یہ واجب کرتے ہیں کہ جس قدر پانی استعمال کرنے کی قدرت ہو اتنا استعمال کرے۔ خواہ محدث ہو — یا ایسا جنب جس کے ساتھ حدث ہو — یا ایسا جس کے ساتھ حدث نہ ہو۔ تو جب جنابت والے کو وضو کی قدرت ہو اس پر وضو واجب ہو گا اگرچہ وہ محدث نہ ہو۔ (ت)

الافادة ۳: اما تاویل سلکه فی غایة الحواشی وتبعه اللکنوی۔

افادہ ۳: وہ تاویل جو غایۃ الحواشی میں اختیار کی اور مولانا لکھنوی نے جس کی پیروی کی اب اس پر کلام کیا جاتا ہے۔

فاقول اولا[2] لاشك انه ابعد تاویل؛ ولو ساغ مثل الحذف بلا دلیل؛ لاستقام کثیر من الاباطیل؛

فاقول۔ اوّلا: اس میں شک نہیں کہ یہ سب سے بعید تاویل ہے۔ اگر بغیر کسی دلیل کے حذف جیسی چیز روا ہو تو بہت سی اباطیل درست ہو جائیں گی۔

وثانیا[3] الحدث المقارن للتیمم یبطله فلا یبقی له ولا للجنابة فکیف قال فالتیمم للجنابة فلم ینفعه تقدیر المضاف۔

ثانیا: وُہ حدث جو تیمم کے مقارن ہو اسے باطل کر دے گا اب یہ نہ حدث کا رہ جائے گا نہ جنابت کا — پھر یہ کیسے کہا: "فالتیمم للجنابة" (تو تیمم جنابت کا ہے) تو مضاف مقدر ماننا کام نہ آیا۔

الا ان یراد بالتیمم کونه متیمما ولا یکون متیمما الا اذا تم التیمم ویراد بالمعیة اتصال الزمانین المتعاقبین

مگر یہ کہ تیمم سے مراد لیا جائے اس کا متیمم ہونا۔ اور وہ متیمم اسی وقت ہو گا جب تیمم پورا ہو جائے۔ اور معیت سے مراد ہو یکے بعد دیگرے دو وقتوں کا

بلا فصل ای اما اذا ولی الحدث تمام التیمم فیستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد هذه التکلفات یؤل الامر الی ما سلك الجمهور ان مع بمعنی بعد فاین هذا مما اختاروه والعجب ان مؤلف السعایة رد علیهم ما سلکوه مع ماله من قرب عتید ٭ وتبع هذا علی تلك التجشمات مع مالها من بعد بعید۔

وثالثا [ف۲] یرد علیه بعد تلك التمحلات انه لم قید باتصال الحدث بتمام التیمم فانه ان تأخر عنه ولو طویلا کان الحکم هکذا قطعا۔

ورابعا [ف۳] علی اللکنوی خاصة انه لم یقتصر علیه بل زاد فی الطنبور نغمة وفی الشطرنج بغلة فجوز علی حذف المضاف ان یکون مع بمعناه فهدم لزوم البعدیة التی فیها کان المنجا راسا۔

الا ان یضاف له تکلف ثالث ان المراد بالمعیة البعدیة المتصلة وبالبعدیة البعدیة المنفصلة فیکون المعنی علی الاول اما اذا لحق التیمم حدث من فور تمامه وعلی الثانی اما اذا لحقه حدث

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔ اب معنی یہ ہوگا "لیکن جب حدث تیمم مکمل ہونے کے متصلاً بعد ہو" — اس سے حدث کا متأخر ہونا مستفاد ہوگا — اتنے سارے تکلفات کے بعد مآل کار وہی ہوگا جو جمہور نے اختیار کیا کہ "مع" بمعنے بعد ہے — تو کہاں یہ اور کہاں وہ جو انہوں نے اختیار کیا — تعجب ہے کہ مؤلف سعایہ نے مسلکِ جمہور کی تو تردید کی جبکہ وہ عبارت سے بہت قریب تھا۔ اور اس مسلک کا اتنے سارے تکلفات کے باوجود اتباع کیا جبکہ یہ سب بہت بعید ہیں۔

ثالثاً: ان سارے تکلفات کے بعد بھی اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ تکمیل تیمم سے حدث کے متصل ہونے کی قید کیوں؟ اگر حدث اس سے بہت زیادہ بعد میں ہو جب بھی تو حکم قطعاً اور یقینی یہی ہے۔

رابعاً: مولانا لکھنوی پر خاص طور سے یہ اعتراض بھی ہوگا کہ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ طنبور میں ایک نغمہ اور شطرنج میں ایک بغلہ اور بڑھایا کہ حذف مضاف کے ساتھ یہ بھی جائز رکھا کہ "مع" اپنے معنی ہی میں رہے۔ اس طرح انھوں نے اس بعدیت کے لزوم کو بالکل ہی ڈھا دیا جس میں کچھ جائے پناہ تھی۔

مگر یہ کہ اس کے لیے ایک تیسرا تکلف بھی بڑھا لیا جائے کہ معیت سے مراد بعدیت متصلہ، یا بعدیت سے مراد بعدیت منفصلہ — بر تقدیر اول معنی یہ ہوگا، لیکن جب تیمم کو کوئی حدث اس کے تمام ہوتے ہی لاحق ہو — اور بر تقدیر ثانی یہ معنی

متأخرعنه بزمان وانت تعلم ان[1] کلا القیدین ضائع ۔

الافادة ۴: ما دندن به اللکنوی

علی الجماعة وتلخیصه ان بعدیة الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التیمم فالاشکال کما کان یرید به انهم اخطؤا[2] فی ترك ما ارتکبه هو وغایة الحواشی من تقدیر المضاف فان البعدیة عن الجنابة لا تغنی مالم یکن بعد التیمم ۔

فاقول بل[2] هو الذی اخطأ وارتکب فی کلامهم ایضا تقدیر مضاف تسویة للرد علیهم وذلك ان البعدیة زمانیة ولا یجتمع فیها القبل مع البعد والجنابة باقیة مالم ترتفع بغسل اوتیمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم یکن بعدها بل معها نعم کان بعد حدوثها وما قالوه بل المعترض هو الذی اضاف هذا المضاف الی کلامهم فثبت ان الحدث لا یکون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتیمم فتأخره عن التیمم مفاد نفس اللفظ هکذا تفهم کلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التأویلات

ہوگا: لیکن جب اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو وقت میں اس سے کچھ متأخر ہو ——— ناظر پر یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ہی قیدیں بیکار ہیں۔ (ت)

افادہ ۴: فاضل لکھنوی نے جماعت

پر جو بے جا رد کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا اس صورت میں بھی حاصل ہے جب حدث جنابت کے بعد، تیمم سے پہلے پیدا ہو تو اشکال بدستور لوٹ آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاف مقدر ماننے کا عمل جس کا انہوں نے اور غایۃ الحواشی نے ارتکاب کیا جمہور نے اسے چھوڑ کر غلطی کی اس لیے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا کچھ کارآمد نہیں جب تک کہ بعد تیمم نہ ہو۔

اقول بلکہ انہوں نے ہی خطا کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا تاکہ ان کی تردید کی راہ ہموار ہو سکے ——— وہ یہ کہ بعدیت زمانی ہے جس میں قبل، بعد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا۔ اور جنابت باقی ہے جب تک غسل یا تیمم سے دُور نہ ہو۔ تو اگر اس سے پہلے کوئی حدث پیدا ہوا تو وہ جنابت کے ساتھ جمع ہوگیا اس طرح اس کے بعد نہ ہوا بلکہ ساتھ ہُوا۔ ہاں اس کے حدوث کے بعد ہوا ——— حالانکہ جمہور نے یہ نہ کہا بلکہ خود معترض ہی نے یہ مزید ان کے کلام میں زیادہ کر دیا ——— تو ثابت یہ ہوا کہ حدث بعد جنابت اُسی وقت ہوگا جب جنابت ختم ہونے کے بعد ہو۔ اور یہاں جنابت کا ختم ہونا تیمم سے ہے۔

تاویل الجماعة وانه لاصحة لمزعومات غایة الحواشی والسعایة الا اذا رجعت الیه ۔

توحدث کا تیمم سے متاخر ہونا خود اس لفظ ہی سے مستفاد ہے ۔۔۔ اسی طرح علما کے کلمات سمجھے جاتے ہیں۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ تو واضح ہوا کہ درست تاویلات میں سب سے بہتر تاویل، جماعت کی اختیار کردہ تاویل ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ غایۃ الحواشی اور سعایہ کے مزعومات میں کوئی درستی وصحت نہیں مگر اسی وقت جبکہ وہ تاویل جماعت کی طرف راجع ہوں۔ (ت)

الافادة ۵ اذا علمت ان لا محید الا البعدیة فالمراد بالصورة الاولی ما اذا لم یکن معها حدث اوکان قبل التیمم فمعنی الکلام ان الجنب الفاقد الغسل فی کلا الوجهین ان وجد وضوءً لا یتوضؤ بل یتیمم خلافا للشافعی اما اذا کان حدثٌ بعد ما تیمم لها فحینئذ یجب علیه الوضوء وهذا کلام صحیح عین ما مر عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی وغیره وبه انحلت الشبهة الخامسة ومعها شبهة التناقض ایضا باصح وجه واحسنه ۔

افادہ ۵ : جب یہ معلوم ہُوا کہ چارۂ کار بعدیت ہی ہے۔ صورت اولٰی سے مراد وُہ ہے جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو یا تیمم سے پہلے ہو۔ تو معنی کلام یہ ہُوا کہ جنب جسے ان دونوں صورتوں میں آبِ غسل دستیاب نہیں اگر اسے آبِ وضو مل جائے تو وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا، بخلاف امام شافعی کے ۔۔۔ لیکن جب کوئی حدث جنابت کا تیمم کرلینے کے بعد ہو تو اب اس پر وضو واجب ہے۔ یہ درست کلام ہے ٹھیک یہی بات امام اسبیجابی کی شرح طحاوی وغیرہ کے حوالہ سے گزری ۔۔۔ اسی سے پانچواں شبہہ حل ہوگیا اور اس کے ساتھ شبہۂ تناقض بھی اصح واحسن طریقہ پر حل ہوگیا۔ (ت)

الافادة ۶ قوله فالتیمم للجنابة لاشك ان اللام فیه للعهد ای التیمم المذکور الصادر من جنب معه وضوء لان فرض المسألة فیه او بدل عن المضاف الیه ای تیمم الجنب المذکور فمن البدیهی بطلان کونه للاستغراق او الطبیعة وکذا اخذ المضاف الیه مطلق الجنب فانه ان ارید التخصیص ای تیمم کل جنب

افادہ ۶ : ان کی عبارت "فالتیمم للجنابۃ" میں لام بلاشبہہ لام عہد ہے یعنی تیمم مذکور جو ایسے جنب سے عمل میں آیا جس کے پاس آبِ وضو ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ اسی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے ۔۔۔ یا یہ لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی جنب مذکور کا تیمم ۔۔۔ جب واقعہ یہ ہے تو بدیہی بات ہے کہ اس کا لام استغراق یا لام طبیعت وماہیت ہونا باطل ہے۔ اسی طرح

انما یکون للجنابة لاغیر فبطلانه ظاهر حتی علی مسلك التعویل فان جنبا معه حدث ولا ما یکون تیممه للحدثین قطعا الاتری الی قول شرح الوقایة نفسه اذا کان به حدثان حدث یوجب الغسل کالجنابة وحدث یوجب الوضوء یکفی تیمم واحد عنهما[1] اھ وان لم یُرِدْ کانت المقدمة القائلة ان کل جنب یتیمم للجنابة خالیة عن الافادة لانه معلوم لکل احد ولا یصلح تعلیلا ولا تفریعا وبه استبان ان اللام فی قوله للجنابة لام التخصیص فکان المعنی ان تیمم الجنب المذکور للجنابة خاصة۔

مضاف الیہ مطلق جنب لینا بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر تخصیص مراد ہو — یعنی ہر جنب کا تیمم صرف جنابت کے لیے ہوتا ہے اور کسی چیز کے لیے نہیں۔ تو اس کا بطلان ظاہر ہے یہاں تک کہ مسلک اعتماد پر بھی۔ کیونکہ وُہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہو اور پانی نہ ہو اس کا تیمم یقیناً دونوں ہی حدث کیلئے ہوگا — خود شرح وقایہ کی یہ عبارت دیکھئے: "جب اسے دُو حدث ہوں، ایک حدث غسل واجب کرتا ہے، جیسے جنابت — اور ایک حدث وضو واجب کرتا ہے تو ایک ہی تیمم دونوں سے کافی ہے" اھ — اور اگر تخصیص نہ مراد ہو تو یہ مقدمہ کہ "ہر جنب جنابت کا تیمم کرے گا" غیر مفید ہوجائے گا کیونکہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے — اور نہ تعلیل بن سکے گی نہ تفریع۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ "للجنابة" میں لام، لام تخصیص ہے تو معنی یہ ہوگا کہ جنب مذکور کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہے۔ (ت)

الافادة ۷ تعلق قوله بالاتفاق بکون التیمم للجنابة هو الظاهر المتبادر من العبارة لانه انما یفهم عائدا الی الجملة المذیلة به۔

افادہ ۷: لفظ "بالاتفاق" کا تعلق تیمم کے جنابت کے لیے ہونے سے ہی ظاہر اور عبارت سے متبادر ہے اس لیے کہ سمجھ میں یہی آتا ہے کہ جس جملہ کے ذیل میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اسی کی طرف راجع ہے۔

اقول لکن لاصحة له اصلا لان فرض المسألة فی جنب له ما یکفی للوضوء ووجود ماء ما مطلقا وان قل وان لم یکف للوضوء ایضا مانع للتیمم مطلقا عند الامام المطلبی سواء کان المتیمم

اقول لیکن یہ بالکل درست نہیں — اس لیے کہ مسئلہ اس جنب کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جس کے پاس وضو کے لیے آب کافی موجود ہے — اور مطلقاً کسی بھی پانی کا موجود ہونا اگرچہ کم ہی ہو، اگرچہ وضو کے لیے بھی کافی نہ ہو —

[1] شرح الوقایہ باب التیمم المکتبة الرشیدیة دہلی ۱/۹۹

جنبا او محدثا لانه یحمل قوله عز وجل فلم تجدوا ماءً علی الاستغراق مع الاطلاق فکیف یوافقنا فی شیئ من الصور علی کون تیمم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقا والباطل لایکون لشیئ اللّٰهم الا علی مسلك التعویل وجعل الفاء للتفریع وفرض التیمم بعد الوضوء لوقوعه ح عند نفاد الماء ولامساغ له علی مسلك التاویل لان فیه التیمم قبل الحدث فکیف یکون بعد الوضوء وکذا علی مسلك التعویل واخذ الفاء للتعلیل اذ لامعنی لقولك یجب الوضوء لان التیمم ان وقع بعده یکون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعویل نفسه من الاباطیل فلا صحة لتعلقه بما یلیه وبه [1] استبان قلة فهم الذی [عه] زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء او بکون التیمم للجنابة [1] اھ فخیر بین الصحیح والباطل وقد [2] اضطرب کلامه فیه فاقر فی سعایته تعیین تعلقه بیجب وقال فی عمدته فی تقریر الایراد الرابع ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة اتفاقا [2] اھ فجعله متعلقا

امام شافعی کے نزدیک تیمم سے مطلقاً مانع ہے خواہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا محدث —— وجہ یہ ہے کہ وہ ارشاد باری عزوجل "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم کوئی پانی نہ پاؤ) کو استغراق مع اطلاق پر محمول کرتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کسی بھی صورت میں اس پر کیسے اتفاق کرسکتے ہیں کہ وُہ جنب جس کے پاس کچھ پانی موجود ہے اس کا تیمم جنابت کے لیے ہوگا —— بلکہ ان کے نزدیک ایسے جنب کا تیمم ہی باطل ہے کیونکہ تیمم کی شرط —— مطلقاً پانی نہ ہونا —— ہی مفقود ہے۔ اور جو باطل ہو وہ کسی چیز کے لیے نہیں ہوسکتا —— ہاں اگر مسلک اعتماد لیا جائے اور ف کو تفریع کیلئے قرار دیا جائے اور فرض کیا جائے کہ تیمم بعد وضو ہے تو معنی مذکور صحیح ہوسکتا ہے اس لیے کہ اس صورت میں تیمم اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہوچکا ہو —— اور مسلک تاویل پر معنی مذکور کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ اس میں تیمم قبل حدث ہوگا تو بعد وضو کیسے ہوسکے گا؟ اسی طرح جب مسلک اعتماد مان کر فا برائے تعلیل قرار دیں تو بھی معنی بالا صحیح نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ اس تقدیر پر کلام یہ ٹھہرے گا کہ "وضو کرنا واجب ہے اس لیے کہ تیمم اگر اس کے بعد ہوگا تو بالاتفاق جنابت کے لیے ہوگا" —— یہ کلام ہی بے معنی ہے اور مسلک

عہ ھو صاحب عمدۃ الرعایۃ اللکنوی ۱۲ (صاحبِ عمدۃ الرعایۃ فاضل لکھنوی ۱۲ ـ ت)

---

[1] و [2] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

بما یلیہ ثم ذکر ھذا التخییر ثم قال متصلا بہ اویقال معناہ فالتیمم ثابت او باق للجنابۃ اتفاقاً اھ فعاد الی الباطل الصریح ولایدری ما معنی او عطفا علی التخییر فان ھذا داخل فیہ الا ان یرید انہ مخیر بین الحق والباطل اولا تخییر بل علی الباطل عینا۔ ھذا۔

اعتماد خود باطل ہے تو جس عبارت کے بعد یہ لفظ ہے اس سے اس کا تعلق کسی طرح درست نہیں۔ اسی سے اس کی کم فہمی بھی عیاں ہوگئی، جس کا یہ خیال ہے کہ "لفظ بالاتفاق یا تو وجوب وضو سے متعلق ہے یا تیمم کجنابت کے لیے ہونے سے متعلق ہے" اھ یہ کہہ کر صحیح اور باطل کے درمیان تخییر کی راہ اختیار کی۔ اور اس بارے میں قائل مذکور کا کلام اضطراب و انتشار کا حامل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) سعایہ میں تو یہ صورت متعین رکھی کہ اس کا تعلق "یجب" (وجوبِ وضو) سے ہے (۲) اور عمدۃ الرعایہ میں اعتراض چہارم کی تقریر میں یہ لکھا کہ "سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت کے لیے ہے اتفاقاً" —— اس میں اس لفظ کو اسی عبارت سے متعلق قرار دیا جس سے یہ متصل ہے (۳) پھر یہی تخییر والی بات ذکر کی (۴) پھر اسی سے متصل یہ لکھ دیا کہ "یا یہ کہا جائے کہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ پس تیمم جنابت کیلئے ثابت یا باقی ہے اتفاقاً اھ —— اس عبارت میں پھر باطل صریح کی طرف عود کیا —— قائل کو یہ پتا نہیں کہ تخییر پر عطف کرکے "او" کہنے کا کیا معنٰی ہوگا؟ یہ بھی تو اس میں داخل ہے۔ مگر یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ حق اور باطل دونوں کے درمیان تخییر دی جائے یا تخییر بالکل نہ ہو بلکہ ٹھیک باطل ہی متعین ہو —— یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

واقول بل لوکان فرض المسألۃ وجدان الماء بعد التیمم لم یستقم الکلام ایضا اما علی مسلك التعویل فظاھر لان الصورۃ الاخیرۃ فیہ اجتماع الحدثین فاذا وجدا وعدم الماء وتیمم کان عنھما بالوفاق لاعن الجنابۃ خاصۃ عند احد من الفریقین اما مذھبنا فمعلوم واما مذھب السادۃ الشافعیۃ فقال الامام ابن حجر المکی الشافعی فی فتاواہ الکبرٰی من علیہ جنابۃ وحدث اصغر یکفیہ لھما تیمم واحد وھذا اوضح جلی لان

واقول اگر مسئلہ کی صورتِ مفروضہ یہ ہوتی کہ تیمم کے بعد پانی پا جائے تو بھی بات نہ بنتی۔ مسلکِ اعتماد پر تو ظاہر ہے۔ اس لیے کہ اس میں صورتِ اخیرہ یہ ہے کہ دونوں حدث جمع ہوں —— تو وہ پانی پائے اور تیمم کرے یا نہ پائے اور تیمم کرے پھر تقدیرِ تیمم دونوں ہی حدث سے ہوگا۔ کسی بھی فریق کے نزدیک خاص جنابت سے نہ ہوگا۔ اس بارے میں ہمارا مذہب تو معلوم ہی ہے۔ حضرات شافعیہ کا مذہب ملاحظہ ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنے فتاوٰی کبرٰی میں رقم طراز ہیں: "جس پر جنابت اور حدثِ اصغر دونوں ہیں اسے دونوں کے لیے ایک ہی

ل عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۹۵/۱

التیمم عن الحدث الاصغر و عن الاکبر
حقیقتهما و معناهما و صورتهما و مقصودهما
واحد فلا یتخیل منع الاندراج ولانه
یلزم علی الامر بتیممین متوالیین ما یشبه
العبث لانه اذا تیمم اولا لاستباحة الصلٰوة
استباحها به فایجاب الثانی عبث لا فائدة
فیه[1] اھ ھذا فی الابتداء وان ارید البقاء
ای ان بعد وجدانه یبقی للجنابة بالاتفاق
فباطل اذ یبطل عنده راسا بوجدان ماء
ما مطلق لفقدان شرطه واما علی مسلك
التاویل والصورة الاخیرة فیه الحدث بعد
التیمم فان ارید بقاء کما افصح به
الشرنبلالی فظاهر البطلان کما مر انفا غیر
انه رحمه اللّٰه تعالٰی لم یذیله بالاتفاق
فسلم بخلاف ذلك[ع] الذی قال فالتیمم باق
اتفاقا فانه وقع فی خطأ مظلم ؛ وان ارید
ابتداءً فنعم ھو متفق علیه کونه اذ ذاك
للجنابة خاصة لعدم الحدث حینئذ لکن
لفظة بالاتفاق تقع عبثا و موهمة غلط
اما الاول فلانه اذا بطل عنده بالوجدان
فما فائدة وفاقه البائن واما الاخیر فلان

تیمم کافی ہے۔ اور یہ روشن و واضح ہے اس لیے کہ
تیمم حدثِ اصغر اور تیمم حدثِ اکبر دونوں کی حقیقت،
دونوں کا معنی، دونوں کی صورت اور دونوں کا مقصود
ایک ہی ہے تو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے
میں مندرج نہیں ہوسکتا۔ اور ایک دوسری وجہ
یہ بھی ہے کہ اگر پے در پے دو تیمم کا حکم دیا جائے تو
ایک بیکار و عبث سا کام کرنا لازم آئے گا ——
کیوں کہ جب اس نے پہلی بار اباحت نماز حاصل
کرنے کے لیے تیمم کر لیا تو اس سے جوازِ نماز حاصل کر لیا
پھر دوسرا تیمم واجب کرنا عبث ہے جس میں کوئی فائدہ
نہیں" اھ۔ یہ حکم ابتدا کا ہوا۔ اگر بقا مراد ہو یعنی
پانی کی دستیابی کے بعد تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے
باقی رہے گا تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے
نزدیک کسی بھی آب مطلق کی دستیابی کے وقت تیمم
سرے سے باطل ہے کیونکہ ان کے طور پر اس کی شرط
(عدم ماءِ مطلق) ہی مفقود ہے —— اب رہا
مسلک تاویل —— (بصورت مفروضۂ بالا اس مسلک
کی بنیاد پر بھی بات نہ بنے گی جس کی تفصیل یہ ہے
۱۲ م الف) اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ حدث تیمم
کے بعد ہو تو اگر بقاء مراد ہو جیسا کہ شرنبلالی نے
اسے غیر مبہم طور پر کہا تو اس کا بطلان ظاہر ہے جس کی

ع ھو اللکنوی المذکور ۱۲ (فاضل لکھنوی مذکور ۱۲ ۔ ت)

---

[1] فتاوی کبری لابن حجر مکی باب التیمم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۷۰

ذکرها فی الصورة الاخیرة لاسیما بمقابلة الاختلاف المذکور فی الاولی یفید عدم الاتفاق فی الاولی ولیس کذلک لان فی الاولی ان لم یکن حدث کان للجنابة وحدها بالاتفاق وان کان لهما بالوفاق انما الاختلاف ثمہ فی بقاء التیمم عندنا وانتقاضه عنده بوجدان ماء غیرکاف وبالجملة قوله بالاتفاق یجب صرفه الی قوله یجب کما فعل فی غایة الحواشی نعما فعل۔

وجہ ابھی بیان ہُوئی ـــــ ہاں علامہ شرنبلالی نے یہ صورت لکھ کر اس کے بعد "بالاتفاق" نہ کہا اس لیے وُہ سلامت رہے بخلاف اس قائل کے جس نے یہ لکھ دیا کہ "تیمم باقی ہے اتفاقاً" وہ تو تاریک خطا میں پڑ گیا۔ اور اگر ابتداءً مراد ہو تو وہاں یہ متفق علیہ ہے کہ وہ تیمم اس صورت میں خاص جنابت کے لیے ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدث ہے ہی نہیں ـــــ لیکن اس تقدیر پر لفظ "بالاتفاق" عبث اور ایک غلطی کا وہم پیدا کرنے والا ٹھہرے گا ـــ عبث اس لیے کہ جب یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک پانی کی دستیابی کی وجہ سے باطل ہے تو ان کے اس اختلاف آمیز اتفاق سے فائدہ کیا؟ ـــــ ابہام غلط اس لیے کہ یہ لفظ صورتِ اخیرہ میں ـــــ خصوصاً صورتِ اولٰی میں ذکر شدہ اختلاف کے مقابل ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صورتِ اُولٰی میں اتفاق نہیں ـــ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں بھی اگر حدث نہ ہو تو تیمم صرف جنابت ہی کے لیے ہوگا بالاتفاق ـــــ اور اگر حدث بھی ہو تو دونوں ہی کے لیے ہوگا بلا اختلاف ـــــ وہاں اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ ہمارے نزدیک تیمم باقی رہے گا اور ان کے نزدیک غیر کافی پانی کی دستیابی سے ٹوٹ جائے گا۔ بالجملہ لفظ "بالاتفاق" کو ان کے قول "یجب" (وجوب وضو) کی جانب پھیرنا لازم ہے جیسا کہ غایۃ الحواشی میں کیا اور خوب کیا۔ (ت)

اقول وبه ظهر **اولا**[۱] انه کان الانسب للدرر تقدیم قوله بالاتفاق علی قوله فالتیمم لانه بصدد ایضاح کلام الصدر الامام وان یزیح عنه الاوهام۔

اقول اس سے چند باتیں اور واضح ہوگئیں **اولا** درر الحکام میں لفظ "بالاتفاق" کو لفظ "فالتیمم" سے پہلے رکھنا انسب تھا کیوں کہ صاحبِ درر اپنی اس عبارت سے صدر الشریعۃ کے کلام کو واضح کرنا اور اس سے اوہام دُور کرنا چاہتے ہیں۔

وثانیا[۲] ان صاحب غایة الحواشی مع تصریحه بتعلقه بیجب لم یحسن فی ضمه مع الجملة التالیة ایضا اذقال

ثانیا "یجب" سے لفظ مذکور کے تعلق کی صراحت کرنے کے باوجود صاحب غایۃ الحواشی نے بھی اس لفظ کو بعد والے جملہ سے ملا کر اچھا نہ کیا

مع انه تیمم للجنب اتفاقاً[1] -

انہوں نے اپنی عبارت میں یہ کہا: "مع انه تیمم للجنب اتفاقاً (تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے اتفاقاً)۔

وثالثاً بطلان[2] الایراد الرابع المنقول فی السعایة مع التقریران کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین فانه لیس لشئ اصلا عند الامام الشافعی فی کلا الوجهین۔

فان استغنی عن لفظة بالاتفاق واقتصر علی ان کونه للجنابة مشترك کون بین الصورتین لااختصاص له بهذه الصورة اندرج فی الایراد السابق علیه وسیأتیك الجواب عنه بعونه تعالیٰ۔

ثالثاً چوتھا اعتراض جو سعایہ میں اس تقریر کے ساتھ منقول ہے کہ "تیمم کا بالاتفاق جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے" (یہ اعتراض وتقریر) باطل ہے اس لیے کہ دونوں صورتوں میں یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک کسی چیز کے لیے نہیں۔

اب اگر لفظ "بالاتفاق" سے دستبردار ہوکر صرف یہ کہیں کہ "تیمم کا جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت کے ساتھ اسے کوئی اختصاص نہیں" ___ تو یہ بات اسی اعتراض میں شامل ہوجائے گی جو اس سے پہلے ان پر کیا۔ اور بعونہ تعالیٰ اس کا جواب عنقریب سامنے آرہا ہے۔ (ت)

الافادة ۸

الافادة ۸ نختار ان الفاء للتفریع کما مشی علیه العلامة الشرنبلالی وغایة الحواشی وقول[3] السعایة لامحصل له لان کون هذا التیمم للجنابة خاصة لم ینشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لولم یجب لکان التیمم لهما معا لاستحالة ان تجوز صلاة مع الحدث فلا بد ان یعتبر التیمم المذکور رافعا له او دافعا

افادہ ۸: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ ف تفریع کے لیے ہے جیسا کہ اسی راہ پر علامہ شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کی روش ہے۔ اور سعایہ کا اسے لاحاصل بتانا خود لاحاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس تیمم کا خاص جنابت کے لیے ہونا اسی امر سے پیدا ہوا کہ حدث کے لیے وضو واجب ہے، اس لیے کہ اگر یہ وجوب نہ ہوتا تو تیمم حدث وجنابت دونوں ہی کے لیے ہوتا کیونکہ حدث کے ساتھ کسی نماز کا جواز محال ہے ___ تو یہ ماننا ضروری ہے

---

[1] السعایة باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

وان کان الاخیر لیس له فی الشرع نظیر فاستلزام محال محالا غیر محال۔

کہ تیمم مذکور اسے رفع کرنے والا ہے یا دفع کرنے والا ہے ـــ اگر اخیر ہو تو شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں تو ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا کوئی محال نہیں۔ (ت)

الافادة ۹ نختار انها للتعلیل

وزعم [ف۱] السعایة اشتراك العلة مردود اما علی مسلك التاویل مع اجتماع الحدثین فی الصورة الاولی فظاهر لان التیمم طرأ علیهما فرفعهما معا فکیف یختص بالجنابة واما علیه مع انفراد الجنابة فی الصورة الاولی وعلی مسلك التعویل فاختصاص [ف۲] شیئ بشیئ تارة یکون لانحصار الوجود فیه واخری لتفرده به من بین مشارکاته فی الوجود ومعلوم بداهة ان هذا هو المراد هنا فانه اذا وجد حدث ولم یقع التیمم الا عن الجنابة لم یغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم یکن حدث فلای شیئ یجب وهذا الوجه من الاختصاص غیر مشترك فظهر ان الفاء تحتمل الوجهین فقصر [ف۳] الشرنبلالی وغایة الحواشی علی احدهما وقع وفاقا لاداعی الیه بل التعلیل هو [ف۴] الاظهر الازهر فان کون التیمم لخصوص الجنابة غیر مقصود هنا بالافادة والله تعالٰی اعلم۔

افادہ ۹: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ فا تعلیل کے لیے ہے اور سعایہ کا یہ خیال کہ "علت مشترک ہے" غلط ہے یہ مسلک تاویل پر جبکہ پہلی صورت میں دونوں حدث جمع ہوں ظاہر ہے اس لئے کہ تیمم نے دونوں حدثوں پر طاری ہو کر دونوں ہی کو رفع کیا تو وہ جنابت کے ساتھ خاص کیسے ہوگا؟ ـــ اور مسلک تاویل پر جب کہ پہلی صورت میں جنابت بلاحدث ہو اور مسلک اعتماد پر وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اس کا وجود اسی میں منحصر ہے اور کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ یہ اس کے مشارکات فی الوجود کے درمیان اسی کے ساتھ متفرد ہے۔ اور بداہۃً معلوم ہے کہ یہاں پر یہی مراد ہے اس لیے کہ جب کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث موجود ہی نہ ہو پھر کس چیز کے لیے وضو واجب ہوگا۔ یہ وجہ اختصاص مشترک نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ فا میں تفریع وتعلیل دونوں ہی احتمال جاری ہیں۔ تو شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کا صرف ایک ہی کو ذکر کرنا محض اتفاقاً واقع ہوا اس کا کوئی داعی نہیں ہے بلکہ احتمال تعلیل ہی زیادہ ظاہر وروشن ہے۔ اس لیے کہ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ تیمم خاص جنابت ہی کے لیے ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الافادة - اتبين الجواب الصواب بحمد الجليل ؛ عن الاسئلة الخمسة كلها على مسلك التاويل ؛ وعن غير الخامس على مسلك التعويل ؛ وظهران اقواها السؤال الاخير الجليل ؛ وهو الذى دعا العلماء الى الانكار او التاويل ؛ وان السؤال الاول ليس باشكال ؛ بل سريع الانحلال ؛ وكذا الثانى كشفه رخيص ؛ ان لم يمزج بالخامس العويص ؛ اما الثالث والرابع الذان اُتت بهما السعاية ؛ فانهما واهيان الى الغاية ؛ وبقاء الخامس على مسلك التعويل هو الذى نادى عليه بالرحيل ؛ لمصادمته الدلائل القاهرة ؛ والنصوص الزاهرة ؛ ولم ار من يختاره ويرتضيه الا القره باغى فى الحاشية ولم يأت اصلا بشئ يغنيه ؛ **فقوله** تكلف جيد الاخذ من العبارة -

اقول نعم[ف] لما زاد چلپى من حديث اللمعة ارجاعه الى ما يأتى عن الشارح والافليس فيه الا اخذ مع بمعنى بعد و ليس فيه بُعد فقد وقع فى الكتاب العزيز -

قوله يلزم التكرار -

افادہ ۱۰ : بحمد رب جلیل مسلک تاویل پر پانچوں اعتراضات کا جواب اور مسلک اعتماد پر پنجم کے سوا باقی سب کا جواب واضح ہوگیا ——— اور یہ بھی ظاہر ہُوا کہ سب سے قوی اعتراض پانچواں ہے، یہی علما کے لیے انکار و تاویل کا باعث بنا - اور پہلا اعتراض کوئی مشکل نہیں بلکہ بہت جلد حل ہو جاتا ہے اسی طرح دوسرے کا جواب بھی آسان ہے اگر پانچویں مشکل سوال کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے ——— رہا تیسرا اور چوتھا جن کو سعایہ نے پیش کیا تو یہ انتہائی کمزور ہیں ——— مسلک اعتماد پر پانچویں اعتراض کا باقی رہ جانا یہی وُہ امر ہے جو اس کے لیے کوچ کا اعلان کر رہا ہے کیونکہ وُہ قاہر دلائل اور روشن نصوص سے متصادم ہے - میں نے قرہ باغی محشی کے سوا کسی ایسے کو نہ دیکھا جس نے اس مسلک کو اختیار و پسند کیا ہو - اور قرہ باغی قطعاً کوئی کام کی بات نہ لاسکے - (اب ان کے خیال اور عبارت کا تھوڑا تجزیہ ملاحظہ ہو ۱۲م الف)
قول قرہ باغی : چلپی کا کلام سراسر تکلف ہے عبارت سے یہ معنی ماخوذ ہونا بہت بعید ہے - (ت)

اقول ہاں اس لیے کہ انھوں نے حضرت شارح کے کلام آئندہ کی طرف راجع کرنے کی غرض سے لمعہ کی بات بڑھادی ورنہ اس تاویل میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مع کو بعد کے معنی میں لیا ہے، اور اس میں کوئی بُعد نہیں یہ تو قرآن عزیز میں بھی ہوا ہے (فان مع العسر یسرا) -

قول قرہ باغی : تکرار لازم آتی ہے -

اقول اولاً[و۱] فکان ماذا اذا ذکر ضابطة تشمل فروعا ثم بعد حین اورد فرعا منها لتبیین حکمه یعد تکرارا افاذا لم یقبح مع تقدم ذکره فی الضابطة کیف یقبح ولم تذکر بعد۔

اقول۔ اولاً: تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوگا۔ جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو پھر کچھ آگے کسی حکم کو واضح کرنے کے لیے ان میں سے کوئی جزئیہ لایا جائے تو اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ —— جب یہ ضابطہ کے تحت پہلے مذکور ہونے کے باوجود بُرا نہیں تو یہ کیسے قبیح ہوگا جبکہ مسئلہ ابھی تک بیان نہ ہوا۔ (ت)

وثانیاً لو تتبعت[و۲] ما وقع[و۳] لهم وللشارح الامام من تکرر[عہ] الافادات لاعیاك طلبها۔

ثانیاً اگر اس کی تلاش اور چھان بین ہو کہ حضرات علما اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوئی ہے تو تھک کر بیٹھ جانا پڑے گا

قوله ولعله انما ارتکبه زعما الخ۔

قول قرہ باغی: شاید چلپی نے یہ سمجھ کر اس تکلف کا ارتکاب کیا ہے کہ دونوں حد کسی شخص میں ابتداءً جمع نہیں ہوتے۔ (ت)

اقول من[و۴] این لکم هذا وانما

اقول آپ کو یہ کہاں سے پتا چلا —— انھوں

عہ وهذا سید الائمة محرر المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه قد کرر المسائل فی کتبه قال الامام شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالٰی فی المبسوط فرغ نفسه لتصنیف ما فرعه ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه محمد بن الحسن الشیبانی رحمه الله تعالٰی فانه جمع المبسوط لترغیب المتعلمین والتیسیر علیهم ببسط الالفاظ وتکرار المسائل فی الکتب لیحفظوها شاؤا او ابوا اھ ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اور یہ ہیں ائمہ کے سردار محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کہ آپ نے مسائل کو اپنی کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام شمس الائمہ اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فروعاتِ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا پس انہوں نے متعلمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلمین جنہیں چاہیں محفوظ کرلیں یا جنہیں نہ چاہیں نہ کریں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

فعلہ لان ذا الحدثین لا یتوضؤ اذا لم یکف الماء لغسلہ ۔

نے وہ تاویل اس لیے اختیار کی ہے کہ غسل کے لیے پانی ناکافی ہونے کی صورت میں دونوں حدث والے کو وضو نہیں کرنا ہے ۔

قولہ اما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابۃ ۔

قول قرہ باغی : لیکن جب وضو کے لیے بقدر کفایت پانی مل جائے تو وضو کرنا ضروری ہے پھر جنابت کے لیے تیمم کرنا ہے ۔ (ت)

اقول [ف۱] ہذا ہو مذہب الشافعی لاسیما بلفظۃ ثم فان فیہ ایجاب اعدام الماء و ان قل قبل التیمم ولا یقول بہ حنفی قط ۔

اقول یہی امام شافعی کا مذہب ہے خصوصاً لفظ ثمّ (پھر) کے ساتھ ۔ کیونکہ اس میں یہ واجب کرنا ہے کہ پانی اگرچہ کم ہی ہو تیمم سے پہلے اسے ختم کرلینا ہے ۔ کوئی حنفی کبھی اس کا قائل نہ ہوگا ۔

قولہ والعجب منہ انہ لم یلتفت ۔

قول قرہ باغی، تعجب ہے کہ انہوں نے اس طرف التفات نہ کیا ۔ (ت)

اقول [ف۲] مبنی علی ما تصور ولا متصور

اقول قرہ باغی نے خود جو تصور کیا اسی پر اس کی بنیاد ہے حقیقت میں وہ متصور ہی نہیں ۔

قولہ بعد تسلیم جمیع المقدمات

قول محشی مذکور : تمام مقدمات تسلیم کرلینے کے بعد ۔

اقول [ف۳] ما تلک المنوع المطویات فان المقدمات عند الحنفیۃ من البدیہیات ۔

اقول وہ منع کیا ہیں جو آپ نے تہ کردیے ۔ حنفیہ کے نزدیک تو سارے مقدمات بدیہیات سے ہیں ۔

قولہ یجوز اجتماع العلل الشرعیۃ علی معلول واحد ۔

قولہ ایک معلول پر متعدد علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے ۔

اقول [ف۴] کما لایمتنع اجتماع علل معلول کذلک لایمتنع ارتفاع علل برافع واحد کالتی [ف۵] انقطع حیضہا ثم احتلمت ثم التقی الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت

اقول جیسے ایک معلول پر چند علتوں کا اجتماع ممتنع نہیں ایسے ہی ایک رافع سے چند علتوں کا ارتفاع بھی ممتنع نہیں ۔ جیسے وہ عورت جس کا حیض منقطع ہوا پھر اسے احتلام ہوا پھر التقائے ختانین ہوا

علیها اربع علل وترفع جمیعا بغسل او تیمم
واحد فاذا کان له حدثان اصغر و اکبر ولم یجد
ماء للغسل فلا بدله ان یتیمم وتیممه لکونه
عن جنابة مطهر لجمیع البدن ومن البدن
اعضاء الوضوء فقد طهرها و رفع الحدثین
کما اذا اغتسل فلیس هذا التیمم الا قائما
مقام الغسل فکما یرتفعان به فکذا بنائبه
ولم یعرف من الشرع تیمم یطرؤ علی حدثین
فیرفع احدهما ویذر الأخر والا لزمه اما
تیمم اٰخر وهو باطل حتی عند الشافعیة کما
قدمنا او الماء وهو الجمع بین البدل و
المبدل الباطل باجماع الحنفیة فبلج
الحق والحمد لله رب العلمین۔

(قربت ہوئی) پھر انزال ہوا اس پر چار علتوں کا اجتماع ہوا اور ایک ہی غسل یا تیمم سے چاروں مرتفع ہو جائینگی۔ توجب کسی کو دو حدث ہوں ایک اصغر ایک اکبر۔ اور اسے غسل کے لیے پانی نہ ملے تو ضروری ہے کہ تیمم کرے۔ اس کا تیمم چونکہ جنابت سے ہوگا اس لیے تمام بدن کو پاک کر دے گا۔ اعضائے وضو بھی بدن ہی کا حصہ ہیں تو انہیں بھی تیمم نے پاک کر دیا اور اکبر و اصغر دونوں حدث رفع کر دئے۔ جیسے غسل کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تیمم غسل ہی کے قائم مقام ہے تو جیسے غسل سے دونوں حدث مرتفع ہو جاتے ہیں ویسے ہی اس کے نائب سے بھی مرتفع ہو جائیں گے شریعت میں ایسے کسی تیمم کا نشان نہیں ملتا جو دو حدثوں پر طاری ہو مگر ایک کو ختم کرے دوسرے کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر یا تو ایک دُوسرا تیمم بھی لازم ہوتا — اور یہ باطل ہے یہاں تک کہ شافعیہ کے نزدیک بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا — یا پانی (استعمال کرنا) بھی لازم ہوتا — اور یہ بدل اور اصل دونوں کو جمع کرنا ہے جو باجماع حنفیہ باطل ہے — تو حق روشن ہوگیا — اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت القیاس علی الغسل
مع فارق وذلک لان ذا الحدثین اذا
اغتسل فقد اتی بما امر به فی کل من
الحدثین وهو اسالة الماء علی تلک الاعضاء
وکذلک اذا تیمم فاقد للماء اما اذا
وجد وضوءا فبالتیمم انما یکون اٰتیا
بما امر به للحدث الاکبر لا بما امر
به للاصغر لانه قادر فیه علی الاصل

اگر سوال ہو کہ غسل پر قیاس، مع الفارق ہے — اس لیے کہ دونوں حدث والے نے جب غسل کیا تو وہ سب بجا لایا جس کا دونوں حدثوں میں سے ہر ایک میں اسے حکم دیا گیا — وہ ہے ان اعضا پر پانی بہانا (جو غسل سے پُورا ہوگیا) یہی حال اس وقت ہے جب پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کیا۔ لیکن جب آبِ وضو موجود ہو تو تیمم سے صرف اس کی بجا آوری کرنے والا ہوگا جس کا حدثِ اکبر سے متعلق اسے

فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقد عجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلك لا عن ھذا فافترق الحدثان بقاءً وارتفاعا۔

حکم ہوا۔ اس کی بجا آوری کرنے والا نہ ہوگا جس کا حدث اصغر سے متعلق اسے حکم ہوا۔ اس لیے کہ اس میں یہ اصل پر قادر ہے تو بدل کی طرف کیسے منتقل ہو سکتا ہے؛ مختصر یہ کہ تیمم کی شرط پانی سے عاجز ہونا ہے اور اس کا عجز حدثِ اکبر میں تو ہے حدثِ اصغر میں نہیں تو تیمم صرف اس سے کفایت کرنے والا ہوگا اِس سے نہ ہوگا ـــ اس طرح دونوں حدث بقا اور ارتفاع میں جُدا جُدا ہوجائیں گے (ایک ختم ہوگا ایک باقی رہ جائے گا) (ت)

اقول ھذا لو کان کل منھما مستبدا بحیالہ ولیس کذلك فلیس الحدث الا اعتبارا شرعیا لاثار معلومة کمنع الصلاة وقد انطوی الاکبر علی جمیع اثار الاصغر فکلما منعہ الاصغر منعہ الاکبر بالاولی ولا عکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اثارہ وقد سلمتم ارتفاع الاکبر بھذا التیمم فیجب ارتفاع کل اثارہ ومنھا منع الصلاة فلزم اباحتھا ولا تباح قط مع حدث فثبت ان ھذا التیمم رفع کل حدث طرأ علیہ۔

اقول یہ اس وقت ہوتا جب دونوں حدثوں میں سے ہر ایک کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی۔ اور ایسا نہیں۔ اس لیے کہ حدث کچھ معلوم آثار جیسے منع نماز وغیرہ کے شرعی اعتبار ہی کا نام ہے اور حدث اکبر حدث اصغر کے تمام اثرات پر مشتمل ہے تو اصغر جس سے مانع ہوگا اس سے اکبر بدرجۂ اولٰی مانع ہوگا۔ اس کے برعکس نہیں۔ اور کسی چیز کا ختم ہوجانا اسے لازم کرتا ہے کہ اس کے جتنے بھی اثرات ہوں سبھی زائل ہوجائیں ـــ آپ کو تسلیم ہے کہ اس تیمم سے حدث اکبر مرتفع ہوگیا تو ضروری ہے کہ اس کے سارے اثرات بھی اُٹھ جائیں ان ہی میں منع نماز بھی ہے تو لازم ہوگا کہ نماز مباح ہو۔ اور نماز کسی حدث کے ساتھ کبھی مباح نہیں ہوتی۔ تو ثابت ہوا کہ اس تیمم نے ہر وُہ حدث دُور کر دیا جو اس پر طاری ہُوا۔ (ت)

فان قلت ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اثارہ من حیث ھی اثارہ ولا ینافیہ بقاء بعضھا لمؤثر اٰخر کمن توضأ وفی فخذہ نجاسة مانعة فلا شك ان قد صح وضوؤہ وزال المنع الذی کان

اگر یہ سوال ہو کہ کسی چیز کا مرتفع ہونا اس کے اثرات دُور ہونے کو واجب کرتا ہے تو اسی حیثیت سے کہ وُہ اس چیز کے اثرات ہیں۔ اب ان میں کچھ اثرات کسی دوسرے مؤثر کی وجہ سے باقی رہ جائیں تو یہ اُس کے منافی نہیں۔ مثلاً کسی نے وضو کیا

من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة
بحاله كذا هنا هما حدثان قام احدهما
باعضاء الوضوء والأخر عم ظاهر البدن
طرا ففيها مانعيتان وفي سائر الجسد مانعية
واحدة فاذا تيمم وهو واجد لماء الوضوء
زالت من اعضاء الوضوء المانعية الكبرى
لصحة مزيلها بوجود شرطه وهو العجز
عن الماء الكافي للغسل وبقيت الصغرى لان
المزيل لا صحة له بالنسبة اليها لفقد
شرطه بالقدرة على الماء الكافي للوضوء وبه
ظهر انه ليس كالتي وصفت انها حاضت
واحتلمت وجومعت وامنت وكفاها غسل
او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا
يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس
فاقد الشرط بالنظر الى شئ منها فازالها
جميعا بخلاف ما نحن فيه وبه اتضح
الفرق بين هذا وبين من ليس له
الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لا يتوضؤ
لازالة المانعية القائمة باعضاء الوضوء
فانها ليست الا الكبرى وهي لا تتجزى
بخلاف الصورة الاولى وبه تبين ان
ليس فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما
على شيئين كمن صرف الماء الى غسل
النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم
عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان

اور اس کی ران پر اتنی نجاست ہے جو جوازِ نماز سے مانع ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ اس کا وضو صحیح ہے اور اس کی جانب سے جو رکاوٹ تھی وہ دُور ہوگئی باوجودیکہ نجاست کی وجہ سے رکاوٹ اب بھی برقرار ہے اسی طرح یہاں دو حدث ہیں ایک تو اعضائے وضو پر لگا ہوا ہے دوسرا پورے ظاہر بدن کو شامل ہے تو اعضاءِ وضو کے اندر دو ممانعتیں ہیں اور باقی سارے جسم میں ایک ممانعت (مانعیت) ہے جب آبِ وضوء موجود ہونے کی حالت میں اس نے تیمم کیا تو اعضاءِ وضو سے مانعیت کبریٰ دُور ہوگئی کیونکہ اسے دُور کرنیوالا امر اپنی شرط۔ غسل کیلیے کفایت کرنیوالے پانی سے عجز۔ کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح و درست ہے۔ —— اور مانعیت صغریٰ رہ گئی کیونکہ اس کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر تھا وہ صحیح و درست نہیں اس لیے کہ اس کی شرط مفقود ہے کیوں کہ وضو کے لیے کافی پانی پر قدرت موجود ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ اس کا معاملہ اس عورت کی طرح نہیں جس کی حالت بیان ہُوئی کہ اس میں انقطاعِ حیض، احتلام، جماع، انزال چار اسباب جمع ہوئے اور ایک ہی غسل یا تیمم کافی ہوگیا۔ اسی طرح وہ شخص جسے بار بار حدث ہُوا ہو اسے ایک ہی وضو کافی ہے اس لیے کہ ان میں کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر ہے وہ فقدانِ شرط کا شکار نہیں اس لیے اس نے سبھی کو دُور کر دیا —— بخلاف اس صورت کے جو ہمارے زیرِ بحث ہے —— اسی سے اِس شخص میں (جسے دونوں حدث ہیں) اور اس میں جسے صرف جنابت ہے واضح فرق ہوگیا کہ وہ اگر آبِ وضو پائے

انہ لیس عبثا ولا اضاعۃ ولا الاشتغال بہ سفھا ولیس کما قالوا من بقاء الحدث کما ھو بل زال احدھما۔

تو اعضائے وضو سے لگی ہُوئی مانعیت زائل کرنے کے لیے اسے وضو نہیں کرنا ہے اس لیے کہ وہاں تو صرف مانعیت کبرٰی ہے اور یہ متجزی نہیں، برخلاف پہلی صورت کے۔ اسی سے یہ بھی عیاں ہُوا کہ دونوں بدا، جمع کرنا نہیں بلکہ دو چیزوں پر دونوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جیسے وہ شخص جو پانی نجس کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ بلکہ جیسے وُہ جو ایک قسم کے کفارے میں کھانا کھلائے اور دوسری کے کفارے میں روزہ رکھے۔ اور اسی سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ یہ نہ عبث ہے نہ پانی کی بربادی، نہ اس میں مشغولی کوئی نادانی و بے وقوفی ـــــ اور لوگوں نے جو کہا کہ حدث جیسے تھا ویسے ہی رہ گیا۔ یہ بات بھی نہیں بلکہ ایک حدث زائل ہوگیا۔ (ت)

اقول ما امتنہ من کلام لولا ان فیہ ذھولا عن حدیث منع الاستبداد[عہ] فانک جعلتھما شیئین مستقلین عند الاجتماع مع ان المتقرر فی الشرع ان[۱] المتجانسین اذا اجتمعا ولم یختلف مقصودھما تداخلا وقد اعترفت بہ فی التی وصفت

اقول کیا ہی متین کلام ہے اگر اس میں منع استقلال کی بات سے ذہول نہ ہوتا۔ آپ نے دونوں کو بوقتِ اجتماع دو مستقل چیز بنا دیا۔ جبکہ شریعت میں مقرر و ثابت یہ ہے کہ دو ہم جنس جب یکجا ہوں اور ان کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں گے۔ آپ نے اس کا اعتراف

عہ ذکرہ علی سبیل الجدل ای لا نسلم ان الحدث الاصغر عند اجتماعہ بالاکبر یستبد فی امر الطھارۃ بحکم لا یندمج فیہ فیطھر بطھارتہ ولا یکون الحکم الا للاکبر وذلک لان من یحکم بوجوب الوضوء لہ مدع فیکفینا المنع وعلیہ الدلیل والا فامر الاندماج متیقن لا شبھۃ فیہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسے بطور جدل ذکر کیا ہے یعنی ہم نہیں مانتے کہ حدث اصغر حدثِ اکبر کے ساتھ یکجائی کی صورت میں طہارت سے متعلق کوئی مستقل حکم رکھتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اکبر میں داخل ہو کر اس کی طہارت سے یہ بھی طہارت پائے اور حکم صرف اکبر کو حاصل ہو ـــــ یہ طرز کلام اس لیے کہ جو شخص اس کے لیے وجوبِ وضو کا حکم کرتا ہے وُہ مدعی ہے تو ہمارے لیے منع کافی ہے اور اس کے ذمہ دلیل ہے ورنہ اصغر کے اکبر میں دخول و انضمام کا معاملہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شُبہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وفيمن احدث مرارا كان هنالك التداخل مع المساواة فان الكل فى رتبة واحدة فكيف واحد بهما اكبر واقوى ومن كل وجه يتضمن الاخرى فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فكيف لا يلزم اندماج الصغرى فى الكبرى وان يكون الحكم لها فى امر الطهارة لا للصغرى فان التابع لا يفرد بحكم ويسقط اذا سقط المتبوع والشئ اذا بطل بطل ما فى ضمنه والمتضمن عه بالفتح لا تراعى له شروطه بل شروط متضمنه كل ذلك من القواعد الشرعية الا ترى ان المذى لا يطهر عن ثوب ولا بدن بفرك ولا يظهر له حكم مع المنى فيطهر به ويطهر به الجواب عن توارد العلل هذا ما سمح به الجنان ؛ تشحيذ الاذهان ؛ وحسبنا فى الحكم

بھی کیا ہے اس عورت کے بارے میں جس کی حالت بیان ہوتی ہے اور اس شخص کے بارے میں جسے چند بار حدث ہوا ہو۔ وہاں باوجود مساوات کے تداخل ہوگیا۔ مساوات اس لیے کہ وہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ پھر اس وقت کیوں نہ ہوگا جبکہ ایک اکبر و اقوی اور ہر جہت سے دوسرے کو متضمن بھی ہو۔ دیکھئے کہ ایک کا محل طہارت دوسرے کے محلِ طہارت کا جُز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور مقصود، مقصود کا حصّہ ہے۔ تو کیسے لازم نہ ہوگا کہ صغریٰ، کبریٰ میں داخل ہوجائے اور امر طہارت میں حکم اسی کبریٰ کو حاصل ہو صغریٰ کو نہیں۔ اس لیے کہ تابع کا کوئی الگ حکم نہیں ہوتا۔ اور متبوع ساقط ہو تو وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے ـــــ اور شئے جب باطل ہوتی ہے تو وہ بھی باطل ہوجاتا ہے جو اس کے ضمن میں ہو۔ اور متضمَّن (بالفتح) کے لیے اس کی شرطوں کی رعایت نہیں ہوتی بلکہ اس کے متضمِّن کی

عه كما فى اعتق عبدك عنى بالف لما كان البيع فيه ضمنيا لم يشترط فيه الايجاب والقبول لعدم اشتراطهما فى العتق ولا يثبت فيه خيار الرؤية والعيب لا يشترط كونه مقدور التسليم ش عن الرحمتى اوائل النكاح ۱۲ منه غفر له (م)

جیسے اعتق عبدک عنی بالف (اپنا غلام میری طرف سے ہزار روپے میں آزاد کردو) اس میں چونکہ بیع ضمنی ہے اس لیے اس بیع میں ایجاب و قبول کی شرط نہ ہوئی کیونکہ آزادی میں ان دونوں کی شرط نہیں اور اس میں خیار رؤیت اور خیار عیب بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہے کہ مولیٰ وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو۔ شامی عن الرحمتی، اوائل النکاح ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ماقدمنا من دلالتهم وتصریحاتهم واللہ المستعان وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے۔ یہ سب شرعی قواعد ہیں۔ دیکھئے کہ مذی رگڑنے کے ذریعہ نہ کپڑے سے پاک ہوتی ہے نہ بدن سے —— اور وہی منی کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی سے توارد علل کا جواب بھی ظاہر ہے —— یہ وہ ہے جو کچھ اذہان کو صیقل کرنے کے لیے خاطر کا فیضان ہُوا۔ اور حکم سے متعلق تو ہمارے لیے وہ دلالت و تصریحات کافی ہیں جو حضرات فقہا سے ہم نے پیش کیں۔ اور خدا ہی مستعان ہے اور خدائے بزرگ و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الافادۃ ۱۱

الاٰن حصحص الحق وکشف قناعۃ ۞ وظہر ان المسلک مسلک التاویل والتاویل مستاویل الجماعۃ ۞ بید ان ھھنا شبہات خطرت فخشیت ان تعتری قاصرا مثل فیحتاج الی الجواب فاحببت الاسعاف بایرادھا ۞ وابانۃ سقوطھا وفسادھا ۞ وباللہ التوفیق۔

افادہ ۱۱: اب حق صاف ظاہر ہوگیا اور اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا اور واضح ہوگیا کہ مسلک وہی مسلک تاویل ہے اور تاویل وہی تاویل جماعت ہے۔ لیکن یہاں دل میں چند شبہات گزرے تو اندیشہ ہوا کہ ایسے ہی کسی قاصر کو درپیش ہوں تو اسے جواب کی ضرورت ہوگی تو میں نے چاہا کہ ان شبہات کو لا کر اور ان کے سقوط و فساد کو واضح کرکے اس کی حاجت روائی کردوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے (ت)

الشبھۃ الاولٰی

ان الامام صدر الشریعۃ یقول اغتسل[1] الجنب ولم یصل الماء لمعۃ ظہرہ وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لھما ثم[1] وجد من الماء ما یکفیھما بطل تیممہ فی حق کل منھما وان[2] لم یکف لاحدھما بقی فی حقھما وان[3] کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الاٰخر وان کفی لکل منفرد اغسل اللمعۃ[1] الخ فالصورۃ الثالثۃ

شُبہہ ۱: امام صدر الشریعۃ فرماتے ہیں: "جنب نے غسل کیا پانی اس کی پیٹھ کی ایک جگہ تک نہ پہنچا اور ختم ہوگیا۔ اور کوئی ایسا حدث ہوا جو وضو واجب کرتا ہے تو اس نے دونوں کے لیے تیمم کیا پھر[1] اُسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا۔ اور[2] اگر کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہے گا۔ اور[3] اگر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور

تشمل ما اذا کفی للوضوء دون اللمعة وقد حکم فیہ ببطلان تیممہ فی حق الحدث و ایجاب الوضوء والظاھر ان ھذا انما یستقیم علی ما قدم اول الباب من وجوب الوضوء علی ذی حدثین وجد وضوء فانہ فرض فیہ الحدث قبل التیمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن یکون التاویل توجیھا للقول بما لا یرضی بہ قائلہ۔

دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لُمعہ (غسل میں چھُوٹی ہُوئی جگہ) دھوئے الخ۔ تو تیسری صورت اسے بھی شامل ہے جب پانی وضو کے لیے کافی ہو لُمعہ کے لیے کافی نہ ہو۔ اور اس صورت میں یہ حکم کیا ہے کہ حقِ حدث میں اس کا تیمم باطل ہو جائیگا اور وضو کرنا واجب ہو گا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اسی بنیاد پر راست آسکے گا جسے اوّل باب میں بتایا کہ ایسا دو حدث والا جس کے پاس وضو کا پانی موجود ہے۔ اس پر وضو واجب ہے کہ اس میں حدث تیمم سے پہلے ہونا فرض کیا ہے پھر حدث کے لیے وضو واجب کیا ـــــ اس کے پیشِ نظر تاویل مذکور کسی کے کلام کی ایسی توجیہ ہو گی جس سے خود صاحبِ کلام راضی نہ ہو۔ (ت)

بل یسری الشك الی الحکم المنقح فان صدر الشریعة غیر متفرد بہ ھذا الامام الجلیل الاقدم ابو البرکات النسفی قائلا فی الکافی[1] جنب علی بدنہ لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم لھما واحد فان وجد ما یکفی لاحدھما غیر عین صرفہ الی اللمعة ولیعید التیمم للحدث عند محمد رحمہ اللہ اھ فما منشؤ اعادة تیمم الحدث الا ایجاب الوضوء لہ مع کونہ قبل تیمم الجنابة و ابو یوسف وان خالفہ فی الاعادة فلا لانہ لا یوجب الوضوء فی نفسہ بل لعارض و ذلك ان امر الجنابة اغلظ فکان الماء

بلکہ یہ شک منقّح حکم تک سرایت کر آئیگا اس لیے کہ صدر الشریعۃ اس میں متفرد نہیں ـ یہ ان سے مقدم امام جلیل ابو البرکات نسفی ہیں جو کافی میں رقمطراز ہیں: "ایسا جنب ہے جس کے بدن پر لُمعہ ہے اسے قبلِ تیمم حدث ہوا تو دونوں ہی کے لیے ایک تیمم کرے۔ اب اگر اسے اتنا پانی مل جائے جو غیر معین طور پر دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے، اور امام محمد کے نزدیک حدث کے لیے تیمم کا اعادہ کرے" اھ تو تیمم حدث کے اعادہ کا منشا اس کے سوا نہیں کہ حدث کے سبب وضو واجب ہے باوجودیکہ حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے اور امام ابو یوسف اعادہ کے

---

[1] کافی

مستحق الصرف الیها والمستحق لحاجۃ اھم کالمعدوم کما سیاتی عن الکافی ان شاء اللہ تعالیٰ فی الرسالۃ التالیۃ وھذا یفید اتفاق الصاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنهما علی وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التیمم لها مع ان المقرر فیما مر ان لاوضوء علیہ الا اذا احدث بعد ماتیمم۔

حکم میں اگرچہ ان کے برخلاف میں مگر اس لیے نہیں کہ وہ فی نفسہ وضو واجب نہیں کہتے، بلکہ کسی عارض کی وجہ سے۔ اور وہ یہ ہے کہ جنابت کا معاملہ زیادہ سخت ہے تو پانی اسی کا مستحق ہوا کہ جنابت میں صرف ہو اور جو کسی اہم حاجت کا مستحق ہو چکا ہو وہ کالمعدوم ہے۔ جیسا کہ اگلے رسالہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کافی کے حوالہ سے آرہا ہے ــــ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنهما کا اس جنب کے لیے وجوب وضو پر اتفاق ہے جو جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے محدث ہوا ــ باوجودیکہ ماسبق میں ثابت ومقرر یہ ہے کہ اس پر وضو نہیں مگر اس صورت میں جبکہ تیمم کر لینے کے بعد اسے حدث ہو (ت)

ولعلک تقول **اولاً** این ھذا من ذاک فانہ کان ثمہ واجد الماء الوضوء قبل التیمم للجنابۃ فکان ایجاب الوضوء ایجابہ علی جنب لایجد غسلا وھو خلاف المذھب اما ھھنا فانما وجدہ بعد ماتیمم لها والفرض انہ لایکفی للمعۃ فکان تیممہ لها بحالہ فلم یعد جنبا وبالقدرۃ علی الوضوء انتقض تیممہ فی حق الحدث لانہ لایکون طھارۃ الا الی وجدان الماء فاذا وجد فقد فقد عاد محدثا والمحدث غیر جنب اذا وجد وضوء فلا شک فی وجوب الوضوء علیہ الاتری الی ما قدمت فی الدلیل الخامس عن البدائع یتوضؤ بہ لان ھذا محدث ولیس بجنب[1] وعن الدر صار محدثا لاجنبا

اس پر چند باتیں کہی جاسکتی ہیں **اولاً** کہاں یہ کہاں وہ! وہاں اسے تیمم جنابت سے پہلے آب وضو دستیاب تھا تو وہاں وضو واجب کرنا ایسے جنب پر وضو واجب کرنا تھا جسے غسل کا پانی دستیاب نہیں اور وہ خلاف مذہب ہے۔ لیکن یہاں اسے جنابت کا تیمم کرلینے کے بعد پانی ملا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی لمعہ کے لیے کافی نہیں اس لئے اس کا تیمم جنابت برقرار ہے تو دوبارہ وہ جنابت والا نہ ہوا۔ اور وضو پر قدرت کی وجہ سے حق حدث میں اس کا تیمم ٹوٹ گیا کیونکہ تیمم پانی کی دستیابی تک ہی طہارت ہوتا ہے جب وہ دستیاب ہوگیا یہ مفقود ہوگیا۔ تو وہ پھر محدث ہوگیا۔ اور محدث غیر جنب کو جب وضو کا پانی مل جائے تو اس پر وضو واجب ہونے میں کوئی شک نہیں وہ عبارت دیکھئے جو دلیل پنجم میں بدائع کے حوالہ سے پیش ہوئی! اس سے وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے

---

[1] بدائع الصنائع شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

فیتوضؤ[۱]۔

اور جنب نہیں ہے"۔ اور درمختار کے حوالہ سے یہ "محدث ہُوا جنابت والا نہیں تو اسے وضو کرنا ہے"۔

وثانیاً لم یکن علیه وضوء لبقاء الحدث کما هو لوجود الجنابة ولا تزول بالوضوء اما الاٰن فقد زالت بالتیمم۔

ثانیاً اس پر وضو اس لیے نہیں تھا کہ جنابت موجود ہونے کی وجہ سے حدث ویسے ہی باقی رہتا اور جنابت وضو سے دُور نہ ہوتی لیکن اس وقت تو جنابت تیمم سے دُور ہوچکی ہے۔

وثالثا لم یکن ماؤه مبیحا للصلاة لاجل الجنابة والاٰن یبیح۔

ثالثاً اُس کا پانی جنابت کی وجہ سے نماز مباح کرنے والا نہ تھا اور اِس وقت مباح کرنے والا ہے۔

ورابعا کان فیه الجمع بین البدلین فی طهارة واحدة والاٰن قد تمت الطهارة الاولی بالتیمم بلاماء وبعود الحدث بالقدرة علی الماء دون الجنابة تتم هذه بالماء بلا تراب۔

رابعاً اُس میں ایک طہارت کے اندر دونوں بدل جمع کرنا ہوتا۔ اور اس وقت پہلی طہارت بغیر پانی کے تیمم کے ذریعہ پوری ہوچکی ہے اور پانی پر قادر ہونے سے حدث بلا جنابت لوٹ آنے کی وجہ سے یہ طہارت بغیر مٹی کے پانی سے پُوری ہوگی۔

وخامسا قد علم دوار فی المتون وسائر کتب المذهب ان حدوث قدرة علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولا شك ان لو تیمم لهما ثم احدث فعلیه الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ما صدر عن الصدر فی صدر الباب۔

خامساً متون اور دیگر کتب مذہب میں یہ مسئلہ متداول طور پر معروف ہے کہ تیمم توڑنے کے معاملہ میں پانی پر قدرت پیدا ہونا ایسے ہی ہے جیسے حدث پیدا ہونا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دونوں ہی کے لیے تیمم کرلیتا پھر اسے حدث ہوتا تو اس پر وضو واجب ہوتا تو یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب آبِ وضو پر اسے قدرت مل جائے۔ تو یہ حکم اس پر کہاں مبنی رہا جو شروع باب میں صدر الشریعۃ کے حوالہ سے صادر ہوا۔

اقول بل فان مبنی کل ذلك علی

اقول (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں ان سب

---

[۱] الدر المختار مع الشامی باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیة الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء ھو عین ما فی صدر الباب خلاف ما علیه النصوص والدلائل اما الملازمة فقد قال الامام ملك العلماء فی البدائع[1] الغراء الاصل فیه ان کل ما منع وجوده التیمم نقض وجوده التیمم ومالا فلا اھ ومثله فی البحر والتنویر والدر وغیرھا من الاسفار الغرای کل ما لا یمنع ابتداء لا ینقض بقاء وینعکس بعکس النقیض الی قولنا کل ما ینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت المطلوب وبه علوان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذلك الحکم المحذور۔

کی بنیاد اسی مفروضہ پر ہے کہ پانی دیکھنے سے اس کا تیمم حقِ حدث میں ٹوٹ جاتا ہے اور یہی محلِ نظر ہے۔ یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر یہ بقاءً ناقضِ تیمم ہوتا تو ابتداءً مانعِ تیمم بھی ہوتا ــــ اور ابتداءً مانعِ تیمم ہونا یہی تو وُہ بات ہے جو شروع باب میں نصوص و دلائل کے برخلاف وارد ہوتی ہے۔ ملازمہ (بقاءً ناقض ہونے کو ابتداءً مانع ہونا لازم ہے) کا ثبوت یہ ہے کہ امام ملک العلماء نے بدائع شریف میں رقم فرمایا ہے کہ "اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وُہ چیز جس کا وجود تیمم سے مانع ہے اس کا وجود تیمم کا ناقض بھی ہے اور جو مانع نہیں وہ ناقض بھی نہیں" اھ۔ اسی کے مثل البحرالرائق، تنویرالابصار، درمختار وغیرہا مشہور کتابوں میں بھی ہے۔ یعنی ہر وُہ جو ابتداءً مانع نہیں وُہ بقاءً ناقض نہیں ــــ اس کا عکس نقیض یہ ہوگا "ہر وُہ جو بقاءً ناقض ہے وُہ ابتداءً مانع ہے" ــــ تو مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سے معلوم ہُوا کہ خامس کا بطلان زیادہ روشن ہے اور اس حکم محذور پر مبنی ہونے میں یہ زیادہ واضح ہے۔ (ت)

الشبهة الثانية

نصوا فیمن بقیت له لمعة واحدث بعد التیمم لها کما صور فی اکثر الکتب وکذا ان احدث قبله کما صور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث انه ان کفی للمعة دون الوضوء غسلها وتیمم للحدث وکذا ان کفی لکل منهما لا علی التعیین لان الجنابة اغلظ فان خالف وتوضأ اعاد التیمم للمعة باتفاق

شبہہ ۲: وہ شخص جس کا کچھ حصہ نہانے میں دھونے سے رہ گیا اور جنابت کا تیمم کرنے کے بعد اسے حدث ہوا ــــ جیسا کہ اکثر کتابوں میں یہ صورت مسئلہ بیان کی ہے ــــ یوں ہی اگر تیمم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا ــــ جیسا کہ بعض کتابوں میں دونوں ہی صورت بیان کی ہے ــــ پھر اس شخص کو حدث کا تیمم کرنے سے پہلے پانی مل گیا اس کے بارے میں علما نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر وُہ پانی وضو کے لیے نہیں بلکہ

---

[1] بدائع الصنائع   باب نواقض التیمم   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۱/۵۷

الروایات وستأتی النصوص فالذی فی هذه الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطہارتین و الجمع بین البدلین حیث تطہر فی وقت واحد بالماء والتراب معا وکون الماء للجنابۃ و التراب للحدث لایمنع الجمع والا فلم منعتم ذاحدثین وجد وضوء عن الوضوء فان ثمہ ایضا لم یجتمعا علی شیئ واحد بل کان التراب للجنابۃ والماء للحدث۔

صرف چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے کافی ہے تو اسے دھولے اور حدث کے لیے تیمم کرے —— یُوں ہی اگر دونوں میں سے ہر ایک کے لیے بلاتعیین کافی ہو تو بھی اس جگہ کو دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے۔ اگر اس نے اس کے برخلاف کیا اور پانی وضو میں صرف کیا تو چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے اسے باتفاق روایات دوبارہ تیمم کرنا ہے —— نصوص عنقریب آرہے ہیں۔ ان تینوں صورتوں میں دونوں طہارتوں کو خلط کرنا اور دونوں بدل کو جمع کرنا ہی تو ہے۔ اس طرح کہ بیک وقت اس نے پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کی —— اور پانی کا جنابت کے لیے، مٹی کا حدث کے لیے ہونا جمع سے مانع نہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو دو حدث والے کو جسے آبِ وضو دستیاب ہے آپ نے وضو سے کیوں روکا (وجہ فرق کیا ہے) وہاں بھی تو دونوں بدل ایک شیئ پر مجتمع نہ ہوئے بلکہ مٹی جنابت کے لیے ہے اور پانی حدث کے لیے ہے۔ (ت)

الشبہۃ الثالثۃ نصوا قاطبۃ فی صورتی کفایۃ الماء للمعۃ وحدھا او لکل منفردا بوجوب استعمالہ فی اللمعۃ و انتقاض تیممہ لھا وانہ یتیمم للحدث ومعلوم قطعا ان ھذا الماء لم یکن محللا للصلاۃ فی الصورتین لبقاء الحدث والاحتیاج لہ الی التیمم فکان یجب ان لاینقض تیممہ لھا لما مر من نصوص الائمۃ الجھابذۃ فی الدلیل السادس ان المراد فی الکریمۃ ھو الماء الذی اذا استعمل اباح الصلاۃ وھذا لیس بہ ھذا تقریر الشبہات۔

شبہہ ۳: جب پانی صرف لمعہ کیلئے کفایت کرے یا جب تنہا ہر ایک کیلئے کفایت کرے دونوں صورتوں میں سبھی علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ پانی لمعہ میں استعمال کرنا واجب ہے اس کا تیمم جنابت ٹوٹ جائے گا اور حدث کے لیے وہ تیمم کرے گا۔ یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ پانی نماز مباح کرنیوالا نہ تھا کیونکہ حدث باقی ہے اور اس کے لیے تیمم کی ضرورت ہے۔ تو ضروری کہ اس کا تیمم جنابت نہ ٹوٹے اس لیے کہ دلیل سادس میں ائمہ ماہرین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ پانی مراد ہے جو استعمال کیا جائے تو نماز مباح ہوجائے گی اور یہ وہ پانی نہیں۔ یہ شبہات کی تقریر ہے۔ (ت)

واقول فی الجواب بتوفیق الوھاب

اما الاخریان انکان الحدث فیھما بعد التیمم

جوابِ شبہات: جوابِ شبہات میں بتوفیقِ خدائے وہاب میں کہتا ہوں — آخری دونوں

للجنابة فالجواب واضح لان الاذن مستبد قطعالا يصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتيمم فكيف يندرج الموجود فی المرفوع ولذا اجمعت الامة انه اذا احدث بعد تطهير الجنابة بالغسل او بالتیمم ووجد وضوء یجب علیه الوضوء فاذا لم یندرج فیها لم یکن الجمع بین البدلین فی طهارة واحدة بل طهارتین کمن اجنب ولم یجد غسلا فتیمم فاحدث ووجد وضوء فتوضأ ولا یرد ذو الحدثین لاجل الاندراج فیکون جمعا فی طهارة واحدة وکذلك المراد بالاباحة الاباحة من جهة ازالة مانعیة لاقاها وان بقی المنع من جهة اخری کما سبق فی من توضأ وعلی فخذہ نجس مانع ولا یرد ذو الحدثین فلیس به مانعیتان ووضوءہ یزیل احدھما وان بقیت الاخری بل مانعیة واحدة لاندراج الصغری فی الکبری فاذا لم یکف للکبری لم یکن محللا للصلاة اصلا ولو کان یکفی للصغری۔

شبہات کو لیجئے۔ اگر ان میں حدث تیمم جنابت کے بعد تھا تو جواب واضح ہے کہ اس صورت میں وہ یقیناً مستقل ہے۔ جنابت میں شامل و مندرج ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جنابت تو تیمم سے ختم ہو چکی ہے تو موجود معدوم میں کیسے شامل ہوگا۔ اسی لیے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جب غسل یا تیمم سے تطہیر جنابت کے بعد حدث ہو اور آبِ وضو دستیاب ہو تو اس پر وضو واجب ہے۔ جب حدث جنابت میں شامل نہ ہُوا تو دونوں بدل کو ایک طہارت میں جمع کرنا نہ ہوا بلکہ دو طہارتوں میں ہوا جیسے وہ شخص جسے جنابت لاحق ہُوئی اور غسل کا پانی نہ پایا تو تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کا پانی پایا تو وضو کیا — اس پر دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا ایک حدث دوسرے میں شامل ہے تو وہاں ایک ہی طہارت میں دونوں بدل جمع کرنا لازم آئے گا — اسی طرح اباحت سے مراد وُہ اباحت ہے جو اس مانعیت کے ازالہ کی جہت سے ہو جس سے پانی کا اتصال ہوا اگرچہ دوسری جہت سے ممانعت باقی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں گزرا جس نے وضو کیا اور اس کی ران پر کوئی مانع نجس موجود ہے۔ اس پر بھی دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حال ایسا نہیں کہ اس میں دو مانعیت (ممانعت) ہوں اور وضو ایک کو دور کرے اگرچہ دوسری باقی رہ جائے۔ بلکہ اس میں ایک ہی مانعیت ہے کیونکہ صغرٰی کبرٰی میں شامل ہوگئی ہے تو پانی جب کبرٰی کے لیے ناکافی ہو —— قطعاً نماز کو مباح کرنے والا نہ ہو سکے گا اگرچہ صغرٰی کے لیے کافی ہو۔ (ت)

واما ان کان الحدث فیهما قبل التیمم کما فی الشبهة الاولی **فاقول** الجواب عنهما جمیعا فی حرف واحد ان شاء الله العزیز

لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر حدث تیمم سے پہلے ہو، جیسا کہ شبہۂ اولٰی میں ذکر ہے، **تو میں کہتا ہُوں** اس کا جواب ایک حرف میں ہے

الواجد الماجد: وقد لوحنا اليه فى الافادة
العاشرة وذلك ان الحدث له معنيان كما قدمنا
فى الطرس المعدل احدهما نجاسة حكمية تحل
بسطوح الاعضاء الظاهرة التى يلحقها حكم
التطهير حلول سريان والسطح ممتد منقسم
طولا وعرضا فبانقسامها تنقسم النجاسة
الحالة بها وعن هذا يسقط الفرض عما
اصابه الماء مع بقاء النجاسة فى الباقى و
الآخر وصف للمكلف وهو تلبسه بها فيبقى ما دام
ذرة منها وهذا هو الحدث الذى لا يتجزى و
اذ كان الاول متجزئا ينقسم الى قسمين شامل
ومقتصر فالشمول فى الجنابة ما لم يمس ماء
والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة
الحكمية تزول من المغسول وتبقى فى غيره و
الحدث الاصغر لا يعتبر فى غير الاعضاء الاربعة
فان كانت الكبرى شاملة وجب الاندراج لعمومها
تلك الاعضاء ايضا وان كانت مقتصرة لم
يلزم كأن تكون الجنابة فى غيرهن وفيهن الحدث
ولا يكون الا بان يتوضأ الجنب او يمر الماء على
اعضاء وضوئه وتبقى لمعة فى غيرهن ثم يحدث
فيعتريهن الحدثان ولا وجه للاندراج لتباين
المحل والى هذا اشرت بقولى فى المندرج
المحل جزء من المحل والمطهر بعض من
المطهر وهذا هو مرادهم ههنا كما دل
عليه قول الامام صدر الشريعة ولم

اگر خدائے غالب غنی بزرگ نے چاہا۔ اس جواب کی طرف
ہم افادۂ دہم میں اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ
حدث کے دو معنی ہیں، جیسا کہ ہم نے الطرس المعدل
میں بیان کیا — ایک نجاستِ حکمیہ جو اعضا کی اُن ظاہری
سطحوں میں حلول سریانی کئے ہوتی ہے جنہیں حکم تطہیر
لاحق ہوتا ہے —— اور سطح ایک پھیلی ہوئی، طول و
عرض میں منقسم چیز ہے۔ تو سطحوں کے منقسم ہونے سے
ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہو جاتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ جس حصّہ کو پانی پہنچتا ہے اس سے فرض
ساقط ہو جاتا ہے اور بقیہ حصّہ میں نجاست باقی رہتی ہے۔
دوسرا معنی یہ ہے کہ حدث مکلف کی ایک صفت ہے اور
وہ یہ ہے کہ مکلف نجاستِ حکمیہ سے متلبس ہے تو جب
تک اس نجاست کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے یہ حدث
باقی رہے گا۔ یہی وہ حدث ہے جو غیر متجزی وغیر منقسم
ہے۔ اور اوّل چونکہ متجزی ہے اس کی دو قسمیں ہونگی،
شامل اور مقتصر۔ جنابت میں شمول اس وقت ہے
جب پانی مس نہ ہوا ہو۔ اور اقتصار اس صورت میں
ہے جب بدن کا کوئی حصّہ دُھل گیا ہو اس لیے کہ
دھوئے ہوئے حصّہ سے نجاستِ حکمیہ زائل ہو جاتی
ہے اور دوسرے حصّہ میں باقی رہتی ہے —— اور
حدث اصغر کا چاروں اعضا کے علاوہ میں اعتبار ہی
نہیں تو اگر نجاستِ کبریٰ شاملہ ہے تو اندراج لازم
ہے کیونکہ وہ ان اعضا میں بھی عام ہے اور اگر مقتصرہ
ہے تو اندراج لازم نہیں۔ مثلاً یہ صورت ہو کر جنابت
اعضائے اربعہ کے علاوہ میں ہو اور ان اعضا میں

يصل الماء لمعة ظهره[1] خص الظهر بالذكر ليفيد ان الكبرى فی غير محل الصغرى فلا يصح الاندراج الاترى[ف1] ان ذا الجنابة الشاملة و الحدث اذا اغتسل كفاه عن الوضوء و ان لم يجد ماء لغسله فتيمم كفاه ايضا اما صاحب المقتصرة فی غير اعضاء الوضوء والحدث كمن اغتسل و بقيت ظهره مثلا ثم احدث فهذا اذا غسل ظهره تم غسله و خرج عن الجنابة لكن لايكفيه غسله ظهره عن الوضوء بل يجب عليه ان يتوضأ او يتيمم للحدث ان لم يجد له الماء وما هو الا لعدم اندراج الصغرى فی تلك المقتصرة الكبرى۔

حدث ہو ــــ اور اس کی یہی شکل ہوگی کہ جنب وضو کرے یا اس کے اعضائے وضو پر پانی گزر جائے اور دیگر اعضا میں لمعہ رہ جائے پھر اسے حدث ہو تو اعضائے وضو پر حدث عارض ہو جائیگا۔ ایسی صورت میں اندراج کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ (اصغر و اکبر کے) محل الگ الگ ہیں۔ اس کی طرف مندرج کے تحت میں نے اپنے ان الفاظ سے اشارہ کیا کہ۔ "محل، محل کا جز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے۔ اور یہاں پر علما کی یہی مراد ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعۃ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں:" اور پانی اس کی پشت کے لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ) تک نہ پہنچا ــــ خاص طور سے پشت کو اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہوسکے کہ کبریٰ غیر محلِ صغریٰ میں ہے اس لیے اندراج نہ ہوسکے گا۔

دیکھئے جنابت شاملہ اور حدث دونوں رکھنے والا جب غسل کرے تو یہی غسل وضو سے بھی کفایت کرجاتا ہے اور اگر غسل کے لیے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرے تو یہ بھی کافی ہوتا ہے ــــ مگر وہ جو غیر اعضائے وضو میں جنابت مقتصرہ اور (اعضائے وضو میں) حدث رکھتا ہے ــــ مثلاً وہ جس نے غسل کیا اور اس کی پیٹھ باقی رہ گئی پھر اسے حدث ہوا ــــ تو یہ جب اپنی پیٹھ دھولے اس کا غسل مکمل ہوگیا اور وہ جنابت سے نکل گیا۔ لیکن اس کا اپنی پیٹھ دھولینا وضو سے کفایت نہیں کرسکتا۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ وضو کرے یا اگر پانی نہ ملے تو حدث کے لیے تیمم کرے۔ یہ اسی لیے ہے کہ نجاست معنوی اس نجاست کبریٰ مقتصرہ میں مندرج نہیں۔ (ت)

فان قلت هذا فی الماء فانه[ف2] ايضا مطهر مقتصر على ما يصيب بخلاف التيمم فانه يعم جميع البدن كالغسل۔

اگر سوال ہو کہ یہ تو پانی میں ہے کہ وہ بھی جس حصہ تک پہنچتا ہے اس کے لیے مطہر مقتصر ہے۔ مگر تیمم کا یہ حال نہیں کیونکہ وہ غسل کی طرح پورے بدن کو ہمہ گیر اور عام ہے۔

اقول نعم يعم البدن لكن عمله[ف3] فی

اقول ہاں بدن کو عام اور ہمہ گیر ہے لیکن

---

[1] شرح الوقایۃ　باب التیمم　مکتبہ رشیدیہ دہلی　١/١٠٤

الحدث ھوالرفع لاتغییرہ عن صفته حتی یجعل المندرج غیرمندرج اوبالعکس بل انما یرفعه علی ماھوعلیه من الحال ان مندرجا فمندرجا او مستبدا فمستبدا فاذا اغتسل وبقیت لمعة فی ظھرہ ثم احدث فتیمم لھما ازالھما مغیّین الی وجدان الماء وھذہ ثمرۃ عمومه لاان یدرج نجاسة حکمیة قائمة بالاعضاء الاربعه فی نجاسة اخری قائمة بالظھر فتبقی کل منھما تنتظر الماء الکافی لھما بحیاله فاذا وجد وضوء وجب علیه الوضوء ولووجدہ قبل ھذا التیمم لمنعه التیمم للحدث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون الماء محللا للصلاۃ بالنظر الی ھذا المستقل المستبد الغیر المنظور فیه الی الاٰخر ولم یجتمع الماء والتراب علی طھارۃ بل توزعا علی طھارتین مستقلتین فانحلت الشبھات جمیعا والحمد ﷲ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین۔

حدث میں اس کا عمل یہی ہے کہ اسے دُور کر دے یہ نہیں کہ اس کی صفت بدل ڈالے اس طرح کہ مندرج کو غیر مندرج بنا دے یا اس کے برعکس۔ بلکہ صرف اتنا کرے گا کہ حدث جس حالت وصفت پر ہے اسی حال پر اسے رفع کر دے گا۔ مندرج ہے تو بحالت اندراج، مستقل ہے تو بحالت استقلال ـــــ اب دیکھیے جب اس نے غسل کیا اور اس کی پشت میں لمعہ باقی رہ گیا پھر اسے حدث ہوا، اب اس نے حدث و جنابت دونوں کے لیے تیمم کیا تو یہ تیمم دونوں کو پانی کی دستیابی تک کے لیے دُور کر دے گا ـــــ یہی اس کے عموم اور ہمہ گیری کا ثمرہ ہے۔ یہ نہیں کہ ایک نجاست حکمیہ جو اعضائے اربعہ میں ہے اسے دوسری نجاست حکمیہ میں ـــــ جو پشت میں ہے ـــــ مندرج کر دے۔ اس لیے دونوں نجاستوں میں سے ہر ایک اپنے لیے مستقل طور پر مائے کافی کے انتظار میں رہے گی جس وقت اسے وضو کا پانی مل جائے اس پر وضو واجب ہو جائے گا ـــــ اور اگر اس تیمم سے پہلے اسے وضو کا پانی ملتا تو وہ حدث کا تیمم کرنے سے مانع ہوتا اس لیے کہ ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے ابتداءً مانع ہے ـــــ اور پانی اس مستقل مستبد کے لحاظ سے جس میں دوسرے کی جانب نظر نہیں نماز کو مباح کرنے والا ہے ـــــ اور ایک طہارت پر پانی اور مٹی کا اجتماع نہ ہوا بلکہ دونوں دو مستقل طہارتوں پر متفرق اور جُدا جُدا ہیں ـــــ تمام شبہات حل ہوگئے اور ساری تعریف خدائے رب العلمین کے لیے ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر درود ہو۔ (ت)

اقول ومن ھھنا ظھر وﷲ الحمد ان من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ فمر بنھر

اقول یہیں سے بحمدہ تعالٰی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسے جنابت ہُوئی تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر کسی دریا کے

وقدر[ع] علی الاغتسال فلم یغتسل عاد جنبا غیر محدث بالحدث الاصغر لان الجنابۃ انما تعود فیما لم یصبہ الماء من اعضائہ و بوضوئہ السابق مر الماء علی اعضاء الوضوء فلا تعود الیہا جنابۃ الا بسبب جدید کما بینا فی الافادۃ الاولی ونقلنا التنصیص بہ عن الغنیۃ والبدائع فھذا[ف۱] ان حدث ولو قبل التیمم للجنابۃ العائدۃ ووجد وضوء وجب علیہ الوضوء قطعا لان ھذا حدث طرء علی طھر فینقضہ ولا یکفیہ تیممہ الاٰن لانہ لجنابۃ مقتصرۃ فی غیر اعضاء الوضوء فلم یندرج الحدث فیہ وبقی مستقلا بحیالہ نعم یرتفع[ف۲] بتیممہ للجنابۃ العائدۃ ان لوکان عاجزا عن الوضوء ایضا لان التیمم وان کان لجنابۃ قدر ظفر یعم البدن فاذا وجد شرطہ و ھو العجز عن الماء فی اعضاء الوضوء ایضا طھرھا ایضا اما وھو قادر علی الوضوء فلا لفقد الشرط وبالجملۃ[ف۳] اذا استقل الحدثان فالتیمم لھما وان کان واحدا بالصورۃ تیممان معنی ینظر فی کل منھما الی شرطہ فحیث تحقق یصح فی حقہ وحیث لا لا بخلاف تیمم[ف۴] جنب ذی حدث مندرج فانہ تیمم

پاس سے گزرا اور غسل پر قادر ہوا مگر اس نے غسل نہ کیا تو وہ پھر جنب ہوگیا لیکن محدث بہ حدث اصغر نہ ہُوا —— اس لیے کہ جنابت ان ہی اعضاء میں عود کرے گی جنہیں پانی نہ پہنچا اور اعضائے وضو پر اس کے وضوئے سابق کی وجہ سے پانی گزر گیا۔ تو ان پر جنابت بغیر کسی سبب جدید کے عود نہ کریگی جیسا کہ ہم نے افادۂ اولٰی میں بیان کیا۔ اور اس کی تصریح غنیہ اور بدائع سے نقل کی —— پھر اس کو اگر حدث ہو۔ اگرچہ لوٹ آنے والی جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے ہو —— اور وہ آب وضو پائے تو اس پر وضو قطعاً واجب ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسا حدث ہے جو طہارت پر طاری ہوا تو اسے توڑ دے گا۔ اور اس وقت اس کا تیمم کرنا اسے کفایت نہیں کرسکتا اس لیے کہ وہ اس جنابت کے لیے ہے جو غیر اعضائے وضو میں مقتصر ہے تو حدث اس میں مندرج نہ ہوا اور الگ مستقل رہ گیا —— ہاں اس کا حدث لوٹ آنے والی جنابت کا تیمم کرنے سے اٹھ جائے گا اگر وہ وضو سے بھی عاجز ہو۔ کیونکہ تیمم اگرچہ ناخن برابر جنابت کے لیے ہو لیکن تمام بدن کو عام ہوتا ہے۔ تو جب اس کی شرط —— اعضائے وضو میں بھی

---

[۱] قال الامام فقیہ النفس علم بہ اقول والمراد القدرۃ فان العلم لا یستلزم القدرۃ والقدرۃ تستلزم العلم ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

[۱] امام فقیہ النفس نے فرمایا: دریا کا اسے علم ہو۔ **اقول** مراد قدرت ہے اس لیے کہ علم ہونا قدرت کو مستلزم نہیں اور قادر ہونا عالم کو مستلزم ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

واحد صورۃ ومعنی لاجل الاندراج وههنا لا اندراج الا ترى الى ما قدمنا عن الكافى الأن من ايجاب الوضوء عليه اذا وجد ماء كافيا له باتفاق الامامين وان قال الامام الثانى بصرف حكم الوضوء عنه لعارض وسيجئ فى الرسالة التالية ان الاصح قول محمد و هذه عين الجزئية المطلوبة فانه جنب ذو لمعة وقد احدث قبل التيمم لها فوجب الوضوء عليه وكذلك هو مفاد المنية على نسخة المتن كما قدمنا وكذلك نص عليه فى شرح الوقاية كما تقدم وقد اقره المحشون والناظرون ولم يستشكله احد كما استشكلوا جميعا قوله فى صدر الباب ؛ وما هو الا لان ماههنا فى حدث مستقل فلا يحوم حول ايجاب الوضوء فيه شبهة ولا ارتياب ؛ وههنا تعود جميع الابحاث التى اوردناها فى الافادة العاشرة على طريقة السؤال ؛ ودفعناها بعدم الاستقلال ؛ فترد الأن ولا مرد لشئ منها ولا زوال ؛ ورحم الله الفاضل البرجندى والعلماء جميعا اذ صور وجود الجنابة من دون حدث بثلاث صور اولها هذه ولما اتى على استظهار عدم وجوب الوضوء خص الكلام بالاخريين وجعل هذه بمعزل عنه كما نقلنا كلامه اخر الدلائل وتتمته فى الاشكال الخامس لان هذه لا يرتاب فيها وجوب

پانی سے عجز — پائی جائے تو انھیں بھی پاک کرے گا۔ مگر وضو پر قدرت کی حالت میں پاک نہ کرے گا اس لئے کہ شرط مفقود ہے — خلاصہ یہ کہ جب دونوں حدث مستقل ہوں تو ان کے لیے تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنیً دو تیمم ہوتے ہیں ہر ایک میں اس کی شرط پر نظر کی جائیگی جہاں جس کی شرط متحقق ہو اس کے حق میں وہ تیمم صحیح ہوگا جہاں شرط نہ متحقق ہو صحیح نہیں ہوگا۔ مگر حدث مندرج والے جنب کا تیمم اس کے برخلاف ہے اس لیے کہ اندراج کی وجہ سے وہ صورۃً بھی ایک تیمم ہے اور معنیً بھی — اور یہاں اندراج نہیں — وہی عبارت دیکھ لیجئے جو ابھی ہم نے کافی کے حوالہ سے پیش کی ہے کہ باتفاق امام اعظم و امام محمد علیہما الرحمۃ اس پر وضو کے لیے کافی پانی کی دستیابی کی صورت میں وضو واجب ہے اگرچہ امام ثانی (ابو یوسف) کا قول ہے کہ اس وضو کا حکم عارضہ کے سبب ساقط ہو جائیگا اور آنیوالے رسالہ میں یہ بات آرہی ہے کہ اصح قول امام محمد کا ہے اور یہ بعینہ ہمارا مطلوب جزئیہ ہے اس لیے کہ وہ ذو لمعہ جنب ہے جسے تیمم جنابت سے پہلے حدث بھی لاحق ہو تو اس پر وضو واجب ہو گیا۔ اسی طرح شرح وقایہ میں بھی اس کی تصریح ہے جیسا کہ گزرا۔ اسے محشین اور ناظرین نے برقرار بھی رکھا اور کسی نے اس میں اشکال نہ محسوس کیا جیسے شروع باب میں ان کے قول میں سبھی حضرات نے اشکال سمجھا — اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں جو کلام ہے وہ حدث مستقل کے بارے میں ہے تو اس میں ایجاب وضو کے گرد کسی شک و شبہہ کا گزر نہیں اور یہاں وہ ساری بحثیں آجاتی ہیں جنہیں ہم افادۂ دہم

الوضوء نعم [ف۱] لو تيمم ثم احدث ولم يتوضأ
ثم مر بماء وجاوزه فهذا وان وجد وضوء
لا وضوء عليه سواء احدث اولم يحدث لان الحدث بعد
ماكان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابة
الى اعضاء الوضوء وكذا [ف۲] كل حدث يحدث بعده
مالم يحدث بعد رفع الجنابة العائدة عن
اعضاء الوضوء بعضا اوكلا بماء اوتراب فظهر [ف۳] ان
ماوقع فى مسألة الجنب المذكورة فى الخانية
الشريفة من قوله احدث اولم يحدث سبق
قلم من الامام الاجل فقيه النفس رحمه الله
تعالٰى رحمة واسعة ورحمنا به فى الدنيا و
الاٰخرة اٰمين ولا غرو فلكل جواد كبوة و لكل
صارم نبوة ولا عصمة الا لكلام الالوهية
ثم النبوة والمسألة قد ذكرها محرر المذهب
محمد رضى الله تعالٰى عنه فى كتاب الاصل
لم يذكر فيه احدث اولم يحدث وهكذا اثره
فى الخلاصة اذ قال [ف۴] رجل تيمم للجنابة وصلى
ثم احدث ومعه من الماء قدر ما يتوضؤ
به لصلاة يتوضؤ به لصلاة اخرى فان توضأ به ولبس خفيه
ثم مر بالماء ولم يغتسل حتى صار عادم
الماء ثم حضرت الصلاة ومعه من الماء
قدر ما يتوضؤ به فانه يتيمم ولا يتوضؤ
فان تيمم ثم حضرت الصلاة الاخرى
وقد سبقه الحدث فانه يتوضؤ به و
ينزع خفيه وان لم يكن مر بماء قبل

میں بطور سوال لائے اور انھیں عدم استقلال کے جواب سے
دفع کیا وہ اب پھر وارد ہوں گی اور ان میں سے کوئی نہ رد
ہو سکتی ہے نہ ٹل سکتی ہے۔ خدا کی رحمت ہو فاضل برجندی
— اور تمام علماء پر کہ فاضل موصوف نے بغیر حدث
کے جنابت پائے جانے کی تین صورتیں پیش کیں جن میں
پہلی صورت یہی ہے — اور جب عدم وجوب وضو
کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر آئے تو صرف
بعد والی دونوں صورتوں سے متعلق کلام کیا اور اسے
معرضِ کلام سے بالکل الگ رکھا جیسا کہ دلائل کے آخر
میں ہم نے ان کا کلام نقل کیا اور اس کا تکملہ اشکال پنجم
میں ہے کیونکہ اِس سے متعلق وجوب وضو میں کوئی شک
نہیں — ہاں اگر تیمم کرلیا پھر اسے حدث ہوا اور
وضو نہ کیا پھر (نہانے کے قابل) پانی کے پاس سے
گزرا، اور اسے چھوڑ کر آگے چلا گیا۔ — تو اس
شخص کے پاس اگرچہ آبِ وضو موجود ہے مگر اس
پر وضو نہیں خواہ اسے حدث ہو یا نہ ہو —
اس لیے کہ اس کا حدث پہلے اگرچہ مستقل تھا مگر اب
اعضائے وضو میں جنابت لَوٹ آنے کی وجہ سے مندرج
ہو گیا۔ اسی طرح عود جنابت کے بعد جو بھی حدث ہوگا
(سب مندرج ہو جائے گا) بشرطیکہ عود کرنے والی
جنابت کو پانی یا مٹی کے ذریعہ اعضائے وضو سے کُلاًّ یا بعضاً
رفع کرنے کے بعد وُہ حدث نہ پیدا ہوا ہو (کہ ایسا
حدث مندرج نہ ہوگا) اس سے ظاہر ہوا کہ جنب کے
مذکورہ مسئلہ میں خانیہ شریف میں واقع یہ عبارت
"احدث او لم یحدث" (اسے حدث ہو یا نہ ہو)
امام اجل فقیہ النفس کی سبقت قلم سے صادر ہوئی۔

ذلك مسح علی خفیه الکل فی الاصل[1] اھ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی انه بکل شیئ علیم ۔

خدائے برتر انہیں اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور ان کی برکت سے دُنیا و آخرت میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔ یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ ہر اسپ خوش رفتار کو ٹھوکر بھی لگتی ہے اور ہر شمشیر برّار کو ناموافقت سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے۔ عصمت تو صرف کلامِ الوہیت پھر کلامِ نبوت کو ہے ۔۔۔ یہ مسئلہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل (مبسوط شریف) میں بیان کیا ہے۔ اس میں "احدث اولم یحدث" ذکر نہ فرمایا۔ خلاصہ میں ان کی عبارت اسی طرح نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے: "ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور نماز ادا کی پھر اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرسکتا ہے تو اس سے دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ اگر اس سے وضو کرلیا اور موزے پہن لیے پھر پانی کے پاس سے گزرا اور غسل نہ کیا یہاں تک کہ پانی اس کے لیے معدوم ہوگیا پھر نماز کا وقت آیا اب اس کے پاس بقدر وضو پانی ہے تو وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔ اگر اس نے تیمم کرلیا پھر دوسری نماز کا وقت اس حالت میں آیا کہ اسے حدث لاحق ہو چکا تو اس پانی سے وُہ وضو کرے گا اور اپنے موزے اتارے گا ۔۔۔ اور اگر اس سے پہلے وُہ پانی سے نہ گزرا تھا تو اپنے موزوں پر مسح کرے ۔۔۔ یہ سب اصل (مبسوط) میں ہے اھ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔ اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے، یقیناً وُہ ہر شَے کا علم رکھتا ہے۔ (ت)

الافادہ ۱۲ تقریری ھذا افتح و للہ الحمد بابا اٰخر للتاویل **فاقول** مع علی معناھا و لانتصرف فی شیئ من الالفاظ و نقول الجنابة اذا شملت لم یظھر معھا حدث بل اندمج فیھا واستھلك کالمذی فی المنی فی حکم الطھارة فمعیتھما لاتکون الا باستقلالھما وذلك فی جنابة مقتصرة لاتشمل محل الحدث طرا ولایکون الا بان یتوضأ بعد الجنابة کلا او بعضا ثم یحدث کما تقدم والفرض ان الماء یکفی للحدث لا للجنابة فیجب ان تکون

افادہ ۱۲: میری اس تقریر نے بحمدہٖ تعالٰی تاویل کا ایک اور دروازہ کھولا **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) عبارت شرح وقایہ میں مع اپنے معنی پر رہے اور ہم کسی لفظ میں تصرف نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں جنابت جب شاملہ ہو اس کے ساتھ کوئی حدث ظاہر نہ ہوگا بلکہ اسی میں مل جائیگا اور غائب و مستہلک ہوجائے گا جیسے حکمِ طہارت میں منی کے اندر مذی کے غیاب واستہلاک کا حال ہے۔ تو حدث و جنابت دونوں ایک ساتھ اسی وقت ہوں گے جب دونوں مستقل ہوں۔ یہ اس جنابت مقتصرہ میں ہوگا جو

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی تیمم من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۸

الجنابة فی محل اکبر من اعضاء الوضوء و
حینئذ لا شك انه اذا وجد وضوء یجب
علیه الوضوء بالاتفاق لان تیممه یکون
للجنابة خاصة ولا یرفع الحدث لکونه
مستبدا بالحکم والماء کاف له والحمد لله
حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه ۞ وصلی الله
تعالیٰ علی سیدنا و مولٰنا **محمد** وٰاله و
ذویه ۞ اٰمین۔

پورے محلِ حدث کو شامل نہ ہو — اس کی صورت یہی ہوگی کہ جنابت کے بعد کُلاًّ یا بعضاً وضو کرے پھر اسے حدث ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ پانی حدث ہی کے لیے کفایت کر رہا ہے جنابت کے لیے نہیں۔ تو ضروری ہے کہ جنابت اعضائے وضو سے زیادہ بڑے حصّے میں ہو — جب یہ صورت ہو تو بلاشبہہ آبِ وضو ملنے کے وقت اس پر بالاتفاق وضو واجب ہوگا اس لیے کہ اس کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہوگا اور حدث رفع نہ کرے گا کیونکہ حدث تو اپنا مستقل حکم رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے بقدرِ کفایت پانی موجود ہے — اور ساری حمد خدا کے لیے ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد — اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

فظهران معنی کلام الامام ان
المحدث علی ثلثة انواع الاول من به جنابة
وحدها سواء لم یکن معها حدث اصلا کما
مر تصویره او کان وهو مغمور مستهلك فیها
کجنب لم یمس ماء او غسل بدنه ما عدا
اعضاء الوضوء او غسل غیرها وغیر حصة
اخری ثم احدث فی الکل قبل ان یتطهر
لها والثانی من به جنابة معها حدث کجنب
توضأ او غسل بعض اعضاء وضوئه فقط او
مع غیرها من سائر البدن کلا او بعضا ثم
احدث قبل التیمم لها او فعل ذلك وفنی
الماء وتیمم لها ثم احدث ثم مر بماء یکفی
لم یغتسل والثالث من به حدث وحده
وهو ظاهر وهذه احکامها اما القسم الاول

اس سے ظاہر ہوا کہ امام صدر الشریعۃ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ محدث کی تین قسمیں ہیں:

اوّل وہ جسے صرف جنابت ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی حدث بالکل نہ ہو۔ جیسا کہ اس کی صورت کا بیان گزرا — یا حدث ہو تو وہ جنابت ہی میں مخفی و مستہلک ہو جیسے وہ جنب جس نے پانی مَس نہ کیا۔ یا اعضائے وضو کے ماسوا بدن دھو لیا — یا اعضائے وضو اور کسی دوسرے حصّہ کو چھوڑ کر باقی سب دھو لیا۔ پھر ان سبھی صورتوں میں جنابت سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا۔

دوم وہ جسے ایسی جنابت ہے جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے۔ جیسے وہ جنب جس نے وضو کر لیا — یا صرف بعض اعضائے وضو دھو لیے — یا بعض اعضائے وضو باقی بدن میں سے کل یا بعض

(اذا كان للجنب) المتفرد بالجنابة بدليل المقابلة (ما يكفى للوضوء لا للغسل) اى ازالة الجنابة الشاملة كما في الصورة الاولىٰ او غيرها كما في الاخيرتين فانه (يتيمم لا يجب عليه التوضى عندنا) اذ لا حدث معه يستقل بحكم والفرض انه لا يخرجه عن جنابته فكان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعي) رضى الله تعالىٰ عنه لما علمت و (اما) القسم الثانى (اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) مستبد بالحكم (فانه يجب عليه الوضوء) قطعا لان حدثه مستقل وقد قدر على ما يكفى لازالته ولا يكفيه التيمم (فا)ن التيمم الذى يفعله انما يكون (للجنابة) خاصة لعدم الاندراج فيلزم الوضوء (بالاتفاق و) اما القسم الثالث (اذا كان للمحدث) المتفرد بالحدث (ما يكفى لغسل بعض اعضائه

کے ساتھ دھو لیے پھر جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا — یا اتنا اس نے کیا اور پانی ختم ہوگیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر اتنے پانی کے پاس سے گزرا جو جنابت کے لیے کافی تھا مگر اس نے غسل نہ کیا۔

سوم وہ جسے صرف حدث ہو — یہ ظاہر ہے۔
اور تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں۔ لیکن قسم اول (جنب جنب کے پاس) وہ جسے صرف جنابت ہو اس قید کی دلیل یہ ہے کہ مقابلہ میں ایسا جنب مذکور ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہے (اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں) یعنی جنابت شاملہ دُور کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔ یا غیر جنابت شاملہ کے لیے نہیں جیسا کہ بعد والی دونوں صورتوں میں ہے۔ (تو وہ تیمم کرے گا اور ہمارے نزدیک اس پر وضو واجب نہیں) اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو مستقل

---

۱ هذا على التعليل وان جعلنا الفاء للتفريع امكن تعلق قوله بالاتفاق بما يليه على تقدير تأخر التيمم عن الوضوء فيكون المعنى (يجب عليه الوضوء) فاذا توضأ (فالتيمم) الذى يفعله بعد يبقى (للجنابة بالاتفاق) لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعده ولكن الاول هو الاولى كما لا يخفى ١٢ منه غفر له (م)

یہ اس تقدیر پر ہے کہ ف برائے تعلیل ہے۔ اور اگر فاء برائے تفریع مانیں تو ان کے قول بالاتفاق کا تعلق اسی عبارت سے ہوگا جس سے یہ متصل ہے اس تقدیر پر کہ تیمم وضو کے بعد ہو تو معنی یہ ہوگا (اس پر وضو واجب ہے) تو جب وہ وضو کرلے (تو تیمم) جسے وہ بعد میں ہی کرے گا (بالاتفاق جنابت کیلئے) باقی رہے گا کیونکہ حدث وضو سے رفع ہوگیا اور اس کے بعد پانی بھی ختم ہوگیا لیکن اول اولیٰ ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

فالخلاف) بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ (ثابت ایضاً[1]) فی وجوب صرف ذلک الماء وعدمہ وھذا کما تری بحمد اللہ تعالٰی احق باسم الشرح من اسم التاویل اذ لیس فیہ صرف لفظ عن معناہ اصلا وانا اجعلہ ھدیۃ لروح الامام صدر الشریعۃ ؛ جعلہ اللہ تعالٰی لاصلاح احوالی ومغفرۃ ذنوبی ذریعۃ ؛ انہ ھو الرؤف الرحیم ؛ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ؛ والحمد للہ حمدًا کثیرا طیبا مبارکا فیہ ؛ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا **محمد** واٰلہ وذویہ ؛ اٰمین۔

حکم رکھتا ہو۔ اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وُہ پانی اسے جنابت سے نکال نہیں سکتا تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے (بخلاف امام شافعی کے) رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اس کی وجہ معلوم ہوچکی (لیکن) قسم دوم (جنب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے) جبکہ حدث اپنا مستقل حکم رکھتا ہو (تو اس پر وضو واجب ہے) قطعاً۔ کیونکہ اس کا حدث مستقل ہے اور اسے اتنے پانی پر قدرت بھی ہے جو اس حدث کو دُور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور اس کے لیے تیمم کفایت نہیں کرسکتا اس لیے (کہ تیمم) جو وہ کر رہا ہے صرف (جنابت کے لیے ہے) کیونکہ حدث اس میں مندرج نہیں۔ تو وضو لازم ہے (بالاتفاق)۔ رہی قسم سوم (جنب محدث) جو صرف حدث والا ہے (کے پاس اتنا پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے دھونے کے لیے کفایت کرے تو بھی اختلاف) ہمارے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان (ثابت ہے) اس بارے میں کہ اس پانی کو صرف کرنا واجب ہے یا نہیں۔ [ان کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک نہیں ۱۲ م الف] یہ توضیح جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے تاویل سے زیادہ شرح کا نام دیے جانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ اس میں کسی لفظ کو اس کے معنی سے پھیرنا بالکل نہیں — میں اسے امام صدر الشریعۃ کی روح پاک کے لیے ہدیہ کرتا ہوں۔ انہیں خدائے برتر میرے احوال کی اصلاح اور میرے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد — اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد، ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

خلاصۂ تحقیقات ان چند مسائل سے واضح **تنبیہ** ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض و نفاس اور لفظ حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے **اقول** وباللہ التوفیق

مسئلہ (۱) جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو

[1] ماخوذ من شرح الوقایۃ　باب التیمم　المکتبۃ الرشیدیہ دہلی　۱/۹۵

جیسے سوکر اٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یُوں ہی غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس، سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اس کے ساتھ کا جیسے جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بیٹھا اور اس کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابلِ غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس[10] دن دو[2] منٹ خون آیا تو جس وقت دس[10] رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اس کے انقطاعِ حیض اور اس پر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریانِ خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدثِ اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصال حقیقی ہے کہ ایک[1] آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اس پر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ جب حدث و جنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُن کے حدوث میں تقدم تأخر معیت کچھ بھی ہو اس کی دو[2] قسمیں ہیں :

اوّل : کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصّہ محلِ جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اتنی ہی جگہ ہو یا اُس کے علاوہ اور بھی ہم نے اس کا نام حدث مندرج یا مندمج رکھا اس کی بارہ[12] صورتیں ہیں کہ اگر حدث[1] کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا[2] حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل یا[3] اعضائے وضو سے اُس بعض یا[4] اُس کے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصّہ میں ہے یہ چار[4] شکلیں ہُوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف یہیں ہو یا اس کے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل میں بھی تو بارہ[12] ہوگئیں مثلاً :

(۱) جنب[1] محدث نے وضو نہ کیا باقی کُل بدن دھو لیا کہ حدث و جنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا[2] باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت اُن کے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا[3] اصلاً پانی نہ چھوا کہ حدث اُس کُل اور جنابت سارے بدن میں ہے۔

(۲) محدث[4] نے بعض اعضائے وضو دھولئے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہُوئی جس کی تصویر اوپر گزری اب یہ جنابت کل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض[5] دھو لیا یا[6] کچھ نہیں۔

(۳) جنب[7] محدث نے بعض اعضائے وضو دھو لیے اور باقی بدن کُل یا[8] بعض یا[9] کچھ نہیں۔

(۴) محدث[10] نے مثلاً دو عضو وضو دھو لیے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو[2] میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث دو[2] عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن دو[2] اور اُن کے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا[11] بعض دھویا یا[12] کچھ نہیں۔

تنبیہ اقول اندراجِ حدث کی چھ[6] صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محلِ حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴ - ۵ - ۶ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متأخر ہو تو اس بعض سے اس کا ارتفاع دھونے

ہی سے ہوگا اور دھونا جنابت کو بھی زائل کر دے گا۔ ہاں باقی چھ میں حدث و جنابت کا تقدم و تأخر دونوں ممکن و لہذا ہم نے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے و باللہ التوفیق۔

دوم: حدث کُل یا بعض محل جنابت سے جُدا ہو اسے حدث مستقل یا مستبد کہیے۔ اُس کی دس۱۰ صورتیں ہیں کہ حدث کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو یہ بھی چار۴ شکلیں ہوئیں مگر ۲ دو پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور ۲ دو پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو تنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کُل کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت و حدث میں ہے لہذا یہ دس۱۰ ہی صورتیں رہیں، مثلاً:

(۱) جنب۱ نے صرف بعض اعضائے وضو یا۲ اُن کے ساتھ باقی کل یا۳ بعض بدن دھو لیا پھر حدث ہوا کہ یہ کل اعضائے وضو میں ہے۔

(۲) جنب۴ نے صرف پورا وضو کیا یا۵ باقی بدن کا بھی ایک حصہ دھویا پھر حدث ہوا۔

(۳) جنب۶ نے فقط ہاتھ یا۷ غیر اعضائے وضو کا کُل یا۸ بعض بھی دھویا پھر حدث ہُوا اور پاؤں دھوئے کہ پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو گئے اور حدث باقی تین۳ اعضا میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف ۲ دو میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے

(۴) جنب۹ نے فقط وضو یا۱۰ باقی بدن کا بھی بعض دھویا پھر حدث ہُوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے۔

اقول۲ یہاں کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہوں کہ اس وقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۴ - ۵ - ۹ - ۱۰ میں یا بعض اس وقت یہی ٹکڑا مستقل ہوگا جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہے گا جیسا باقی ۶ میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ اقول۳ استقلال حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل حدث میں اصلاً نہ ہو یا ہو تو اُس کے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے نہ اُٹھے گی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کر دے گا۔

ثم اقول تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں چونتیس۳۴ احتمال عقلی ہیں کہ حدث۱ اگر کل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت کُل یا۲ بعض میں ہو یا۳ ان میں کہیں نہیں اور۴ اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل اعضائے وضو یا۵ اُسی حدث والے حصے کے کُل یا۶ بعض یا۷ بعض دیگر کے کُل یا۸ بعض یا۹ بعض اول کے کُل اور دیگر کے بعض یا۱۰ بالعکس یا۱۱ دونوں بعضوں کے بعض یا۱۲ کسی میں نہیں۔ یہ بارہ۱۲ شکلیں ہوئیں جن میں سوم و دوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں اور باقی دس۱۰ ثلاثی۔ ان میں بارہ۱۲ صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کُل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض

کے ساتھ کہ ۷ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ ہیں اور ہر ایک ثلاثی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصّہ جسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُس کے کُل یا بعض میں جنابت ہے اور پہلے حصّے کے کُل میں حدث ہے اور اس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے اب اگر جنابت پہلے ہے اُس کے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصّہ بے پُورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہوسکتا ہے اور جب دھویا جائے گا جنابت کو بھی رفع کر دیگا اُس کے کُل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور حدث پہلے ہے اُس کے بعد جنابت بے حدث ہُوئی تو پہلے حصے کا جب تک کُل یا بعض نہ دھویا گیا اس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھویا گیا تو کُل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُس کے کُل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث وجنابت ساتھ ہوں تو دونوں استحالے ہیں لہٰذا ان ۴۳ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج ۱۰ مستقل۔

مسئلہ ۲: حدث مندرج کوئی حکم جُداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک ومستغرق ہوجاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اس کی بارہ صورتوں سے ۱ و ۷ جن میں جنابت وحدث باہم منطبق ہیں ایک دوسرے سے باہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کو کافی ملا تو ضرور استعمال کرے گا اُسی میں جنابت وحدث دونوں زائل ہوجائیں گے۔ نہ ملا نہ کرے گا دونوں رہیں گے، ہاں باقی دس صورتوں میں اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہوگا۔

مسئلہ ۳: صورت سوم میں کہ پُورا نہانا درکار ہے اور کُل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضوئے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کہ پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہائے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لیے کافی پانی موجود ہے اور اس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُس کی گنجائش ہے باینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴: یوُں ہی صورت ۶ میں کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن ہے کہ اُس کے لیے ایک ہی چُلّو درکار ہوتا اگرا تنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمم پر قانع ہو۔

مسئلہ ۵: یوُں ہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصّہ اور اُن کے علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر اُنھیں وجوہ سے اس پر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُس پر قادر جب بھی صرف تیمم کرے۔ غرض تضاعیف کی چاروں صُورتیں ایک حکم رکھتی ہیں۔

مسئلہ ۶: باقی ۶ صورتوں ۲-۴-۵-۸-۱۰-۱۱ میں جنابت کے لیے جتنا دھونا درکار ہے

اگر اُس کے لیے پانی یا وقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اُس کے لیے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اُسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہا رکھتا ہو جب تو ان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمم کرے۔

ولا یلزم فیھا ولا فی الصورتین ۹ و ۱۲ تلفیق الطہارۃ من ماء وتراب بل یسقط ما تقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط کما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول۔

ان میں اور صورت ۹-۱۲ میں طہارت کو پانی اور مٹی سے خلط کرنا لازم نہیں آتا بلکہ پہلے جو ہو چکا ساقط ہو جائیگا اور وہ صرف تیمم سے ادا کرنے والا ہوگا، جیسا کہ دلیل اول میں امام عینی کے حوالے سے ہم نے پیش کیا۔ (ت)

مسئلہ ۷: ان چھ صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہونا ظاہر اُصورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث دھو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہے کہ مطلوب حدث کے لیے پانی پایا اور اُس کے دھونے پر قادر ہے تو عجز کہیں نہ ہوا لہذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جس قدر مطلوب جنابت ہے بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں اُس حصۂ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہے تو تیمم کی اجازت اب بھی نہیں ہوسکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہے اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لیے تیمم کرے فانہ ھو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ما تقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لفقد شرطہ العجز (کیونکہ یہی تلفیق ممنوع ہے اور سابق کے ساقط ہونے کا امکان نہیں اس لیے کہ تیمم اپنی شرط — عجز — کے فقدان کی وجہ سے اس کے قائم مقام نہیں۔ ت) بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں سے بہرحال حدث کے لیے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں۔

مسئلہ ۸: باقی چار صورتوں ۲-۵-۸-۱۱ میں کہ تین کے فصل متوالی سے ہیں نظر کی جائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہے یہ مجموعہ زائد ہے یا اس کے علاوہ اب جو جنابت کے لیے دھونا ہے وُہ زیادہ ہے بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمم۔ وضو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اعضائے وضو کُل یا بعض جس قدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ ان کا نام مطلوب حدث ہے اتنے پر قدرت تو مانی ہوتی ہے کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور جتنا بدن بعد جنابت دُھل چکا اُس کا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا

نام مقدور رکھئے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہے اسے دوسرا فریق کیجئے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دُھل چکا یہ فریق اوّل تمام اعضائے وضو دونوں فریقوں میں مشترک ہیں ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں حصوں میں نسبت دیکھی جائے جو دُھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دُھلا تھا اُس پر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دُھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۹ : یونہی صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت وحدث دونوں سے دُھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث و مطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے لہذا باقی ہی بدن کے دونوں حصۂ مغسول وغیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۱۰ : صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں کُل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دُھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دُھل چکے تھے مقدور میں شامل ہوں گے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہوگیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جس قدر حدث میں نہ دُھلے تھے اب دھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دُھل چکے تھے اُن پر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمم۔

مسئلہ ۱۱ : صورت ۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں مع زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہو کر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن کا مغسول پہلا فریق ہے اور غیر مغسول دوسرا اگر فریق اول ازید ہے جتنے اعضائے وضو جنابت میں نہ دُھلے انھیں جنابت کے لیے دھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دُھلا اُس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمم۔

تنبیہ: یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصّۂ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصّے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شاملِ مقدور ہوگا۔

تنبیہ: جتنے حصہ میں فی نفسہٖ ضرر نہ ہو مگر اس کے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جس میں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہے اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲: جس طرح ابتدا میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں یوں ہی اگر پانی اصلاً نہ تھا اور تیمم کر لیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کر گیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو کافی ہے جب بھی اُس کے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹے گا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمم جنابت کا تھا اور اُس کے قابل پانی نہیں بفضلہٖ عزوجل یہ تمام احکام و مسائل و تفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اس کے غیر میں نہ ملیں گے۔

ذکرناھا تفقھا و نرجو من ربنا اصابۃ الصواب والحمد للہ العزیز الوھاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب والہ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب۔

ہم نے یہ تفقھاً بیان کیے اور ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ صواب و درستی کو ہم نے پا لیا اور تمام تعریف عزّت والے بہت عطا فرمانے والے خدا کے لیے ہے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو بہت رجوع لانے والے آقا، ان کی آل، ان کے اصحاب اور ان کی امت پر روزِ حساب تک۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: حدث[1] مستقل ہے اس کے لیے تیمم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائیگا جو اس کے لیے کافی ہو مطلوب جنابت سے عجز اُس کے لیے تیمم جائز نہ کرے گا مثلاً استقلال[2] کی صورت نہم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لیے اتنا پانی درکار ہے جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لیے صرف اس پور کو۔ اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھو سکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لیے تو تیمم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کرے گا تو تیمم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھولے کہ حدث مستقل سے فارغ ہو جائے جنابت کے لیے تیمم کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمم کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہے معنیً دو[2] ہیں ایک تیمم جنابت کے لیے دُوسرا اُس حدث کے واسطے۔ ہر ایک

جدا جدا اپنی شرط کا پابند رہے گا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ جائے گا اسے دھونا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ١٢ کہ اُس میں تیمم صورۃً و معنیً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لیے کافی پانی سے نہ جائے گا جب تک جنابت کو کافی نہ ہو۔

مسئلہ ١۵: جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمم سے ہُوئی ہو پانی سے کوئی حصّہ نہ دھویا ہو اُس کے بعد جو حدث ہوگا تمام و کمال مطلقاً مستقل رہے گا کہ جنابت رفع ہوچکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنٰے مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہُوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمم کا حکم تھا تیمم کر لیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لیے بھی تیمم ہی کافی ہُوا تھا اب بھی تیمم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا کہ جنابت کے لیے تو تیمم کرچکا وُہ حدث سے نہ ٹوٹے گا جب تک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمم جنابت کے لیے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لیے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اس کے لیے تیمم کیسے کرسکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے۔

مسئلہ ١٦: ہاں اگر جنب نے پانی نہ پاکر تیمم کیا پھر حدث ہُوا پھر قابلِ جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت و حدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اس کے لحاظ سے وہی صور اندراج و استقلال جاری ہوں گی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لئے صرف تیمم کیا تھا پھر حدث ہُوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جس میں اعضائے وضو بھی داخل لہذا حدث کہ مستقل تھا اب مندرج ہوگیا اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کرلیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمم کیا پھر حدث ہُوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہے گا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پلٹے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ (اور اسی پر قیاس کیا جائے۔ ت) یوں ہی اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہُوا تو انھیں تفاصیل و احکام پر رہے گا اگر بعد جنابت و عود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہ مندرج ہوجائے گا اور اگر پہلے یا اب وضو کرلیا تھا اس کے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہے گا اور اگر بعض اعضائے وضو دھو لئے تھے تو اس قدر میں مستقل باقی میں مندرج۔

واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد النبی الکریم الاکرم، الحبیب الرءوف الارأف الرحیم الارحم، وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم، قادتنا

اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ اور خدائے برتر درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد نبی کریم اکرم، حبیب مہربان، مہربان تر، رحیم ارحم پر اور ان کی آل و اصحاب سردارانِ اقوام پر جو راہِ راست کی جانب ہماری قیادت کرنے والے

الی الطریق الامم ۞ وابنہ وحزبہ و امتہ و بارک وسلم ۞ ابد الاٰبدین ۞ والحمدللہ رب العٰلمین ۞

ہیں اور ان کے فرزند، ان کے گروہ و ان کی امت پر اور برکت وسلام سے بھی نوازے ہمیشہ ہمیشہ، اور تمام تعریف سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہے۔ (ت)

رسالہ

مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ

(حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جلّی الشمعۃ ٭ شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ ٭ حمدا بریٔا عن الریاء والسمعۃ ٭ اذ اظھر انوار من عیّد الجمعۃ ٭ وفتح بنورہ بصر المؤمن و سمعہ ٭ واتم بظھورہ قلع کل ضلال و قمعہ ٭ صلی اللہ تعالٰی علیہ و بارک وسلم ابدا صلاۃ وسلاما و برکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ ٭ اٰمین۔

تمام حمد خدا کے لیے جس نے شمع فروزاں کی، شمع اسلام کو بھرپور تابندگی کے ساتھ جلوہ گر کیا، ایسی حمد جو ریا و سمعہ سے پاک ہو اس لیے کہ اس نے اس ذات کے انوار ظاہر کیے جس نے جمعہ کو عید بنایا اور جس کے نور سے مومن کی بصارت وسماعت کھولی، اور اس کے ظہور سے ہر گمرہی کا قلع قمع تمام کیا اس ذات پر خدائے برتر کی طرف سے درود اور برکت وسلام ہو، ایسا درود وسلام اور ایسی برکتیں جو حضور کے سبھی لوگوں کو عام اور ان کی پوری جماعت کو ہمہ گیر ہو۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

رسالۃ الطلبۃ البدیعۃ میں مسئلۂ لُمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُن کے بیان میں یہ سطور ہیں وباللہ التوفیق (اور یہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے۔ ت) جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو و رفع حدث میں

صرف کرے یا بقیۂ جنابت کے دھونے میں یا کیا۔ یہ مسئلہ لُمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصّۂ بدن ہے جو بعد جنابت سیلانِ آب سے رہ گیا۔

اقول یہاں تین تقسیمیں ہیں :

تقسیم اوّل بلحاظ محل لمعہ۔ اُس میں سات احتمال ہیں :

(۱) وہ لُمعہ خود یہی اعضائے وضو ہوں انھیں کو غسل میں نہ دھویا تھا پھر حدث بھی ہوا، اور یہ صورت وُہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہو چکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہو گی جن کا وضو میں دھونا فرض ہے جس پر پانی کی کفایت و عدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کر دے ولہذا محدث اگر اتنا پانی پائے کہ منہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ و استنشاق کو تو اُس پر وضو فرض ہے تیمم جائز نہیں اور بعد تیمم اتنا پانی پائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) لُمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھویا تھا اگرچہ اسی قدر کہ مضمضہ و استنشاق نہ کیا تھا۔

(۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی ان کے سوا تمام بدن مع دہان وبینی اور ان میں سے بعض دھو لیے تھے بعض باقی۔

(۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھویا یا مثلاً صرف منہ دھونا اور مضمضہ باقی تھا۔

(۵) لُمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے۔

(۶) لمعہ اعضائے وضو سے جُدا بعض باقی بدن ہو اگرچہ اسی قدر کہ پُورا نہایا اور مضمضہ و استنشاق نہ کیا۔

(۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ و استنشاق کیا۔

تقسیم دوم بنظرِ ترتیب حدث و تیمم و وجدان آب۔ علمانے کچھ مفصل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُس کے لیے تیمم کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول** یہاں چار چیزیں ہیں :

(i) تیمم جنابت

(ii) حدث

(iii) تیمم حدث

(iv) وجدان آب

ان کے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس ۲۴ ہیں لیکن یہاں چند نکتے ہیں کہ اُن میں سے بہت کو کم کردیں گے۔

اولاً وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے،

ولہذا لما ذکر الامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی ما اذا وجد الماء بعد التیمم للجنابۃ لم یزد علی انہ ان کفاہ غسل والا فتیممہ باق[1]۔

اسی لیے جب امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں تیمم جنابت کے بعد پانی ملنے کی صورت بیان کی تو اس سے زیادہ نہ کہا کہ "وہ پانی اگر کافی ہو تو غسل کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے۔ (ت)

تو چوبیس ۲۴ میں وُہ چھ جن کی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یُوں ہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آب وسط میں آئے تصویر اس پر ختم کر دی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے۔

ثانیاً مذہب صحیح[2] ومعتمد پر نیت تیمم میں تعیین حدث وجنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وُہ چھ جن کی ابتدا میں تیمم جنابت ہے اور وُہ چھ ۶ جن کے آغاز میں تیمم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجئے تو تیمم حدث پیش از حدث باطل ہے یُوں بھی یہ چھ ۶ نکل جائیں گے۔

ثالثاً جس ترتیب میں دونوں تیمم متصل واقع ہوں ایک واجب الحذف[3] ہے کہ تیمم بعد تیمم لغو ہے یوں ان ۱۸ سے پانچ رہ جائیں گی اور اس ایک سے مل کر ۶۔ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمم وحدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو یہاں قابلِ لحاظ نہیں کہ اُن میں حدث وجنابت کا اجتماع ہی نہیں اور اُن کا حکم خود ظاہر، پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمم دُوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں، باقی چار یہ ہیں:

(۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمم نہ کیا تھا، یہ دومِ متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار چیزوں سے اس میں دو ہیں۔

(۲) حدث ہُوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا۔

(۳) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں۔

(۴) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے۔

ثم اقول مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث وجنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کے

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی

قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صور تکمیل اقسام کے لیے ہیں یہ سوال وہیں عائد ہوگا جہاں حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہیں رکھتا نہ وہ اپنے لیے پانی کا طالب، اور ہم رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں واضح کر چکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی یا موقت[عہ] کے بعد حادث ہو اور حدث جب حادث ہوگا کل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جس پر اس مسئلہ لمعہ میں کلام ہے اقسام مسطورۂ رسالۂ مذکورہ سے صورت اولی کے اقسام پر ہے جس میں حدث کل اعضائے وضو میں تھا اُس کی آٹھ قسمیں تھیں جنابت کل یا بعض اعضائے وضو میں تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو صرف بعض یا کل باقی بدن میں ہو ان میں سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن میں ہو یہاں نہیں کہ کلام لمعہ میں ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن میں جنابت ہوئی باقی سات یہی سات ہیں جو ابھی تقسیم اوّل میں مذکور ہوئیں۔ یہ ان چار انواع تقسیم دوم سے مل کر اٹھائیس۲۸ ہوتیں مگر ان میں چار وہ ہیں جن میں حدث اصلاً مستقل نہیں یعنی تقسیم اول کی دو۲ قسم پیشین جن میں جنابت جمیع اعضائے وضو میں ہے تقسیم دوم کی دو۲ نوع اوّل سے مل کر جن میں حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے لہذا یہ چار اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں۔ **اقول** اور ان کا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لیے کافی دیکھا جائے گا اگر ہے اُس کا دھونا واجب اُس کے ساتھ حدث خود ہی دُھل جائے گا و لہذا پہلی صورت میں کہ جنابت صرف کل اعضائے وضو میں تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے، اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہیں تو استعمال اصلاً ضروری نہیں اگرچہ وضو کے لیے کافی ہو ہاں تقلیل لمعہ کے لیے اسے استعمال کرے گا جس میں اختیار رہے گا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن میں جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن میں ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پُورا کرے اور کچھ لمعہ دھوئے ہاں دونوں صورتوں میں وضو اولیٰ ہے کہ ادائے سنّت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبۃ البدیعۃ (جیسا کہ کافی اور عتابی کی شرح زیادات کے حوالے سے الطلبۃ البدیعۃ میں گزرا۔ت) باقی رہیں چوبیس۲۴ اُن میں اٹھارہ۱۸ کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتوں قسمیں تقسیم دوم کی اخیرین سے مل کر کہ چودہ۱۴ ہوئیں اس لیے کہ حدث بعد تیمم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اوّل کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے مل کر چار ہوئیں اس لیے کہ یہاں جنابت خود ہی اعضائے وضو میں نہیں تو حدث اگرچہ اُس کے

عہ بعد جنابت اگر پُورا وضو کر لیا کل اعضائے وضو سے جنابت کا زوال کلی ہوگیا اور بعض دُھلے تو بعض اور اگر صرف تیمم کیا تو کل اعضا سے وقت وجدان آب تک زوال ہوا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تیمم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ یعنی تقسیم اول کی ۳ - ۴ - ۵ تقسیم دوم کی ۱ - ۲ سے مل کر ان میں پورا حدث مستقل نہیں بلکہ اُتنے ہی حصہ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے ان ۱۰ میں حدث پورے وضو کا پانی چاہے گا اور ان چھ میں صرف اُتنا جو اس حصہ کو دھوئے جس میں یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دے گا۔

تقسیم سوم پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس میں علما نے پانچ اصناف فرمائیں:

(۱) صرف وضو کو کافی

(۲) صرف لمعہ کو کافی

(۳) مجموع کو کافی

(۴) ہر ایک کو جدا جدا کافی کہ چاہے وضو کرلے یا لُمعہ دھولے دونوں نہ ہوسکیں۔

(۵) اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل شرح طحاوی و خزانۃ المفتین و منیہ و حلیہ و شرح وقایہ و ردالمحتار میں وضو و لمعہ سے تعبیر فرمائی۔

وانا اقول تعبیر[1] حدث و جنابت سے جس طرح خلاصہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حق[2] تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر، اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ صورتوں میں حدث کا[3] صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُس کے لیے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ صرف اُتنے ٹکڑے کو۔

والکافی والھندیۃ وان عبرا بالحدث و اللمعۃ فقد قالا لوصرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا[1] وقال فی الکافی فی الاٰخر ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ای لبقیۃ بدنہ اولمواضع وضوئہ[2] اھ وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسألۃ اللمعۃ لوتوضأ بذلك الماء لم یجز[3] اھ وصدر الشریعۃ و ان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ

اور کافی و ہندیہ میں اگرچہ حدث و لمعہ سے تعبیر کی پھر بھی یہ فرمایا اُسے اگر وضو میں صرف کیا تو بالاتفاق جائز ہے"۔ اور کافی کے اندر آخر میں فرمایا" پھر اتنا پانی پایا جو دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہے یعنی بقیہ بدن کے لیے یا مواضع وضو کے لیے" اھ سراج وہاج اور منحۃ الخالق میں لمعہ کے مسئلہ میں فرمایا" اگر اس پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں" اھ اور صدر الشریعۃ نے اگرچہ دو جگہ حدث و جنابت سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

[2] کافی

[3] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۳۹

غیران عبارتہ ابعد العبارات عن احاطۃ الاقسام لتخصیصہ الکلام بلمعۃ فی الظھر فقد اختار القسم السادس من الاقسام السبعۃ عینا وبالجملۃ الظاھر المتبادر من کلامھم رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم قصر الکلام علی القسمین الاخیرین الذین فیھما الحدث خارج اعضاء الوضوء واللہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ۔

تعبیر فرمایا ـــ سوا اس کے کہ لمعۂ پشت سے کلام خاص کر دینے کی وجہ سے ان کی عبارت احاطۂ اقسام کے معاملہ میں سب سے زیادہ بعید ہے۔ پھر انھوں نے ساتوں اقسام میں سے قسم ششم خاص طور سے اختیار کی بالجملہ کلمات علماء سے ظاہر متبادر یہی ہے کہ کلام ان اخیر دو قسموں میں محدود ہے جن میں حدث اعضا وضو کے باہر ہے۔ خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے اور خدائے برتر کو اپنے بندوں کی مراد خوب معلوم ہے۔ (ت)

ثمّ اقول تقسیم اوّل کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہو سکیں گی۔

قسم اوّل میں صرف دو ہوں گی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو و لمعہ متحد ہیں تو پہلی تین[۱] صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔ لہٰذا قسم اوّل کر دو نوع[۲] آخر سے دو تھی ان دو صنفوں سے چار ہوئی۔

قسم دوم میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم و چہارم محال تو یہ قسم دو نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ[۶] ہوئی۔

قسم سوم میں دو نوع آخر کے ساتھ پورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہٰذا یہاں بھی تین ہی صنفیں ہوں گی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں۔ یہاں اول و چہارم محال اور دو نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہے گا اور اب پانچوں صنفیں ہوں گی کہ یہاں اعضائے وضو دو حصے ہو گئے ایک میں جنابت ہے جو بعد جنابت نہ دھویا تھا دوسرے میں حدث مستقل۔ اب ہو سکتا ہے کہ پانی[۱] صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصہ چھوٹا ہو یا[۲] صرف جنابت کو جبکہ وہ حصہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا[۳] پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہے یا[۴] ہر حصے کو جدا جدا جبکہ وہ

---

[۱] یا یوں کہیے کہ پہلی دو بھی ناممکن صرف سوم و پنجم ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجموع کو کافی ہونے کے یہ معنی کہ اُس سے دونوں ادا ہو سکیں یہ یہاں حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[۲] یہ اختلاف تعبیر ملحوظ رہے کہ قسم سے مراد تقسیم اوّل کے اقسام ہیں اور نوع سے تقسیم دوم کے اور صنف سے تقسیم سوم کے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دونوں برابر ہوں یا کم و بیش اور پانی بڑے کو کافی ہے نہ مجموع کو یا کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس یہ چھ وہ سولہ ہوئیں۔

قسم چہارم چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو و بعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یُوں کہ جنابت میں رُو و پشت سے دو دو انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلٰثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا وقس علیہ تو یہ قسم بیس ہُوئے۔

قسم پنجم ہر نوع کے ساتھ چار رہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محلِ وضو سے زائد ہے تو یہاں صنفِ دوم ناممکن ہے اور یہ قسم سولہ۔

قسم ششم میں بہر حال پانچوں ہونا ظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور، تو یہ بھی بیس ہے۔

قسم ہفتم میں صنف دوم محال اور مثل پنجم سولہ۔ لہٰذا مسئلہ لُمعہ میں **سب صورتیں اٹھانوے** ہُوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگرچہ ظاہر متبادر اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ ورنہ احاطہ بہر حال نہیں ہو سکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور در کنار تفصیل مسئلہ اس وقت دس کتابوں سے پیش نظر شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر خزانۃ المفتین، خلاصہ، کافی پھر ہندیہ، منیہ، حلیہ پھر ردالمحتار، سراج وہاج، صدر الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کرکے باقی کا اُس پر حوالہ کر دیا اور البحرالرائق نے زیر قول مصنف لبعدہ میلا ضمناً صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا۔ منیہ نے صرف نوعِ اول لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں۔ خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا۔ کافی و ہندیہ نے نوعِ چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم و سوم میں صرف صنف چہارم۔ شرح طحاوی و خزانۃ المفتین و حلیہ و ردالمحتار نے دو نوع اخیر میں پانچوں صنف۔ شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرما دیا۔ عبارات یہ ہیں:

منیہ جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ و یتیمم للحدث اذا کان انماء یکفی للمعۃ

منیہ کسی جنب نے غسل کیا، لُمعہ رہ گیا اور اس کے پاس پانی نہیں تو لمعہ کے لیے تیمم کرے اور اگر حدث ہونے کے بعد پانی پا جائے تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے جبکہ پانی لمعہ کے لیے کفایت کرتا ہو

ولا یکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء
لا للمعة یتوضأ ویتیمم عـ۱ لاجل اللمعة
وان کان الماء یکفی لاحدهما علی الانفراد
فانه یغسل اللمعة ویتیمم للحدث اھ[1]
خلاصہ اغتسل وبقی لمعة یتیمم فان
وجد الماء غسل اللمعة ولا یتیمم
فان عـ۲ احدث قبل غسل اللمعة ثم وجد
الماء ان کفی لهما صرفه الیهما وان کان
لایکفی لواحد منهما یتیمم للحدث وتیممه
للجنابة باق یستعمل ذلك
الماء فی اللمعة لتقلیل الجنابة

اور وضو کے لیے کفایت نہ کرتا ہو۔ اور اگر وضو کے لیے
کفایت کرے لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ
کی وجہ سے تیمم کرے۔ اور اگر پانی تنہا کسی ایک کے لیے
کافی ہو تو لُمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اھ
خلاصہ غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے پھر اگر پانی
مل جائے تو لمعہ دھوئے اور تیمم نہ کرے۔ اگر لمعہ
دھونے سے پہلے اسے حدث ہو پھر اسے پانی ملے
اگر دونوں کے لیے کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے
اور اگر دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو حدث
کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی ہے۔
وُہ پانی تقلیل جنابت کے لیے لُمعہ میں استعمال کرے گا۔

عـ۱ قوله ویتیمم لاجل اللمعة ساقط
من نسخة شرح علیها الشارحان
المحققان فانصرف الکلام الی ما وجد
الماء بعد التیمم للمعة وهو ثابت فی
نسخة المتن فوجب ان یکون الکلام فی
وجدان الماء قبل التیمم لهما ولزم ان
یکون المراد اللمعة فی غیر اعضاء الوضوء
کالصورة الاولی فی شرح الوقایة ۱۲ منه
غفرله (م)

عـ۲ قوله احدث ای بعد التیمم للمعة
بدلیل قوله یتیمم للحدث وتیممه
للجنابة باق ۱۲ منه غفرله (م)

لفظ "ویتیمم لاجل اللمعة" (اور لمعہ کی وجہ
سے تیمم کرے) اس نسخہ سے ساقط ہے جس پر دونوں
محقق شارحوں نے شرح کی ہے تو کلام لمعہ کا تیمم
کرنے کے بعد پانی پانے والی صورت کی طرف راجع
ہوگیا — اور یہ لفظ متن کے نسخہ میں ثابت ہے تو
ضروری ہے کہ دونوں کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملنے
کی صورت میں کلام ہو۔ اور لازم ہے کہ وہ لمعہ
مراد ہو جو اعضائے وضو کے علاوہ میں ہو جیسے
شرح وقایہ کی صورت اولٰی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

"اسے حدث ہو" — یعنی لمعہ کا تیمم کرنے کے بعد
جس پر یہ عبارت دلالت کر رہی ہے: "تو حدث
کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی
ہے"۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

فان کفی لاحدھما دون الاٰخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ[1] **کافی و ھندیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم[عہ۱] (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاٰخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لایعید فان[عہ۲] لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کما فی الھندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف[عہ۳] واحدا بقی تیممھما جنب

عہ۱ ای تیمم للمعۃ ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ ای تیمم للمعۃ ثم احدث فوجد الماء قبل ان یتیمم لہ وھو یکفی لاحدھما غیر معین فان غسل اللمعۃ ثم تیمم للحدث جاز بالاتفاق وان عکس ففیہ خلاف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۳ رجع الی الکلام السابق اکمالا للتخمیس ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر ایک کے لیے کافی ہو دُوسرے کے لیے نہیں تو اسی میں اسے صرف کرے — اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اھ۔ **کافی و ہندیہ** کسی جنب نے غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے۔ اگر تیمم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کرے۔ پھر اگر — حدث کا — تیمم کرلینے کے بعد اتنا پانی ملا جو دونوں کو کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے۔ اور اگر کسی ایک معین کے لیے کافی ہو تو اسی میں صرف کرے اور دوسرے کا تیمم باقی ہے۔ اور اگر کسی ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے اور اپنے تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک — اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں — اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہ کیا تھا تو لمعہ دھونے سے

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے پانی ملا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملا جو دونوں میں سے ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہے۔ تو اگر لمعہ دھولیا پھر حدث کا تیمم کیا تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر برعکس کیا تو اس میں اختلاف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

پانچویں صورت کی تکمیل کے لیے کلام سابق کی جانب رجوع کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی — الموضوع فی الفلوات — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

على بدنه لمعة احدث قبل ان يتيمم تيمم لهما واحدا فان وجد ما يكفي لاحدهما غير عين صرفه الى اللمعة ويعيد التيمم للحدث عند محمد[1] جنب معه ماء كاف للوضوء تيمم ولم يتوضأ فان[عه۱] توضأ وتيمم لجنابته فاحدث تيمم لحدثه فان وجد ماء يكفي لاحدهما صرفه الى الجنابة ويعيد تيممه للحدث عند محمد[2] اھ **حلیہ** و **رد المحتار** الواجد للماء بعد ما تيمم للجنابة ثم احدث بعد ذلك على وجهين احدهما ان يجد الماء قبل ان[عه۲] يتيمم للحدث فالماء اما ان يكون كافيا للمعة والوضوء فيغسلها ويتوضأ

پہلے (حدث کا — جیسا کہ ہندیہ میں ہے) تیمم کر لیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمم باقی ہے۔ کوئی جنب جس کے بدن پر لُمعہ ہے اُسے تیمم سے پہلے حدث ہوا تو دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے پھر اگر اتنا پانی ملے جو غیر معین طور پر کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اُسے لمعہ میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک حدث کے تیمم کا اعادہ کرے — کسی جنب کے پاس وضو کے لیے بقدر کفایت پانی ہے تو وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے پھر اگر اس نے وضو کر لیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اپنے حدث کا تیمم کرے — اب اگر

عہ۱ **اقول** ای عبثا عند هذا الامام ومن معه او مقللا للجنابة عند الاكثرين او خارجا عن الخلاف كما بحثت ١٢ منه غفر له (م)

اقول یعنی اس امام اور ان کے موافق حضرات کے مذہب پر عبث و بے فائدہ طور پر وضو کر لیا۔ یا اکثر حضرات کے نزدیک تقلیل جنابت کے لیے وضو کر لیا۔ یا اختلاف سے نکلنے کے لیے وضو کیا۔ جیسا کہ میں نے بحث کی ١٢ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ **اقول** القبلية لا تقتضي وجود مدخولها قال تعالى قل لو كان البحر مدادا لكلمت ربي لنفد البحر ان تنفد كلمت ربي فالمعنى

اقول قبلیت اپنے مدخول کے وجود کی مقتضی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو جائے تو سمندر ختم ہو جائے اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں" —

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتاوی ہندیہ ما ینقض التیمم پشاور ١/٢٩
[2] کافی

واما غیر کاف لاحدھما فیتیمم للحدث
واما کافیا للمعۃ دون الوضوء فیصرفہ
الی اللمعۃ ویتیمم للحدث واما کافیا
للوضوء دون اللمعۃ فیتوضأ ولا یغسل
اللمعۃ ولا یتیمم لھا واما کافیا لاحدھما
غیر عین فیغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث
الوجہ الثانی ان یجد الماء بعد ان
یتیمم للحدث الخ فیہ ذکر الخمسۃ علٰی
نحو ما مر **شرح طحاوی** و
خزانۃ المفتین المسافر اجنب
فاغتسل ثم علم انہ بقی لمعۃ فانہ
یتیمم لانہ لم یخرج عن الجنابۃ

اتنا پانی ملا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہے
تو اسے جنابت میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک
تیمم حدث کا اعادہ کرے"۔ — **حلیہ و ردالمحتار**
وہ جسے تیمم جنابت کے بعد پانی ملے پھر اس کے بعد اسے
حدث ہو اس کی دو صورتیں ہیں — ایک یہ کہ حدث
کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملے — تو پانی اگر لمعہ اور وضو
دونوں کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور وضو کرے
اور اگر پانی کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو حدث کا تیمم
کرے۔ اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کیلئے نہیں تو پانی لمعہ کیلئے
صرف کرے حدث کیلئے تیمم کرے، اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ
کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کو نہ دھوئے، نہ ہی اس کیلئے
تیمم کرے — اور اگر غیر معین طور پر کسی ایک کے لیے کافی
ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کا تیمم کرے — دُوسری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
تیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد الماء من
دون ان یتیمم قبلہ للحدث والا فالتیمم
بعدہ للحدث لیس فیما اذا کفی لھما معا
او للوضوء خاصۃ وقس علیہ قول الخلاصۃ
احدث قبل غسل اللمعۃ بل وقول شرح
الطحاوی الاٰتی وجد الماء بعد ما تیمم قبل
الحدث فان وجود الحدث بعدہ غیر
ملحوظ فیہ وانکان لابد منہ عاش
اومات علی قول ان الموت حدث کما ھو
الراجح عندنا ١٢ منہ غفرلہ (م)

تو معنی یہ ہوا کہ جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر
پانی پایا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے حدث کا تیمم
کیا ہو۔ ورنہ اس کے بعد حدث کا تیمم اس صورت میں
نہیں جب دونوں ہی کے لیے پانی کافی ہو یا صرف
وضو کے لیے کافی ہو۔ اسی پر خلاصہ کی عبارت "لمعہ
دھونے سے پہلے حدث ہُوا" کا قیاس کیا جائے۔ —
بلکہ شرح طحاوی کی آنے والی اس عبارت کا بھی
"اسے پانی ملا اس کے بعد کہ تیمم کر چکا حدث سے پہلے"
کیونکہ اس کے بعد حدث کا وجود ملحوظ نہیں — اگرچہ
اس سے مفر نہیں جئے یا مرے اس قول پر موت حدث
ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

؎ ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/ ١٨٧

بقاء اللمعة ولو احدث قبل التیمم یتیمم تیمما واحدا للمعة والحدث جمیعا کما اذا احدث مرارًا لایجب علیه اکثر من وضوء واحد ولو احدث بعد التیمم ثم وجد الماء عـــه۱ فھو علی خمسة اوجه اذا کما ھما جمیعا یغسل اللمعة ویتوضؤ للحدث وان کان لایکفیھما عـــه۲ یغسل مقدار مایکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم ولوکفی للمعة عـــه۳ یغسل اللمعة ویتیمم للحدث ولو کفی للوضوء دون اللمعة یتوضأ ولا یغتسل اللمعة وھو کالجنب اذا تیمم ثم احدث ثم وجد الماء یکفیه للوضوء یتوضؤ به ولو کفی لکل علی الانفراد لاجمیعاً یغسل اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعة لایجوز وعلیه ان یتیمم بعد الغسل وفی النوادر ان علیه عـــه۴

صورت یہ کہ حدث کا تیمم کرنے کے بعد پانی ملے۔ الخ اس میں بھی سابق کی طرح پانچ صورتیں ذکر کیں۔"

شرح طحاوی و خزانۃ المفتین مسافر کو جنابت لاحق ہوئی تو اس نے غسل کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ لمعہ رہ گیا تو وہ تیمم کرے اس لیے کہ لمعہ باقی رہ جانے کی وجہ سے وہ جنابت سے باہر نہ ہوا ــــ اور اگر قبل تیمم اسے حدث ہوا تو لمعہ اور حدث دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے ــــ جیسے بار بار حدث ہو تو اس پر ایک وضو سے زیادہ واجب نہیں۔ اور اگر بعد تیمم اسے حدث ہوا پھر پانی ملا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں:
(۱) جب دونوں کو پانی کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے وضو کرے (۲) اور اگر دونوں کے لیے غیر کافی ہو تو جس حصّہ تک کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہو اور تیمم کرے (۳) اگر لمعہ کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے (۴) اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ نہ دھوئے اور وہ اس جنب کی طرح ہے جو تیمم کرے

عـــه۱ ای قبل ان یتیمم للحدث لان الوجدان بعده یأتی بعده ۱۲ منه غفرله (م)

عـــه۲ ای شیئاً منھما ۱۲ منه غفرله (م)

عـــه۳ ای دون الوضوء ۱۲ منه غفرله (م)

عـــه۴ **اقول** ای له ولك ان تقول ف ان التخییر لاینافی الوجوب کما فی کفارة الیمین ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی حدث کا تیمم کرنے سے پہلے ــــ اس لیے کہ اس کے بعد ملنے کا ذکر آگے آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی وضو کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اسے اختیار ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تخییر منافی وجوب نہیں جیسے کفارۂ یمین میں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ان يبدء بايهماشاء ولو وجد[عـ۱] الماء بعد
ماتيمم للمعة قبل الحدث فهوعلى
وجهين ان كفاه يغسله وان لم
يكفه يغسل قدر مايكفيه و
تيممه على حاله ولو وجد[عـ۲]
بعد ما احدث وتيمم للحدث
فهوعلى خمسة اوجه على
ماذكرنا ان كفاهما صرف اليهما و
ان لم يكفهما غسل اللمعة مقدار
مايكفيه وتيممه على حاله وان
كفى للمعة لا للوضوء يغسل اللمعة
والتيمم على حاله وان كفى للوضوء
دون اللمعة يتوضؤ وان كفى
لاحدهما على الانفراد يغسل
اللمعة وتيممه على حاله وعلى

پھر اسے حدث ہو پھر پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو
تو اس سے وضو کرے گا (۵) اور اگر تنہا ہر ایک
کے لیے کافی ہو، دونوں کے لیے نہیں، تو لمعہ
دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر
حدث کے لیے تیمم کرے ___ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ
دھویا تو جائز نہیں۔ اور اس پر یہ ہے کہ دھونے
کے بعد تیمم کرے ___ اور نوادر میں ہے کہ اس پر
یہ ہے کہ دونوں میں جس سے چاہے ابتدا کرے۔
اور اگر لمعہ کے لیے تیمم کرنے کے بعد حدث سے پہلے
پانی پایا تو اس کی دو[۲] صورتیں ہیں اگر اسے کافی ہو
دھوئے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں تک کفایت کرے
دھولے اور اس کا تیمم برقرار ہے ___ اور اگر حدث
ہونے اور حدث کا تیمم کرنے کے بعد پایا تو اس کی پانچ
صورتیں ہیں اسی طرح جو ہم نے بیان کیں۔ اگر دونوں
کو کفایت کرے تو دونوں میں صرف کرے ___ اور

عـ۱ اى تيمم لها ثم وجد الماء ولم يحدث بعد ١٢ منه غفرله (م)

عـ۲ **اقول** اى اجنب فتيمم للمعة ثم احدث فتيمم له ثم وجد الماء لان الوجوه كلها مسوقة فيما اذا بقى لمعة فتيمم لها ولقوله وتيمم للحدث فعلم ان التيمم للمعة مفروغ عنه والا لقال تيمم لهما وقد اتضح لك بكلام الحلية ١٢ منه غفرله (م)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے پانی ملا اور ابھی اسے حدث نہیں ہوا ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اسے جنابت ہوئی تو لمعہ کا تیمم کیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا۔ اس لیے کہ تمام صورتیں اس میں جاری کی جارہی ہیں جب لمعہ رہ گیا ہو پھر اس کا تیمم کرلیا ہو ___ اور ان کے قول وتیمم للحدث (اور حدث کا تیمم کیا) سے بھی یہ معنی متعین ہوتا ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ لمعہ کے تیمم سے کلام الگ ہے اور اس سے بحث نہیں ورنہ یُوں کہتے تیمم لهما (دونوں کا تیمم کرلیا) اور حلیہ کی عبارت سے یہ معنی واضح ہوچکا ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

قیاس قول محمد یتیمم[1] اھ **شرح وقایۃ** اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعۃ ظھرہ وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لھما ثم وجد من الماء ما یکفیھما بطل تیممہ فی حق کل واحد منھما وان لم یکف لاحدھما بقی فی حقھما وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الاخر وان کفی لکل منفردا غسل اللمعۃ ھذا اذا تیمم للحدثین واحدا اما اذا تیمم للجنابۃ ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء[2] الخ وفیہ ذکر الخمسۃ نحو ما مر۔

اگر دونوں کے لیے غیر کافی ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کے لیے نہیں تو لمعہ دھوئے اور تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے ــــ اور اگر تنہا کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور امام محمد کے قول کے قیاس پر تیمم کرے" اھ۔ **شرح وقایہ** جنب نے غسل کیا اور پانی اس کی پیٹھ کے لمعہ تک نہ پہنچا اور پانی ختم ہوگیا اور اسے وضو واجب کرنے والا کوئی حدث ہُوا تو اس نے دونوں کا تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا ــــ اور اگر کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہا ــــ اور اگر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ــــ اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے ــــ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں حدثوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا ہو ــــ لیکن جب جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا تو مذکورہ صورتوں میں حکم وہی ہے اور اگر جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا اور حدث کا تیمم نہ کیا پھر پانی ملا ــــ الخ ــــ اس میں بھی پانچ صورتیں اسی طرح ذکر کی ہیں جو گزریں۔

توضیحات مصنّف[98] : فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزّوجل جملہ اٹھانوے صور مع احکام مبین کرے اُن کے لیے یہ تصویر رکھیں کہ اقسام سبعہ پیشانی پر ہوں اور ہر پیشانی کے تحت میں

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی وخزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایۃ ماینقض التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

چاروں نوعیں ان رموز حروف میں لکھیں :

ت تیمم جنابت

ح حدث

م تیمم حدث

و وجدانِ آب

تو ح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمم نہ کیا تھا کہ حدث ہُوا اور اب بھی تیمم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور ت ح و یہ کہ جنابت کے بعد تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا وقس علیہ پھر ان میں ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کریں جتنی اُس میں محتمل ہیں یہاں لمعہ و وضو و ہر دو و ہر یک و ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونوں کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہیں اور جہاں پُورا حدث مستقل نہیں وہاں بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن میں حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھو لیا تھا پھر حدث ہوا یوں یہ تمام صورتیں مفصل ہوگئیں اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہیں ایک ایک پانچ پانچ یا کم و بیش صورتوں کے لیے ہے لہٰذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھیں پھر جدول صور میں ہر صورت کے نیچے لفظ حکم لکھ کر جو حکم ہو اس کا نمبر تحریر کردیں کہ اُس کے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہیں فہرست میں دیکھ لیں و باللہ التوفیق ۔

فہرست احکام : مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھیں کہ مراجعت میں اور بھی سہولت ہو

ح و (۱) لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اُس کے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا خلاف نہ رہے ۔ صورت ۱۱ و ۲۷ و ۶۳ ۔

(۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمم کرے ص ۱۲ و ۲۸ و ۴۸ ۔

(۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمم ۔ ص ۶۴ و ۸۴ ۔

(۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی ۔ ص ۱۳ ۔

(۵) وضو کرے اور باقی جگہ[ع] دھوئے طاہر ہوگیا ۔ ص ۲۹ و ۶۵ ۔

(۶) پُورا نہائے ۔ ص ۴۹ و ۸۵ ۔

(۷) پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلے گا لمعہ دھونے کے بعد پھر کرنا ہوگا ۔ ص ۱۴ و ۳۰ و ۴۷ و ۶۶ و ۸۳ ۔

ع باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

(۸) دونوں کے لیے ایک تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحباباً نہ وجوباً یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھو سکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہوجائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص ۱۵ و ۳۱ و ۵۰ و ۶۷ و ۸۶۔

ح ت و (۹) لمعہ کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا حدث کے حق میں باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۱۶ و ۳۲ و ۶۸۔

(۱۰) حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق میں باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص ۱۷ و ۳۳ و ۵۲۔

(۱۱) تیمم حدث کے لیے نہ رہا لمعہ کے لیے ہے وضو کرے۔ ص ۶۹ و ۸۸۔

(۱۲) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا وضو کرے[ع] طہارت ہوگئی۔ ص ۱۸۔

(۱۳) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی[ع] جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۳۴ و ۷۰۔

(۱۴) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا، پورا نہائے۔ ص ۵۳ و ۸۹۔

(۱۵) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۱۹ و ۳۵ و ۵۱ و ۷۱ و ۸۷۔

(۱۶) تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۲۰ و ۳۶ و ۵۴ و ۷۲ و ۹۰۔

ت ح و (۱۷) تیمم گیا وضو کرے[ع] طہارت ہوگئی۔ ص ۱ و ۲۲۔

(۱۸) تیمم نہ رہا وضو کرے اور باقی[ع] جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۵ و ۳۹ و ۷۵۔

(۱۹) تیمم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے۔ ص ۲۱ و ۳۷ و ۷۳۔

(۲۰) تیمم باقی ہے حدث کے لیے وضو کرے ص ۶ و ۳۸ و ۵۶ و ۷۴ و ۹۲۔

(۲۱) تیمم نہ رہا پورا نہائے ص ۵۷ و ۹۳۔

(۲۲) تیمم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے ص ۴۰ و ۵۵ و ۷۶ و ۹۱۔

(۲۳) تیمم باقی ہے حدث کے لیے تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل۔ ص ۲ و ۷ و ۲۳ و ۴۱ و ۵۸ و ۷۷ و ۹۴۔

ت ح م و (۲۴) دونوں تیمم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۳ و ۲۵۔

(۲۵) دونوں تیمم گئے وضو کرے اور باقی[ع] جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۸ و ۴۴ و ۸۰۔

(۲۶) لمعہ کا تیمم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۲۴ و ۴۲ و ۷۸۔

ع باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے سوا اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

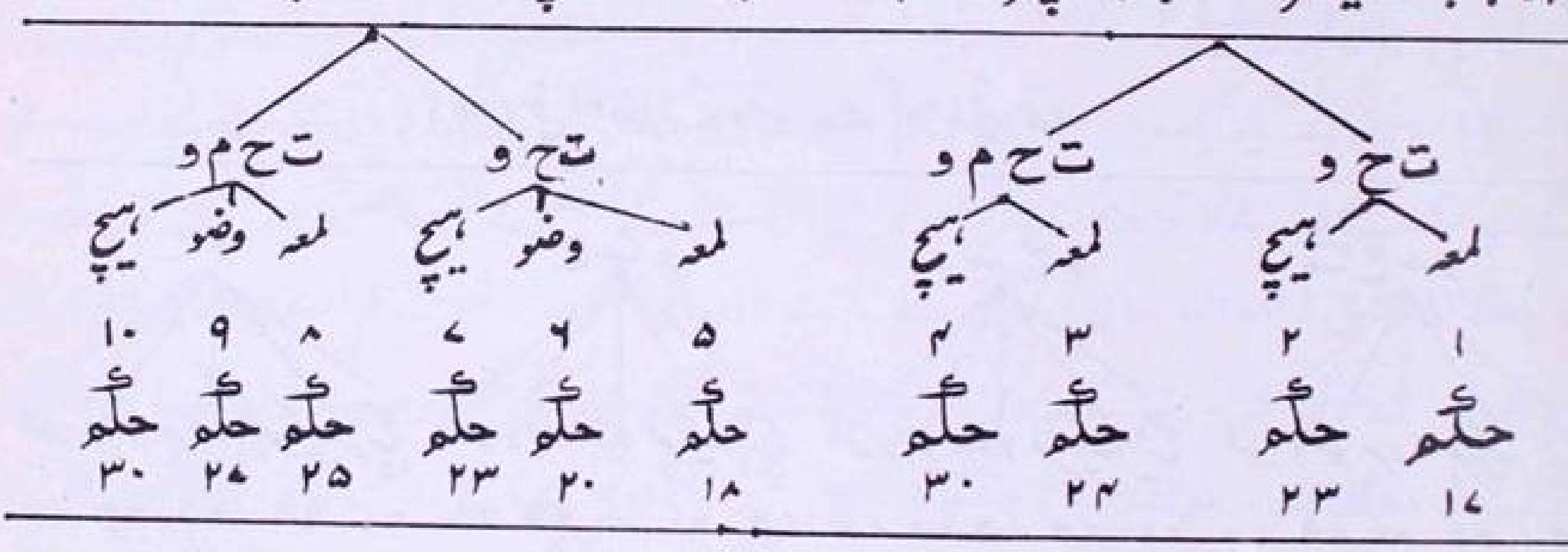
(۲۷) حدث کا تیمم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص ۹ و ۴۳ و ۶۰ و ۶۹ و ۷۹ و ۹۶۔

(۲۸) دونوں تیمم گئے پورا نہائے۔ ص ۶۱ و ۹۷۔

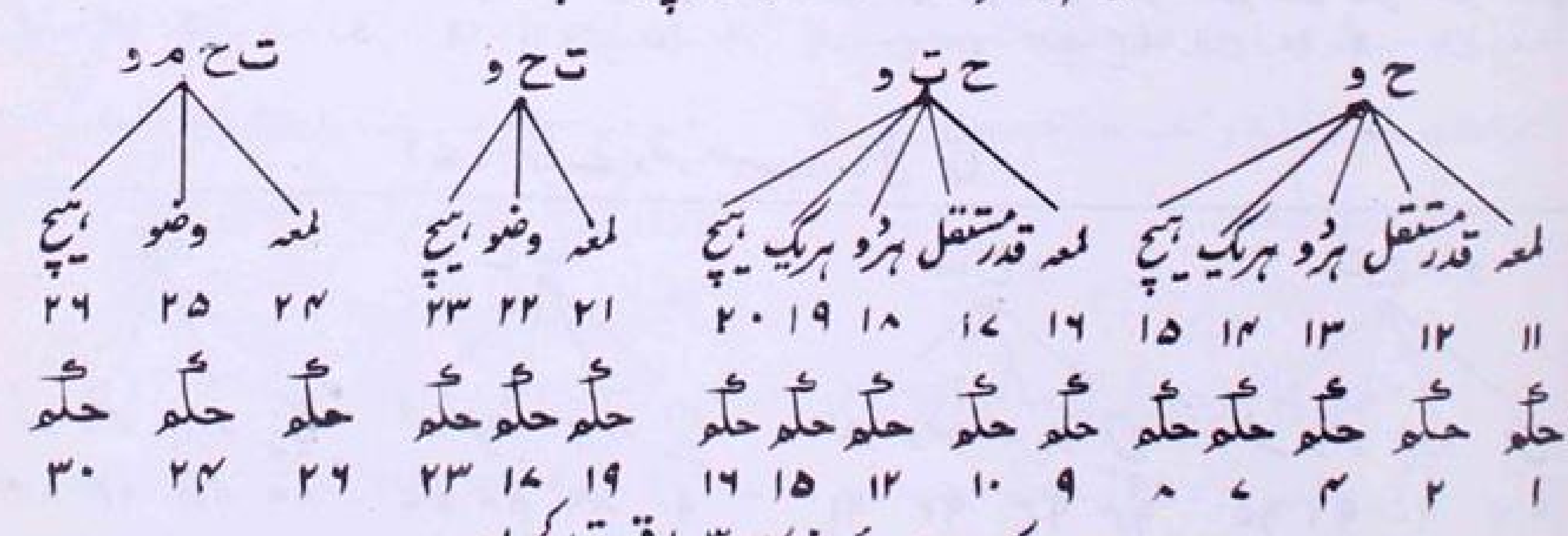
(۲۹) دونوں تیمم گئے پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۵ و ۴۹ و ۵۹ و ۸۱ و ۹۵۔

(۳۰) دونوں تیمم باقی ہیں لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۴ و ۱۰ و ۲۶ و ۴۶ و ۶۲ و ۸۲ و ۹۸ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

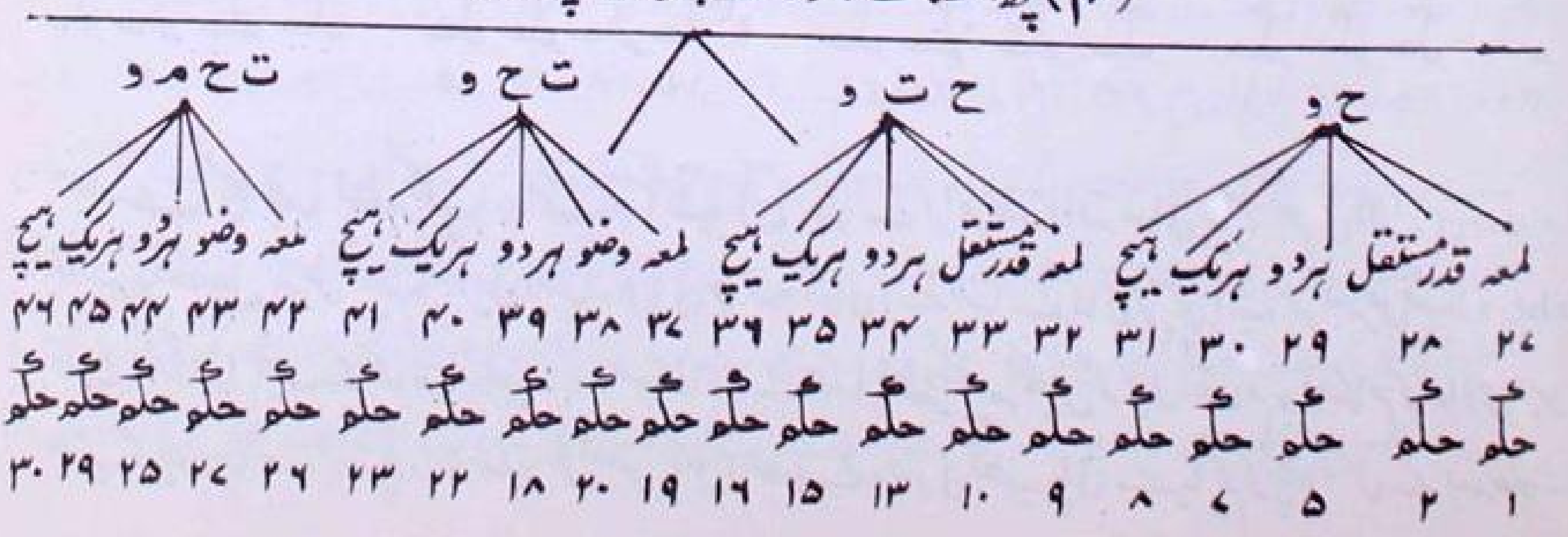
(۱) جنب نہالیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہوا (۲) وضو اور کچھ اور حصہ بدن باقی تھا



(۳) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ باقی تھا



(۴) کچھ اعضائے وضو کا حصّہ باقی تھا کچھ اور



(۵) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصّہ دھویا تھا

ح و			
لمعہ	قدر مستقل	ہر دو	ہیچ
۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
حکم ۷	حکم ۲	حکم ۶	حکم ۸

ح ت و			
لمعہ	قدر مستقل	ہر دو	ہیچ
۵۱	۵۲	۵۳	۵۴
حکم ۱۵	حکم ۱۰	حکم ۱۴	حکم ۱۶

ت ح و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۵۵	۵۶	۵۷	۵۸
حکم ۲۲	حکم ۲۰	حکم ۲۱	حکم ۲۳

ت ح م و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۵۹	۶۰	۶۱	۶۲
حکم ۲۹	حکم ۲۷	حکم ۲۸	حکم ۳۰

(۶) غیر اعضائے وضو سے کچھ باقی تھا

ح و				
لمعہ	وضو	ہر دو	ہریک	ہیچ
۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷
حکم ۱	حکم ۳	حکم ۵	حکم ۷	حکم ۸

ح ت و				
لمعہ	وضو	ہر دو	ہریک	ہیچ
۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
حکم ۹	حکم ۱۱	حکم ۱۳	حکم ۱۵	حکم ۱۶

ت ح و				
لمعہ	وضو	ہر دو	ہریک	ہیچ
۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷
حکم ۱۹	حکم ۲۰	حکم ۱۸	حکم ۲۳	حکم ۲۳

ت ح م و				
لمعہ	وضو	ہر دو	ہریک	ہیچ
۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲
حکم ۲۶	حکم ۲۷	حکم ۲۵	حکم ۲۹	حکم ۳۰

(۷) سوائے وضو سب باقی تھا

ح و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۸۳	۸۴	۸۵	۸۶
حکم ۷	حکم ۳	حکم ۶	حکم ۸

ح ت و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۸۷	۸۸	۸۹	۹۰
حکم ۱۵	حکم ۱۱	حکم ۱۴	حکم ۱۶

ت ح و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۹۱	۹۲	۹۳	۹۴
حکم ۲۲	حکم ۲۰	حکم ۲۱	حکم ۲۳

ت ح م و			
لمعہ	وضو	ہر دو	ہیچ
۹۵	۹۶	۹۷	۹۸
حکم ۲۹	حکم ۲۷	حکم ۲۸	حکم ۳۰

مصنّف کا ضابطہ کلیہ : ثمّ اقول علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم و تفصیل بغرض تفہیم و تسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہٖ تعالٰی اپنے منتہائے کمال کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط و ربط و قلت انتشار انھیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے ضابطہ کلیہ لکھیں کہ جملہ اقسام و احکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پورا نہ نہایا مگر بعض یا کل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمم کر چکا اُس کے بعد حدث

ہوا کہ دو صورت اخیرہ میں تمامہ مستقل ہے اور صورت اولیٰ میں صرف اتنا کہ حصۂ مغسولہ اعضائے وضو میں ہے اس صورت میں پانی کم پایا اگر بقیۂ جنابت وحدثِ مستقل دونوں میں سے صرف ایک کو کافی ہے اس میں صرف کرے اُس کے لیے اگر پہلے تیمم کرچکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لیے نہ کیا تھا تو اب کرے صرفِ آب سے پہلے خواہ بعد اور بعد اولیٰ ہے اور کرچکا تھا تو باقی رہا اور دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا تو اول کے حق میں ٹوٹ گیا ثانی کے حق میں باقی رہا اور اگر پانی دونوں کو معاً کافی ہے تو دونوں کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہوگئی اور اگر کسی کو کافی نہیں تو دونوں کا وہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لیے تیمم نہ کیا تھا اب دونوں کے لیے ایک تیمم کرے اور کرلیا تھا تو باقی رہا بہرحال لمعہ کی تقلیل کرے کہ مستحب ہے اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ میں صرف کرے تیمم ان میں جس ایک کا یا دونوں کے لیے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کرچکا تھا کسی کے حق میں باقی نہ رہا۔ پانی نہ رہنے کے بعد حدث کے لیے تیمم کرے پہلے کرلے گا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جس کی تفصیل وتحقیق اس تنبیہ آئندہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ۔ ت) اور اگر اس نے برخلاف حکم اُسے حدث میں صرف کرلیا حدث تو زائل ہوگیا مگر جنابت کے لیے تیمم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع ونافع ؛

باذن الجامع النافع ؛ عزجلاله ؛ وعم نواله ؛ والحمدللہ رب العٰلمین ؛ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارك علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین ؛ ابد الاٰبدین اٰمین ؛

باذن جامع نافع ، اس کی بزرگی غالب اور اس کی عطا وبخشش عام ہے ۔ اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک ہے ۔ اور خدائے برتر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر ہمیشہ ہمیشہ، الٰہی ! قبول فرما ۔ (ت)

تنبیہ : اس جدول کے ۱۸ نمبروں میں یعنی ۱۴ - ۱۹ - ۳۰ - ۳۵ - ۴۷ - ۵۱ - ۶۶ - ۷۱ - ۸۳ - ۸۷ دس یہ اور ۴۰ - ۴۵ - ۵۵ - ۵۹ - ۷۶ - ۸۱ - ۹۱ - ۹۵ آٹھ یہ ان میں اختلاف روایات ہے ان اٹھارہ میں پانی لمعہ وحدث مستقل ہر ایک کے لیے جدا جدا کافی ہے کہ اُن میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں کے قابل نہیں ان میں اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دھوئے حدث میں صرف نہ کرے کہ جنابت سخت تر ہے ۔ اس میں اختلاف ہوا کہ پہلی دسوں صورتوں میں جو حدث کے لیے تیمم کرے گا آیا یہ ضرور ہے کہ اول لمعہ دھوئے جب پانی نہ رہے اُس وقت حدث کے لیے تیمم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کرسکتا ہے دونوں روایتیں ہیں اور پچھلی آٹھ میں کہ حدث کا تیمم پہلے کرچکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہیں دونوں قول ہیں پھر جن کے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اس پر تیمم کا اعادہ ہی نہیں اور جن کے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہیں کہ پہلے لمعہ دھوکر تیمم کا اعادہ کرے

ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمم توڑ دیا اس کا موجود رہنا دوسرا تیمم باطل کرے گا۔ منشاءِ اختلاف تمام صورتوں میں ایک ہے کہ آیا یہ پانی جوازِ ازالۂ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اس سے لمعہ ہی دھونے کا حکم ہے اس کے ملنے سے حدث کے لیے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہیں جنھوں نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جب تک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمم نہ کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہے اور جنھوں نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اس کے بھی قابل پایا مگر وہ بحکمِ شرع دوسری حاجت کی طرف مصروف ہے لہذا اس سے ازالۂ حدث پر قدرت نہ ہوئی انھوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمم حدث کو توڑے گا نہ اس کے ہوتے حدث کے لیے تیمم ممنوع ہو گا۔

اقول ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے میں تھا **ثانیا** ان روایتوں کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض[1] میں یوں کہ ایک روایت یہ ہے ایک وُہ جس سے اُن کی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہیں یا نادرہ۔ بعض[2] میں یوں کہ دوم روایت نوادر ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے۔ بعض[3] میں یوں کہ اول روایت زیادات ہے اور دوم روایت اصل۔ اصل و زیادات دونوں کتب ظاہر الروایۃ سے ہیں **اقول** اور یہی ہے کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نافی کو اس وقت روایت اصل خیال میں نہ تھی اور نوادر سے یاد لہذا اسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسبِ تصریح ثقات وہ کتاب الاصل میں موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اولٰی سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے **ثالثا** قائلین کرام کی طرف اس کی نسبت بھی مختلف طور پر آئی بعض[4] نے بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا کہ اول قول محمد دوم قول ابو یوسف ہے بعض[5] نے جزماً انھیں ان کا

---

[1] سراج وہاج منحۃ الخالق شرح وقایہ ردالمحتار مع ان فی اصلہ الحلیۃ تسمیۃ الاصل والزیادات (م)

(باوجود اس کے اس کی اصل حلیہ میں اصل اور زیادات کا نام ذکر کیا ہے۔ ت)

[2] شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ (م)

[3] شرح وقایہ حلیہ بحر ۱۲ (م)

[4] محیط رضوی سراج منحہ وغیرہ ۱۲ (م)

[5] کافی حلیہ غنیہ ہندیہ ردالمحتار مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲ (م)

(اس کے باوجود حلیہ نے اس کو محیط وغیرہ سے لفظ "قیل" سے نقل کیا ہے۔ ت)

قول بتایا بعض[عہ۱] نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہیں اُن کے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو **اقول** اور ہے بھی کہ اول قول محمد اور دوم قولِ ابویوسف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات **رابعاً** اختیار بھی مختلف رہا بعض نے[عہ۲] اُس پر جزم فرمایا بعض نے[عہ۳] اِس پر بعض[عہ۴] نے دونوں ذکر کرکے چھوڑ دئے **خامساً** تصحیح میں بھی اختلاف پڑا بعض[عہ۵] نے اسے اصح کہا بعض[عہ۶] نے اسے ظاہراً اوجہ **سادساً** اُس منشأ اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی بعض[عہ۷] نے یوں فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ میں صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالۂ حدث پر قدرت کا مانع نہیں کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالۂ حدث کی اُسے اجازت نہیں دیتی تو قدرتِ شرعیہ کب ہوئی اور بعض[عہ۸] نے یوں تقریر کی کہ نہیں بلکہ وجوب ہی میں اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک اسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہیں صرف اولیٰ ہے لہذا ازالۂ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابویوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعاً ممنوع و محظور لہذا حدث میں صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کریں جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو۔

فی السراج الوهاج ثم منحة الخالق اذا احدث بعد التیمم ثم وجد ما یکفی لکل واحد منهما علی الانفراد غسل به اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلها

سراج وہاج پھر **منحۃ الخالق** میں ہے: "جب تیمم کے بعد حدث ہو پھر اتنا پانی پائے جو تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اُس سے لمعہ دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کا تیمم کرے۔ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور وہ تیمم کا اعادہ کرے گا ایک

عہ۱ شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ (م)

عہ۲ حلیہ نیز بدائع و محیط رضوی بدلالۃ النص کما ستعرف (م) (اسی پر دلالۃ النص ہے جیسا کہ عنقریب جان لوگے۔ ت)

عہ۳ درمختار و محشیان ۱۲ (م)

عہ۴ سراج وہاج منحہ ۱۲ (م)

عہ۵ ہندیہ ونقل عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲ (م) (اور عتابی کی شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے۔ ت)

عہ۶ حلیہ رد المحتار واومی الیہ فی شرح الوقایۃ واعتمدہ البحر تبعا للحلبی ۱۲ (م) (شرح وقایہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بحر نے حلبی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے ۱۲۔ ت)

عہ۷ کافی ۱۲ عہ۸ غنیہ ۱۲

في رواية لايجوز ويعيد التيمم وفي رواية له ان يبدأ بايهما شاء قيل الاولى قول محمد والثانية قول ابي يوسف[1] اھ وتقدم عن **شرح الطحاوي** و **خزانة المفتين** فيما اذا لم يكن تيمم قبل وجدان الماء لو بدأ بالتيمم ثم غسل اللمعة لايجوز وفي النوادر يبدأ بايهما شاء ثم قال لا فيما اذا سبق تيممه يغسل اللمعة وتيممه على حاله وعلى قياس قول محمد يتيمم[2] اھ۔

اقول ولا فرق بين الصورتين لاتحاد المبنى كما علمت فقد مشى اولا على قول محمد وجعل الثاني رواية النوادر ومشى ثانيا على قول ابي يوسف وجعل الاول قياس قول محمد وفي **المنية** و عليه ان يبتدئ بغسل اللمعة ثم يتيمم[3] اھ فقد مشى على قول محمد و في **الدر المختار** (ناقضه قدرة ماء كاف لطهره فضل عن حاجته) كعطش وعجن وغسل نجس و

روایت میں کہ اسے اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے، کہا گیا کہ روایت اولیٰ امام محمد کا قول ہے اور روایت ثانیہ امام ابو یوسف کا قول ہے" اھ شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین سے گزرا، اس صورت میں جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمم نہ کیا ہو اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور نوادر میں ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے پہلے کرے ــ پھر اس صورت میں جب اس کا تیمم پہلے ہو چکا ہو لکھا کہ "لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے۔ اور برقیاس قولِ محمد تیمم کرے" اھ (ت)

اقول دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ مبنیٰ میں اتحاد ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔ تو پہلے امام محمد کے قول پر چلے اور ثانی کو روایت نوادر قرار دیا۔ اور ثانیاً امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور اول کو امام محمد کے قول کا قیاس قرار دیا۔ اور **منیہ** میں ہے: "اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے پھر تیمم کرے"۔ اور اس میں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ **درمختار** میں ہے: "(ناقض تیمم اتنے پانی پر قدرت ہے جو اس کی طہارت کے لیے کافی اس کی حاجت سے زائد ہو) حاجت جیسے پیاس، آٹا گوندھنا، نجس اور

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر — باب التیمم — مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۳۹

[2] شرح الطحاوی للاسبیجابی و خزانۃ المفتین

[3] منیۃ المصلی — باب التیمم — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۶۰

لمعة[ع] جنابة لان المشغول بالحاجة كالمعدوم[1] اه فقد مشی علی قول ابی یوسف واقرہ محشوہ وفی الحلیة هل علیه ان یبتدئ بغسل اللمعة حتی لو تیمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التیمم للحدث ففی روایات الزیادات نعم وعلیها اقتصر المصنف ووجهها انه یصیر عادما للماء فیجزئه التیمم وفی روایة الاصل لا بل بایهما بدأ جاز لان الماء صار مستحق الصرف الی اللمعة فصار معدوما حکما کالماء المستحق للعطش قال رضی الدین فی المحیط وکذا غیرہ قیل ما فی الزیادات قول محمد وما فی الاصل قول ابی یوسف اه وفیها یظهر ان قول ابی یوسف

لمعۂ جنابت دھونا — اس لیے کہ جو حاجت میں مشغول ہے وہ معدوم کی طرح ہے" اھ — اس میں امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور درمختار کے محشی حضرات نے اسے برقرار رکھا۔ حلیہ میں ہے: کیا اس پر یہ لازم ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے یہاں تک کہ اگر حدث کا تیمم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو اسے تیمم حدث کا اعادہ کرنا ہے؟ — روایتِ زیادات میں اس کا جواب اثبات میں ہے اور اسی پر مصنف نے اکتفا کی — اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقدانِ آب والا ہوجاتا ہے تو اس کا تیمم کفایت کرجاتا ہے۔ اور روایت اصل میں اس کا جواب نفی میں ہے بلکہ وہ دونوں میں سے جو بھی پہلے کرلے جائز ہے اس لیے کہ پانی لمعہ میں صرف کا مستحق ہوگیا تو وہ حکماً معدوم ہوگیا جیسے وہ پانی جو پیاس کا مستحق ہوگیا ہو۔ رضی الدین نے محیط میں اور ایسے ہی ان کے علاوہ نے بھی فرمایا ہے: کہا گیا ہے

ع قال العلامة ش ای لو اغتسل وبقیة لمعة فتیمم ثم احدث فتیمم ثم وجد ماء یکفیها فقط فانه یغسلها به ولا یبطل تیممه للحدث اه اقول سبحٰن اللّٰه اذا لم یکف للوضوء کان عدم انتقاض تیممه لعدم الکفایة لا للشغل بالحاجة والشارح بصدد بیان المشغول فالوجه ان مرادہ کما صرحت به الاحکام ما اذا کفی لکل علی البدلیة ۱۲ منه غفر له (م)

علامہ شامی نے فرمایا: "یعنی اگر غسل کیا اور کوئی لمعہ رہ گیا پھر تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو تیمم کیا پھر اتنا پانی ملا جو صرف لمعہ کے لیے کافی ہے تو اسے اس پانی سے دھوئے گا اور اس کا تیمم حدث باطل نہ ہوگا" اھ — **اقول** سبحان اللہ جب وضو کے لیے کافی نہ ہوا تو اس کے تیمم کا نہ ٹوٹنا عدمِ کفایت کی وجہ سے ہوا حاجت میں مشغول کی وجہ سے نہیں — اور شارح اس پانی کو بتانا چاہتے ہیں جو حاجت میں مشغول ہو۔ تو وجہ صحیح یہ ہے کہ ان کی مراد حسبِ تصریح احکام وہ صورت ہے جب پانی بطور بدلیت ہر ایک کے لیے کافی ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۵

ادجہ[1] اھ وعبرعنہ فی ردالمحتار
بقولہ لاینتقض تیمم الحدث عند ابی یوسف و
عند محمد ینتقض ویظھران الاول اوجہ اھ
ثم قال فیما لم یتیمم قبل الوجدان فی روایۃ
یلزمہ غسلھا قبل التیمم للحدث وفی
روایۃ یخیر اھ ملخصا من الحلیۃ اھ[2] وفی
شرح الوقایۃ واذا غسل اللمعۃ ھل
یعید التیمم روایتان وان تیمم اولا ثم
غسل اللمعۃ ففی اعادۃ التیمم روایتان
ایضا وان صرف الی الحدث انتقض تیممہ
فی حق اللمعۃ باتفاق الروایتین اھ ثم
قال فیما اذا لم یتیمم للحدث قبل ان
کفی کل واحد منفردا یصرفہ الی
اللمعۃ ویتیمم للحدث فان توضأ بہ جاز و
یعید التیمم ولو بدأ بالتیمم للحدث ھل
یعید التیمم فی روایۃ الزیادات یعید وفی
روایۃ الاصل لاثم انما تثبت القدرۃ
اذا لم یکن مصروفا الی جھۃ اھم حتی اذا
کان علی بدنہ اوثوبہ نجاسۃ یصرفہ
الی النجاسۃ اھ[3] وھو کما تری یشیر الی
ترجیح روایۃ الاصل وفی **الھندیۃ**
صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث

کہ جو زیادات میں ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو
اصل میں ہے وہ امام ابو یوسف کا قول ہے ۔اھ۔
حلیہ میں یہ بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا
قول زیادہ مناسب ہے اھ۔ **ردالمحتار** میں اس
کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: "تیمم حدث امام ابو یوسف
کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائیگا اور
ظاہر یہ ہے کہ اول اوجہ ہے اھ۔ پھر اس صورت کے متعلق جبکہ پانی ملنے سے
پہلے تیمم نہ کیا ہو لکھا ہے: "ایک روایت میں اس پر
تیمم حدث سے پہلے لمعہ دھونا لازم ہے اور ایک
روایت میں اسے اختیار ہے" اھ ۔ ملخصاً من الحلیہ
اھ ۔ **شرح وقایہ** میں ہے "جب لمعہ دھو لیا تو
کیا تیمم کا اعادہ کرے گا؟ — دو روایتیں ہیں —
اور اگر پہلے تیمم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو بھی اعادۂ تیمم میں
دو روایتیں ہیں ۔ اور اگر حدث میں صرف کریں تو حق
لمعہ میں اس کا تیمم باتفاق روایتین ٹوٹ گیا" ۔اھ
پھر اس صورت سے متعلق جبکہ حدث کا تیمم پہلے نہ کیا ہو،
لکھا ہے: "اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ
میں صرف کرے گا اور حدث کا تیمم کرے گا پھر اگر اس سے
وضو کرلیا تو جائز ہے اور تیمم کا اعادہ کرنا ہے ۔ — اور
اگر حدث کا تیمم پہلے کیا تو کیا تیمم لوٹائے گا؟ ——
روایت زیادات میں ہے کہ لوٹائے گا —— اور
روایت اصل میں ہے کہ: نہیں لوٹائے گا — پھر

---

[1] حلیہ
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۷
[3] شرح الوقایۃ " مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۴

عند محمد وعند ابی یوسف لا ولو صرفہ الی الوضوء جاز وتیمم لجنابتہ اتفاقا فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز والاول اصح ھکذا فی الکافی اھ[1]۔

قدرت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہو تو اسے نجاست کی جانب صرف کرے گا" اھ ــــ یہ کلام روایتِ اصل کی ترجیح کی جانب اشارہ کر رہا ہے جیسا کہ سامنے ہے۔ ہندیہ میں ہے، اسے لمعہ میں صرف کرے اور تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک ــــ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں ــــ اور اگر اسے وضو میں صرف کرلیا جائے تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے بالاتفاق اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہیں کیا تھا اب لمعہ دھونے سے پہلے تیمم کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ــــ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ــــ اور اول اصح ہے ــ اسی طرح کافی میں ہے" اھ۔ (ت)

اقول قولہ والاول اصح لیس فی نسختی الکافی والعبارۃ غیر منقولۃ کما ھی فی الکافی کما یظھر بالمقابلۃ وقد نبہ علیہ بقولہ ھکذا فی الکافی کما ذکر فی خطبۃ الکتاب اصطلاحہ فی کذا و ھکذا نعم ذکر بعض العصریین[ھو اللکنوی ۱۲] ان فی شرح الزیادات للعتابی انہ الاصح ولم یذکرا لواسطۃ فی النقل فان صح ھذا فلعلہ زید فی الھندیۃ من ثمہ او من غیرہ اولعلہ ساقط من نسختی الکافی وعلی کل فالھندیۃ ثقۃ فی النقل واللہ تعالٰی اعلم و فی الکافی ان کفی واحداً غیر عین صرفہ الی اللمعۃ لانہ اھم واعاد تیممہ للحدث

اقول والاول اصح (اور اول اصح ہے) کافی کے میرے نسخہ میں نہیں ــــ اور عبارت جیسے کافی میں ہے ویسے منقول نہیں جیسا کہ مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے ــــ اس پر اپنے الفاظ" ھکذا فی الکافی" سے تنبیہ بھی کر دی ہے جیسا کہ خطبۂ کتاب میں لفظ کذا اور ھکذا سے متعلق اپنی اصطلاح بتائی ہے ہاں بعض معاصرین (فاضل لکھنوی ۱۲) نے ذکر کیا ہے کہ عتابی کی شرح زیادات میں ہے کہ "وہی اصح ہے" واسطۂ نقل نہ بتایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو شاید ہندیہ میں وہیں سے یا اور کسی کتاب سے یہ اضافہ کر دیا گیا ہے یا ہو سکتا ہے یہ لفظ میرے نسخۂ کافی میں چھوٹ گیا ہو۔ بہر حال ہندیہ نقل میں ثقہ ہے، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ــــ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

عند محمد لقدرته على الماء و وجوب صرفه الى الجنابة لاینافی قدرته علی صرفه الی الحدث ولهذا لو صرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابته اتفاقا و عند ابی یوسف لا یعید لانه مستحق الصرف الی اللمعة والمستحق بجهة کالمعدوم فان لم یکن تیمم للحدث[1] الخ وقد سبق۔

کافی میں ہے: "اگر غیر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے کیونکہ وہ اہم ہے اور امام محمد کے نزدیک تیمم حدث کا اعادہ ہے کیونکہ وہ پانی پر قادر ہوگیا تھا ——— اور جنابت میں اسے صرف کرنے کا وجوب حدث میں صرف کرنے پر قدرت کے منافی نہیں۔ اسی لیے اگر اسے وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے بالاتفاق۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک (تیمم حدث کا) اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی لمعہ میں صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا تھا اور جو کسی جانب کا مستحق ہو معدوم کی طرح ہے۔ تو اگر اس نے حدث کا تیمم نہ کیا تھا الخ ——— یہ کلام گزر چکا۔ (ت)

اقول اخر دلیل ابی یوسف فافاد ترجیحه وصرح فی تعلیل محمد بوجوب صرفه الی اللمعة وانه لاینافی قدرته علی الوضوء و فی **الغنیة** (علیه ان یبدأ بغسل اللمعة) لیصیر عادما للماء فی حق الحدث ولا یجوز تیممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الی اللمعة دون الحدث لیس بواجب عنده بل علی سبیل الاولویة فوجوده یمنع التیمم للحدث وعند ابی یوسف صرفه الی اللمعة واجب فهو کالمعدوم بالنسبة الی الحدث فیجوز التیمم له قبل غسل اللمعة و لوکان تیمم بعد ما احدث

اقول امام ابو یوسف کی دلیل مؤخر کرکے اس کی ترجیح کا افادہ کیا اور امام محمد کی تعلیل میں اس بات کی تصریح فرمائی کہ لمعہ میں اسے صرف کرنا واجب ہے اور یہ وضو پر قدرت کے منافی نہیں۔ **غنیہ** میں ہے (اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے) تاکہ حق حدث میں پانی نہ رکھنے والا ہوجائے۔ امام محمد کے نزدیک اس سے پہلے اس کا تیمم حدث جائز نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو حدث چھوڑ کر لمعہ میں صرف کرنا واجب نہیں بلکہ بطور اولی کے ہے، تو اس کا وجود تیمم حدث سے مانع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسے لمعہ میں صرف کرنا واجب ہے تو وہ حدث کی بہ نسبت کالمعدوم ہے اس لیے لمعہ دھونے سے پہلے حدث کا تیمم جائز ہے ——— اور اگر حدث ہونے کے

---

[1] کافی

لاجل الحدث ثم وجد ما یکفی لاحدھما ینتقض تیممہ عند محمد لاعند ابی یوسف بناء علی ما تقدم[1] اھ ثم ھھنا مسألۃ اخری من ھذا القبیل مشی فیھا الامام ملک العلماء والامام رضی الدین السرخسی علی وجوب تأخیر التیمم فظاھر قیاسہ المشی علی قول محمد ھنا فی البدائع بعد ذکر القدرۃ علی الماء الکافی وعلی ھذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر محدث علی ثوبہ نجاسۃ اکثر من قدر الدرھم ومعہ ما یکفی لاحدھما غسل بہ الثوب وتیمم للحدث عند عامۃ العلماء لان الصرف الی النجاسۃ یجعلہ مصلیا بطہارتین حقیقیۃ وحکمیۃ فکان اولی من الصلاۃ بطہارۃ واحدۃ ویجب ان یغسل ثوبہ من النجاسۃ ثم یتیمم ولو بدأ بالتیمم لایجزءہ لانہ قدر علی ماء لوتوضأ بہ تجوز صلاتہ[2] اھ وفی

بعد حدث کے لیے تیمم کرلیا تھا پھر اسے اتنا پانی ملا جو کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائیگا، امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا — اسی بنیاد پر جو پہلے بیان ہوئی اھ۔

پھر یہاں اسی قبیل کا ایک اور مسئلہ ہے جس میں امام ملک العلماء اور امام رضی الدین سرخسی کی روش اس پر ہے کہ تیمم مؤخر کرنا واجب ہے تو اس کا ظاہر قیاس یہ ہے کہ یہاں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔

بدائع میں آب کافی پر قدرت کا ذکر کرنے کے بعد ہے: "اس اصل کے تحت زیادات میں چند مسائل ہیں — کوئی حدث والا مسافر ہے جس کے کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ عامۂ علما کے نزدیک اس لیے کہ نجاست میں صرف کرنا اسے حقیقی وحکمی دو طہارتوں سے نماز ادا کرنے والا بنا دے گا تو یہ ایک طہارت سے نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ

عہ **اقول** کانہ زادہ ایضاحا والا فلا حاجۃ الیہ لانہ لو احدث ثم تیمم لھا لکان لہ ایضا ولا یختلف الحکم ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اقول معلوم ہوتا ہے کہ اسے انھوں نے بطور توضیح بڑھا دیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اگر اسے حدث ہوا پھر اس نے جنابت کا تیمم کیا تو وہ حدث کے لیے بھی ہو جائے گا اور حکم مختلف نہ ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ما ینقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

المحیط الرضوی ثم الہندیۃ لو تیمم اولا ثم غسل النجاسۃ یعید التیمم لانہ تیمم وھو قادر علی ما یتوضؤ بہ[1] اھ ورأیتنی کتبت علیہ سابقا مانصہ

کپڑے سے نجاست دھوئے پھر تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرلیا تو یہ کفایت نہیں کرسکتا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے کہ اگر اس سے وضو کرے تو اسکی نماز ہوجائے اھ اور محیط رضوی پھر ہندیہ میں ہے: "اگر پہلے تیمم کیا پھر نجاست دھوئی تو تیمم کا اعادہ کرے اس لیے کہ اس نے اس حالت میں تیمم کیا جب کہ وہ اتنے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرے"۔ اھ اس پر میں نے زمانۂ سابق میں اپنی لکھی ہُوئی یہ عبارت دیکھی:

اقول ھذا علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف فلا لکونہ مشغولا بحاجۃ فکان کالمعد لعطش وبہ جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعدہ بزمان نظر فیہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ کما نظر الفقیر وللہ الحمد فقال بعد نقل ما فی البدائع والمحیط قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ فیہ نظر بل الظاھر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب اوتأخر لانہ مستحق الصرف الی الثوب علی ما قالوا والمستحق الصرف الی جھۃ منعدم حکما بالنسبۃ الی غیرھا کما فی مسألۃ اللمعۃ مع الحدث قبل التیمم لہ اذا کان الماء کافیا لاحدھما فبدأ بالتیمم للحدث قبل غسلھا کما ھو روایۃ الاصل وکما فی مسألۃ خوف

اقول یہ حکم امام محمد کے قول پر ہے لیکن امام ابو یوسف کے قول پر اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی حاجت میں مشغول تھا تو اس پانی کی طرح ہُوا جو پیاس کے لیے رکھا ہوا ہو۔ اسی پر درمختار میں جزم کیا ہے"۔ اھ۔ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ اس پر محقق حلبی نے حلیہ میں بھی ویسے ہی کلام کیا ہے جیسے فقیر نے کلام کیا — اور خدا ہی کے لیے حمد ہے — انہوں نے بدائع اور محیط کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: بندۂ ضعیف کہتا ہے — خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے — یہ محلِ نظر ہے — بلکہ ظاہر جوازِ تیمم کا حکم ہے۔ کپڑا دھونے سے پہلے تیمم ہو یا اس کے بعد ہو۔ اس لیے کہ حسبِ ارشادِ علماء وہ پانی کپڑے میں صرف کیے جانے کا مستحق ہے اور جو کسی ایک جانب صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا ہو وہ دوسری جانب کی بہ نسبت حکماً معدوم ہے جیسے حدث کے ساتھ لمعہ کے مسئلہ میں اس سے پہلے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل بیان ما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

العطش ونحوه نعم تیمشی ذلك علی روایة الزیادات[1] اھ وتبعه فی **البحر الرائق** علی الفاظه وزاد بعده ولهذا قال فی شرح الوقایة وانما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اهم[2] اھ **لکن** زعم فی السراج ان وجوب تاخیر التیمم فی مسألة النجاسة مجمع علیه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لایکون جزم البدائع والمحیط فیها بوجوب التاخیر دلیل المشی علی قول محمد فی اللمعة.

حدث کا تیمم کیا ہو۔ جب پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھونے سے پہلے تیمم حدث سے ابتدا کی ہو۔ جیسا کہ اصل کی روایت ہے — اور جیسا کہ خوفِ تشنگی وغیرہ کے مسئلہ میں ہے — ہاں وہ حکم روایتِ زیادات پر چل سکتا ہے اھ — اور **البحر الرائق** میں ان ہی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔ اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے: "اسی لیے شرح وقایہ میں فرمایا:" اور قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس سے زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو" اھ **لیکن** سراج میں یہ خیال کیا ہے کہ مسئلۂ نجاست میں تیمم مؤخر کرنے کا وجوب متفق علیہ اور اجماعی ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے — اس کے پیش نظر مسئلۂ نجاست میں وجوب تاخیر پر بدائع ومحیط کا جزم مسئلۂ لمعہ میں امام محمد کے قول پر مشی کی دلیل نہ ہوگا۔ (ت)

اقول[ف1] لکن قد اسمعناك نص الامام صدر الشریعة آنفا انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی نجاسة[3] ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس کالمعدوم[4] فاین الاجماع وقد جزما به کأنه لاخلاف فیه فضلا عن الاجماع علی خلافه ثم اذ قد ذکر الاجماع ههنا

اقول لیکن امام صدر الشریعۃ کی عبارت ہم ابھی پیش کر چکے کہ "قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب نجاست کی جانب مصروف نہ ہو" — اور دُرمختار کی یہ عبارت کہ "جو کسی نجس کو دھونے کی ضرورت میں مشغول ہے معدوم کی طرح ہے" — تو اجماع کہاں؟ جب کہ ان دونوں نے اس پر یوں جزم کیا ہے جیسے اس میں کوئی خلاف ہی نہیں اس کے خلاف پر

---

[1] البحر الرائق — باب التیمم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ١/١٣٩
[2] ایضاً
[3] شرح الوقایة — باب التیمم — المکتبة الرشیدیه دہلی — ١/١٠٥
[4] الدر المختار — " — مجتبائی دہلی — ١/٤٥

وقد نقل الخلاف فی مسألۃ اللمعۃ ابدی بینھما فارقا بہ تشبث العلامۃ الشامی فی دفع نظر الحلیۃ والبحر فقال فی منحۃ الخالق ذکر فی السراج لو بدأ بالتیمم ثم غسل النجاسۃ اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألۃ الاولی ای مسألۃ اللمعۃ علی قول ابی یوسف لانہ تیمم ھنا وھو قادر علی ماء لو توضأ بہ جاز وھناک ای فی مسألۃ اللمعۃ لو توضأ بذلک الماء لم یجز لانہ عاد جنبا برؤیۃ الماء اھ وبہ یندفع النظر فتدبر اھ[1] واوردہ ایضا فی ردالمحتار فقال وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ[2] اھ۔

اجماع تو در کنار — پھر جب سراج میں یہاں اجماع ذکر کیا اور اس سے پہلے مسئلۂ لمعہ میں اختلاف نقل کیا تو ان دونوں کے درمیان ایک وجہِ فرق بھی ظاہر کی جس سے علامہ شامی نے حلیہ و بحر کا کلام دفع کرنے میں تمسّک کیا۔ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر پہلے تیمم کر لیا پھر نجاست دھوئی تو اسے اجماعاً تیمم کا اعادہ کرنا ہے — بخلاف پہلے مسئلہ کے — یعنی مسئلۂ لمعہ کے برخلاف، امام ابو یوسف کے قول پر — اس لیے کہ یہاں اس نے اس حالت میں تیمم کیا کہ وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے اگر وضو کرتا تو جائز ہوتا — اور وہاں یعنی مسئلۂ لمعہ میں اگر اس پانی سے وضو کرتا تو جائز نہ ہوتا — اس لیے کہ پانی دیکھنے کی وجہ سے وہ پھر جنب ہو گیا۔" اھ — اور اسی سے وُہ کلام دفع ہو جاتا ہے۔ فتدبر (تو غور کرنا چاہیے) اھ۔ — سراج کا کلام ردالمحتار میں بھی ذکر کرکے فرمایا ہے: "وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ (اور یہ ایک عمدہ دقیق فرق ہے جس میں تدبر کرنا چاہیے)" اھ (ت)

اقول وباللہ التوفیق لہ محملان۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق خدا ہی سے ہے اس کے دو محمل ہیں:

الاول الجواز بمعنی الصحۃ کما تعطیہ عبارۃ ملک العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاۃ و فیہ۔

اوّل: جواز بمعنی صحت ہو — جیسا کہ ملک العلماء کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے اس طرح کہ انھوں نے جواز کی نسبت نماز کی طرف کی ہے۔ اب اس میں کلام ہے

اوّلاً ان مجرد صحۃ الوضوء بہ لایثبت القدرۃ ولا ینفی العجز

اوّلاً محض اتنا کہ اس سے وضو درست ہے نہ قدرت کا اثبات کرتا ہے نہ عجز کی نفی کرتا ہے۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٣٩

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/١٨٧

الاترى ان المريض او البعيد ميلا لوتحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ايضا من وجوه العجز كالمدخر لعطش اوعجن مع جواز صلاته به قطعا ان فعل۔

وثانيا على السراج خاصة اذن يطيح الفرق فالصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا في مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ما تقدم عن الهندية والكافي وشرح الوقاية لوصرفه الى الوضوء جاز زاد الاولان اتفاقا وعوده جنبا لايمنعه عن التوضي للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غير مندمج فيها۔

الثاني بمعنى الحل اى لوتوضأ به في مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عاد جنبا فوجب صرفه الى الجنابة۔

اقول وفيه

اولا لانسلم الحل في النجاسة فان فيه اختيار الصلاة مع نجاسة حقيقية عمدا لانه كان قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقة

دیکھئے بیمار یا ایک میل دُوری والے نے اگر مشقت اٹھائی اور پانی سے وضو کیا تو وضو صحیح ہے اور اس سے نماز جائز ہے ــــ بلکہ زیادہ اہم ضرورت میں پانی کا مشغول ہونا بھی عجز کی صورتوں میں سے ہے جیسے وُہ پانی جو پیاس کے لیے یا آٹا گوندھنے کیلئے جمع کر رکھا ہو باوجودیکہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز قطعاً جائز ہے۔

ثانیاً خاص سراج پر یہ کلام ہے کہ ایسا ہے تو فرق ضائع کر دینا چاہئے کیونکہ صحت اور جوازِ نماز تو قطعاً مسئلہ لمعہ میں بھی حاصل ہے۔ وہ دیکھئے جو ہندیہ، کافی اور شرح وقایہ کے حوالہ سے گزرا کہ اگر اس پانی کو وضو میں صرف کر لیا تو جائز ہے۔ ہندیہ وکافی نے اتفاقاً (بالاتفاق) کا اضافہ کیا۔ اور اس کا پھر جنب ہو جانا حدث کا وضو کرنے سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ جنابت مقتصرہ ہے اور حدث اس میں مندرج نہیں۔

دوم: جواز بمعنی حلت ہو ــــ یعنی مسئلہ نجاست میں اگر اس پانی سے وضو کر لیا تو حلال ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے۔ اس لیے کہ پھر جنب ہو گیا تو اسے جنابت میں صرف کرنا واجب ہے۔

اقول اس میں بھی کلام ہے۔

اولاً ہم نہیں مانتے کہ مسئلہ نجاست میں حلت ہے کیونکہ اس میں نجاست حقیقیہ کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو قصداً اختیار کرنا ہے اس لیے کہ اسے قدرت تھی کہ دونوں نجاستیں دُور کرے حقیقیہ کو پانی

بالماء والحكمية بالتراب كما قال ملك العلماء ولم يكن للماء خلف فى الحقيقة فاذا صرفه الى الحكمية التى كان يجد له خلفا فيها فقد ازمع واجمع على ان يصلى فى نجس مانع مع القدرة على ازالته فكيف يحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ايقاع الصلاة وانما النظر فيه الى الحالة الراهنة۔

سے اور حکمیہ کو مٹی سے ۔ جیسا کہ ملک العلماء نے فرمایا ہے اور نجاست حقیقیہ میں پانی کا کوئی بدل اور نائب نہیں ۔ تو جب اس نے پانی کو حکمیہ میں صرف کیا جس میں پانی کا ایک بدل اسے دستیاب تھا تو اس نے اس بات کا پختہ ارادہ اور عزم محکم کرلیا کہ نجس مانع کے ازالہ پر قدرت کے باوجود اُس نجس مانع کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو یہ حلال کیسے ہوگا؟ ۔ رہا کفایت کرجانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے وقت وہ پانی سے عاجز ہے ۔ اور اس بارے میں صرف حالت موجودہ پر نظر کی جاتی ہے ۔ (ت)

فان قلت بل يدل على الحل قول ملك العلماء فكان اولٰى من الصلاة بطهارة واحدة[1] وقول الخانية والخلاصة والحلية والبحر لوتوضأ وصلى فى الثوب النجس جاز ويكون مسيئا اھ[2] فان الاساءة دون كراهة التحريم۔

اگر یہ سوال ہو کہ ملک العلماء کی یہ عبارت حلت پر دلالت کر رہی ہے: "تو ایک طہارت سے نماز کی ادائیگی سے اولٰی ہے"۔ اور خانیہ، خلاصہ، حلیہ اور بحر کی یہ عبارت: "اگر وضو کرلیا اور نجس کپڑے میں نماز ادا کی تو جائز ہے اور اساءت والا (بُرا کرنے والا) ہوگا" اھ اس لیے کہ اساءت کا درجہ کراہت تحریم سے نیچے ہے۔

اقول تعليل ملك العلماء ادل دليل كما علمت على ان لفظة الاولى فيه مثلها فى قول[عـه] التجنيس والمزيد ان

اقول ملک العلماء کی تعلیل سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ناظر کو معلوم ہے ۔ مگر یہ ہے کہ جیسے اس میں لفظ "اَولٰی" ہے ویسے ہی تجنیس اور مزید کی اس عبارت میں ہے: "بیشک

عـه بل فى نفس البدائع من كتاب الاستحسان الامتناع من المباح اولى من ارتكاب المحظور اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بلکہ خود بدائع کتاب الاستحسان میں یہ عبارت ہے: مباح سے باز رہنا ممنوع کے ارتکاب سے اولٰی ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل بیان ما ینقض التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

[2] البحرالرائق باب التیمم " " " ۱/۱۳۹

مراعاة فرض العین اولی قال الشامی فحیث ثبت انه فرض كان خلافه حراما[1] اھ من صدر الجهاد واطلاق المسئ علی من ترك واجبا غیر نادر لاجرم ان قال فی الغنیة لو ازال بذلك الماء الحدث وبقی الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقیقیة مع قدرته علیها بغیر عذر فیكون اٰثما لكن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء[2] اھ وهذا عین ما فهمت وقد اداه بلفظ اوجز واحسن رحمه الله تعالٰی والعلماء جمیعا۔

فرض عین کی رعایت "اَولیٰ" ہے —— اس پر شامی نے فرمایا: تو جب یہ ثابت ہوا کہ وہ فرض ہے تو اس کا خلاف حرام ہوا، اھ از شروع کتاب الجہاد — اور واجب ترک کرنے والے پر لفظ "مُسِئ" (بُرا کرنے والا) کا اطلاق کوئی نادر بات نہیں۔ لاجرم غُنیہ میں لکھا ہے: "اگر اس پانی سے حدث دُور کیا اور کپڑا نجس رہ گیا تو وہ طہارت حقیقیہ پر قادر ہونے کے باوجود بلا عذر اس کا تارک ہوا تو گنہ گار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیوں کہ پانی ختم ہو جانے کے بعد عجز ثابت ہوگیا" اھ — یہ بعینہ وہ ہے جو میں نے سمجھا — اور انہوں نے اسے زیادہ مختصر اور بہتر الفاظ میں ادا کیا —— ان پر اور تمام علما پر خدا کی رحمت ہو۔

وثانیا اذن ینقلب الفرق فحیث جاز له صرف الماء الی الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلا مزیل لأن یحل له صرفه الی الوضوء مع ازالة الجنابة بالتیمم لاولی وای مدخل فیه لكون الجنابة اغلظ فان الكل ینتفی اما بالماء او بالتراب وای دلیل علی انه تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب

ثانیاً ایسا ہے تو فرق پلٹ جائے گا۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ پانی وضو میں صرف کر دے اور بغیر کسی زائل کرنے والی چیز کے نجاست مانعہ کو باقی رکھے تو اس کے لیے جنابت کو تیمم سے زائل کرنے کے ساتھ پانی کو وضو میں صرف کر لینا بدرجۂ اولیٰ جائز و حلال ہوگا — اور اس میں نجاست کے زیادہ سخت ہونے کا کیا دخل؟ —— سبھی تو دور ہو جا رہا ہے یا پانی سے یا مٹی سے —— اس پر کیا دلیل ہے کہ جو

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۱
[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

وبالجملۃ ظهر بحمد الله تعالٰی ان النظر لامرٌ له وان الاظهر فی مسألۃ النجاسۃ ما استظهرہ فی الحلیۃ والبحر وجزم به فی شرح الوقایۃ والدر المختار۔

زیادہ سخت ہے اسے مٹی سے نہیں پانی ہی سے زائل کرنا واجب ہے؛ ——— بالجملہ بحمدِ خدائے برتر یہ واضح ہوگیا کہ اس کلام کو کوئی بات رَد کرنے والی نہیں اور مسئلۂ نجاست میں اظہر وہی ہے جو حلیہ اور بحر میں ظاہر کیا گیا اور جس پر شرح وقایہ اور درمختار میں جزم ہوا۔ (ت)

اقول وبه ترجح ولله الحمد ما سلکه المحقق الحلبی صاحب الغنیۃ فی تقریر منشأ الخلاف[1] فان القول بجواز الصرف الی الوضوء مع اولویۃ الصرف الی اللمعۃ هو الذی یقتضیه الدلیل وعلی تسلیم وجوب الصرف الیها ترد مسائل کثیرۃ ثبت فیها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعی کما بیناها فی رسالۃ قوانین العلماء[2] وقد یکون الوجوب فی کلام الکافی من باب قولك حقك واجب علی فظهر ان الاظهر فی هذه خلاف ما استظهره فی الحلیۃ فالراجح فیه قول محمد وقد ذیل بالاصح وهو تصحیح صریح[3] وصاحب الحلیۃ رحمه الله تعالٰی لیس من اصحاب الترجیح۔

اقول اسی سے بحمدہ تعالٰی اسے بھی ترجیح حاصل ہوگئی جس پر محقق حلبی منشأ خلاف کی تقریر میں چلے، اس لیے کہ مقتضائے دلیل یہی قول ہے کہ لمعہ میں پانی صرف کرنے کے اولٰی ہونے کے ساتھ وضو میں اس کے صرف کا جواز ہے ——— اور لمعہ میں صرف کا وجوب مان لینے پر ان بہت سے مسائل سے اعتراض ہوگا جن میں کسی شرعی ممانعت کی وجہ سے پانی سے عجز ثابت ہے جیسا کہ انہیں ہم نے رسالہ "قوانین العلماء" میں بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کافی کی عبارت میں وجوب "حقك واجب علیّ" (تمہارا حق میرے اوپر واجب ہے یعنی بقوّت ثابت ہے) کے باب سے ہو۔ اس سے یہ بھی واضح ہُوا کہ اس بارے میں اظہر اس کے برخلاف ہے جو حلیہ میں ظاہر کیا اور کہا "تو اس میں راجح امام محمد کا قول ہے" اور اس کے آخر میں "اصح" بھی لکھ دیا ——— یہ صریح تصحیح ہے جب کہ صاحبِ حلیہ ——— ان پر خدا کی رحمت ہو ——— اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں۔ (ت)

فان قلت کونه مستحق الصرف الی حاجۃ اهم لایختص بالوجوب الاتری ان المعد لعجن منه مع ان العجن غیر واجب۔

اگر سوال ہو پانی کا زیادہ اہم ضرورت میں صَرف کیے جانے کا مستحق ہونا وجوب ہی سے خاص نہیں، دیکھئے آٹا گوندھنے کے لیے رکھا ہوا پانی اسی باب سے ہے باوجودیکہ آٹا گوندھنا واجب نہیں۔

اقول ذلک تخفیف[1] من ربکم ورحمة یراعی حاجات عبادہ بالنقیر والقطمیر فجاز التیمم اذا کان یبیع الماء من عندہ بفلس وقیمته ثمه نصف فلس وجاز لبعد میل وان کان فی جهته مذهبه وهو یسیر الیه لحاجة نفسه اما المنع لحق الشرع فلا یتحقق الا بالوجوب اذ ما لا یجب شرعا لا یمنع ترکه شرعا فظهر الفرق والحمد للّٰه رب العٰلمین ولذا مشیت فی الجدول علی قول محمد لانه المذیل بالتصحیح الصریح ولانه الاظهر من حیث الدلیل ولانه الاحوط فی الدین وان کان قول ابی یوسف ایضا له قوة لانه قول ابی یوسف ولانه فی الاصل وقد استظهر اوجهیته فی الحلیة واومی الی ترجیحه فی شرح الوقایة واخر دلیله فی الکافی غیرانهم اعتمدوا حرفا واحدا وهو استحقاق الصرف وقد علمت جوابه وللّٰه الحمد۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور رحمت ہے — وہ نقیر و قطمیر (کھجور کی چھال اور گٹھلی کے چھلکے) میں اپنے بندوں کی حاجتوں کی رعایت فرماتا ہے — یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تیمم جائز ہوگیا جب پانی والا ایک پیسے میں پانی بیچ رہا ہے اور وہاں اس کی قیمت آدھا پیسہ ہے۔ اور ایک میل پانی دُور ہو تو تیمم جائز ہوگیا اگرچہ وہ اس کے راستے ہی کی سمت میں ہو۔ اور اس طرف وہ اپنی ضرورت کے لیے جا بھی رہا ہے — لیکن حق شرع کی وجہ سے ممانعت تو یہ بغیر وجوب کے متحقق نہ ہوگی اس لیے کہ شرعاً جو واجب نہیں اس کا ترک شرعاً ممنوع نہیں — اس سے فرق واضح ہوگیا، اور تمام حمد خدا کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے — اسی لیے میں نقشہ میں امام محمد کے قول پر چلا ہُوں اس لیے کہ اس پر صریح تصحیح کا نشان دیا گیا ہے اور اس لیے کہ دلیل کے اعتبار سے وہی اظہر ہے اور اس لیے کہ دین میں وہی احوط ہے۔ اگرچہ امام ابو یوسف کے قول میں بھی قوت ہے اس لیے کہ وہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اس لیے کہ وہ "اصل" میں ہے اور حلیہ میں اس کے اوجہ ہونے کو ظاہر بتایا، اور شرح وقایہ میں اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا اور کافی میں اس کی دلیل مؤخر رکھی — مگر ان سب حضرات کا معتمد ایک ہی حرف ہے اور وہ ہے استحقاق صرف — اور اس کا جواب معلوم ہو چکا — اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

بالجملہ[2] حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کرے گا گنہگار ہوگا حدث کے لیے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولیٰ ہے کہ

خلاف علماء سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمم کرلینا انسب واحری ہے اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اس کے بعد تیمم کرے اگرچہ پہلے بھی کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔ تو اگر قول امام محمد کی صریح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کے لیے اسی پر عمل مناسب و مندوب ہوتا نہ کہ اس طرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح وصلاح۔

اصلح اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بالنامع سائر اخواننا فی الدین ۔ وجعلنا جمیعا من المفلحین ۔ وحشرنا فی زمرۃ الصلحین ۔ تحت لواء سید المرسلین ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وعلٰی اٰلہ واٰلھم وحزبہ وحزبھم اجمعین ۔ ابد الاٰبدین ۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔ وصلی اللہ تعالٰی علی المصطفٰی واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ۔ وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم اٰمین ۔ یاارحم الرحمین واللہ تعالٰی اعلم ۔ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

خدائے پاک برتر ہمارا حال ہمارے تمام دینی بھائیوں کے ساتھ درست فرمائے اور ہم سب کو فلاح والوں میں سے بنائے اور ہمیں صالحین کے زمرے میں سید المرسلین کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ خدائے برتر کا درود ہو حضور پر اور رسولوں پر اور حضور کی آل اور رسولوں کی آل اور حضور کی جماعت اور رسولوں کی جماعت سب پر — ہمیشہ ہمیشہ — اور تمام حمد خدا کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے — اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے سرکار مصطفٰی، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ پر اور ہم پر ان کے طفیل، ان کے سبب، ان کے اندر اور ان کے ساتھ — قبول فرمائے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے — اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

الحمد للہ کتاب مستطاب **حسن التعمم لبیان حد التیمم** مسودہ فقیر سے اٹھارہ جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراء ہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اُٹھیں ع :

کم ترک الاول للاخر

(اگلے پچھلوں کے لیے کتنا چھوڑ گئے ۔ ت)

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہٖ تعالیٰ کیسی خُوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد (اور خدا ہی کے لیے حمد ہے ۔ ت) کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں :

(۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء [۱۳][۳۵]۔

کہ وقتِ طبع حاشیہ پر اُس کا نام لکھنا رہ گیا۔

(۲) الظفر لقول زفر [۱۳][۳۵]۔

(۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید [۱۳][۳۵]۔

(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید [۱۳][۳۵]۔

یہ چار ضمنیہ ہیں ۔

(۵) باب العقائد والکلام [۱۳][۳۵]۔

(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء [۱۳][۳۵]۔

(۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ [۱۳][۳۵]۔

(۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ [۱۳][۳۵]۔

یہ چار ملحقہ ہیں سوال وشروع جواب ۱۳۲۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہ تعالیٰ اس مقام کے طبع کے وقت کہ اوائل ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالیٰ ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو دن کم تین مہینے علالتِ شدیدہ ونقاہتِ مدیدہ کے ہیں جس کا بقیہ اب تک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اس کے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

وللہ الحمد حمد الشاکرین ؛ وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین ؛

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے شکر گزاروں کی حمد ۔ اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل ، ان کے اصحاب ، ان کے

ع ۵ یہ رسالہ (طبع جدید میں) جلد سوم کے صفحہ ۴۱۱ سے ۴۴۰ تک ہے ۔

آمین والحمد للہ رب العلمین ٭ سبحنك اللھم و بحمدك اشھد ان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیك ۵

فرزند، ان کے گروہ سب پر۔ الٰہی! قبول فرما۔ اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ پاکی ہے تجھے اے اللہ ساتھ ہی تیری حمد بھی۔ میں شہادت دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہُوں۔ (ت)

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۵۱ از میرٹھ محلہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس۔ ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی دیر میں ذرا ذرا نمی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریباً ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے نمی کے اِلکس کی وجہ سے بار بار صاف کرتا ہوتا ہے۔ کبھی وُہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سیلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کیچڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔

اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بلینی کی راہ نکلتا ہے وہ یہی، چونکہ بلینی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوئے سے نمی کا اِلکس معلوم ہوتا ہے بعض کا خیال یہ ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسوری کیفیت ہے وُہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہئے بعض کا خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ اُن کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے اُنھوں نے اپنی آمد و رفت کم

کردی ، یہ حالت ناقضِ وضو ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر کہ طاہر ہے قابلِ سیلان بھی ہو تو ناقضِ وضو نہیں اور اگر ناسُور سے ہو جب بھی صورتِ مذکورہ سیلان کی نہیں اور چھڑانے سے چھوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں بہرحال اس سے وضو نجائے گا واللہ تعالیٰ اعلم ۔

ذیل باب الغسل

مسئلہ ۱۱۶ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خان صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ماہ عرصہ سے زید حالتِ جنابت میں ہے جب اسے ضرورت غسل کی ہوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اُسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اُسی حالتِ جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا ـــــ اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہیے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے نہ دُھل گئی تھی اور وہ چونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھڑانا باعثِ ضرر وایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہیئے یا نہیں، اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہو اگر اس نے نیت نہیں کی غسل ہُوا یا نہیں؟

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) غسل میں نیت سنت ہے، اگر نہ کی غسل جب بھی ہو جائے گا اور اُس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دُور ہو جانے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸ مولوی عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲- ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت و دفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے، جیسے جریان وغیرہ، کیونکہ اس میں بھی بلاشہوت و دفق کے ہوتا ہے ان دُوصورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں؟ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق وشہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب

جاگتے میں جو منی بغیر دفق وشہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق وشہوت ہے احتیاطاً غسل کرے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش پاسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاداری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو، زانی پر غسل چالیس روز تک نہیں اُترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اُترتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے فوراً ہو جائے گی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس برس توبہ نہ کرے تو چالیس برس طہارت باطنی نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اُترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ! طہارت شرط ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وُہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اُترتا یعنی کافران کتابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طعام الذین اوتوا الکتب حل لکم [1] کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔

---

[1] القرآن ۵/۵

اور کفار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لیے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پُرزے پُرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پُورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ ان سے ادا ہو جاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مُنہ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لیے پانی سُونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔

امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال وینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة لان المشرکین لا یغتسلون من الجنابة ولا یدرون کیفیة الغسل اھ وفی الذخیرة من المشرکین من لا یدری الاغتسال من الجنابة ومنهم من یدری کقریش فانهم توارثوا ذلک من اسمٰعیل علیه الصلٰوة والسلام الا انهم لا یدرون کیفیته لا یتمضمضون ولا یستنشقون وهما فرضان الا تری ان فرضیة المضمضة والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ما اشار الیه فی الکتاب اما ان لا یغتسلوا من الجنابة او یغتسلون ولکن لا یدرون کیفیته وای ذلک کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابة وبه تبین ان ما ذکر بعض مشایخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلک فیمن لم یکن اجنب اھ مختصراً۔[1]

محیط میں ہے "امام محمد رحمہ اللہ نے سِیَرِ کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اُسے غسلِ جنابت کرنا چاہیے کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں" (انتہی)۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ بعض مشرک غسلِ جنابت کا علم نہیں رکھتے اور بعض جیسے کفارِ قریش جانتے ہیں کیونکہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے نسلاً بعد نسلٍ ایسا کرتے آئے ہیں لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے وہ نہ کُلی کرتے ہیں نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کُلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت بہت سے اہلِ علم پر مخفی ہے تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا لہذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمہ اللہ نے) کتاب (سِیَرِ کبیر) میں اشارہ فرمایا کہ یا تو وہ غسلِ جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے۔ جو بھی بات ہو بہر حال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ جنابت باقی ہے

[1] حلیہ

اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشایخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہو اھ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصراً)۔ (ت)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحالِ جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہیے کہ ذبح عبادتِ الٰہی ہے جس سے خاص اُس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اُس میں تسمیہ و تکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولٰی ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔ دُرِمختار میں ہے:

لایکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جنبی کے لیے دُعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا بھی مکروہ نہیں اور اس سے مکروہ تحریمہ مراد ہے ورنہ مطلق ذکر کے لیے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلافِ اَولٰی ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

سوال دوم[۱۲۰] اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کر کے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اُترتا ہے یا نہیں، غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے جس میں حلق تک مُنہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اُتر جائے گا، ہاں کُھلے غسل خانے میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمال نظر جتنا قوی ہوگا اُتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرِمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

ذیل باب المیاہ

مسئلہ ۱۲۱ از پولول مولول ڈاک خانہ ہیروں ضلع دربھنگہ بلگرام چرن مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے۔ اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب

ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے منہ لگا کر پیئے گا اُس پانی سے

وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اُسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملا دیا جائے پھر بھی کافر کے جُھوٹے سے احتراز چاہئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك و مایسوء الاذن[1] (جس بات کا سُننا (شرعاً) ناگوار ہو اس سے بچو۔ ت)

ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اُس سے وضو کرنا ہوگا ایسے مسائل یُوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲ از ڈاک خانہ رامو چکما کول ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمن صاحب ۹۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گر جائے بشرطیکہ اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وُہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

الجواب

حوض اگرچہ ہزار در ہزار ہو جبکہ اس وقت اُس میں پانی دہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اسے ناپاک کر دے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ موضع بیتھو ڈاک خانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳۔ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول کا کس قدر ہونا لازم ہے۔

(۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔

(۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی الغادیۃ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/۷۶

معروف پل سے ہے ——— یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ یا جب آبِ باراں ہوتا ہے تو اس نالہ سے تمامی بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکور میں گرا کرتا ہے اور زمانۂ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول و براز کیا کرتے ہیں، اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بول و براز ہوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینایان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینایان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی و ناطاہر چیزیں بھی اُس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں۔

اور زمانہ میں شاید باید کمتر خصوصاً زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہو کر پانی نکلتا ہے جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جب کچھ پانی انداز کا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ و بذریعہ گلیاں اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آب باراں کے گر کر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اُس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۴) یہ گڈھی دَہ در دَہ میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

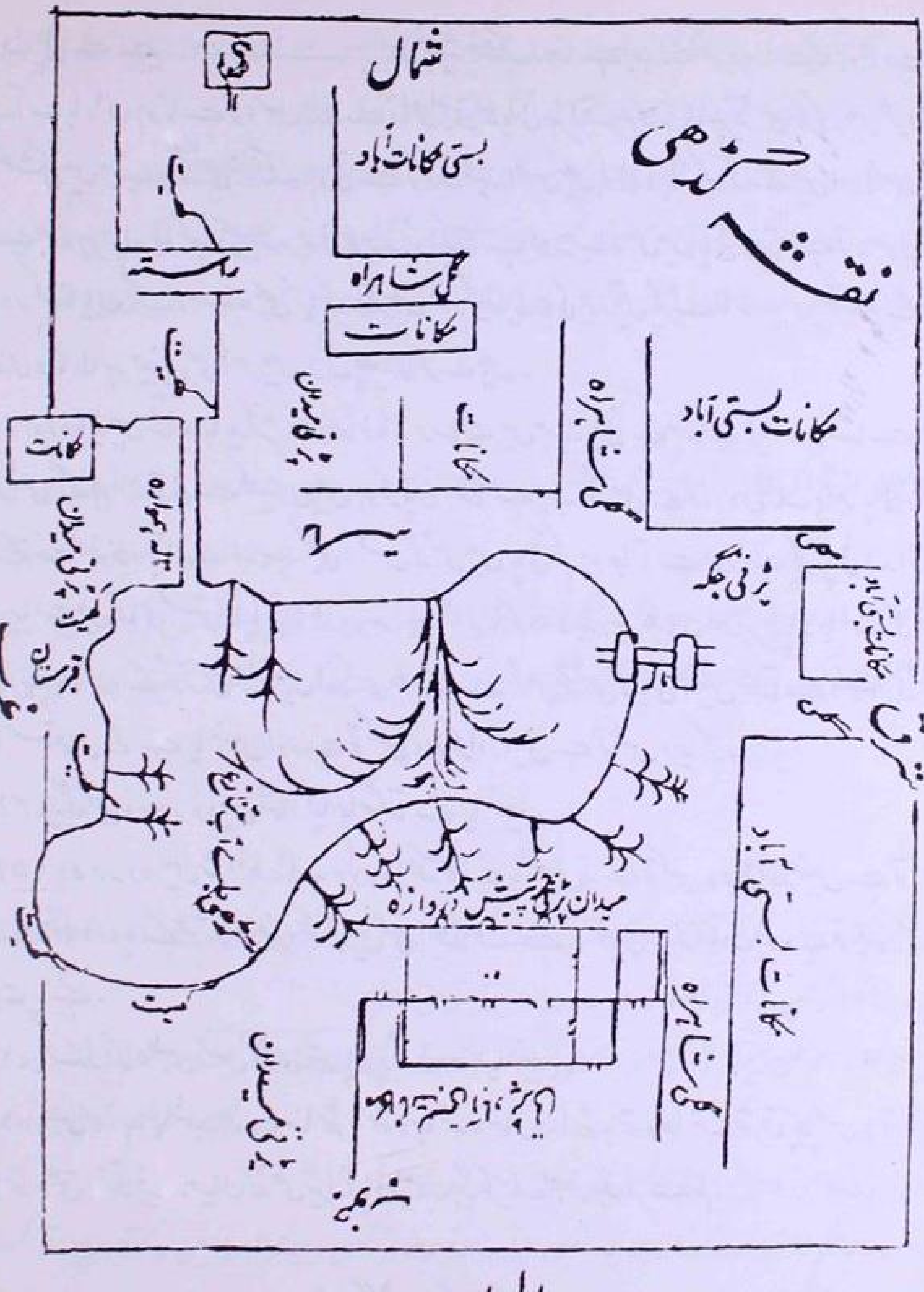
(۵) دہ در دہ میں شرائط رنگ و بُو و ذائقہ کا ہے یا نہیں۔ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۶) دہ در دہ کے عمق و عرض و طول میں بھی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے۔

(۷) مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہوگا یا نہیں۔

(۸) جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ و جانب شمال ساٹھ ہاتھ و جانب شرق پچاس ہاتھ و جانب غرب ۱۰۰ ہاتھ و عمق اختلافیہ درمیان گڈھی تیراتا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

(نقشہ گڈھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)



الجواب

(١) دہ در دہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہیے جن کا حاصل ضرب سو ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(٢) دہ در دہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازۂ ائمہ کہ ماءِ کثیر کی یہ تقدیر فرمائی کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ القول الراقی انہ حقق فیہا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر واورد نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولا یخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الہدایۃ وقاضی خان وغیرھما من اھل الترجیح ھم اعلم بالمذھب منا فعلینا اتباعھم الخ۔[1]

بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعدالدین دیری سے نقل کیا، انہوں نے اپنے رسالہ "القول الراقی فی حکم الفساقی" میں دہ در دہ کے اعتبار میں اصحابِ متون کی مختارات کو صحیح ثابت کرتے ہوئے (اس کی تائید میں) تقریباً ایک سو صحیح اقوال نقل کیے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ متاخرین مثلاً صاحبِ ہدایہ اور قاضیخان نے جو (ہر طرف سے دس گز کا) فتوٰی دیا تو وہ لوگ اہلِ ترجیح میں سے ہیں مذہب کا علم ہم سے زیادہ رکھتے ہیں لہذا ہم پر ان کی اتباع ضروری ہے الخ (ت)

(۳) مینہ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے اگرچہ اُس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طھور لا ینجسہ شیئ مالم یتغیر احد اوصافہ[2] (بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اسکا کوئی وصف نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔ت) تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہُوا اس گڈھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڈھی کے کنارے پر نجاستیں پڑی ہوں۔

ایک حالت تو یہ تھی، دُوسری حالت اُس پانی کے گڈھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڈھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا وُہ ناپاک پانی جو اُس کے ساتھ بہہ کر آئے تھے اُن کو بھی اس نے پاک کردیا فان الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا[3] (جاری پانی کا بعض (اس کے) دوسرے بعض کو پاک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱
[2] " " " ۱/۱۳۳
[3] " " " ۱/۱۴۰

کردیتا ہے۔ ت) اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اُس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُس میں رُکا رہے۔

اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہُوا تھا یا دہ دردہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دہ در دہ پاک پانی ہو کہ اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائیگا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اُسے بہا دے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہو جائیگا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اُس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اُس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب دہ در دہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہتے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہو گیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ در دہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کر پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہو گیا لانہ فی حکم الجاری (کیونکہ وُہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔ ت) اس طرح پاک و ناپاک پانی مل کر گڑھی بھرے تو سب پاک ہے اور نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے۔

(۴ و ۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے نتلو ہی ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے۔

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہو جائے گا اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے، درمختار میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس لا لو تغیر بطول مکث و لو شك فالاصل الطهارة و یجوز بماء خالطه طاهر جامد کاشنان و زعفران	نجاست ملنے سے پانی کے رنگ، ذائقے اور بُو میں سے کسی ایک وصف کے بدلنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو تو ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ طہارت اصل ہے اور اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کوئی ٹھوس

لہ ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۰

وفاکہۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ[۱]۔ پاک چیز مثلاً اُشنان، زعفران، پھل اور درختوں کے پتّے مل جائیں اگرچہ وہ اس کے تمام اوصاف بدل دے۔ (ت)

(۶) دہ دردہ کے عرض وطول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سَو ہاتھ ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض وطول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سَو ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے اور عمق میں صحیح ومعتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے ہمارے فتاوٰی میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے ہبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر[۱۳] جسے تحقیق بازغ وتنقیح بالغ دیکھنی ہو اس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں، ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ ورسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لیے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبد السلام صاحب

۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لیے تعمیر ہوا اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلّہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عنا روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہُوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس سے وضو جائز ہے اول تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اُس کے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا بصورتِ اجرت تو ظاہر ہے کہ اُس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یُوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دے دو اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد ونقد زرحرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شے میں خباثت نہ آئی کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کا

---

[۱] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

مفتی بہ قول ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے مفصل بیان کیا ہے۔ ت) اور اگر بالفرض عقد و نقد اُس شرا میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرِحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دے دی اس نے زرحرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شے خبیث ہوتی مگر کیا معین کر سکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کون سا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ هندیۃ عن الذخیرۃ۔[1] ہم اسی بات کو اختیار کریں گے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو اسے فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر اکثر چنائی ایسی ہی خبیث اشیا سے ہو تو اس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل فی ھذا عند قوم[2] (کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک ایسی صورت میں اکثر کُل کے حکم میں ہوتا ہے۔ ت) اگرچہ اس کے پانی میں کوئی نقص نہیں، نہ اس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرحرام سے ہو لان الکراھۃ لمجاور[3] (کیونکہ کراہت، اس سے ملنے والی چیز کے باعث ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از باسنی متصل ناگور مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طول مکث و کثیر الاستعمالی کی وجہ سے بدبُو کر جائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب مارِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرما رہے ہیں اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک مارِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے لہذا نجس ہے تو کیا وہ دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے مولٰنا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰے عالمگیری و فتاوٰے قاضی خان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ۔ (بڑے بدبودار حوض سے وضو کرنا جائز ہے جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ ت) اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] تبیین الحقائق باب مسح علی الخفین المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۵۰

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب المیاہ " " " ۱/۱۸

الجواب

طول مکث سے بدبو لانا پانی کو نجس نہیں کر سکتا اگرچہ کٹورا بھر ہو، تنویر وغیرہ متون میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه بنجس لا لو تغیر بمکث[1]

نجاست ملنے سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز ولو شك فالاصل الطھارۃ[2]

اگر نجاست کی وجہ سے پانی کے بدبودار ہونے کا یقین ہو تو وضو جائز نہیں اور اگر شک ہو تو اصل چیز طہارت ہے (لہذا جائز ہوگا)۔ (ت)

دہ در دہ حوض قلیل نجاست سے کبھی ناپاک نہیں ہوتا نہ کہ مائے مستعمل سے مائے مستعمل صحیح و معتمد و مفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں طاہر غیر مطہر ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب معتمد ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وھو طاھر لیس بطھور[3]

اور وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایة ھی المشھورۃ عنه واختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوٰی[4]

اسے امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے اور ان سے مشہور روایت یہی ہے اور محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز۔ درمختار میں ہے:

غلبة المخالط لو مماثلا کمستعمل

اگر (پانی میں) ملنے والی چیز اسی جیسی ہو جیسے مستعمل

---

[1] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[2] ایضاً
[3] ایضاً ۱/۳۷
[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷

فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والالا[1]

پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر مطلق پانی نصف سے زیادہ ہے تو تمام پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابل التفات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶ از پوربندر کاٹھیاوار میلٹھی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت وطریقت حکیم امت مولٰنا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔

بعد تسلیم فدویت ترمیم معروض رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کے اوپر کو پتھر لگانے سے مُنہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پُورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لیے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کرجاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہوجاتا ہے اس لیے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے۔ سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کرکے تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ،

اگر پانی پتھر سے نیچا ہے تو وہ دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور پانی اُس حد سے اونچا ہوکر پتھر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہوجائے گی ہاں وضو کے لیے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہوجائیگا قابلِ وضو نہ رہے گا وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہوجائے اس کے پاک کردینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے، وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے شریکِ جماعت ہو گیا تو جو قطرے اس کی رِیش وغیرہ سے گریں گے اُس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

اُن قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں بدن اتنا پُونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸ ازشہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸۔شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب

جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل فی البئر

مسئلہ ۱۲۹ تا ۱۳۴ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خاں ۲۸ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن پیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کا ٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنویں میں رہ جائے تو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنویں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اُس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اُس کنویں میں دو آدمی کے قد پانی ہے اور پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اُوپر بھی پانی چھ سات اُنگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا (کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون بنوائے گا یہ تو بیکار ہوا جاتا ہے) تو کنواں پاک ہُوا یا نہیں؟

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کیے ہوئے ہما و شما کے کہنے سے کنویں کو پاک کرادیں یا کردیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو ایسی نجاست جو کہ ساٹھ ڈول نکالنے سے پاک ہو سکتی ہے اور ہما و شما کے کہنے سے جنہوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ڈول نکلوا دئے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کنواں پاک ہو گیا۔ اُن کے واسطے کیا حکم ہے۔

(۶) اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کر کے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دہرانا چاہیئے۔

الجواب

(۱) کُل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کرلیں کہ اتنے ڈول ہے اُس قدر نکال لیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کا جواب اُوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا، واللہ اعلم۔

(۳) چڑیا چوہا مثلاً کنویں میں مر کر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہو جائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہو گیا ہو گا اور اس کا اندازہ چھ مہینے کیا گیا ہے باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر ۱۰۰ یا ۲۰۰ ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہو جائے وہ باقی کے ۱۰۰ و ۲۰۰ ڈول نکال دیں کنواں پاک ہو گیا لان الولاء غیر شرط (کیونکہ مسلسل نکالنا شرط نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحقِ تعزیر جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہوتا ہے اب اتنا ہونا چاہیے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کر دیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کر کے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اس کے بعد پانی پاک کر لیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہہ گیا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور

اگر کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اُس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہو گئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہو گئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہو گا جب تک دھویا نہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسّی جس میں ایک کپڑا لپیٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنویں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسّی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیے۔

الجواب

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۲۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لیے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسّی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسّی پر لپیٹا ہوا جو کہ ایک عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسّی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اُس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہو گا وہ کنویں میں گر گیا اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب

بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسّی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ، رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہو گا کافی نہیں یہ معلوم و ثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کل پانی نکالنے کا حکم ہو گا ورنہ وہم و شک پر نجاست نہیں ہو سکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۷ از شہر کہنہ بریلی محلہ گھیر جعفر خاں پنجابی ٹولہ مسئولہ جناب محمود علی خاں صاحب رضوی

۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا اُس کنویں میں گلہری گر کر مرگئی اور سڑ کر پھٹ گئی ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جائے کہ کنواں پاک ہو جاوے۔

الجواب

اگر کنواں آپ دہ در دہ ہو یعنی اس کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذرا سی نجاست سے اُس کا کُل پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ کثرت عمق یا زیادت آمدِ آب کے سبب اُس سے دس حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہو جائے گا خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالنے سے اس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلاً نہ گھٹے ہر صورت میں اُتنے ڈول نکالنے سے پاک ہو جائیگا اور وہ جو آج کل بعض بے علم لوگ ایسے کنویں سے ۲۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔

ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسّی میں پتھر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں، خم نہ پڑے جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سَو ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اس سے حساب لگالیں مثلاً بیس ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سَو ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں یا دو معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کرکے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُس قدر نکال دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ از رامہ تحصیل گوجر خاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب

۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنویں میں گر پڑے اور اس کے مُنہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب

زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کُل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اُس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا صرف بیس ڈول تطییبِ قلب کے لیے کافی ہیں، دُرمختار میں ہے:

لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان | اگر زندہ نکال گیا اور وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہیں نکالا جائیگا

یدخل فمه الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح[1]

مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس وقت اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ناپاک ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ نہیں۔ یہی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیۃ لوقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس (صاحبِ دُرمختار) کے قول "لم ینزح شیئ" (کچھ بھی نہ نکالا جائے) سے مراد یہ ہے کہ نکالنا واجب نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اگر بکری گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اطمینانِ قلب کے لیے بیس ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لیے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ از ضلع فریدپور موضع قتل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی ایک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنویں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اب اس کنویں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کرلیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ڈول نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۶

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۳۰۴ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں

یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا اُنھیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتا بے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔

فی المنیۃ والغنیۃ (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابیحنیفۃ الا انیکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منہما خاصۃ کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذاکانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذاکان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فہو بمنزلۃ الادیم والصرم فی جذب الماء الی نفسہ الابعد لبث اودلک بخلاف الرقیق فانہ یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال[1]

منیہ اور غنیہ میں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں (یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جُوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔ (ت)

(وعلیہ) ای علی قول ابی یوسف و محمد (الفتوی والثخین ان یستمسک علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہ کلہم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد ما یکون فیہ ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد والحد

(وعلیہ) یعنی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتوٰی ہے، اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہا نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۰

بعدم جذب الماء اقرب وبما یمکن فیہ متابعۃ المشی اصوب۔

وُہ باندھے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے۔ موزے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے اور اس کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو، حق کے زیادہ قریب اور بہترین تعریف ہے۔ (ت)

وقد ذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ما کان رقیقا منہا لایجوز المسح علیہ اتفاقا الا ان یکون مجلدا او منعلا وما کان ثخینا منہا فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیہ وما کان فلاخلاف فیہ اھ[1] ملتقطا۔

نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیں پتلی ہوں تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں جب تک وُہ مجلّد یا منعل نہ ہوں اور اگر وُہ دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں اختلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی انتخاباً۔ (ت)

قلت وھھنا وھم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ فلا علیك منہ بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمۃ وکذلك نص فی الخلاصۃ بما یکفی لازاحتہ کما حققہ فی الغنیۃ وذکرطرفا منہ فی ردالمحتار فراجعہما ان شئت واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فاضل اخی یوسف چلپی کو حاشیہ شرح وقایہ کے اس مقام پر ایک وہم[2] ہوا۔ لہذا امام الشان شمس الائمہ کی تصریح سننے کے بعد اب تمہیں وہ قول اختیار نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح خلاصہ میں بھی تصریح ہے جو اس کے ازالہ کے لیے کافی ہے جیسا کہ غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور کچھ بحث ردالمحتار میں بھی مذکور ہے اگر چاہو تو وہاں رجوع کرو۔ اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۱ مقام کہنہ دہانہ ضلع رنڈیڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بُوٹ جن سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بُوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں وہ بُوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں۔ چونکہ چمڑے کے موزے پر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۱

[2] چلپی نے فرمایا اگر وہ ثخین نہ ہو تو نیچے چمڑا چڑھا ہونے کے باوجود مسح جائز نہیں۔
(ذخیرۃ العقبٰی ص ۵۲)

مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمائیے کہ بُوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب

درست ہے معراج الدرایہ پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظھر القدم ولہ ازرار یشدھا علیہ تسدہ لانہ کغیر المشقوق وان ظھر من ظھر القدم شیئ فھو کخروق الخف[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ایسے موزے پر مسح جائز ہے جو قدم کے اوپر سے کھلا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو تو وہ بند کی طرح ہے، اور اگر قدم کی پیٹھ سے کچھ حصہ ننگا ہو تو وہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۲

باب الحیض

مسئلہ ۱۴۲ ازوطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲-رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہذہ المسئلۃ در رسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است زنے نماز میگزاردہم دراثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود واگر نفل بُود قضا واجب آید۔ بینوا توجروا۔

اللہ تعالٰی آپ کو اپنی رحمت سے نوازے، اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے، رسالہ "طہارتِ کبرٰی" میں لکھا ہے: "کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو اور نماز کے دوران اسے حیض آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر اگر وہ فرض نماز ہے تو حصولِ طہارت کے بعد اس کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر نفل نماز ہو تو واجب ہوگی۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

دریں رسالہ اگرچہ بسیار جا خطا سرزدہ ست اما ایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر وغیرہما من الاسفار الغر وجہش انچہ

اس رسالے میں اگرچہ بہت جگہ غلطی واقع ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے اسی کی مثل البحرالرائق، درمختار اور ان کے علاوہ عمدہ کتب میں منقول ہے؛

کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد و اگر قبل از اتمام فسادے رونماید قضا لازم آید اما ایں حکم حکم شروع قصدی ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزاردہ فراموش کرد و باز عقدش بربست پیش از فراغ بیادش آمد ہمچناں بشکست قضا بر دلازم نیست کہ ایں شروع بربنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن راحیض رسید پیدا شد کہ نماز ایں وقت بروے واجب نبود و ظن وجوبے کہ بربنایش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیرا کہ نزد ما اعتبار مر آخر وقت راست کما نصوا علیہ پس قضا لازم نیاید بخلاف نفل کہ شروع در وے نہ بظن وجوب بود و نہ عروض حیض در آخر وقت مانع تنفل در اول ست پس شروع در وے صحیح بود چوں فاسد شد قضا واجب آمد ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

اس کا سبب جو اس وقت خیال میں آرہا ہے یہ ہے کہ نماز اگرچہ نفل ہو شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اگر تکمیل سے پہلے کوئی فساد ظاہر ہو تو قضا لازم ہوگی لیکن یہ حکم اس نماز کا ہے جسے قصداً شروع کیا ہو۔ لہذا اگر کوئی شخص نمازِ ظہر ادا کرکے بھول گیا ہو پھر اس کی نیت کرلی لیکن فارغ ہونے سے پہلے یاد آگیا اور اسی حالت میں نماز توڑ دی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ شروع کرنا غلط گمان کی بنیاد پر تھا۔ اسی طرح جب عورت کو حیض آیا تو اس وقت کی نماز اس پر فرض نہ تھی اس نے فرض خیال کرتے ہوئے شروع کردی تھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے جیسے فقہاء کرام نے بیان فرمایا لہذا قضا لازم نہیں ہوگی بخلاف نفل کے کہ وہ نہ تو واجب سمجھ کر شروع کیے اور نہ ہی آخر وقت میں حیض کا شروع نفل پڑھنے سے مانع ہے لہذا نوافل کا شروع کرنا صحیح تھا جب فاسد ہوگئے تو قضا واجب ہوگئی۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بزرگ و برتر ذات کا علم سب سے زیادہ مکمل اور مستحکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳ ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسماۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حبس طمث تھا بالکل ادرار مسدود تھا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوتی باعانت دوا اجرائے دم ہوا ہے ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے، ہاں اگر دس روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کریں اور وہ پچھلا طمث جس کے بعد احتباس ہوگیا تھا اگر دس دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دن دس سے بڑھے تو وہ جتنا دس سے کم تھا اُتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وہ چھ روز کا تھا تو چار دن کی نماز قضا کریں اور چار کا تو چھ کی وعلٰی ہذا القیاس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲ شوال ۱۳۱۴ھ۔

عورت حالتِ حیض اور نفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقۂ نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت ارقام فرمائیں۔

الجواب

ہاں اُمّ المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ[1] رواہ الامام احمد و مسلم و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرماتے تھے"۔ اس (حدیث) کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المؤمن لاینجس[2] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

"مومن ناپاک نہیں ہوتا" اسے چھ ائمہ حدیث (اصحاب صحاح ستّہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

حائضہ اور جنبی کے لیے دُعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از علی گڑھ ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہوتا ہے سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی الرجل یذکر اللہ علی غیر طہور مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۴

[2] جامع ترمذی باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب ″ ″ ″ ۱/۱۷

[3] درمختار باب الحیض ″ ″ ″ ۱/۵۱

صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جو حیض اپنی پوری مدّت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اُتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خون بند ہوگیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہا لے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہوا تو اُس سے صحبت جائز ہونے کے لیے دو باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا تو عورت نہا لے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کرکے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمم کافی نہیں یا طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نماز فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

فی الدر المختار یحل وطؤها اذا انقطع حیضها لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقلہ فان لدون عادتها لم یحل (الوطؤ وان اغتسلت لان العود فی العادۃ غالب بحر) وان لعادتها فان کتابیۃ حل فی الحال (لانہ لا اغتسال علیها لعدم المطالب) والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطہ (هو فقد الماء بہ والصلوٰۃ بہ علی الصحیح کما یعلم من النهر وغیرہ وبهذا ظهر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلاۃ مع الصلاۃ بہ ایضا) او یمضی علیها زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ

درمختار میں ہے: اگر عورت کا حیض، زیادہ دنوں کے بعد ختم ہو تو اس کے ساتھ غسل واجب بلکہ مستحب غسل سے بھی پہلے وطی کرنا جائز ہے اور اگر کم از کم مدت میں ختم ہو تو (دیکھیں گے) اگر عادت سے کم میں ختم ہو تو جماع جائز نہیں اگرچہ غسل کرے کیونکہ عادت کی طرف لوٹنا غالب ہے (بحر الرائق) اگر عادت کے مطابق ختم ہوا تو کتابیہ ہونے کی صورت میں اسی وقت وطی حلال ہو جائے گی کیونکہ اس پر غسل واجب نہیں اس لیے کہ اس سے (غسل کا) مطالبہ کرنے والی چیز (یعنی اسلام) نہیں۔ اگر وہ کتابیہ نہیں تو جب تک غسل یا شرائطِ تیمم پائے جانے کی صورت میں تیمم نہ کرے اس سے جماع جائز نہیں۔ صحیح قول کے مطابق (اس کے لیے تیمم کی) شرط یہ ہے کہ پانی نہ ہونا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہے جیسا کہ

روزہ وغیرہ کرتی رہی چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے پھر خون آگیا تو یہ سارا چلہ نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انھیں پھر پھیرے۔

فی رد المحتار ان من اصل الامام ان الدم اذا کان فی الاربعین فالطھر المتخلل لایفصل طال اوقصر حتی لورأت ساعۃ دما واربعین الاساعتین طھرا ثم ساعۃ دما کان الاربعون کلھا نفاسا وعلیہ الفتوٰی کذا فی الخلاصۃ[1] نھر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ردالمحتار میں ہے: "امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو تو طُہر متخلل فاصل نہیں ہوگا وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خون دیکھا پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی پھر ایک ساعت خون دیکھا تو پورے چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے نہر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۸ ۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے، حیض کے کے دن ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز، اُسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔

وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول انا حائض فیقول حیضتك لیست فی یدك[2]۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا سر مبارک دُھلوانے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ام المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔ آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۹

[2] جامع ترمذی باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیئ من المسجد مطبع مجتبائی لاہور ۱/ ۱۹

مرجائے تو اس کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے کما نص علیہ علماؤنا وبہ قال جمھور الائمۃ (جیساکہ ہمارے علمائے نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ت) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹ ۹۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنے اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چُوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلّہ نہ ہوجائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کے لیے چالیس دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو اس کے کم کے لیے کوئی حد نہیں اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا عورت اُسی وقت پاک ہوگئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس دن کے اندر اُسے خون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چُوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰ از فرخ آباد شمس الدین احمد شنبہ ۱۸۔ شوال ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب

اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار، اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سُنن دارمی وابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ[1] میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق جب آدمی اپنی عورت سے حالتِ حیض میں صحبت کرے

---

[1] عزاہ فی المشکوۃ للاربعۃ وانما الذی رأیت للنسائی ما یأتی ۱۲ منہ (م)

مشکوۃ المصابیح میں اسے چاروں سنن کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ جو میں نے نسائی کے لیے دیکھی ہے وہ ہے جو اس کے بعد آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی من آخر الوقت لتعلیلھم بوجوبھا فی ذمتھا حتی لو طھرت فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظھر کما فی السراج[۱] اھ مزیدا من رد المحتار[۲] ورأیتنی کتبت علی قولہ ولبس الثیاب مانصہ ای المبیحۃ للصلوٰۃ ولو رداء واحدا یسترھا من قرنھا الی قدمھا لان المقصود کون الصلوٰۃ دینا علیھا وذٰلک یحصل بھذا القدر ولذا استظھر العلامۃ الحلبی فی الغسل ان المراد قدر الفرض وھو ظاھر[۳] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

نہر (نہر الفائق) وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تیمم کامل مراد ہے جس سے نہ صرف یہ کہ نماز پڑھنا جائز ہوجائے بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھ لے) یا اتنا وقت گزر جائے جس میں غسل کرکے کپڑے پہننے اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہو کیونکہ انہوں نے اسی بات کو عورت کے ذمہ (نماز) واجب ہونے کی علت قرار دیا ہے حتی کہ اگر عید کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر وقتِ ظہر گزرنا ضروری ہے جیسا کہ سراج میں ہے (انتہی) یہ ردالمحتار سے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس (درمختار) کے قول "ولبس الثیاب" پر لکھا ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کے ساتھ نماز جائز ہوجاتی ہے اگرچہ ایک چادر ہو جو سر سے قدموں تک اسے ڈھانپ لے کیونکہ مقصد تو نماز کا اس کے ذمہ فرض ہونا ہے اور یہ اس مقدار سے حاصل ہوجاتا ہے اسی لیے علامہ حلبی نے غسل کے بارے میں بتایا کہ اس سے فرض کا اندازہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

سوال دوم: ایامِ حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز۔ کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض ونفاس میں زیرِ ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسمِ عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلا شہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

---

[۱] درمختار | باب الحیض | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۵۱
[۲] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۲۱۵
[۳] جدالممتار علی الدرالمختار | باب الحیض | المجمع الاسلامی مبارک پور ہندوستان | ص ۱۶۴

فی الدرالمختار یمنع حل قربان ما تحت ازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شھوۃ وحل ماعداہ مطلقا اھ[1] وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لایباح الاستمتاع من النظر وغیرہ بما دون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ماوراءہ وقیل یباح مع الازار اھ ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ما تحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے: "ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قُرب جائز نہیں اگرچہ بلاشہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقاً جائز ہے اھ"۔ اور ردالمحتار میں ہے: "حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہیے"۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فقط جماع سے پرہیز کرے"۔ پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہاءِ کرام کا اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی) مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا) واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۷ از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی ہشت روز میں بند ہوا اور نماز اور روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی رہ گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو منٹ تک خُون آکر بند ہوگیا عورت بگمانِ طہارت غسل کرکے نماز

---

[1] درمختار باب الحیض مجتبائی دہلی ۱/۵۱
[2] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

ای ما مر من الفصل بلون الدم فانه یکون فی بدئه احمر فاذا قارب الانقطاع یصفر **اقول** و به ظهر ضعف ما وقع فی البحر وتبعه ش من جعل العبارتین قولین اذ قال قیل ان کان فی اول الحیض فدینار او اخره فنصفه وقیل دینار لو اسود و نصفه لو اصفر اھ قال فی البحر ویدل له ما رواہ ابو داود والحاکم وصححه[1] فذکر اللفظ الثالث الذی عزوناه لاحمد والترمذی ولم اره لابی داود واللہ تعالٰی اعلم هذا وقال القاری قال المنذری قد وقع اضطراب فی هذا الحدیث متنا واسنادا رفعا ووقفا وارسالا واعضالا کذا نقله السید جمال الدین عن التخریج

رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ اس کے قائل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے جو آگے (مرقات میں) آرہی ہے تفصیل حاصل کی ہے (انتہی، یعنی خون کے رنگ کے اعتبار سے جو تفصیل گزری ہے، کیونکہ وہ شروع میں سُرخ ہوتا ہے اور ختم ہونے کے قریب زرد ہوجاتا ہے **اقول** اسی سے اس بات کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو البحر الرائق میں ہے اور امام شامی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے دو عبارتوں کو دو قول قرار دیا جب انھوں نے کہا کہ کہا گیا ہے اگر حیض کے شروع میں (جماع کیا) تو ایک دینار اور آخر میں ہو تو نصف دینار ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سیاہ رنگ ہو تو ایک دینار اور زرد رنگ ہو تو نصف دینار ہوگا[2]۔ البحر الرائق میں فرمایا اس بات پر امام ابوداؤد اور حاکم کی روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور لفظ ثالث (سُرخ رنگ) ذکر کیا جسے ہم نے امام احمد اور ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن میں نے اسے ابوداؤد میں نہیں دیکھا واللہ تعالٰی اعلم۔ اس (تقریر) کو اپنایئے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں متن، سند، رفع، وقف،

---

[1] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۷

[2] امام اہل السنت علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی ابتدا میں خون کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور آخر میں زرد، لہذا آغازِ حیض اور سیاہ رنگ ایک ہی بات ہے جبکہ اختتام حیض اور زرد رنگ بھی ایک ہی چیز ہے گویا ایک ہی قول کو صاحب البحر الرائق اور شامی نے دو قول قرار دیا ۱۲ ہزاروی

فقول ابن حجر وسندہ حسن غیر مستحسن[1] اھ
اقول لایضر عندنا الارسال
ولا الاعضال وقد یأتی الراوی بالسند تاما
وقد یحذف فلا اضطراب وکذا الرفع
والوقف ثم الوصل والرفع زیادۃ ثقۃ
فتقبل کما حققہ المحقق فی الفتح فی
غیرما موضع قال القاری قال میرک
ھذا بیان اضطراب الاسناد اما الاضطراب
فی متنہ فروی بدینار او نصف دینار
علی الشک و[2]روی یتصدق بدینار فان
لم یجد فبنصف دینار و[3]روی التفرقۃ
بین ان یصیبہا فی اقبال الدم او فی
انقطاع الدم و[4]روی یتصدق بخمس دینار
و[5]روی بنصف دینار و[6]روی اذا کان دما
احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف
دینار[2] اھ **اقول** قد علمت کل ھذہ
الروایات وتخاریجہا الا روایۃ
الخمس وھو للدارمی - ابن راھویہ
وحسنہ خاتم الحفاظ عن
عبد الحمید بن زید بن الخطاب
قال کان لعمر بن الخطاب

ارسال اور اعضال[3] کے اعتبار سے اضطراب ہے
سید جمال الدین نے تخریج سے اسی طرح نقل کیا ہے
پس ابن حجر (عسقلانی) کا اس کی سند کو حسن
قرار دینا غیر مستحسن ہے اھ۔ **اقول** ہمارے نزدیک
ارسال واعضال سے کوئی فرق نہیں پڑتا راوی کبھی
پوری سند لاتا ہے اور کبھی حذف کر دیتا ہے لہذا
کوئی اضطراب نہیں رفع اور وقف کا بھی یہی حال ہے
پھر رفع اور وصل (راوی کے) اضافہ ثقاہت
کے لیے ہیں لہذا اسے قبول کیا جائے جیسے محقق
نے فتح القدیر کے کئی مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔
ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرک نے کہا ہے
کہ یہ اضطراب سند کا بیان ہے لیکن متن کا اضطراب
یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک دینار اور نصف
دینار کا بطور شک ذکر کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے
کہ ایک دینار صدقہ کرے اور اگر نہ پائے تو وہ
نصف دینار صدقہ دے۔ تیسری روایت کے مطابق خون آنے اور
نہ آنے کے دنوں میں جماع کرنے کا فرق ہے جبکہ چوتھی روایت
میں ہے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے۔ پانچویں روایت میں ہے
وہ نصف دینار صدقہ کرے۔ اور چھٹی روایت میں ہے
اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار دے اور زرد ہو تو
نصف دینار دے اھ **اقول** ان تمام روایات

۱؎ مرقات شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱
۲؎ ایضاً
۳؎ تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو تو یہ ارسال ہے اور حدیث کی سند سے دو یا زاید راویوں کا سقوط اعضال کہلاتا ہے ۱۲ ہزاروی

بنصف دینار[1]   تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔

سنن نسائی و ابن ماجہ میں انہیں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یتصدق بدینار او نصف دینار[2] ایک یا نصف دینار تصدق کرے۔ و رواہ الدارمی فجعل التردید من شك الراوی حیث قال یتصدق بدینار او نصف دینار شك الحکم[3] (اسے امام دارمی نے روایت کیا اور تردید کو راوی کا شک قرار دیا کہ اس نے کہا ایک دینار صدقہ کرے یا نصف دینار، حکم (راوی کو) شک ہُوا۔ ت)

مسند[ع] احمد و دارمی و ترمذی میں اُنھیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان دما احمر فدینار و اذا کان دما اصفر فنصف دینار[4]   جب سُرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا۔

طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادۂ تصحیح اُنھیں سے یُوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار و من اتاها وقد ادبر الدم عنها و لم تغتسل فنصف دینار[5]   جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہو چکا اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

مسند میں انھیں سے یوں ہے: تصدق بدینار فان لم تجد دینار فنصف

ع: عزاہ ایضا فی الجامع الکبیر لابی داود و النسائی لم ارہ لهما۔   جامع کبیر میں ہے اس کو بھی ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے میں نے یہ حدیث ان دونوں میں نہیں دیکھی۔

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہۃ اتیان الحائض مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹

[2] سنن ابن ماجہ باب کفارۃ من اتی حائضا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

[3] سنن الدارمی باب من قال علیہ الکفارۃ مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۰۳

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الکفارۃ فی ذلک مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰

[5] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ بن عباس حدیث نمبر ۱۲۱۳۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۴۰۲

دینار[1] - ایک اشرفی صدقہ کرے اور نہ ہو سکے تو آدھی ۔

درمختار میں ہے :

یندب تصدق بدینار او نصفه و مصرفه کزکاة وهل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاهر لا[2]۔

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے ۔ اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے ؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی) میں فرمایا : ظاہر بات یہ ہے کہ اس پر (واجب) نہیں ۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

یتصدق بدینار او بنصفه استحبابا و قیل بدینار ان کان اول الحیض و بنصفه ان وطئ فی اخره کان قائله رأی انه لا معنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع الواحد[3] اھ

اقول لاعزا فی التخییر بین الفاضل و الافضل فیکون المعنی یتصدق بنصف دینار وهذا ادنی ما یندب الیه کفارة لما وقع فیه فان اکمل دینارا فاجود و ایضا قد یکون الترديد باعتبار الیسر ای بدینار ان تیسر و الا فبنصفه وقد روی فی الحدیث کما مر لکن الاظهر کما قال القاری فی المرقاة ان قائله اخذ التفصیل من الحدیث الاتی عن ابن عباس[4] اھ

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار ، اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے ، گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل و کثیر کے درمیان اختیار رکھنے کا کوئی مطلب نہیں اھ۔

اقول فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دینا قابلِ تعجب نہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ نصف دینار صدقہ کرے اور یہ اس کے جُرم کا کم از کم مستحب کفارہ ہے اگر پُورا دینار دے تو نہایت عمدہ ہے نیز کبھی اختیار میسر آنے والی چیز کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے یعنی اگر میسّر ہو تو ایک دینار اور اگر میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اور یہ بات حدیث میں مروی ہے جیسا کہ گزر چکا ۔ لیکن زیادہ ظاہر بات وہ ہے جو حضرت ملا علی قاری

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت ۱/۳۶۳

[2] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۲

[3] فتح القدیر باب الحیض مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۷

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۰

أخر الدم واوله كما في الرواية الثالثة والرابعة وفي اوله ايضا باعتبار الواجد والفاقد كما في الرواية الخامسة وهذا جمع جلي واضح ولله الحمد والتخفيف عن المخطئ ظاهر وعمن اتى في اخر الدم فزعم العلّامة فرشتة ان الصفرة مترددة بين الحمرة والبياض فبالنظر الى الثاني لا يجب شيئ وبالنظر الى الاول يجب الكل فينصف[1] اھ **اقول** وفيه ما لا يخفى فان الصفرة حيض قطعا لاتردد فيه ثم التعبير بالوجوب خلاف المذهب واستظهر القاري انه تعبد محض لامدخل للعقل فيه قال والاقرب ما قيل فيه ان الحكمة في اختلاف الكفارة بالاقبال والادبار انه في اوله قريب عهد بالجماع فلم يعذر فيه بخلافه في أخره فخفف فيه[2] اھ **اقول** اذا كان هذا اقرب فكيف يكون تعبدا يا اظهر ولا شك انه نوع ظاهر ولا يصار الى التعبد ما لم ينسد باب العقل والله تعالى اعلم.

خُمس (۱/۵) اور دو خمس (۲/۵) کا حکم اس شخص کے لیے ہوگا جس نے غلطی سے جماع کیا، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، نصف اور پُورا دینار اس شخص پر ہوگا جس نے جان بُوجھ کر ایسا کیا جیسے لفظ "من اتی" (جو شخص عورت کے پاس جائے) سے اشارہ ہوتا ہے اور تقسیم خون کے آغاز و اختتام کے اعتبار سے بھی ہے جیساکہ تیسری اور چوتھی روایت میں ہے اور شروع میں دینار پانے والے اور نہ پانے والے کے اعتبار سے ہے جیساکہ پانچویں روایت میں ہے یہ جمع نہایت روشن اور واضح ہے اور اللہ تعالٰی ہی کے لیے حمد وستائش ہے، مخطی سے تخفیف کا ہونا تو ظاہر اور جو مرد حیض کے آخری ایام میں جماع کرے تو اس کے بارے میں علّامہ فرشتہ کا خیال ہے کہ زرد رنگ سُرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے لہذا دوسرے (سفید رنگ) کا اعتبار کرتے ہوئے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور پہلے (سُرخ رنگ) کے اعتبار سے پُورا دینار واجب ہوتا ہے لہذا (زرد رنگ میں) نصف کردیا جائے گا اھ
اقول اس قول کی خرابی واضح ہے کیونکہ زرد رنگ قطعاً حیض ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر وجوب سے تعبیر کرنا خلافِ مذہب ہے۔ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ محض ایک تعبدی حکم ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ حیض کے آغاز و اختتام میں کفارہ کے اختلاف میں یہ حکمت ہے کہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱
[2] ایضاً

شروع میں وُہ زمانہ جماع سے قریب ہوتا ہے، لہذا اس ضمن میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بخلاف اختتامِ حیض کے لہذا اس وقت کفارہ میں تخفیف ہوگی اھ **اقول** جب یہ بات اقرب ہے تو اس (مقدار) کا تعبدی ہونا کیسے اظہر ہوگا اس میں شک نہیں کہ یہ محض ظاہری تنزاع ہے اور وہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتا جب تک عقل کا دروازہ بند نہ کیا جائے (ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہُوا اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکمًا وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دَین ہُوئی) وہ ایک خُمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اوّل میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔

اقول دینار شرعی دس درم ہے تو خُمس دینار کی جگہ دو درم، ۲ دو خُمس پر چار، نصف پر پانچ، کُل پر دس ہُوئے، اور درم شرعی اس انگریزی روپے سے $\frac{7}{25}$ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے $5\frac{19}{25}$ پائی ہوا اور دس درم دو روپے پونے تیرہ آنے $\frac{3}{5}$ پائی، مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کہ ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑھے چار ماشے ہے اور اس کا خُمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصہ واللہ تعالٰی اعلم یہ سب دربارۂ حیض تھا اور اسی پر نفاس واضح القیاس مرقاۃ میں زیرِ روایت ثالث اذا کان دما احمر (جب حیض کا خون سرخ ہو۔ ت) ہے ای الحیض وقیس بہ النفاس[1] اھ (یعنی حیض کا خون سُرخ ہو اور اسی پر نفاس کو قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ

۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے؟

الجواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر پاؤ منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس روز تک پھر نہ آیا تو اسی پاؤ منٹ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۰۱

امرأة تكره الجماع فكان اذا اراد
ان يأتيها اعتلت عليه بالحيض
فوقع عليها فاذا هي صادقة
فاتى النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم فامره ان يتصدق
بخمس دينار اھ[1] ووقع في
كنز العمال ومنتخبه فامره
ان يتصدق بخمسين دينارا[2] ولااراه
الا تصحيفا والله تعالى اعلم و
ذكر فيه عازيا للحارث في
مسنده وعزا لابن ماجة
ولم اره له عن عمر رضي الله
تعالى عنه انه اتى جارية
له فقالت اني حائض فوقع
بها فوجدها حائضا فاتى
النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم فذكر ذلك له
فقال يغفر الله لك يا ابا حفص
تصدق بنصف دينار[3] **اقول**
ويبعد تعدد الواقعة فيرجع
الى الترجيح فان كان
هذا اقوى سند اخرج

کی تخریج معلوم ہو چکی البتہ دینار کے پانچویں حصے کی روایت امام دارمی
اور ابن راہویہ نے نقل کی ہے اور خاتم الحفاظ
(علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے اسے حسن قرار
دیا ہے وہ حضرت عبدالحمید بن زید بن خطاب رضی اللہ
عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی، جماع کو ناپسند کرتی تھی
آپ جب بھی اس کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے وہ
حیض کا بہانہ پیش کر دیتی۔ ایک مرتبہ آپ نے اس سے
جماع کیا تو (واقعی) وہ سچی تھی، آپ بارگاہ نبوی میں
حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرنے کا حکم دیا اھ۔۔۔
کنز العمال اور اس کے انتخاب میں ہے کہ آپ نے
ان کو پچاس دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا ۔۔۔ میرے
خیال کے مطابق ان کو پڑھنے میں غلطی لگی ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔ اس میں حارث کی طرف منسوب کرتے ہوئے
کہ انھوں نے اپنی مسند میں لکھا اور ابن ماجہ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا لیکن میں نے اس میں وہ روایت
نہیں پائی وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ایک
لونڈی کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہا میں
حائضہ ہوں آپ نے اس سے جماع کیا تو اسے حائضہ
پایا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابو حفص! اللہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱
[2] کنز العمال محظورۃ المباشرۃ حدیث ۴۵۸۸۸ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۶/۵۶۵
[3] " " حدیث نمبر ۴۵۸۸۹ " " ۱۶/۵۶۶

الخمس من الاضطراب ثم **اقول** الاصوب
ان او للتنويع كما بينته الروايات
الثلاث الاخيرة لكن العجب انه جعلها
للشك ثم ادخله في الاضطراب و
كيف يسري الاضطراب الى المتن بشك
بعض الرواة في بعض الالفاظ هذا
لا يقول به احد ثم قد بقي
عليه من الروايات خمسا
دينار فروى ابوداود مرسلا عن
الحكم بترك المقسم وابن عباس
وفيه فامره ان يتصدق بخمسي
دينار[1] بصيغة التثنية في نسخه
الثلاث فعلى طريقته تمت
سبعا **اقول** وليس هذا الاضطراب
قادحا فانه ما لا يمكن جمعه كما
افاده المحققان العسقلاني و ابن
الهمام والجمع ههنا ميسور فالخمس
والخمسان لمن وقع فيه
خطأ كما هي واقعة الفاروق رضي
الله تعالى عنه والنصف والنصفان
على من تعمد كما يشير اليه لفظ
من اتى والتوزيع باعتبار

تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے نصف دینار صدقہ کرو۔
اقول واقعہ کا متعدد ہونا (سمجھ سے) بعید
ہے پس ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس
(نصف دینار والی روایت) کی سند قوی ہو تو خمس
(پانچویں حصے) والی روایت اضطراب سے نکل جائے گی
ثم **اقول** لفظ "او" تقسیم نوع کے لیے ہے جیسے
آخری تین روایات سے واضح ہے لیکن تعجب کی
بات ہے کہ انہوں نے اسے شک کے لیے قرار دے کر
اضطراب میں داخل کیا (لیکن) بعض راویوں کے بعض
الفاظ میں شک سے متن میں اضطراب کیسے ہوگا، اس
بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس کے بعد
روایات میں سے دینار کے دو خمس والی روایت باقی
رہ گئی امام ابو داؤد نے حکم سے مرسلاً روایت کرتے
ہوئے مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا
ذکر چھوڑ دیا[1]۔ اس روایت میں ہے "پس آپ نے
دو[2] خمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ان (امام ابوداؤد)
کے تین نسخوں[3] میں تثنیہ کے صیغے سے مروی ہے پس ان کے
طریقے پر سات روایات پوری ہوگئیں۔ **اقول** یہ اضطراب
نقصان دہ نہیں کیونکہ نقصان اس صورت میں ہوتا ہے
جب روایات کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو جیسے
دو محققین علامہ عسقلانی اور ابن ہمام رحمہما اللہ نے بتایا
لیکن یہاں روایات کے درمیان مطابقت ممکن ہے لہذا

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی اتیان الحائض مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۳۵
[2] سنن ابی داؤد میں یہ روایت امام ابوداؤد، امام اوزاعی سے مرسلاً روایت کرتے ہیں حکم سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ہزاروی
[3] سنن ابی داؤد کے تین نسخے ہیں: (۱) نسخہ لوکوی (۲) نسخہ ابن داسہ (۳) نسخہ ابن الاعرابی ۱۲ ہزاروی

فصل فی المعذور

مسئلہ ۱۵۶ از لکھنؤ محلہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ۔

ماتقولون ایھا السادۃ العلماء فی من لا یستطیع ان یصلی صلاۃ واحدۃ الا بوضع القطن فی الاحلیل لما بہ من سلس البول وجریانہ فی کل وقت بحیث یبتل رأس احلیلہ وینجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع و یجری علیہ احکام المعذورین من الوضوء فی کل وقت واداء الصلوۃ بذلک الثوب وعدم صلوحہ لامامۃ الناس وغیرھا من الاحکام ام لا وکیف یصلی فی الاسفار سیما اذا کان علی الوابور البری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلادنا فان فی وضع القطن ھناک فی الاحلیل تعذرا ای تعذر بینوا ھذا و فصلوا بما لا مزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف واستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحنہ وتعالٰی فی غد ان شاء اللہ تعالٰی۔

اے رہبری کرنے والے علماء کرام! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو آلۂ تناسل کے سوراخ میں روئی رکھے بغیر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ سلسل البول کا مریض ہے اور اس کا پیشاب ہر وقت اس طرح جاری رہتا ہے کہ عضو مخصوص کے سوراخ کا سر تر رہتا ہے اور اس کی ازار ناپاک رہتی ہے کیا وہ شرعی طور پر معذور ہے اور اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے کہ وہ ہر وقت کے لیے وضو کرے اور وہ اس ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکے نیز وہ لوگوں کی امامت کرانے اور اس طرح کے دیگر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یا وہ معذور نہیں ہے۔ وہ سفر میں نماز کیسے پڑھے خصوصاً جب بھاپ سے چلنے والی گاڑی پر ہو جو ہمارے اکثر شہروں میں چلتی ہیں کیونکہ وہاں سوراخِ ذکر میں روئی رکھنے میں کوئی نہ کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے — قرآن وسنت اور اقوالِ سلف سے اس طرح تفصیل سے بیان فرمائیں کہ مزید گنجائش نہ رہے اور کل (بروز قیامت) اللہ سبحانہ وتعالٰی کی طرف سے عظیم ثواب کے مستحق ہوں، ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

الجواب

الحمد لله وحده اذا كان احتشاؤه يرد ما به كما وصف فی السؤال فقد خرج عن حد العذر والتحق بالاصحاء يتوضؤ لكل حدث ويغسل كل نجس ويؤم كل نفس ولا يعذر فی ترك الاحتشاء بل هو فريضة عليه كفريضة الصلاة قال فی الدر يجب رد عذره او تقليله بقدر قدرته ولو بصلاته مؤمنا وبرده لايبقی ذا عذر اھ[1] ومثله فی البحر وغيره والمسألة ظاهرة وفی الزبر دائرة اما تعسره فی العجلة الدخانية فضلا عن تعذره فلا يظهر له وجه فان من سافر فحمل معه زاده لا يثقل عليه القطن ان زاده وان كان يزعم انه يخرج بصدمات الحركة فليطوله وليسفله وليربط العضو الی فوق وذكر العلامة الشامی فی رد المحتار ان من كان بطئ الاستبراء فليفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ويحتشی بها فی الاحليل فانها تتشرب ما بقی من اثر الرطوبة التی يخاف خروجها و ينبغی ان يغيب فی المحل لئلا تذهب الرطوبة الی طرفها الخارج و

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یکتا ہے۔ اگر رُوئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہو جاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ عذر کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہوگا۔ ہر حدث (اصغر) کے بعد وضو کرے جہاں نجاست لگی ہو اسے دھو ڈالے اور ہر ایک کی امامت کرا سکتا ہے اس سے رُوئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر فرض ہے۔ دُرمختار میں ہے "حسبِ طاقت عذر کو دُور کرنا یا کم کرنا واجب ہے اگرچہ اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعے ہو اور اس کو دُور کرنے کے بعد وہ معذور نہیں رہے گا اھ بحرالرائق وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے مسئلہ ظاہر ہے اور (تمام) کتب میں موجود ہے بھاپ سے چلنے والی گاڑی میں مشکل پیش آنے نہ کہ متعذر ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کیونکہ جو آدمی سفر کرتے ہُوئے زادِ راہ لے جاتا ہے۔ اگر اس میں رُوئی کا اضافہ کرلے تو کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کا خیال یہ ہے کہ گاڑی کی بار بار حرکت سے رُوئی نکل جائیگی تو وہ اسے لمبا کرکے نیچے کی طرف کرے اور اوپر کی طرف سے عضو کو باندھ دے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تاخیر سے طہارت حاصل ہوتی ہو وہ جَو کے دانے برابر (روئی وغیرہ کا) پتا وغیرہ بٹ کرا سے

---

[1] درمختار فروع من باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

کے بعد پاک ہوگئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا یا اُس سے کم، تو جس وقت بند ہوا اُس وقت پاک ہوئی۔ بتیس تینتیس چالیس جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اُتنا نفاس ہے اُس کے بعد پاک ہوگئی باقی استحاضہ ہے اُس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر یہ پہلی ہی ولادت ہے تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اُس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پُورے چالیس دن پر بند ہو تو نہالے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولادت پر جتنے دن آیا تھا اُتنے دن پُورے کرکے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہوگیا تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرکے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہو جائے تو اُسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس دن پُورے ہوں وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسؤلہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری

زید اگر ایامِ حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلت کو مس کرکے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ ہو کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں۔

الجواب

پیٹ پر جائز ہے ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض و نفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کرسکتا کما فی المتون وغیرھا (جیسا کہ (کتب) متون وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم ۱۵۳ نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلماتِ قرآن ہیں مگر ذکر وثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیتِ ذکر ہی ہے نہ نیتِ تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔ کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہا نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال سوم ۱۵۴ عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں، اور اگر اپنے دل میں کوئی کلامِ الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

دل میں بایںمعنے کہ نِرے تصوّر میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو، اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہیے اور جوابِ سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ ت)

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ (ای القراٰن) لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ۔[1]

جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے دعاؤں کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالٰی۔[2]

ہدایہ میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے وضو کے مستحب ہونے پر تصریح کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ترک المستحب لایوجب الکراھۃ۔[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب کو چھوڑنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از کچم گاؤں ضلع پترہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر ۱۰۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیاتِ قرآن بھی شامل ہوں تو اُس کو بلاوضو چھُونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھُونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳
[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۲۸
[3] ایضاً

للخروج من خلاف الشافعی وقد جرب ذلك فوجد انفع من ربط المحل لكن الربط اولٰی اذا كان صائما لئلا یفسد صومه علی قول الامام الشافعی رحمه الله تعالٰی اھ۔[1]

عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالے وہ رطوبت کے باقیماندہ اثر کو جس کے نکلنے کا ڈر ہے جذب کرلے گا اور چاہیے کہ اسے اندر غائب کردے تاکہ رطوبت اس کی باہر والی جانب نہ نکلے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف عمل کرنے سے بھی بچ جائے گا۔ اس کا متعدد بار تجربہ کیا گیا اور اسے باندھنے سے زیادہ نافع پایا لیکن جب روزہ دار ہو تو باندھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر (بھی) اس کا روزہ نہ ٹوٹے اھ

اقول لكن مجرد الربط لا یسد الخلة لصاحب السلس فهو یجب علیه الاحتشاء كما ذكرنا ولا مراعاة للخلاف فی اتیان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان یأخذ ورقة لها صلابة مع نعومة كورقة التمر الهندی فیطویه طیا ویحتشی به بحیث یكون وسطه داخلا ویبقی طرفاه عند راس الاحلیل فانه اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الی فوق كما وصفنا والله تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) سلسل البول والے کے لیے محض باندھنا سوراخ کو بند نہیں کرتا اس میں (روئی وغیرہ) داخل کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور واجب کی ادائیگی میں اختلاف (سے بچنے) کی رعایت نہیں کی جاتی اور میرے نزدیک بٹی ہوئی چیز رکھنا نہایت اچھا ہے وہ یوں کہ ایک پتا جو سخت ہونے کے ساتھ کچھ نرم بھی ہو جیسے ہندی کھجور کا پتا ہوتا ہے، لیا جائے اور خوب لپیٹ کر سوراخ میں اس طرح داخل کرے کہ اس کا درمیانی حصہ داخل ہوجائے اور کنارے آلہ تناسل کے کنارے کے پاس رہ جائیں۔ جریان کو بند کرنے کے لیے یہ طریقہ نہایت نافع اور زیادہ مناسب ہے اگر نکلنے کا ڈر ہو تو اُوپر سے اس جگہ کو باندھ دے، جیسا کہ ہم نے طریقہ بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷ مسئولہ مولوی مودود الحسن سہسوانی ۲۲۔ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو۲ دو۲ تین۳ تین۳ منٹ کے بعد دُبر سے ایک قسم کے جانور جن کو چُنچنے کہتے

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریباً ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اخیر شب میں بالکل انقطاع ہو جاتا ہے کہ ایک کِرم بھی طلوعِ شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہو جاتا ہے ہر روز اسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہو جائے اگر منقطع ہو جائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر میں مرض منقطع ہو جائے نماز با وضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر و عصر کی بھی صحیح ہوگئیں اور مغرب و عشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہوگا اور روقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روزِ اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کُلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک ہی بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مُہلت نہ ملی تو وُہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارضہ ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا۔

فی ردالمحتار لو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وان استوعب الوقت الثانی لا یعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ برکویۃ ونحوہ فی الزیلعی والظہیریۃ[۱] الخ وباقی المسائل معروفۃ متونا وشروحا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے اگر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر پیش آیا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر منقطع نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر دوسرے وقت میں ختم ہو جائے تو اس (پہلی) نماز کو لوٹائے اور اگر دوسرے وقت کو گھیرے تو نہ لوٹائے کیونکہ اس وقت عذر ثابت ہوگیا جس کی ابتداء پیش آنے کے وقت سے ہوگی اھ برکویہ، زیلعی اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے الخ اور باقی مسائل متون اور شروح کے اعتبار سے معروف ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۳

مسئلہ ۱۵۸ و ۱۵۹ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرح متین مسائل ذیل میں موجب حکم قرآن مجید و حدیث شریف ارشاد فرمایئے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطا فرمائے ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھا اب صرف اس قدر باقی ہے کہ مستوں میں ہر وقت چپک سا رہتا ہے اور طراوت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارت کُلّی حاصل نہیں ہے لہذا بوجہ اس کے وہ شخص ہر وقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور عملدرآمد اس کا اس صورت سے رہتا ہے کہ اول وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھا اس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھا جائے تو پاجامہ ناپاک ہو جائے بعد ازاں ظہر کے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیا بعد انفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیا اور وضو کرکے نماز پڑھ لی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔ اب مغرب وعشا کے وقت پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھا نمازِ مغرب وعشا خواہ وضو خواہ تیمم سے ادا کرے۔

تو اب ان صورتہائے مذکورہ بالا میں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طور پر ادا ہوگئیں یا نہیں اور حالاتِ مذکورہ پر نماز پڑھنا اور نماز کافی ہونا درست ہے یا نہیں؟

ایسا شخص جس کا بیان اوپر گزرا جبکہ اُس کی نماز کامل متصور ہو تو ایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔ عنداللہ ارشاد کافی کہ جس سے اس عاجز معذور و مجبور کی تسلّی ہو جائے ارقام فرما دیجئے۔

الجواب

اگر وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوتِ سیلان نہیں کپڑا لگ کر اُسے چھڑا لاتا ہے اگرچہ بار بار مختلف جگہ مس ہونے سے قدر درہم سے زائد آلودہ ہو جاتا ہو تو اُس سے نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

اور اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اُس کے تلوّث سے محفوظ اور اُس کا سیلان لنگوٹ تک محدود رہے تو اس صورت میں ضرور جتنی بار بہہ کر خروج کرے گی فی نفسہ حدث و ناقضِ وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدر درم سے زائد بھر جائے تو بذاتہٖ ناپاک ہے اور پاجامہ کا پاک ہونا اس کی پاکی کو کافی نہیں۔

ہاں اگر لنگوٹ باندھنا اس کے سیلان ہی کو منع کر دیتا ہے تو ضرور اُس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگا نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دُوسری صورت میں اگر معذور کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کاملہ خود اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اُس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے۔

ہاں اگر کبھی اسے یہ تجربہ ہولیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دُو صورتیں ہیں اگر اسی حالت کے بعد نماز کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ برابر ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار، تو معذور رہے، اس کی اپنی نماز ہوجائے گی مگر امامت نہیں کرسکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وُہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذور جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لیے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اُسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے ولہذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پُوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو اُن میں تو اُس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرائض ہوں خواہ تراویح مگر صحیح کو جو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہوجائے کل کا تجربہ آج کے لیے کافی نہ ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے،

قال فی الفتح معناہ اذاکان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذٰلک لانہ لیس بحدث اھ ای وان فحش کما فی المنیۃ۔[1]

فتح القدیر میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس صورت میں ہو کہ باندھنے کے بغیر جاری ہوجاتا ہو کیونکہ اگر قمیص زخم سے ٹکرا کر تر ہوجائے تو اس وقت ناپاک نہ ہوگی جب تک وہ (زخم) اس صورت میں نہ ہو (یعنی جاری ہونے کی صورت میں ناپاک ہوگی) کیونکہ وہ (جاری ہونے والا) حدث نہیں اگرچہ زیادہ ہو جیساکہ منیہ میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

فی البزازیۃ اذاقدرذوجرح علی منع دم بربط لزم وکان کالاصحاء۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ میں ہے اگر زخمی (زخم کو) باندھنے کے ذریعے خون روکنے پر قادر ہو تو اس پر (باندھنا) لازم ہے اور وہ شخص غیر معذور لوگوں کی طرح ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب نواقض الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۳

[2] تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین قبیل باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۵

مسئلہ ۱۶۰ ازقصبہ نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چپک سا ہر وقت آتا ہے تو اس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اُس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، صورتِ اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اُس وضو کو اگر قبل از وقت کرلیا۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کرکے مسجد کو چلا گیا تو اس وضو سے نمازِ جمعہ ادا ہوگی یا نہیں اور یا نمازِ مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اس سے نمازِ مغرب ادا ہوگی یا نہیں یا مثلاً نمازِ تہجد کے وقت جسم وغیرہ دھوکر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کرکے نماز تہجد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو رکعت سنّت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور ازاں بعد طلوعِ آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا بعد طلوع نمازِ اشراق سے فارغ ہوکر مکان کو آیا۔

تو اب اُس تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اس کی ہوگئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہیے اور اُس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔

اور دوسری صورت کہ جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پونچھ جائے اس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے عند اللہ و عند الرسول مع دلائل ارشاد فرمائیے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ رہے گا اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم و ثوابِ جمیل عطا فرمائے۔

الجواب

مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا لگ کر چھڑا لاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اس صورت میں معذور بتایا تھا اور اس میں بھی درم سے کم و زائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کے لیے درم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقتِ عشا خارج ہوگیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱ و ۱۶۲ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب

۲۸- ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہُوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہوجائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب

(۱) نہیں کہ خروج وقت ناقضِ وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخولِ وقت ناقضِ وضو نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروجِ وقت و دخولِ وقت دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہوجائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریۃ (جیسا کہ بارہ مسائل والی صورت میں ہے۔ ت) اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحٰنک کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہوجائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لایزول بالشك (اس لیے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہوجائیگا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہوسکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کما فی الدر[1] (بلاشبہ ایسی ادائیگی جو بعض کے نزدیک جائز ہو، چھوڑنے کی نسبت اولٰی ہے جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک

۲۶ محرم ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بعارضہ بواسیر سخت مبتلا ہے

---

[1] درمختار کتاب الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱

اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب و روز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور اُن میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے اس سے بچاؤ اُس شخص کو غیر ممکن ہے کسی صورت سے وُہ اپنا کپڑا نہیں بچا سکتا۔ اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وُہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کردیتا ہے ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کرلیتا ہے رطوبت مسّوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کیے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالٰی اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب

مسّوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے بلکہ ان کی سطح بالا پر تری ہو کہ کپڑا الگ کر چھڑالائے جب تو اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اُس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا لان مالیس بحدث لیس بنجس (کیونکہ جو چیز حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ ت) ہاں جبکہ بہہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور ہے پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اُس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اُس پر لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اُتنا ہی ناپاک ہو جائیگا تو اُسے معاف ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

باب الانجاس

(نجاستوں کا بیان)

مسئلہ ۱۶۴ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے اگر سُرمہ دانی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا ان کا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔

اخرج البیھقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد   بیہقی نے بقیہ سے عمرو بن خالد سے قتادہ سے انس

عن قتادہ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یمتشط بمشط من عاج[1]۔

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے تھے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

انه (یعنی الفیل) کسائر السباع فی الاصح[2] الخ واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

اصح قول کے مطابق ہاتھی باقی درندوں کی طرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چُوہا راب کے گھڑے میں گر کر مر گیا پھولا پھٹا نہ تھا نکال دیا۔ یہ راب پاک یا ناپاک، اور طریقۂ تطہیر کیا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کی گرد کی تھوڑی راب نکال دیں باقی سب پاک ہے۔

فقد عد فی الدر المختار وغیرہ التقویر من المطہرات[3] قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو سمن جامد من جوانب النجاسۃ وخرج بالجامد المائع وھو ما ینضم بعضه الی بعض فانه ینجس کله مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح[4] اھ ملخصا۔

دُرمختار وغیرہ میں کُھرچ کر نکالنے کو پاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے اطراف میں جما ہوا (مثلاً) گھی کُھرچنا، لفظ "جامد" سے مائع نکل گیا یعنی جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو وہ تمام کا تمام ناپاک ہے جب تک کثیر کی حد کو نہ پہنچے اھ — فتح القدیر، انتہی (خلاصہ)۔ (ت)

اور اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہو گئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ جس قدر راب ہو

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ مطبوعہ دارصادر بیروت ۱/۲۶

[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۸۹

[3] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[4] ردالمحتار مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۱

اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے، تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں دقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہو جائے۔

قال العلامة خسرو فی الدرر لو تنجس العسل فتطهیره ان یصب فیه ماء بقدره فیغلی حتی یعود الی مکانه هکذا ثلث مرات[1] اھ ملخصا وفی رد المحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی هذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد وهو اوسع وعلیه الفتوی[2] اھ۔

علامہ خسرو نے الدرر میں فرمایا: اگر شہد ناپاک ہوجائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے تین بار اسی طرح کیا جائے (انتہی تلخیص۔ اور ردالمحتار میں شرح شیخ اسمٰعیل سے ہے انہوں نے جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملا کر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزا اس شے کے اجزا سے خوب خلط ہو کر پانی تین بار جدا ہو جائے یہ بات اگر صرف پانی ملا کر حرکت دینے سے حاصل ہو جائے کافی ہے۔

کما صرح به فی مجمع الروایة وشرح القدوری وحققه العلامة الخیر الرملی فی فتاواه وایده العلامة الشامی فی رد المحتار فراجعه۔

جیسا کہ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی ہے، علامہ رملی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی تائید کی ہے پس اس کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

دُوسرا طریقہ سہل وعمدہ یہ ہے کہ اُس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہہ جائے سارا گھڑا پاک ہو جائے گا یا دُوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اُوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملا کر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہو کر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہو جائے گی، یوں راب ضائع بھی نہ جائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد، ورنہ وہ پاک بھی

---

[1] دررالحکام شرح غررالاحکام باب تطہیر الانجاس مطبوعہ دارالسعادۃ بیروت ۱/۴۵

[2] ردالمحتار مطلب فی تطہیر الدھن والعسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۵

ناپاک ہوجائیگی لہذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہٗ اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں بعدہٗ پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھرلیں اور باقیماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہولی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملاکر یونہی پاک کرسکتے ہیں دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس وعلٰی ہذا القیاس۔

فی القھستانی المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کما روی عن محمد کما فی التمرتاشی واما بالخلط مع الماء الخ۔

قہستانی میں ہے مائع، جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کی جنس سے ملاکر دھار چھوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے، تمرتاشی میں ایسے ہی ہے، اور یا پانی کے ساتھ ملاکر پاک کیا جائے الخ۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ[2] (جو تحقیق حاصل کرنا چاہے وہ ردالمحتار کی طرف رجوع کرے الخ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہیں جنب کا پسینہ مثل اس کے لعابِ دہن کے پاک ہے۔

فی الدرالمختار سؤر الآدمی مطلقا ولو جنبا اوکافرا طاھر وحکم العرق کسؤرہ اھ ملخصا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے: "آدمی کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے چاہے جنبی ہو یا کافر ہو، اور پسینے کا حکم جھوٹے جیسا ہے (انتہی) ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ الخ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵
[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۴
[3] درمختار باب المیاہ 〃 〃 〃 ۱/۴۰

مسئلہ ۱۶۷ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سُرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اُس کی سُرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں بینوا توجروا۔

الجواب

پڑیا کی نجاست پر فتوٰی دیے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اُس کا یہ کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اُس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوٰے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

حتی فی موضع النص القطعی کما فی ترشش البول قدر رؤس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر[1]۔

حتی کہ نص قطعی کی جگہ میں جیسا کہ سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے (باعث تخفیف ہیں) جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

نہ کہ محل اختلاف میں جو زمانہ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کہ جہاں صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح و تصحیح نے مختار و مرجح رکھا ہو نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اُس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہلِ فتوٰی کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخرٰی امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق و حرج میں ڈالنا اور عامہ مومنین و مومنات جمیع دیار و اقطار ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انہیں آثم و مصر علی الکبیرہ (گناہ گار اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا۔ ت) قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دُور پڑنا ہے وباللہ التوفیق۔

پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجۂ قوت و شوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اُس کے حضور محض مضمحل و مہجور ہو جائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہو سکتا کما حققت ذلک بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۳

(جیساکہ میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

اور جہاں مصری ناپاک ہوجائے تو اس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعتِ مال ہے اور اضاعتِ مال حرام بلکہ اگر اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے ڈلدار ہیں جن پر سے کُھرچ کر نجاست کو دُور کرسکتے ہیں جب تو یوں ہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کے لیے کافی ہے۔ کمانصوا علیہ فی مسئلۃ تقویر السمن کما فی الدر المختار وغیرہ من اسفار الکبار (جیساکہ فقہائے کرام نے گھی کھرچنے کے مسئلہ میں بیان فرمایا جس طرح درمختار وغیرہ میں اکابر کی کتب سے منقول ہے۔ت)

اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کُھرچنا میسر نہیں یا نجاست جگر میں پیر گئی کہ کُھرچے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق وسیال ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے اب فوراً بحال رقت وسیلان ہی یہ پاک مصری اُس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے اور قدرے بہہ جائے سب پاک ہوگئی یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا میں دونوں کی دھار ایک ہوکر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیساکہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸ ایضاً۔

روسر کی شکر جیسی شاہجہان پور میں بنتی ہے اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[1] | ہم اسے اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی چیز کا بالذات حرام ہونا معلوم نہ ہو۔(ت)

فقیر نے اس شکر کی تحقیق میں بحمد اللہ تعالٰی ایک کافی ووافی رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الاحلی من السّکر لطلبۃ سُکّر روسر "۱۳۰۳ھ" لکھا جس میں نہ صرف اس شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

وغیرہا کا حکم منقح کردیا اس باب میں بفضلہ تعالٰی وہ نفیس ضوابط لکھے جن سے ہر جزئیہ کا حکم بنہایت انجلا منکشف ہوسکے۔ من شاء فلیرجع الیھا (جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ از رائے پور ڈاکخانہ ہنڈون راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنّۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی اور قریب چار پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعد ازاں اسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی ایسی صورت میں اُس سرکہ کو کھانا چاہیے یا نہیں، اور حرام ہے یا مکروہ، اور اگر سرکے میں مرجائے تو کیا حکم ہے، اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیے فقط۔

الجواب

جبکہ وہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے۔

فی الدرالمختار لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ[1]۔

درمختار میں ہے اگر اسے زندہ نکالا گیا تو وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی اس پر پاخانہ یا نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہ نکالا جائے مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے پس (اس وقت اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

پھر اگر اس کا مُنہ سرکہ میں نہ ڈوبا بلکہ تیرتی ہی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کے لیے کراہت تنزیہی ہے فقیر کے لیے اس قدر بھی نہیں۔

فی الدرالمختار سؤر سواکن البیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اھ ملخصا[2]۔

درمختار میں ہے گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا ضرورت کے تحت پاک ہے اس کے سوا موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کے لیے اس کا کھانا (مکروہ نہیں) اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر مرجائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر غنی ازالہ کراہت اور سرکہ کا اپنے حق میں ستھرا نظیف ہوجانا چاہے یا مرجانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی لوٹے میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ یہ مُنہ تک بھر کر اُبل جائے اور باہر نکلنا شروع ہو

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ایضاً ص ۴۰

جب زمین پر کچھ دُور بہہ جائے موقوف کریں سارا گھڑا صاف و نظیف ہوجائے گا۔ اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سرکہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دو ڈیڑھ ہاتھ طول کے بہہ جائے۔

دوم یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سرکہ کا لے کر دونوں سبوچے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ منہ کا نیچے رکھا ہو دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں اور دیگچے میں ایک دھار ہو کر گریں یوں جس قدر سرکہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک و نظیف بلاکراہت ہوجائیگا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سرکہ کا کوئی جز بغیر دوسرے سرکہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سرکہ ابھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار اول گئی یا دُوسرا گھڑا ختم ہوگیا اس میں کا سرکہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہو کر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سرکہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سرکہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے۔ یہ دونوں نفیس طریقے بغور سمجھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ وہ نہ صرف ازالۂ کراہت بلکہ ازالۂ نجاست میں بھی بکار آمد ہیں۔

دودھ، پانی، سرکہ، تیل، رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہوجائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی، وعلیٰ ہذا القیاس ہر شے اپنی ہی جنس کے ساتھ ملا کر بطور مذکور بہادیں یا دھاریں ملا کر برتن میں لے لیں سب پاک ہوجائے گا اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل و اعلیٰ ہے کہ اس میں اس شے کا کوئی جز ضائع نہیں جاتا۔

درمختار میں ہے:

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[1] — مختار یہ ہے کہ ناپاک چیز کو محض جاری کرکے پاک کیا جائے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان قل الخارج[2] — اگرچہ نکلنے والا کم ہو۔ (ت)

علامہ عبدالبر ابن الشحنہ نے فرمایا:

لانہ صار جاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ — کیونکہ وہ حقیقۃً جاری ہوگیا اور بعض کے نکلنے سے

---

[1] درمختار — باب المیاہ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۳۶

[2] البحرالرائق — کتاب الطہارۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۸۷

ردالمحتار — مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۱۳۰

وقع الشك فی بقاء النجاسة فلا تبقی مع الشک[۱]۔

نجاست کے باقی رہنے میں شک ہے، تو شک کے ساتھ نجاست باقی نہیں رہے گی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس[۲]۔

حمام کا حوض اور برتن ناپاک ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

شرح تنویر میں ہے:

حکو سائر المائعات کالماء فی الاصح[۳]۔

اصح قول کے مطابق تمام مائع چیزوں کا حکم پانی کی طرح ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ اما باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کما روی عن محمد کما فی التمرتاشی الخ[۴]۔

مائع (بہنے والی چیز) پانی اور شیرے وغیرہ کی طہارت اس کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کرنے سے ہوتی ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے تمرتاشی میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا صریح بانہ یطھر بالاجراء نعم علی ماقدمناہ عن الخلاصۃ من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع او ذراعین یتقید بذلک ھنا لکنہ مخالف لاطلاقھم من طھارۃ الحوض بمجرد الجریان[۵]۔

یہ اس بارے میں واضح ہے کہ وہ جاری کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ہاں جو کچھ ہم نے اس سے پہلے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جریان ایک یا دو ہاتھوں سے زیادہ بلند ہونے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ قید وہاں تو صحیح ہے لیکن حوض کے بارے میں ان کے اطلاق کے خلاف ہے کیونکہ وہ محض جاری ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)

---

[۱] ردالمحتار مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

[۲] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایقع بہ التطہیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷

[۳] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[۴] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ الخ مکتبہ اسلامیہ قاموس گنبد ایران ۱/۹۵

[۵] ردالمحتار مطلب فی الحاق نحو القصعۃ بالحوض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱

خزانہ میں ہے:

اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ[1]۔

دو برتن جن میں سے ایک کا پانی پاک ہو اور دوسرے کا ناپاک ہو بلند جگہ سے ان کا پانی گرایا جائے پھر فضا میں ان کا پانی مل کر گرے تو تمام پانی پاک ہوجائے گا۔ (ت)

ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیۂ علامہ فاضل شامی قدس سرہ السامی میں ہے

من شاء فلیرجع الیھا **قلت** واذا کانت النجاسۃ تزول بھذا فزوال الکراھۃ من باب اولی فانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسۃ کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فمزیل المعلوم احق واحری بازالۃ الموھوم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے **قلت** جب اس طریقے سے نجاست زائل ہوجاتی ہے تو کراہت کا زوال بطریق اولٰی ہوگا وہ گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھوٹے میں نجاست کے وہم سے ہوتی ہے جیسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے پس جو چیز معلوم نجاست کو زائل کرتی ہے وہ موہوم نجاست کو زائل کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہے اور زیادہ مناسب ہے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اس ذات بزرگ وبرتر کا علم زیادہ کامل اور مضبوط ہے (ت)

مسئلہ ۱۷۰ از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابودین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے ذوی الاقتدار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان مذبوحہ رابدون برآوردن پروچاک شکمش در آب گرم انداختہ بروں برآوردہ پر ہائے برکندہ پزانند پس بعدم چاک شکم او کہ آلایش بطنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است در حلت وحرمت آں جانور مذبوحہ صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان فرمایند

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور متقی مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ذبح کی ہُوئی مُرغیوں کے پَر اکھیڑنے اور پیٹ چاک کیے بغیر ان کو گرم پانی میں ڈالتے ہیں پھر باہر نکال کر پَر اکھاڑ کر پکاتے چونکہ پیٹ چاک کرنے کی وجہ سے پیٹ کی آلائش اندر ہی رہتی ہے لہذا وہ مردار ہوگیا۔ بنابریں اس مذبوحہ جانور کے حلال وحرام ہونے میں شک پیدا ہوگیا

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

بسند عبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس مسئلہ کی کیا صورت ہوگی۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کی کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب

پیداست کہ مراد ایشان ازنیکار یختن ماکیان دریں آب نمی باشد بلکہ ہمیں ایصال حرارتے بظاہر جلدش تا مواضع بیخہائے پر سست و نرم شود و برکندن نیز آسان گردد اینقدر را تیز گرم آبی کہ بحد جوش و غلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب وجزء آں در اجزائے باطنۂ لحم باشد بلکہ اگر ایں چنیں کنند مقصود ایشاں را زیاں دارد پس ہمیں قدر کہ در آب خاترے نہادند یا در جوشش آب مہلت بسیارے نداد ند نجاست باجزائے گوشت سرایت نمی کند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہٰذا دریں صورت حکم مردار زنہار نتواں داد طہارت وحلت او را ہمیں بسند ست کہ لحم را سہ بار بہ آب شویند و فشرند و بکار برند۔

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل کا مقصد مرغیوں کو اس پانی میں پکانا نہیں ہے بلکہ یہی ان کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچانا ہے تاکہ پر کی جڑوں والی جگہ ڈھیلی اور نرم پڑ جائے اور پروں کا اکھاڑنا آسان ہو جائے۔ اس کام کے لیے اتنے گرم پانی کا ہونا ضروری نہیں جو جوش کی حالت کو پہنچ چکا ہو نہ ہی زیادہ ٹھہرنا جو پانی اور اس کے اجزا کا گوشت کے اندرونی اجزاء میں سرایت کرنے کا باعث بنے بلکہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے مقصد میں نقصان ہوگا۔ پس اتنے کام سے کہ نیم گرم پانی میں رکھیں یا ابلے ہوئے پانی میں زیادہ دیر نہ رکھیں نجاست، گوشت کے اجزاء میں سرایت نہیں کرتی محض ظاہری سطح تک پہنچتی ہے لہٰذا اس صورت میں ہرگز مردار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے پاک وحلال ہونے کے لیے یہی کافی سند ہے کہ گوشت کو تین بار پانی سے دھوئیں اور نچوڑیں اور کام میں لائیں۔ (ت)

آرے اگر ماکیان بحالت غلیان و فوران آب آں مقدار در آب مکث کرد کہ نجاست باطن بسبب جوشش و درنگ در قعر و عمق لحم نفوذ نمود آنگاہ بر قول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہیچ حیلہ او را طاہر وحلال نتواں ساخت۔

البتہ اگر مرغیوں کو ابلتے ہوئے پانی میں اتنا وقت رکھیں کہ پانی کے جوش اور اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے اندر کی نجاست گوشت کی گہرائیوں میں سرایت کر جائے تو اس وقت مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ مردار ہو جائیں گی، کیونکہ اسے کسی طریقے سے بھی پاک اور حلال نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم در فتح القدیر فرماید:

لو القیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنہا لتنتف او کرش قبل الغسل لا یطہر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطہر علی قانون ما تقدم فی اللحم۔

قلت وھو سبحنہ اعلم ھو معلل بتشربہا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتہر ان اللحم السمیط بمصر نجس لا یطہر لکن العلۃ المذکورۃ لا تثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیہ اللحم بعد ذلک زمانا یقع فی مثلہ التشرب والدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لا یصل الماء الی حد الغلیان ولا یترک فیہ الا مقدار ما تصل الحرارۃ الی سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلک الترک یمنع من جودۃ انقلاع الشعر فالاولٰی فی السمیط ان یطہر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلک الماء فانہم لا یتحرسون فیہ عن المنجس وقد قال شرف الائمۃ

محقق علی الاطلاق، دین وملت میں کامل سیدی امام محمد بن ہمام، اللہ تعالٰی ان کی ذاتِ والا صفات سے ہمیں برکت عطا فرمائے، فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اگر تم مرغی کے پیٹ کو چاک کرنے سے پہلے اسے دھوئے بغیر پر اُکھاڑنے کے لیے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دی تو وہ کبھی بھی پاک نہ ہوگی البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر گوشت کے بارے میں جو قانون گزر چکا ہے اس کا پاک ہونا ثابت ہے۔ (ت)

قلت وھو سبحنہ اعلم اس مذکورہ بالا قول کی علت یہ ہے کہ پانی کے جوش کے باعث وہ نجاست گوشت کے اندر جذب ہو جاتی ہے، اسی بنیاد پر مشہور ہے کہ مصر میں سمیط (بکری کا بچہ جس کے بال صاف کرکے اسے بھون لیا جائے) کا گوشت ناپاک شمار ہوتا ہے وہ پاک نہیں ہوتا، لیکن یہ علت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک پانی جوش کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اس کے بعد اس میں گوشت اتنی دیر تک نہ ٹھہرا رہے جس سے پانی گوشت کے اندر داخل ہو کر جذب ہو جائے۔ اور سمیط میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ نہ تو پانی جوش کی حد کو پہنچتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں اتنی دیر چھوڑا جاتا ہے کہ حرارت جلد کی سطح کے نیچے پہنچ جائے اور بالوں کے نیچے مساموں میں داخل ہو جائے بلکہ اس کو اس قدر (پانی میں) چھوڑنا اچھی طرح بال اکھاڑنے سے بھی مانع ہے پس سمیط کے بارے میں بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ اس نجس پانی سے جلد کا ظاہر ناپاک ہوگیا لہٰذا تین بار

بھذا فی الدجاجۃ والکرش والسمیط مثلھما[1] اھ وقال قدس سرہ قبل ذٰلک ناقلا عن التجنیس طبخت الحنطۃ فی الخمر قال ابویوسف تطبخ ثلٰث بالماء وتجفف کل مرۃ وکذا اللحم وقال ابوحنیفۃ لاتطھر ابدا وبہ یفتی اھ قال والکل عند محمد لاتطھر ابدا[2]۔

دھونے سے پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ لوگ ناپاک کرنے والی چیز سے پرہیز نہیں کرتے۔ شرف الائمہ نے مرغی اور کرش (جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھڑی) کے بارے میں یہی بات فرمائی اور سمیط ان دونوں کی مثل ہے الخ۔ صاحبِ فتح القدیر قدس سرہٗ نے اسے پہلے تجنیس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ گندم، شراب میں پکائی گئی اس کے بارے میں امام ابویوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے تین بار پانی میں پکایا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے۔ گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے اھ اور فرمایا یہ سب کچھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ (ت)

وازینجا بوضوح پیوست کہ ہرکہ ایں کار خواہد اولٰے واحوط در حقش آنست کہ اولاً ماکیان را شکم چاک و ازامعا پاک کند و خون مسفوح کہ بمحل ذبح منجمد مے شود شوید پس ازاں بہر آبے کہ خواہد نہد تا از نجس شدن لحم ایمن ماند سید علامہ احمد طحطاوی در حاشیہ درمختار فرمودہ فالاولی قبل وضعھا فی الماء المسخن ان یخرج مافی جوفھا ویغسل محل الذبح مما علیہ من دم مسفوح تجمد[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس کے لیے بہتر اور زیادہ محتاط یہ ہے کہ پہلے مرغی کا پیٹ چاک کرکے اسے آنتوں سے پاک کرے اور بہنے والے خون کو جو گردن وغیرہ پر جم جاتا ہے دھولے اس کے بعد جس پانی میں چاہے رکھے تاکہ گوشت کے ناپاک ہونے سے مطمئن ہو۔ علامہ احمد طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں رکھنے سے پہلے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے نکال لیا جائے اور ذبح کے مقام سے جما ہوا خون مسفوح دھولیا جائے اھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱ ازشہر کہنہ ۴۔ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرھا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۸۶

[2] " " " " " ۱/ ۱۸۵

[3] طحطاوی حاشیہ درمختار آخر باب الانجاس دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۶۴

الجواب

بادامی رنگ کی پُڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پُڑیا سے ورع کے لیے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطہارۃ والنجاسۃ۔

نص سے ثابت ہے کہ حرج دُور کیا گیا اور عموم بلویٰ اسبابِ تخفیف سے ہے خصوصاً مسائلِ طہارت اور نجاست میں۔ (ت)

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔

وقد ذکرنا علی ھذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاونا وسنحقق الامر بما لامزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسی مسئلہ پر اس سے بھی زیادہ بحث کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق معاون ہُوئی تو ہم اس سلسلے میں ایسی تحقیق کریں گے جس کے بعد مزید گنجائش نہیں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۲ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک، اور جس شے کی بیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے۔ اور جس کی نجاست خفیفہ ہے جیسے باز یا کوا، اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ۔ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مرغی، اس کی قے بھی نجاست غلیظہ۔ اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اسکا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہرحال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی۔ مثلاً مُرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھُو لگا اور نکل گیا

یہ پانی بیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ ما استحال الی نجاسۃ ولا لاقی محلھا (کیونکہ اس نے نجاست میں حلول نہیں کیا اور نہ ہی نجاست کی جگہ سے ملا۔ ت) بلکہ اسے سؤر یعنی جھوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے مل کر آیا ہے اُس جانور کا جھُوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا۔

اقول اتقن ھذا التحقیق النفیس فلعلك لا تجدہ مصرحا بہ فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمد اللہ من کلمات العلماء استنباطاً واضحاً کالصبح حین الاسفار۔

اقول اس نفیس تحقیق کو محفوظ کرلو شاید تم اسے بڑی کتب میں بھی بالتصریح نہ پاؤ بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اسے علماءِ کرام کے کلام سے روزِ روشن کی طرح واضح استنباط کیا ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ[1]

ہر جانور کا پتّا اس کے پیشاب کی طرح اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید میں ہے:

لانہ واراہ جوفہ[2] (کیونکہ اس نے اسے پیٹ میں چھپایا۔ ت)

درمختار میں ہے:

ینقضہ قیئ ملأفاہ من مرۃ او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المرئ فلا نقض اتفاقا[3] اھ ملخصا۔

صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچّے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وُہ نجاست سے مل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ ملخصا۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الاستنجاء | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۵۷

[2] ردالمحتار | " | " " | ۱/ ۲۳۳

[3] درمختار | نواقض الوضوء | " " | ۱/ ۲۵

وقد علم من له ادنی فهم وجه الاستنباط فی المسألتین واعلم انا بنینا الکلام علی ظاهر الروایة المصحح المرجح الواضح الوجه القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان ههنا فی بعض الصور کلام للکمال اجبنا[ع] عنه علی هامشه والحمد لله حمدا کثیرا والله تعالٰی اعلم۔

جس شخص کو ادنٰی سمجھ بھی حاصل ہے وہ دونوں مسئلوں میں استنباط کی وجہ جان سکتا ہے جان لو کہ ہمارے کلام کی بنیاد ظاہر روایت ہے جس کی تصحیح کی گئی اسے ترجیح دی گئی وہ نہایت واضح ہے اس کی دلیل قوی ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔ اگرچہ اس جگہ بعض صورتوں میں کمال نے کلام کیا ہے جس کا جواب ہم نے اس کے حاشیے پر دیا ہے۔ اللہ تعالٰی کے لیے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۳ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوگی بغیر مبالغہ کے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اُس کی تطہیر میں عدد اصلاً شرط نہیں بلکہ زوال عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہوجائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر بقائے عین پر دلیل تو زوال اثر مثل رنگ و بو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا، صابون یا گرم پانی وغیرہ سے چھُڑانے کی حاجت نہیں۔ درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بعد جفاف بزوال عینها واثرها ولو بمرة او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار او صابون ونحوه اھ[1] ملخصا۔

اصح قول کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ سے عینِ نجاست اور اس کا اثر دُور کردیا جائے، خواہ ایک مرتبہ سے یا تین سے بھی زیادہ مرتبہ سے دور ہو تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، اور ایسا اثر جو اس کے لیے لازم ہوچکا ہے (یعنی دور نہیں ہوتا) مثلاً رنگ اور بُو، تو اسے گرم پانی یا صابن وغیرہ کے ساتھ دُور کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اھ ملخصا (ت)

ع وقد تقدم فی المسألة العاشرة باب الوضوء (م)

اسکا جواب باب الوضوء کے دسویں مسئلہ میں گزر چکا ہے (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

اور غیر مرئیہ کہ سُوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علمائے کے دو قول ہیں ایک قول پر غلبۂ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہوجائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہوگیا اگرچہ یہ غلبۂ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں۔ اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں اس قول پر اگر یُوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی۔ ایک جماعتِ علمائے نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لیے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبۂ ظن پر عمل کرے، ان علماء کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت وسوسہ و عدمِ وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اُٹھا دیں۔

اقول الا ان ھذا التطبیق لا یکاد یلائم ظاھر اطلاق عامۃ المتون فان الموسوسین فی الناس اقل قلیل بالنسبۃ الی غیرھم واطلاق الحکم المختص بالغالب الکثیر غیر بعید ولا مستنکر بخلاف عکسہ کما لایخفٰی

اقول مگر یہ تطبیق عام متون کے ظاہر اطلاق کے مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وسوسے والے لوگ دوسروں کی نسبت بہت کم ہیں اور حکم کا اطلاق جو غالب اکثریت سے مختص ہے وہ (عقل سے) نہ تو بعید ہے اور نہ ہی غیر معروف، بخلاف اس کے عکس کے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

دُوسری جماعتِ ائمہ نے فرمایا قول ثانی قول اول کی تحدید و تقدیر ہے یعنی یہ غلبۂ ظن غالباً تین بار میں حاصل ہوتا ہے۔

ای وانما العبرۃ للغالب وعلیہ تبتنی الاحکام ویقطع النظر عن القلیل النادر۔

یعنی اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور احکام کی بنیاد بھی یہی ہے، قلیل وکمیاب سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر دونوں قول قولِ ثانی کی طرف عود کر آئیں گے ہدایہ وکافی و درر وغنیہ وتنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک وہ بہت قریبِ قیاس ہے ـــــ بالجملہ دونوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح۔

اقول مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالباً اُسی میں احتیاط زیادہ اور اُس میں انضباط ازید اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مُداہن و بے پروا ہیں انھیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں اُن کی بے پرواہی کی مطلق العنانی ہے لہٰذا قول ثانی ہی پر عمل انسب والیق ہے اور ہدایہ وکافی کی توفیق حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں۔ بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوال نجاست کا ظن غالب نہ ہو اور غالباً بلامبالغہ سرسری طور پر ایک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق طہارت حاصل نہ ہوگی۔

درِمختار میں ہے:

يطهر محل غير مرئية بغلبة ظن غاسل لومكلفا والا فمستعمل طهارة محلها بلاعدد به يفتى وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر وبتثليث جفاف فى غير منعصر[1] اھ ملخصا۔

جس جگہ نجاست دکھائی نہ دیتی ہو اگر دھونے والے کو غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے ورنہ اس جگہ کی طہارت کے لیے گنتی کے بغیر پانی استعمال کیا جائے اسی پر فتوٰی ہے اور وسوسہ والے کے لیے جس چیز کو نچوڑنا ممکن ہے اسے تین بار دھونا اور یوں نچوڑنا کہ اب قطرے نہ گریں اور جس چیز کو نچوڑنا ممکن نہیں اس کو تین بار خشک کرنا مقرر ہے۔ اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بلاعدد به يفتى، كذا فى المنية وظاهرة انه لوغلب على ظنه زوالها بمرة اجزأه وبه صرح الامام الكرخى فى مختصره واختاره الامام الاسبيجابى وفى غاية البيان ان التقدير بالثلث ظاهر الرواية وفى السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلث مختار البخاريين والظاهر الاول ان لم يكن موسوسا وان كان موسوسا فالثانى اھ بحر قال فى النهر وهو توفيق حسن اھ وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الا فى الموسوس وهو ما مشى عليه المصنف واستحسنه فى الحلية وقال وقد مشى الجم الغفير عليه فى الاستنجاء۔

اس (صاحبِ درمختار) کا قول "بلاعدد" (گنتی شرط نہیں) پر فتوٰی ہے، منیہ میں بھی اسی طرح ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہوجائے تو یہی کافی ہے۔ امام کرخی نے اپنی مختصر میں اسی کی تصریح فرمائی اور امام اسبیجابی نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ تین بار کا مقرر کرنا ظاہر روایت ہے۔ سراج میں ہے کہ عراقیوں کے نزدیک غلبۂ ظن کا اعتبار مختار ہے جبکہ تین بار کا اندازہ بخارا والوں کا مختار ہے۔ اور پہلا ظاہر ہے اگر وسوسے والا نہ ہو، اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو دوسری بات ظاہر ہے اھ (بحرالرائق انتہٰی) نہرالفائق میں فرمایا کہ یہ اچھی تطبیق ہے اھ۔ صاحبِ مختار نے بھی یہی راستہ اختیار کیا کہ انہوں نے وسوسہ نہ کرنے والوں کے بارے میں اسی کا اعتبار کیا ہے مگر وسوسہ کرنے والے کے بارے میں ان کا وہی موقف جس پر مصنف (صاحبِ درمختار) چلے ہیں اور حلیہ نے بھی اسی کو مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا استنجاء کے بارے میں جم غفیر کا یہی مسلک ہے (ت)

اقول وهذا مبنى على تحقق الخلاف

اقول میں (علامہ شامی) کہتا ہوں اس کی

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

وھو ان القول بغلبة الظن غیر القول بالثلث قال فی الحلیة وھو الحق واستشھد لہ بکلام الحاوی القدسی والمحیط۔

بنیاد (دونوں باتوں میں) ثبوتِ اختلاف پر ہے یعنی جب غلبۂ ظن کا قول تین کے قول کا غیر ہو حلیہ میں فرمایا یہی حق ہے اور انہوں نے اس پر حاوی قدسی اور محیط کے کلام سے شہادت پیش کی ہے۔ (ت)

اقول وھو خلاف ما فی الکافی مما یقتضی انھما قول واحد وعلیہ مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بھذا ان المذھب اعتبار غلبة الظن وانھا مقدرة بالثلث لحصولھا بھا فی الغالب وقطعاً للوسوسة وانہ من اقامة السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقتہ عسر کالسفر مقام المشقة اھ وھو مقتضی کلام الھدایة وغیرھا واقتصر علیہ فی الامداد وھو ظاھر المتون حیث صرحوا بالثلث اھ[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اقول (میں (علامہ شامی) کہتا ہوں) یہ (اختلاف) اس کے خلاف ہے جو کافی میں ہے اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قول ہیں۔ شرح منیہ میں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب میں غلبۂ ظن کا اعتبار ہے اور وہ تین بار کا اندازہ ہے کیوں کہ غالب یہی ہے تین بار دھونے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور یہ کہ سبب ظاہر کو اس مسبب کے قائم مقام رکھنا ہے جس کی حقیقت پر اطلاع مشکل ہے جیسے سفر مشقت کے قائم مقام ہے اھ ہدایہ وغیرہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے اور الامداد میں بھی اسی پر اختصار کیا گیا ہے۔ ظاہر متون بھی یہی ہیں کیونکہ انہوں نے تین کی تصریح کی ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جُوتے پر پیشاب پڑگیا اور اس پر خاک جم کر تندار ہوگیا تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جُوتے پر اگر پیشاب پڑگیا اور اس پر خاک جم گئی تو ایسے ملنے سے جس سے اُس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۲

فی الدر المختار ویطھر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرھا والا جرم لھا فیغسل انتھی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے موزہ اور اس کی مثل جیسے جُوتا (وغیرہ) اگر جسم والی نجاست سے ناپاک ہوجائیں اور یہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہو اگرچہ (یہ جسم نجاست کے) غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس پر مٹی پڑگئی، تو یہ ایسے رگڑنے سے پاک ہوجائیں گے جس سے اثر زائل ہوجائے اسی پر فتوٰی ہے اور جس نجاست کا جسم نہ ہو اسے دھویا جائے گا اھ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۵ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدّا رُوئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے، بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدّا خوب تر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدّے سے ملتی تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشك (یقین، شک سے دُور نہیں ہوتا۔ ت) ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدّے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدّے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدّے میں خاص اُس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدّے کے محلِ نجاست کو تر کرے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کرسکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہوکر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کر ایسے ہی رطوبت کے

---

[1] دُرمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

اجزا دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں)

جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وُہ موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرطوں میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے۔ مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابلِ تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کے ہیں۔

هذا هو التحقيق الذی عولنا عليه لظهور وجهه ولكونه احوط وان كان الكلام فی المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه فی رد المحتار اخر الانجاس واخر الكتاب وفيه عن البرهان ولا يخفی منه انه لا يتيقن بانه مجرد نداوة الا اذا كان النجس الرطب هو الذی لا يتقاطر بعصره اذ يمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولا ينبع منه شئ بعصره كما هو مشاهد عند البداية بغسله[1] اھ وفيه عن الامام الزيلعی لانه اذا لم يتقاطر منه بالعصر لا ينفصل منه شئ وانما يبتل مايجاوره بالنداوة وبذلك لا يتنجس[2] الخ وفيه عن الخانية اذا غسل رجله فمشی علی ارض نجسة بغير مكعب فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض

یہی وُہ تحقیق ہے جس پر ہم نے اعتماد کیا کیونکہ اس کا سبب ظاہر ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اگرچہ اس مسئلہ میں کلام کا دامن نہایت طویل ہے جس میں سے کچھ ردالمحتار میں باب الانجاس اور کتاب ردالمحتار کے آخر میں مذکور ہے۔ اور اس میں البرہان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ اس کے محض رطوبت ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا مگر جب کہ تر نجاست کے نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں کیوں کہ ممکن ہے کہ خشک کپڑے کو بہت سی نجاست لگے اور نچوڑنے سے اس سے کچھ نہ نکلے جیسا کہ اسے دھونے کا آغاز کرتے وقت مشاہدہ ہوتا ہے الخ۔ اسی (ردالمحتار) میں امام زیلعی سے نقل کیا کہ جب نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں تو اس سے کچھ بھی جُدا نہ ہوگا اور اس سے ملنے والی چیز محض مجاورت (ملنے) سے تر ہوگی اور اس سے وُہ ناپاک نہیں ہوتی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۵

[2] ردالمحتار مسائل شتّٰی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۷

لکن لم یظہر اثر بلل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ وان کان بلل الماء فی رجلہ کثیرا حتی ابتل وجہ الارض وصار طینا ثم اصاب الطین رجلہ لا تجوز صلاتہ[1] الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اسی (ردالمحتار) میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص پاؤں دھوکر جُوتے کے بغیر ناپاک زمین پر چلا اور اس کے پاؤں کی رطوبت سے زمین تر ہوگئی اور زمین پر نشان لگ گیا لیکن زمین کی رطوبت اس کے پاؤں میں ظاہر نہیں ہوئی اب اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر پاؤں میں پانی کی رطوبت زیادہ تھی حتی کہ زمین کا ظاہر تر ہوگیا اور کیچڑ پاؤں میں لگ گیا تو اس کی نماز جائز نہیں الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۶ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول میں یا چُونے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

چُوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ اشیا کھالی جائیں بشرطیکہ اس کا رنگ یا بُو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر چُونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۸

رسالہ

سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب [۱۲][۱۳]

کتے کی طہارتِ عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان

مسئلہ ۱۷۷ ازبنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۸- رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الیٰ یوم الدین اس میں کہ زید تو مستنداً بقولہ تعالیٰ ویسئلونك ماذا احل لھم[۱]، الآیۃ (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا حلال ہے ۔ ت) ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید قتلہ الکلب المعلم المرسل ولم یاکل منہ (اور ان احادیث کو دلیل بناتے ہوئے جن میں ایسے شکار کے کھانے کا حکم ہے جسے سکھائے ہوئے اور چھوڑے ہوئے کتے نے شکار کیا لیکن اس سے کچھ نہیں کھایا ۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ حدیث عدی بن حاتم ہے :

قال قلت یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیك قلت

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! ہم سکھائے ہوئے کتوں کو (شکار پر) چھوڑتے ہیں

---

[۱] القرآن ۵/۴

وان قتلن قال وان قتلن الحدیث۔[1] (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: "جو کچھ وُہ تمہارے لیے روک رکھیں اسے کھاؤ۔" میں نے عرض کیا "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں؟" فرمایا: "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں" الحدیث (ت)

اور احادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیۃ وصید وزرع وغنم (جانوروں کی حفاظت، شکار، کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتّا رکھنے کی اجازت کے بارے میں احادیث۔ ت) کہ از انجملہ ایک یہ حدیث عبداللہ بن مغفل ہے:

قال انی لممن یرفع اغصان الشجرۃ عن وجہ رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امۃ من الامم لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود بھیم وما من اھل بیت یرتبطون کلبًا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الا کلب صید او کلب حرث او کلب غنم۔[2]

آپ فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے ہُوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے آگے سے ٹہنیاں اٹھا رہے تھے جب آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر کتّے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس ہر سیاہ کتّے کو مار دو، اور جو لوگ گھروں میں کتا رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کُتّا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کُتّا (اس سے مستثنٰی ہے)۔ (ت)

واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصید (شکاری کتے کی حصولِ قیمت کے بارے میں آپکی اجازت سے متعلق احادیث۔ ت) کہ از انجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال رخص رسول اللہ فی ثمن کلب الصید۔[3]

فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت فرمائی ہے (ت)

وحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی عہد رسول اللہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں

---

[1] جامع الترمذی باب ما یؤکل من صید الکلب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۷

[2] " باب من امسک کلبًا ما ینقص من اجرہ " " " ۱/ ۱۸۰

[3] مسند امام اعظم ابوحنیفہ کتاب البیوع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۹

فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک[1]

کتے (ادھر اُدھر) آتے جاتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے (یعنی کتوں کے ان کے ساتھ چھونے سے) کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔ (ت)

وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قال علیہ الصلٰوۃ والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چمڑے کو رنگ لیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

ومستدلا باقوال علمائنا الحنفیۃ (اور ہمارے علماء حنفیہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جو عامہ کتب فقہ میں ہے:

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والآدمی[3]

خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور دُوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے:

ولیس الکلب بنجس العین[4]

اور کتا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور تیسرا یہ جو تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

اعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوٰی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ[5]

جان لو! امام اعظم کے نزدیک کتا نجس عین نہیں۔ اور اسی پر فتوٰی ہے، اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے نجس ہونے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن الشحنہ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور چوتھا یہ جو ردالمحتار میں ہے:

وھو (ای عدم کون الکلب نجس العین) الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع و

اور وہ (یعنی کُتّے کا نجس العین نہ ہونا ہی) صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ہے، بدائع۔ متون سے

---

[1] صحیح البخاری	باب اذا شرب الکلب فی الاناء	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۹
[2] جامع الترمذی	باب جاء فی جلود المیتۃ	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۲۰۶
[3] منیۃ المصلی	فصل فی النجاسۃ	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور	ص ۱۰۸
[4] ہدایہ شریف	قبیل فصل فی البئر	المکتبۃ العربیۃ، کراچی	۱/ ۲۴
[5] درمختار	باب المیاہ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/ ۳۸

وھوظاھر المتون بحر و مقتضی عموم الادلۃ فتح[1]۔

یہی ظاہر ہوتا ہے البحرالرائق۔ عام دلائل کا مقتضی یہی ہے، فتح القدیر (ت)

اور پانچواں یہ جو عالمگیری میں ہے:

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین[2]۔

صحیح یہ ہے کہ کتا نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور چھٹا یہ جو عنایہ میں ہے:

الاصح ان الکلب لیس بنجس العین[3]۔

اصح بات یہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور ساتواں یہ جو غایۃ البیان میں ہے:

فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشایخ و الاصح انہ لیس بنجس العین[4]۔

اس کے نجسِ عین ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور آٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے:

یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح[5]۔

کتے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور نواں یہ جو نہرالفائق میں ہے:

یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ما علیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ[6]۔

کتے کا چمڑا بھی پاک ہوجاتا ہے اور اس کی بنیاد وہ مُفتٰی بہ قول ہے کہ یہ ذاتی طور پر پاک ہے اگرچہ بعض فقہائے اس کے ناپاک ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

اور دسواں یہ جو شامی میں ہے:

فمعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ

اس کے طاہر عین ہونے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[2] فتاوٰی عالمگیری الفصل الاول من الباب الثالث مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹
[3] العنایۃ مع فتح القدیر قبیل فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۲
[4] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ / من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۸
[5] مراقی الفلاح مع الطحطاوی فصل یطھر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۰
[6] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

مادام حیا وطہارۃ جلدہ بالدباغ والذکاۃ وطہارۃ مالا تحلہ الحیوۃ من اجزائہ کغیرہ من السباع[1]۔

زندہ ہے ذاتی طور پر پاک ہے۔ اس کا چمڑا دباغت یا ذبح (شرعی) کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے نیز اس کے جن اجزاء میں زندگی سرایت نہیں کرتی دوسرے درندوں کی طرح وُہ بھی پاک ہیں۔ (ت)

اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے:

قلت لم یتضح لی الی الاٰن دلیل علی کونہ نجس العین ودلائل المثبتین کلھا مخدوشۃ[2]۔

میں کہتا ہُوں اب تک مجھے اس کے نجس عین ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں ملی، نجس ثابت کرنے والوں کے تمام دلائل کمزور ہیں۔ (ت)

اور بارھواں وہ جو مولوی عبدالحی لکھنوی نے تعلیق ممجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہب پر دباغت سے مطلقاً دلالت کرتی ہیں کہا ہے:

وبھذہ الاحادیث ونظائرھا ذھب الجمھور الی الطہارۃ بالدباغۃ مطلقا الا انھم استثنوا من ذلک جلد الانسان لکرامتہ وجلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ واستثنی ایضا جلد الکلب من ذھب الی کونہ نجس العین وھو قول جمع من الحنفیۃ وغیرھم ولم یدل علیہ دلیل قوی بعد[3]۔

ان احادیث اور ان کی مثل پر بنیاد رکھتے ہوئے جمہور فقہاء نے دباغت کے ذریعے مطلقاً طہارت کی راہ اختیار کی ہے مگر انہوں نے اس سے انسان کے چمڑے کو اس کی عزّت کی بنیاد پر اور خنزیر کے چمڑے کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی قرار دیا ہے اور جو لوگ کتّے کو نجسِ عین سمجھتے ہیں انہوں نے اس کو بھی مستثنٰی کیا ہے احناف کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ فقہاءِ کرام کا یہی قول ہے لیکن ابھی تک اس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں پائی گئی۔ (ت)

اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے:

اختلف المشایخ فی التصحیح والذی یقتضیہ

تصحیح میں علما کا اختلاف ہے اور "ایما اھاب"

---

[1] ردالمحتار قبیل فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹
[2] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈیمی لاہور ۱/۴۰۹
[3] تعلیق ممجد لعبدالحی اللکھنوی

عموم ایما اھاب طہارۃ عینہ ولم یعارضہ مایوجب نجاستہا فوجب حقیۃ عدم نجاستہا۔[1]

(جو بھی چمڑا) کا عموم طہارتِ عین کا مقتضی ہے اور اس کے مقابلے میں نجاست کو واجب کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا نجس نہ ہونا حق ہوا۔ (ت)

کہتا ہے کہ کُتّا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں توجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلاضرورت کتّے سے ازروئے اصطیاد کے جوازِ انتفاع پر بلکہ بجز کھانے کے اور اُس سے سب طرح کے فائدے اُٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، قرطبی نے کہا ہے:

وقد ذکر بعض من صنف فی احکام القراٰن ان الایۃ تدل علی ان الاباحۃ تناولت ماعلمنا الجوارح وھو ینظم الکلب وسائر جوارح الطیر وذلك یوجب اباحۃ سائر وجوہ الانتفاع فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بہا بسائر وجوہ المنافع الاماخصہ الدلیل وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب وسباع الطیر۔[2]

احکامِ قرآن کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اباحت ان تمام شکاری جانوروں کو شامل ہے جن کو ہم سکھائیں اور اس میں کتّا اور تمام شکاری پرندے بھی شامل ہیں اور یہ (جواز) انتفاع کے تمام طریقوں کی اباحت کو واجب کرتا ہے پس یہ کتّے اور (دیگر) شکاری جانوروں کو بیچنے اور ان سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جس کو دلیل نے خاص کرلیا ہو، اور وہ شکاری جانوروں یعنی کسب کرنے والے کتّوں اور درندوں کو کھانا ہے (اور یہ جائز نہیں)۔ (ت)

اور کسی چیز سے بلاضرورت انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدمِ نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدمِ نجاست پر بھی دلالت کی کما ھو ظاھر (جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ ت)

اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کتّے کیچڑ میں بھرے ہُوئے پانی میں بھیگے ہُوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے رش بھی نہ ثابت ہوا تو ان کے اجسام اور اعیان کے عدمِ نجاست ثابت ہُوئی۔

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] الجامع لاحکام القرآن زیر آیۃ وما علمتم من الجوارح الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۶۶

اور احادیث اذن فی اقتناء الکلب (کتا رکھنے کی اجازت سے متعلق احادیث ۔ ت) کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحی نے سعایہ میں کہا ہے:

نعم لہا دلالۃ علی طہارۃ جسمہ وعدم تنجس عینہ البتۃ فان الاذن فی اقتنائہ دال علی انہ لیس بنجس العین[1]۔

ہاں اس کے جسم کے پاک ہونے اور نجس عین نہ ہونے پر یقیناً دلیل ہے کیونکہ اسے رکھنے کی اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نجس عین نہیں۔ (ت)

اور باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور عمرو استدلالاً باحادیث الامر بقتل الکلاب (کتوں کو ہلاک کرنے کے حکم سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ ت) واحادیث عدم دخول الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب (جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بارے میں احادیث۔ ت) واحادیث الامر بغسل الاناء من ولوغ الکلب سبعا او ثمانیا او ثلثا واہراق ما فضل من شربہ (کتے کے چاٹنے سے برتن کو سات یا آٹھ یا تین بار دھونے اور اس کے پینے سے جو بچ جائے اسے بہا دینے کے بارے میں احادیث۔ ت)

وحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی الی دار اٰخرین فلم یجب فقیل لہ فی ذلک فقال ان فی دار فلان کلبا فقیل لہ وان فی دار فلان ہرۃ فقال الہرۃ لیست بنجسۃ انما ھی من الطوافین علیکم والطوافات[2]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم نے دعوت دی، آپ نے قبول کرلی۔ اور آپ کو دوسروں کے گھر میں بلایا گیا تو آپ نے قبول نہ کیا، اس بارے میں آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتا ہے۔ عرض کیا گیا اور فلاں کے گھر میں بلی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بلی ناپاک نہیں اور وہ تمہارے پاس آنے جانے والے (غلاموں) اور آنے جانے والی (لونڈیوں) کی طرح ہے۔ (ت)

وتمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیۃ کہ ازانجملہ ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے:

الصحیح من المذہب عندنا ان الکلب نجس[3]۔

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا ناپاک ہے۔ (ت)

---

[1] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ احکام الاسآر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۴۶
[2] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۱/۲۵
[3] المبسوط للسرخسی سؤر ما لا یوکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/۴۸

اور دوسرا یہ جو ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے:

فی فتاوٰی قاضی خان ما یدل علی ان الکلب نجس العین و فی موضع آخر ما یدل علی انہ لیس کذلک و سمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول[1]

فتاوٰی قاضی خان میں ایسی بات ہے جو کتے کے نجسِ عین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی میں) دوسری جگہ وُہ بات ہے جس میں ایسا نہ ہونے پر دلالت ہے اور میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک صحیح روایت، پہلی ہے (یعنی نجسِ عین)۔(ت)

اور تیسرا یہ جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتبِ فقہ میں ہے:

اذا سد کلب عرض النھر و یجری الماء فوقہ ان کان ما یلاقی الکلب اقل مما لا یلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والا لا[2]۔

اگر کتا نہر کی چوڑائی بند کرلے اور پانی اس کے اوپر سے جاری ہو تو اگر کتے سے ملا ہوا پانی اس سے کم ہے جو اس (کے جسم) سے ملا ہوا نہیں ہے تو (نہر کی) نچلی جانب سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں(ت)

کہتا ہے کہ کتا نجس العین ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل کلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور احادیث امر بغسل انار کا تو جواب یہ دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضُعف ہے۔ احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر ان کی نجاست کے سبب سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکور ہی کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اس کا نسخ وارد ہوچکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناعِ ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہوسکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو۔

قال العلامۃ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات و بعض الکلاب یسمی شیطانا و الملٰئکۃ

علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے نہ آنے کا باعث کتوں کا بکثرت نجاست کھانا ہے، اور بعض کتوں کو تو شیطان کہا جاتا ہے اور فرشتے شیطان

---

[1] شرح النقایۃ لابی المکارم

[2] شرح الوقایۃ بیان ما یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۸۴

ضد الشیاطین و لقبح رائحۃ الکلب و الملٰئکۃ تکرہ الرائحۃ الخبیثۃ و لا نھا منھی عن اتخاذھا فعوقب متخذھا بحرمانہ دخول الملٰئکۃ بیتہ[1]۔

کی ضد ہیں، نیز کتا بدبودار ہوتا ہے اور فرشتے بدبُو کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ کتا رکھنے سے منع کیا گیا پس اسے رکھنے والے کو یوں سزا دی گئی کہ اس کے گھر میں فرشتوں کا داخلہ نہیں ہوتا۔(ت)

اور نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اُس میں فرشتے نہیں آتے اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفۃ میں اور ابن قانع نے سوط بن غزی سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور متضمخ بخلوق[2] پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے عمار سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازہ کافر پر خیر سے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر اور جنازہ کافر اور متضمخ بزعفران وغیر ذلک پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل انا ر کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے، ہاں نجاست لعابِ کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اُس کے عین کی نجاست پر۔ اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اولاً تو یہ دیتا ہے کہ مولٰنا الہداد جونپوری نے حاشیہ ہدایہ میں اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی دار قوم من الانصار و دونھم دار فیشق ذلک علیھم فقالوا یا رسول اللہ تاتی دار فلان ولا تاتی دارنا فقال

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چند انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے ان میں سے نیچے کی جانب ایک گھر تھا ان پر یہ بات گراں گزری تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ فلاں

---

[1] حیوۃ الحیوان الکبرٰی زیر لفظ الکلب مصطفی البابی حلبی مصر ۲/۲۹۰

[2] خلوق (ایک خاص قسم کی خوشبو) لگانے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان فی دارکم کلبا قالوا فان فی دارھم سنورا فقال النبی السنور سبع[1]۔

کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے گھر کتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو ان (فلاں) کے گھر بلّی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلّی ایک درندہ ہے۔ (ت)

کے ساتھ پایا تو اول تو اصح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں۔

قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعد ذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابازرعة عنه فقال لم یرفعه ابونعیم وھو اصح وعیسٰی[عه] لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعه علی ھذا الحدیث الامن ھو مثله او دونه وقال ابن حبان خرج عیسی عن حد الاحتجاج وکما ذکره الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد به عیسی عن ابی زرعة وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقد ضعفه ابوحاتم وابوداود وغیرھما وقال ابن الجوزی لایصح[2] انتھی ملخصا۔

حافظ ابن حجر (عسقلانی) نے تلخیص میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا ابن ابی حاتم نے علل میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ سے پُوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابونعیم نے اسے مرفوع ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور عیسٰی (راوی) قوی نہیں۔ عقیلی نے فرمایا اس حدیث میں ان کی متابعت وہی کرے گا جو اس کی مثل یا اس سے کم (درجہ میں) ہو۔ ابنِ حبان نے کہا، عیسٰی حجت کی حد سے نکل گیا (یعنی اس کی بات کو دلیل نہیں بنا سکتے) اور حاکم نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوزرعہ سے روایت کرنے میں عیسٰی متفرد ہیں اور وُہ سچّے ہیں ان پر کبھی جرح نہیں ہُوئی، انہوں نے اسی طرح کہا (لیکن) ابوحاتم اور ابوداؤد کے علاوہ دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا، اور ابن جوزی نے کہا یہ صحیح نہیں انتہی ملخصا (ت)

اور تیسرے بر تقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب

عه ھذا احد رواۃ ھذا الحدیث ۱۲ م)

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ ہیں۔ (ت)

۱؎ مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۲۷

۲؎ التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۵

پر ہرگز دلالت نہیں ۔ ہاں بلّی کے مثل کُتّے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے اور ثانیاً یہ کہ بر تقدیر اس کے اُس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتّے کا بہ نسبت بلّی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ کما لایخفی علی من لہ طبع سلیم و ذہن مستقیم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کی فطرت سلیم اور ذہن ٹھیک ہے ۔ ت) اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلّی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلّی کے، اور بحث اس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اُس پر دلالت نہیں فتدبر، اور اقوالِ فقہا میں سے اُن دونوں قولوں کا تو جو مبسوط اور شرح نقایہ میں ہیں جواب یہ دیتا ہے کہ اول تو ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور اُن اقوال میں جو میرے دلائل میں ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ اقرب الی الصواب اور لفظ اصح کہا ہے وقد صرحوا بان لفظ الاصح اکد من الصحیح فیتبع الاکد کما صرح بہ فی ردالمحتار[1] (فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ "اصح" لفظ "صحیح" سے زیادہ مؤکد ہے پس جس میں زیادہ تاکید ہے اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تصریح کی گئی ہے ۔ ت)

اور دوم اگر ہم مساوات لفظ تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوٰی تو اس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بما علیہ الفتوی دون غیرہ (پس اسے اختیار کیا جائے جس پر فتوٰی ہے نہ کہ اس کے غیر کو ۔ ت)

اور سوم اگر ہم اختلاف فتوٰی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بموجب قاعدہ اذا اختلف التصحیح و الفتوی فالعمل بما فی المتون اولٰی[2] (جب تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف ہو تو جو کچھ متون میں ہے اس پر عمل کرنا اولٰی ہے ۔ ت) کے عمل ما فی المتون ہی پر کیا جائے گا ۔

والمراد بالمتون لیس جمیع المتون بل المختصرات التی الفہا حذاق الائمۃ وکبار الفقہاء المعروفین بالعلم والزہد والفقہ و الثقۃ فی الروایۃ کابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم والشہید

متون سے مراد تمام متون نہیں بلکہ وہ مختصر کتب ہیں جن کو ماہر ائمہ اور فقہاء کبیر جو علم، زہد، فقہ اور روایت میں ثقاہت کے ساتھ مشہور ہیں، نے تالیف کیا جیسے ابوجعفر طحاوی، کرخی، حاکم، شہید، قدوری اور وہ لوگ جو اس طبقے

---

[1] الدرالمختار علی حاشیۃ ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۰

[2] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح " " " ۱/۴۹

والقدوری ومن فی هذه الطبقة وقد کثر عماد المتأخرین علی الوقایة لبرهان الشریعة وکنز الدقائق لابی البرکات و المختار لابی الفضل ومجمع البحرین لمظفر الدین ومختصر القدوری لاحمد بن محمد وذلك لما علموا من جلالة مولفیها والتزامهم ایراد مسائل معتمد علیها واشهرها ذکرا وقولها اعتمادا الوقایة والکنز ومختصر القدوری وهی المراد بقولهم المتون الثلثة۔

میں شامل ہیں متاخرین کا برہان الشریعۃ کے وقایہ، ابوالبرکات کی کنزالدقائق اور ابوالفضل کی المختار، مظفرالدین کی مجمع البحرین اور احمد بن محمد کی مختصرالقدوری پر بہت زیادہ اعتماد ہے، اور یہ اس لیے کہ انہیں ان کتب کے مولفین کی جلالت علمی نیز قابلِ اعتماد مسائل ذکر کرنے کے التزام کا علم تھا۔ ان میں سے ذکر کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور قول کے اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ وقایہ، کنزالدقائق اور مختصرالقدوری ہے اور فقہاء کرام کے قول متون سے یہی "تین متون" مراد ہیں۔ (ت)

تو ان سب میں علی الخصوص ان متون ثلثہ میں بجز اس کے طاہرالعین ہونے کے اور کچھ نہیں ہے وللہ الحمد۔ اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلبِ میّت ہے۔ حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں کہا ہے:

قولہ واذا سد کلب ای میت[1]

قولہ اور جب کتا (نہر کی چوڑائی) بند کرے، یعنی مردہ (کتا)۔ (ت)

اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور برتقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اُس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز اس میں کہ برتقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو ردالمحتار میں نقلاً عن البدائع ہے

قال مشایخنا من صلی وفی کمہ جرو تجوز صلاتہ وقیدہ الفقیہ ابوجعفر الھندوانی بکونہ مشدود الفم[2]۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین میں کتے کا بچہ تھا تو اس کی نماز جائز ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے قید لگائی ہے کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں نقلاً عن المحیط ہے:

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ کتاب الطہارۃ مطبعۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

صلی ومعہ جرو کلب اوما لایجوز الوضوء بسورہ قیل لم یجز والاصح انکان فمہ مفتوحالم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فینجس لواکثر من قدر الدرھم ولو کان مشدودا بحیث لایصل لعابہ الی ثوبہ جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر ولایتنجس الابالموت ونجاسۃ باطنہ فی معدنہا فلایظھر حکمہا کنجاسۃ باطن المصلی۔[1]

کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس کتے کا بچّہ یا وُہ چیز تھی جس کے جھُوٹے سے وضو جائز نہیں، تو کہا گیا (نماز) جائز نہیں، یقیناً زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھُلا ہُوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہہ کر اسے ناپاک کر دے گا جبکہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب نمازی کے کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ مرنے کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا، اندرونی نجاست اپنے اصل مقام پر ہے لہذا نمازی کے پیٹ کی نجاست کی طرح اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہو گا۔ (ت)

اور نیز یہ جو اُس میں نقلاً عن الحلیۃ ہے:

والاشبہ اطلاق الجواز عندامن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصلاۃ۔[2]

زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے جبکہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے اس قدر (لعاب) جاری ہونے سے بے خوف ہو جو مانع طہارت ہے۔ (ت)

بوجہ اس کے اُس پر یعنی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنی علی الصحیح صحیح (جس کی بنیاد صحیح پر ہو وُہ صحیح ہوتا ہے۔ ت) کے صحیح ہو گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی اعطی کل شیئ خلقہ ثم ھدی فکان اصل کل شیئ طاھرا اذ من القدوس الطاھر بدا وصلی اللہ تعالٰی علی السید الطیب الطاھر الذی میز

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو اسکے لائق صورت دی پھر اسے ہدایت دی، پس ہر چیز کی اصل پاک ہے کیونکہ وہ پاکیزہ طاہر ذات کی طرف سے ظاہر ہُوئی طیب و طاہر سردار پر

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ایضاً

الخبيث من الطيب بنور الهدى وعلى اٰله الاطائب وصحبه الطاهر و بارك وسلم دائما ابدا قال احد كلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفر الله له وحقق امله اٰمين قول زيد اصح وارجح واحق بالقبول و اوفق بالمنقول و المعقول ہے۔

جس نے نورِ ہدایت کے ساتھ ناپاک کو پاک سے جُدا کر دیا آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور سلامتی ہمیشہ ہمیشہ نازل ہو۔ سگِ بابِ نبوی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کرے اور اس کی امید کو ثابت و سچ کرے (آمین) نے کہا کہ زید کا قول زیادہ صحیح، راجح اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے نیز معقول و منقول کے زیادہ موافق ہے (ت)

اور اس کے اکثر دلائل وجوابات صحیح ونجیح وقابل قبول فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب ہے صحیح واصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن و حدیث ومختار وماخوذ للفتوی عند جمہور مشایخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور اور مسئلہ خود کثیر الدور ومعروف ومشہور لہٰذا ادائے لحق الجواب وکشف الصواب جمیع ابحاث متقدمہ حدیث وفقہ و ترجیح وتزییف میں اضافہ چند فائدہ زائدہ منظور

اما الحديث فنذكر ما ذكرا صحابنا ثم نورد تحقيق الرواية ثم نشير الى تنقيح الدراية

رہی حدیث تو ہم وہی ذکر کرینگے جو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا پھر روایت کی تحقیق لائیں گے اسکے بعد درایت کی درستگی بیان کرینگے۔ (ت)

آثار عدیدہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا مہر مقرر کر سکتے ہیں۔

قال العلامة على القارى عليه رحمة البارى فى المرقاة كتاب البيوع باب الكسب تحت حديث ابى مسعود الانصارى رضى الله تعالٰى عنه ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب ما نصه هو محمول عندنا على ما كان فى زمنه صلى الله تعالٰى عليه وسلم حين امر بقتله وكان الانتفاع به يومئذ محرما ثم رخص فى الانتفاع به حتى روى انه قضى فى كلب صيد قتله رجل

علامہ ملا علی قاری ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، نے مرقاۃ کے کتاب البیوع، باب الکسب میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا" کے تحت فرمایا "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جب آپ نے اسے مار دینے کا حکم دیا اور ان دنوں اس سے نفع حاصل کرنا حرام تھا پھر اس سے انتفاع کی اجازت دے دی

بأربعين درهما وقضى في كلب ماشية بكبش ذكره ابن الملك[1] اھ۔

یہاں تک مروی ہے کہ ایک شخص نے شکاری کتا ہلاک کردیا تو آپ نے (اس کے خلاف) چالیس درہم کے ساتھ فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کے لیے رکھے گئے کتے کے سلسلے میں ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ فرمایا اسے ابن الملک نے ذکر کیا اھ (ت)

اقول ظاهره عزو ذلك الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقد صرح به في الاسرار والنهاية وذخيرة العقبى[2] وغيرها من الشروح والاسفار فقالوا ان عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه قضى في كلب بأربعين درهما ولكن ظني ان المعروف[عه] وقفه فلعل قضى في الموضعين على البناء للمفعول قال الامام الاجل ابوجعفر في شرح معاني الآثار نزول هذه الآية بعد تحريمها للكلاب وان هذه الآية اعادت الجوارح المكلبين الى ما صيرتها حلالا واذا صارت كذلك كانت في سائر الاشياء التي هي حلال في حل امساكها واباحة اثمانها

اقول بظاہر یہ، رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور اسرار، نہایہ، ذخیرۃ العقبٰی وغیرہ شروح اور بڑی بڑی کتب میں اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے کُتّے کے سلسلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا لیکن میرے خیال میں اس کا موقوف ہونا معروف ہے شاید دونوں جگہوں میں "قُضِیَ" مبنی للمفعول ہے — امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ اس آیت کا نزول کتوں کو حرام قرار دینے کے بعد ہوا اور اس آیت نے سکھائے ہوئے شکاری کتوں کو دوبارہ حلت کی طرف لوٹا دیا یعنی ان کا روکا ہوا (شکار) حلال ہوگا، ان کی قیمت لینا جائز ہوگی اور ان میں سے

عـه بعد كتابتي لهذا المحل رأيت المحقق حيث اطلق ذكر الحديث في الفتح عن الاسرار ثم قال هذا لا يعرف الا موقوفا الخ ولله الحمد ۱۲ منه

اس جگہ کی کتابت کے بعد میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق نے اس حدیث کو فتح القدیر میں اسرار سے ذکر کیا ہے پھر فرمایا یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی مگر موقوفاً الخ وللہ الحمد ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الکسب وطلب الحلال مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/ ۳۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی علی شرح الوقایۃ مسائل شتی من البیع مطبع منشی نولکشور کانپور ۲/ ۴۰۰

وضمان متلفيها ما اتلفوا منها كغيرها و
قد روى فى ذلك عمن بعد النبى صلى الله
تعالى عليه وسلم **حدثنا** يونس ثنا ابن
وهب قال سمعت ابن جريج يحدث عن
عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده
عبدالله بن عمرو انه قضى فى كلب صيد
قتله رجل باربعين درهما وقضى فى كلب
ماشية بكبش اھ ثم اسند عن ابن شهاب
الزهرى انه قال اذا قتل الكلب المعلم
فانه يقوم قيمته فيغرمه الذى قتله ثم
عن محمد بن يحيى بن حبان الانصارى
قال كان يقال يجعل فى الكلب الضارى
اذا قتل اربعون درهما[1] اھ وفى عمدة القارى
للعلامة البدر محمود العينى عن عثمن
رضى الله تعالى عنه انه اجاز الكلب
الضارى فى المهر وجعل على قاتله عشرين
من الابل[2] ذكره ابوعمر فى التمهيد۔

جو کچھ ضائع کیا گیا، ضائع کرنے والے پر اس کی ضمان ہوگی جیسا کہ دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ خود اس کا کھانا حلال ہوگیا) اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں (صحابہ کرام و تابعین) سے بھی روایات مروی ہیں۔ ہم (امام طحاوی) سے یونس نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابن جریج سے سُنا وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شکاری کتے کو کسی نے ہلاک کر دیا تو انہوں نے اس کے بدلے میں چالیس درہموں کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اھ — پھر (امام طحاوی نے) ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا انہوں نے فرمایا: جب معلّم کتا ہلاک کیا جائے تو اس کی قیمت معین کرکے قاتل تاوان ادا کرے — پھر محمد بن یحیٰی بن حبان کا قول نقل کیا فرماتے ہیں کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص شکاری کتے کو ہلاک کرے تو اس کے بدلے میں چالیس درہم مقرر کئے جائیں اھ — علامہ بدرالدین عینی محمود کی عمدۃ القاری میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مہر میں شکاری کتا دینا جائز قرار دیا ہے اور اس کے قاتل پر بیس اونٹ تاوان رکھا ہے، اسے ابوعمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ان احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت اور پُر ظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو

ولذا جعل التضمين فى الدر مبنيا على القول — اسی لیے دُرمختار میں اس کی ضمان مقرر کرنے کے لیے

---

[1] شرح معانی الآثار — باب ثمن الکلب — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/ ۲۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری — " — ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت — ۱۲/ ۵۹

بالطہارۃ حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوٰی فیباع ویوجر ویضمن[1] الخ قال الشامی ھذہ الفروع بعضھا ذکرت احکامھا فی الکتب ھٰکذا و بعضھا بالعکس والتوفیق بالتخریج علی القولین کما بسطہ فی البحر[2] الخ۔

طہارت کے قول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ جب انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کُتّا نجسِ عین نہیں ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے لہذا اسے بیچا جا سکتا ہے اُجرت پر دیا جا سکتا ہے اور اس کی ضمان بھی (واجب) ہوگی الخ علامہ شامی نے فرمایا: ان فروع میں سے بعض کے احکام، کتب میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں اور بعض کے بالعکس، اور ان کے درمیان مطابقت دونوں پر تخریج کی صورت میں ہو سکتی ہے جیسا کہ البحرالرائق میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے الخ

اقول وانتظر ما نذکرہ فی جواز البیع وفتش تعرف۔

اقول جو کچھ ہم بیع کے جواز میں ذکر کریں گے اس کا انتظار کرو اور جستجو کرو گے جان لوگے (ت)

واما الفقہ فنقول نقول کثیرۃ بثیرۃ شائعۃ فی کتب المذہب متونا وشروحا وفتاوٰی۔

رہا فقہ کے بارے، تو ہم کہتے ہیں کتب مذہب میں چاہے وہ متون شروح ہوں یا فتاوٰی، ان میں اس مسئلہ کا بکثرت ذکر ہے۔ (ت)

مختصر قدوری[1] و ہدایہ[2] و وقایہ[3] و نقایہ[4] و مختار[5] و کنز[6] و وافی[7] و اصلاح[8] و نور الایضاح[9] و ملتقی[10] و تنویر[11] وغیرہا عامہ متون میں تصریح صریح ہے کہ:

کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر و الاٰدمی[3]۔

خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے (ت)

اس کلیہ سے صرف یہی دو استثناء فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلاً پتا نہیں دیتے و لہذا علامہ زین العلماء نے البحرالرائق[12] پھر علامہ حسن شرنبلالی نے غنیہ[13] ذوی الاحکام میں تبعاً للمحقق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا:

الذی یقتضیہ عموم ما فی المتون کالقدوری والمختار والکنز طہارۃ عینہ ولم یعارضہ

متون مثلاً مختصر القدوری، المختار اور کنز الدقائق کا عموم اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس (کتے) کا عین پاک

---

[1] درمختار | باب المیاہ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۸
[2] ردالمحتار | " | " | ۱/ ۱۳۹
[3] المختصر للقدوری | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ مجیدی کانپور | ص ۷

مایوجب نجاستها فوجب احقیة تصحیح عدم نجاستها[1] الخ۔

ہے اور ایسی کوئی چیز معارض نہیں جو اس کی نجاست کو واجب کرتی ہو لہذا اس کی طہارت کا زیادہ حق ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

علامہ سید ابو سعود ازہری نے فتح اللہ[14] المعین میں فرمایا:

قوله وکل اهاب مقتضی هذه الکلیة طهارة جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماهو المفتی به من انه لیس بنجس العین[2]۔

اس کا قول "وکل اهاب" (اور ہر چمڑا) ایک ایسا کلیہ ہے جس کے مطابق کتے کا چمڑا بھی دباغت کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ نجسِ عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں حکم قیل بیان کرکے فرمایا:

وکذا الکلب ایضا علی ماعلیه الفتوی من طهارة عینه وان رجح بعضهم النجاسة[3]۔

کُتّے کا بھی یہی حکم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارتِ ذاتی پر فتوٰی ہے اگرچہ ان (فقہاء کرام) میں سے بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

امام ابو البرکات عبد اللہ محمود نسفی کافی[15] شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین لانه ینتفع به حراسة واصطیادا فکان کالفهد فیطهر بالدباغ[4]۔

کتا نجسِ عین نہیں ہے کیونکہ حفاظت اور شکار کے لیے اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لہذا وہ چیتے کی طرح ہے پس دباغت سے پاک ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح مستخلص[16] الحقائق میں ہے۔

امام زیلعی[17] تبیین الحقائق پھر علامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں:

فی الکلب روایتان بناء علی انه نجس العین اولا والصحیح انه لایفسد مالم یدخل

اس بنیاد پر کہ کتا نجس عین ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ (پانی وغیرہ) خراب

---

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز به الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[3] ایضاً

[4] کافی شرح وافی

فاہ لانہ لیس بنجس العین[1]۔

نہیں کرتا جب تک منہ نہ ڈالے کیونکہ وہ نجسِ عین نہیں ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر[18] میں ہے:

(کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الآدمی لکرامتہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ) واختلف فی جلد الکلب والصحیح انہ یطھر[2]۔

(ہر چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مگر آدمی کا چمڑا اس کی عزت اور خنزیر کا چمڑا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا) کتے کے چمڑے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)

نقایہ اور اُس کی شرح جامع الرموز[19] میں ہے:

(کل اھاب دبغ طھر الا جلد الخنزیر والآدمی) فی الاکتفاء رمز الی ان الکلب یطھر بہ خلافا للصاحبین ففی کونہ نجس العین خلاف کما فی الزاھدی والاول الصحیح کما فی التحفۃ[3]۔

(جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے) (ان دونوں پر) اکتفاء کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دباغت سے کتے کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے اس میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے،

تنزح (بوقوع خنزیر ولو خرج حیا ولم یصب فمہ الماء) لنجاسۃ عینہ (و) تنزح (بموت کلب) قید بموتہ فیہا لانہ غیر نجس العین علی الصحیح[4]۔

خنزیر کے گرنے سے سارا پانی نکالا جائے اگرچہ زندہ نکلا اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو کیونکہ وہ نجس عین ہے، اور کتے کے مرنے سے تمام پانی نکالا جائے، اس کے ساتھ موت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

علامہ احمد مصری[20] اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں،

---

[1] غنیہ ذوی الاحکام برحاشیہ الدرر الحکام مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۱/۲۷

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی انجاس الماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲

[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ المکتبۃ الاسلامیۃ گنبد قاموس ایران ۱/۵۴

[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

هو قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندھما نجس العین کالخنزیر والفتوٰی علی قول الامام وان رجح قولھما کما فی الدر عن ابن الشحنۃ۔[1]

امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ خنزیر کی طرح نجس عین ہے، فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے اگرچہ صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ درمختار میں ابن الشحنہ سے منقول ہے۔ (ت)

علامہ محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

کون الکلب لیس بنجس العین ھو المرجح۔

کتّے کے نجس عین نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قد سلف مرارا انہ القول الراجح۔[2]

بارہا گزر چکا ہے کہ اسی قول کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہی قول امام صدر[22] شہید کا مختار ہے،

کما فی الطحطاوی علی الدر وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین[3] وھو اختیار الصدر الشہید۔

جیسا کہ درمختار کی شرح طحطاوی میں اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے شرح طحاوی سے منقول ہے کہ کتا نجسِ عین نہیں ہے۔ صدر الشہید کا مختار قول بھی یہی ہے۔ (ت)

اُسی میں تحفۃ[23] الفقہاء امام علاء الدین سمرقندی و محیط[24] امام رضی الدین و بدائع[25] امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے:

الصحیح انہ لیس بنجس العین۔[4]

صحیح بات یہ ہے کہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفی موضع آخر من البدائع وھذا اقرب القولین الی الصواب انتھی ومشی علیہ غیر واحد من المشایخ۔[5]

بدائع میں دوسرے مقام پر ہے کہ یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے اھ اکثر مشائخ نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

[2] حلیہ ابن امیر الحاج

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۴

[4] بدائع الصنائع فصل فی طہارۃ الحقیقیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱/۶۳

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ فصل اما بیان المقدار الذی الخ ۱/۷۴

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ[26] شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

الذی تقتضیه الدرایة عدم نجاسة عینه لما قال صاحب الهدایة ولعدم الدلیل علی نجاسة العین والاصل عدمها والدلیل الدال علی نجاسة سؤره لایقتضی نجاسة عینه[1]۔

درایت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا عین ناپاک نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا نیز اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اصل چیز عدم ہے اور وہ دلیل جو اس کے جھوٹے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کے نجس عین ہونے کی مقتضی نہیں ہے۔ (ت)

صغیری[27] میں فرمایا :

جرو الکلب اذا جلس علیه بنفسه فعلی الروایة الصحیحة ینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حامل للنجاسة[2] اھ ملخصا۔

اگر اس (نمازی) پر کتے کا بچہ خود بخود بیٹھ جائے تو صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو کیونکہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

علامہ شرنبلالی تیسیر[28] المقاصد شرح نظم الفرائد میں فرماتے ہیں :

الکلب لیس نجس العین فی الاصح[3]۔

اصح قول کے مطابق کتا نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے :

علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لاینجسه اذالم یصل فمه الماء وهو الاصح[4]۔

اس قول کی بنیاد پر کہ کتا نجس عین نہیں ہے وہ پانی (وغیرہ) کو ناپاک نہیں کرے گا جب تک اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے، یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ت)

اسی میں کتاب التجنیس[30] والمزید للامام برہان الدین الفرغانی سے ہے، انه الاصح[5] (یہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) بزازیہ میں اسی سے یوں ہے، هو الصحیح[6] (وہی صحیح ہے۔ ت) نیز وجیز[32] میں جامع صغیر

---

۱ غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹
۲ صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۷
۳ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۷
۴ " " " " "
۵ " " " " " ۱/۱۱۴
۶ فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

سے ہے:

جلدہ یطہر بالدباغ عندنا۔[۱]

ہمارے نزدیک اس کا (کتے کا) چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں نصاب[۳۳] سے ہے:

انکان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ۔[۲]

اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو (نماز) جائز ہے اھ یعنی اُسے اٹھانے والے کی نماز جائز ہے۔ (ت)

مجموعہ علامہ انقروی[۳۴] میں ہے:

سنہ لیس بنجس۔[۳] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت)

اسی میں بحوالہ قنیہ[۳۵] امام اجل ابونصر دبوسی[۳۶] سے ہے:

طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذا رأی عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا۔[۴]

راستے کا کیچڑ اور اس میں کتوں کی گزرگاہ پاک ہے مگر جب اس میں عینِ نجاست دیکھے۔ فرمایا روایت کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور ہمارے اصحاب کی تصریح کے قریب ہے۔ (ت)

اسی طرح طریقہ محمدیہ[۳۷] میں مجمع الفتاوی[۳۸] سے ہے۔ خلاصہ[۳۹] میں ہے:

لوصلی فی عنقہ قلادۃ فیہا من کلب او ذئب تجوز صلاتہ۔[۵]

اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک ہار تھا جس میں کتے یا بھیڑیئے سے کوئی چیز تھی (مثلاً بال وغیرہ) تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح و ترجیح اور اس پر جزم و اعتماد و بنا و تفریع شراح ہدایہ مثل

---

[۱] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱

[۲] " " " " السابع فی النجس " "

[۳] فتاوی انقرویہ کتاب الطہارۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۴

[۴] " " " " " "

[۵] خلاصۃ الفتاوی الفصل السابع مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴

علامہ قوام الدین کاکی[۴۰] وعلامہ سغناقی[۴۱] صاحبِ نہایہ وغیرہما وعقد الفوائد[۴۲] شرح نظم الفرائد للعلامۃ ابن الشحنۃ وامام اسبیجابی[۴۳] شارح مختصر طحاوی و ذخیرۃ[۴۴] وتوشیح[۴۵] شرح الہدایہ للعلامۃ السراج الہندی وتجرید[۴۶] وعمدۃ[۴۷] المفتی وغیرہا سے ثابت

بحرالرائق میں ہے :

صحح فی الھدایۃ طہارۃ عینہ وتبعہ شارحوھا کالاتقانی والکاکی والسغناقی۔[۱]

ہدایہ میں اس کی ذاتی طہارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے شارحین جیسے اتقانی، کاکی اور سغناقی نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے،

وقد صرح فی عقد الفوائد شرح منظومۃ ابن وھبان بان الفتوی علی طہارۃ عینہ۔[۲]

ابن وہبان کی منظوم شرح عقد الفوائد میں تصریح کی گئی ہے کہ فتوی اس کی ذاتی طہارت پر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

قال القاضی الاسبیجابی واما الکلب یحتمل الذکاۃ والدباغۃ فی ظاھر الروایۃ خلافا لما روی الحسن۔[۳]

قاضی اسبیجابی نے کہا ظاہر روایت کے مطابق کتا ذبح اور دباغت کا احتمال رکھتا ہے یہ حسن کی روایت کے خلاف ہے (ت)

اُسی میں ہے،

ذکر فی السراج الوھاج معزیا الی الذخیرۃ اسنان الکلب طاھرۃ واسنان الاٰدمی نجسۃ لان الکلب یقع علیہ الذکاۃ بخلاف الخنزیر والاٰدمی اھ ولایخفی ان ھذا کلہ علی القول بطہارۃ عینہ لانہ عللہ بکونہ یطھر بالذکاۃ۔[۴]

السراج الوہاج میں، ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ کتے کے دانت پاک ہیں اور آدمی کے دانت ناپاک ہیں کیونکہ کتے کو ذبح کیا جا سکتا ہے نہ کہ خنزیر اور آدمی کو اھ مخفی نہیں کہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی طہارت کے قول کی بنیاد پر ہیں کیوں کہ انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ وُہ ذبح کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

۱ البحرالرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۰۱
۲ ؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	؍؍
۳ ؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	۱/۱۰۲
۴ ؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍ ؍؍	۱/۱۰۳

اُسی میں ہے:

ذکر السراج الھندی فی شرح الھدایۃ معزیا الی التجرید ان الکلب لو اتلفہ انسان ضمنہ ویجوز بیعہ وتملیکہ و فی عمدۃ المفتی لو استأجر الکلب یجوز[1]۔

السراج الھندی نے ہدایہ کی شرح میں تجرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کتے کو مار دے تو ضامن ہوگا اور اس کا بیچنا اور اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ عمدۃ المفتی میں ہے کتا اُجرت پر لینا جائز ہے۔ (ت)

اس کے حاشیہ منحۃ الخالق میں نہر الفائق سے ہے:

القول بطہارۃ عینہ ھو الاصح[2] اھ ملخصا۔

اس کے طاہر عین ہونے کا قول ہی زیادہ صحیح ہے اھ تلخیص

مرقاۃ میں زیر حدیث اذا دبغ الاھاب فقد طھر (جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔ ت) علامہ ابن ملک سے نقل فرمایا:

ھذا بعمومہ حجۃ علی الشافعی فی قولہ جلد الکلب لا یطھر بالدباغ واستثنی من عمومہ الاٰدمی تکریما لہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ[3]۔

یہ (حدیث) اپنے عموم کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ کتے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ان کے خلاف حجت ہے اسکے عموم کی وجہ سے آدمی کو اس کی عزت واحترام کے پیشِ نظر اور خنزیر کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔ (ت)

یہ پچاس ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ و دُرمختار و اتقانی و مراقی و نہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زید میں معدود ہوچکی تھیں لہذا انہیں شمار نہ کیا۔

وانما لم نعد السراج الوھاج لانہ وان نقل عن الذخیرۃ ما مر لکنہ ذکر ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھو المختار[4] اھ وھذا قول ثالث ذکرہ الولوالجی وغیرہ واعتمدہ الفقیہ

ہم سراج وہاج کو شمار نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ اس نے ذخیرہ سے نقل کیا جیسا کہ گزر گیا لیکن اس نے ذکر کیا کہ کتے کا چمڑا ناپاک اور اس کے بال پاک ہیں۔ یہی مختار ہے اھ۔ یہ تیسرا قول ہے جسے ولوالجی وغیرہ نے ذکر کیا اور

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[2] منحۃ الخالق علی البحر " " " ۱/۱۰۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل اول من باب تطہیر النجاسات مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۷۰
[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان الکلب اذا دخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولو اصابہ مطر لا لان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاہر[1] لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طہارۃ الشعر کما ظنہ البحر حیث قال بعد ذکر طہرہ لا یخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفاد منہ ان الشعر طاہر علی القول بنجاسۃ عینہ لما ذکر فی السراج الوہاج[2] الخ ثم قال بعد کلام طویل علم مما قررناہ انہ لا یدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الکلب الشعر بخلاف قولہم بنجاسۃ عین الخنزیر[3] الخ و تبعہ الشرنبلالی ثم الدر ثم ابو السعود و ھذا نظم الدر لا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ[4] اھ قال السید العلامۃ فی رد المحتار یفہم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاسۃ عینہ اختلفوا فی طہارۃ شعرہ والمختار الطہارۃ وعلیہ یبتنی ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان

فقیہ ابو اللیث نے اپنے فتاویٰ میں اس پر اعتماد کیا اور عیون میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں داخل ہوکر اپنے آپ کو جھاڑے اور اس سے کپڑے پر چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑے کو ناپاک کر دے گا اور اگر اسے بارش پہنچے تو کپڑا خراب نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں پانی اس کے چمڑے کو پہنچا اور اس کا چمڑا ناپاک ہے جبکہ دوسری صورت میں پانی اس کے بالوں کو پہنچا اور اس کے بال پاک ہیں۔

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے نجس عین ہونے کا قول کرنے والے بالوں کی طہارت پر متفق ہیں جیسا کہ صاحبِ بحر الرائق نے گمان کیا جب اس کی طہارت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات، اس کے نجس عین ہونے کے قول پر مبنی ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ نجاست ذاتی کا قول کرنے کی صورت میں بھی بال پاک ہیں، جیسا کہ سراج وہاج میں ذکر کیا گیا الخ —— پھر طویل کلام کے بعد فرمایا اس چیز سے جس کو ہم نے ثابت کیا، معلوم ہوا کہ جو شخص کتے کے نجس عین ہونے کا قائل ہے اس کے قول میں بال داخل نہیں بخلاف ان کے اس قول کے کہ خنزیر نجس عین ہے (یعنی اس کے بال بھی ناپاک ہیں) الخ شرنبلالی پھر دُرِّ مختار اور ابو السعود نے اس کی اتباع کی

[1] درر شرح غرر	قبیل فصل بئر	مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ	۱/۲۴
[2] البحر الرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۰۲
[3] البحر الرائق	کتاب الطہارۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۰۳
[4] درمختار	باب المیاہ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۳۸

نجاسة عینه تقتضی نجاسة جمیع اجزائه ولعل ما فی السراج محمول علی ما اذا کان میتا لکن ینافیه ما مر عن الولوالجیة نعم قال فی المنح وفی ظاهر الروایة اطلق ولم یفصل ای انه لو انتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء کان البلل وصل الی جلده اولا وھذا یقتضی نجاسة شعره فتامل اھ[1]

درمختار کی عبارت یہ ہے کہ "اس کے گوشت کے ناپاک اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں" اھ سیّد علامہ (ابن عابدین) نے ردالمحتار میں فرمایا سراج کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ذاتی نجاست کے قائلین کا اس کے بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے اور مختار، طہارت ہے اور اسی پر ذکر اتفاق کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ اس کا نجسِ عین ہونا تمام اجزاء کی نجاست کا تقاضا کرتا ہے اور شاید جو کچھ سراج میں ہے وہ اس کے مُردہ ہونے کی صورت پر محمول ہو لیکن جو کچھ ولواجیہ سے گزرا ہے وہ اس کے منافی ہے ہاں المنح میں فرمایا" اور ظاہر روایت میں مطلقاً ہے تفصیل سے بیان نہیں کیا یعنی اگر وہ پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور پانی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا برابر ہے رطوبت اس کے چمڑے تک پہنچے یا نہ، اور یہ بات اس کے بالوں کی نجاست کا تقاضا کرتی ہے پس غور کرو اھ۔ (ت)

اقول فیه بحث من وجوه۔

الاول ضمیر ھو المختار فی عبارة السراج کما یحتمل رجوعه الی کل من نجاسة الجلد وطھارة الشعر کذلك الی الکل اعنی المجموع من حیث ھو مجموع فیکون المعنی ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاھر ھو المختار دون قول من یقول بطھارة الجمیع وح یکون التصحیح ناظرا الی ھذا القول الثالث ولا یفھم خلافا بین قائلی النجاسة

اقول اس میں کئی وجوہ سے بحث ہے:

اول سراج کی عبارت میں "ھو المختار" کی "ھو" ضمیر جیسے "نجاسة الجلد" اور "طھارة الشعر" میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح وہ کل یعنی مجموعے کی طرف اس حیثیت سے کہ وہ دونوں کا مجموعہ ہے لَوٹنے کا احتمال بھی رکھتی ہے۔ پس معنیٰ یہ ہوگا کہ قائل کا قول "اس کا چمڑا ناپاک اور بال پاک ہیں" یہی مختار ہے نہ اس کا قول جو دونوں کی طہارت کا قائل ہے اور اس وقت تصحیح اس تیسرے قول کی طرف

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

فی طہارۃ الشعر۔

الثانی ظاھر کلامی البحر والدر لایدخل ولاخلاف لکونھما نکرۃ او فی معناھا داخلین تحت النفی ناطق بنفی الخلاف اصلا وآب عن البناء علی روایۃ دون اخری ولاحاجۃ الیہ علی ما قررنا عبارۃ السراج کما تری۔

الثالث لاغروفی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فربما تترک امثال القیود اعتمادا علی معرفتھا فی مواضعھا ولذا لما قال فی المنیۃ وفی البقالی قطعۃ جلد کلب التزق بجراحۃ فی الرأس یعید ما صلی بہ[1] اھ فسرہ العلامۃ الشارح ابرھیم الحلبی ھکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولامذکی یعید ماصلی بہ ای بذلک الجلد اذا کان اکثر من قدر الدرھم وحدہ او بانضمام نجاسۃ اخری وھذا ظاھر[2] اھ وح لاملمح لکلام السراج الی قول نجاسۃ العین کما افاد

متوجہ ہوگی اور نجاست (کتے کے نجس عین ہونے) کے قائلین کے درمیان بالوں کی طہارت میں اختلاف نہیں سمجھا جائے گا۔

دوم البحر الرائق اور درمختار کا ظاہر کلام "لایدخل" اور "لاخلاف" نکرہ یا اس کے حکم میں ہیں جو نفی کے تحت داخل ہو کر اختلاف کی بالکل نفی کرتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ ایک روایت پر مبنی ہو دوسرے پر نہ ہو اور اس کی حاجت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے سراج کی عبارت سے ثابت کیا جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔

سوم کتے سے مراد غیر مذبوح اور چمڑے سے بغیر دباغت چمڑا مراد لینا تعجب خیز بات نہیں کیونکہ بعض اوقات امثال قیود کو ان کے مقام میں حصول معرفت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے اسی لئے جب منیہ نے کہا کہ بقالی میں ہے کتے کے چمڑے کا ٹکڑا سر میں زخم کے ساتھ چمٹ گیا تو پڑھی گئی نماز لوٹائے اھ علامہ شارح ابراہیم حلبی نے اس کی وضاحت یوں کی کہ اسی طرح کتے کا چمڑا یعنی جسے دباغت نہ دی گئی ہو اور نہ اس (کتے) کو ذبح کیا گیا اس چمڑے کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹائے جبکہ وہ تنہا (چمڑا) ایک درہم سے زائد ہو یا اس کے ساتھ دوسری نجاست ملی ہوئی ہو اور یہ ظاہر ہے اھ اس وقت سراج کے کلام میں نجاست عین

---

[1] منیۃ المصلی — فصل الآسار — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۱۵۸

[2] غنیۃ المستملی — فصل فی الآسار — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۹۱

هو رحمه الله تعالیٰ ولا یعکر علیه بمنافاته لما ذکر الولوالجی کما لا یخفی فانه وان نافاه فقد وافق الاصح الارجح ولیس السراج ههنا فی بیان کلام الولوالجی حتی یجب التوافق بینهما۔

کے قول کی طرف اشارہ نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں (صاحب بحر) نے بتایا اور نہ ہی ان پر یہ الزام ہوگا کہ یہ ولوالجی کے کلام کے منافی ہے جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ وہ اگر اس کے منافی ہو تب بھی یہ اس کے موافق ہے جسے ترجیح دے کر اصح قرار دیا گیا ہے اور سراج یہاں ولوالجی کے کلام کے درپے نہیں کہ ان دونوں کے درمیان موافقت واجب ہو۔

الرابع هب ان نجاسة العین تقتضی نجاسة جمیع الاجزاء لکن لقائل ان یقول لا بدع فی استثناء الشعر الا تری ان الخنزیر نجس العین باتفاق مذهب اصحابنا الثلثة رضی الله تعالیٰ عنهم ومع ذلك محمد یقول بطهارة شعره ففی الخلاصة من الفصل السابع من کتاب الطهارة شعر الخنزیر اذا وقع فی البئر علی الخلاف عند محمد لا ینجس لان حل الانتفاع یدل علی طهارته وعند ابی یوسف ینجس لانه نجس العین ویجوز الخرز به للضرورة[1] اھ وفی الغرر لمولی خسرو شعر المیتة طاهر وکذا شعر الخنزیر عند محمد قال فی الدرر لضرورة استعماله فلا ینجس الماء بوقوعه فیه وعند ابی یوسف نجس فینجس الماء[2] اھ

چہارم عین نجاست کا تمام اجزاء کی نجاست کا مقتضی ہونا مسلم ہے لیکن قائل کہہ سکتا ہے کہ بالوں کا استثناء کوئی نئی بات نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے تینوں اصحاب (احناف) رضی اللہ عنہم خنزیر کے نجس عین ہونے پر متفق ہیں لیکن اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ اس کے بالوں کی طہارت کے قائل ہیں، خلاصہ میں طہارت کی ساتویں فصل میں ہے کہ خنزیر کے بال کنویں میں گر جائیں تو اس میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ انتفاع کا جائز ہونا اسکی طہارت پر دلالت کرتا ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہوجائے گا کیونکہ وہ نجس عین ہے اور اور اس کے ساتھ سلائی کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے اھ مولیٰ خسرو کی غرر میں ہے کہ مردار کے بال پاک ہیں۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی پاک ہیں الدرر میں "ضرورتِ استعمال کے لیے" فرمایا۔ پس اس کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل سابع من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

[2] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

اقول حاصل التعلیل ان الضرورة اوجبت اباحة استعماله ثم اذا ثبت الاباحة ثبت الطهارة لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه وجواب ابی یوسف رحمه الله تعالٰی ان ما ثبت بضرورة تقدر بقدرها و**انت** تعلم انه بین البرهان فلاجرم ان صححه فی البدائع ورجحه فی الاختیار وجعله فی الدر هوالمذهب وبما قررنا کلام الدر بان الجواب عما اورد علیه السید العلامة ابوالسعود الازهری فی حاشیة الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع به مطلقا ولو من دون ضرورة وجعله مقتضی قول النهر طهره محمد وعلیه ابتنی رد قول من قال انه فی زماننا استغنی عنه فینبغی ان لا یجوز استعماله عند الکل لانعدام الضرورة قائلا فیه نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعماله علی الضرورة ورد علی الدر تعلیله بالضرورة بان لوکان کذلك لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعه فیه لعدم الضرورة ولیس کذلك ولان صریح قوله فی النهر واثر الخلاف یظهر فیما لو صلی ومعه من شعر الخنزیر ما یزید علی الدرهم اووقع فی الماء القلیل یاباه وبما قررناه

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجس ہے پس پانی بھی ناپاک ہوجائیگا۔ (ت)

اقول اس علت کا ماحصل یہ ہے کہ ضرورت نے اس کے استعمال کی اباحت ثابت کردی پھر جب اباحت ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی کیونکہ جو چیز بھی ثابت ہوتی ہے وہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے اس کا اندازہ ضرورت کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی دلیل واضح ہے لہذا بدائع میں اسے صحیح قرار دیا، الاختیار میں اسے ترجیح دی اور درمختار میں اسی کو مذہب قرار دیا اور جس طرح ہم نے درمختار کا کلام بیان کیا اس سے اس اعتراض کا جواب واضح ہوگیا جو ان پر سید علامہ ابوالسعود الازہری نے حاشیہ کنز میں نقل کیا جب یہ خیال کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے مطلق انتفاع جائز قرار دیا ہے اگرچہ بغیر ضرورت ہو اور نہر الفائق کے قول (امام محمد نے اسے پاک قرار دیا) کو ابوالسعود الازہری نے اسی کا مقتضی قرار دیا اور اسی پر ان کے قول کے رد کی بنا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں لہذا چاہئے کہ سب کے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہو کیونکہ ضرورت ہی نہیں رہتی

ابوالسعود نے "فیہ نظر" کہہ کر اس پر اعتراض کیا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ

يظهر ما في الدرر من المنافاة حيث علل طهارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع عليه ان الماء لا ينجس بوقوعه فيه[1] اھ۔

نے اس کے استعمال کا جواز ضرورت پر منحصر نہیں کیا اور الدرر نے جو ضرورت کو اس کی تعلیل قرار دیا ہے ابوالسعود نے اس کو بھی رد کر دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کہتے اس کے گرنے سے تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ضرورت معدوم ہے حالانکہ ایسا نہیں نیز نہر میں ان کا صریح قول کہ اختلاف کا اثر اس صورت میں ہی ظاہر ہوگا جب وہ نماز پڑھے اور اس کے پاس ایک درہم سے زیادہ خنزیر کے بال ہوں یا وہ تھوڑے پانی میں گریں اس طرح کی تعلیل کا انکار کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ثابت کیا وہ الدرر میں پائی جانے والی منافات کو ظاہر کرتا ہے جب انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورتِ استعمال کو اسکی طہارت قرار دیا پھر اس پر تفریعاً کہا کہ اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول ولعلك اذا تأملت فيما القينا عليك علمت ان هذا كله في غير محله وحاشا محمدا ان يبيح الانتفاع به بلا ضرورة مع قول الله تعالى فانه رجس وانما الامر ما بينا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذا سقطت جازت الصلاة ولم يفسد الماء فمحمد اعتبر زمان الضرورة ولم يعتبر خصوص محلها و ابو يوسف اعتبر الامرين جميعا وهو الصحيح لاجرم نص في البرهان شرح مواهب الرحمن ان رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده في ذلك و منعاه لعدم تحققها لقيام غيره مقامه[2] اھ

اقول شاید جب تو اس پر غور کرے جو ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا تو جان لے کہ یہ سب کچھ اپنے محل پر نہیں ہے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام محمد رحمہ اللہ بلا ضرورت اس سے انتفاع جائز قرار دیں حالانکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "پس بیشک یہ ناپاک ہے" بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ آپ نے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا اور اباحت سے نجاست کا ساقط ہو جانا لازم ہے جب نجاست ساقط ہوگئی تو نماز جائز ہوگی اور پانی خراب نہ ہوا، پس امام محمد رحمہ اللہ نے وقتِ ضرورت کا اعتبار کیا ہے محلِ مخصوص کا نہیں کیا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے دونوں باتوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ یقیناً برہان شرح

---

[1] فتح المعین — کتاب الطہارۃ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۷۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — فصل یطہر جلد المیتۃ — کارخانہ تجارت کراچی — ص ۹۰

مواہب الرحمٰن میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کے بالوں سے انتفاع کی اجازت دینا اس ضرورت کی بنیاد پر ہے جو اس سلسلے میں ان کے ہاں ثابت ہوئی اور شیخین نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک ضرورت ثابت نہیں کیونکہ دوسری چیز اس کے قائم مقام ہے اھ (ت)

نقلہ ط فی حاشیۃ المراقی وقال فی الغنیۃ شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع بہ للخرز ضرورۃ قال محمد انہ لو وقع فی الماء لاینجسہ[1] اھ وقال العلامۃ عبدالعلی البرجندی فی شرح النقایۃ اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاھر لایفسد الماء ولایضر حملہ فی الصلاۃ وھو قول محمد و ذلك لضرورۃ حاجۃ الناس الی استعمالہ فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی الحصر واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانہ لاضرورۃ فی استعمالہ کما فی الشعر[2] اھ۔

اسے امام طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا اور غنیہ میں فرمایا کہ جب ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے سلائی کے لیے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وُہ پانی میں گر جائیں تو اسے ناپاک نہیں کریں گے اھ علامہ عبدالعلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا: "مطلق بالوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خنزیر کا بال بھی پاک ہے نہ وہ پانی کو خراب کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں اس کا اٹھانا نقصان دہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہ اس لیے کہ لوگوں کو سلائی کے لیے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ خنزیر نجس عین ہے، جیسا کہ حصر میں ہے لیکن خنزیر کی ہڈی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ بالوں کی طرح ہڈی کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آتی اھ (ت)

فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطہیر محمد مبتن علی الضرورۃ فظہر سقوط کل ما ذکر ھذا السید العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی واستبان ان لاحجۃ لہ فی قول النہر ولامنافاۃ بین قولی الدرر وان عند زوال الضرورۃ یجب وفاق

پس دیکھو کس طرح تمام (فقہاء) نے بیان فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اسے پاک قرار دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے پس جو کچھ اس سید علامہ (ابوالسعود) رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس کا ساقط ہونا ظاہر ہوا۔ اور واضح ہوا کہ نہر کے قول میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں اور نہ ہی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۶

[2] شرح النقایۃ للبرجندی

الکل علی التحریم والتنجیس کما افادہ العلامۃ المقدسی وتبعہ العلامۃ نوح افندی ومن بعدہ وھوالذی نعتقد فی دین اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وبہ ظھر الجواب عن ھذا البحث بان لاضرورۃ فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسۃ العمل بقضیتہا ثم رأیت البرجندی صرح بہ حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس لعین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندھم اذلاضرورۃ فی استعمالہ اھ[1]

الدرر کے دو قولوں کے درمیان منافات ہے نیز ضرورت کے زائل ہونے کی صورت میں اس کی حرمت اور نجاست پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ مقدسی (کے کلام) سے اس بات کا فائدہ حاصل ہُوا اور علامہ نوح آفندی اور ان کے بعد والوں نے ان کی اتباع کی اور دینِ خداوندی میں ہم بھی اسی بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس بحث کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ کتے کے بالوں کی ضرورت نہیں پڑتی پس نجاست کے قائل کو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا ہوگا، پھر میں نے برجندی میں اس کی تصریح دیکھی جب انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے نزدیک کتے کے نجسِ عین ہونے کا ذکر کیا ہے پس مناسب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کے بال بھی ناپاک ہوں کیونکہ اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اھ (ت)

الخامس ماعزاہ للمنح مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال ما نصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلک من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاھر الروایۃ اطلق ولم یفصل اھ[2] وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمز ق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذا وقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین[3] لکن لقائل ان یقول

پنجم جو کچھ انہوں نے منح کی طرف منسوب کیا ہے وہ خانیہ میں بھی مذکور ہے انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور تفصیل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کتا جب پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور وہ کسی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا کہا گیا کہ اگر یہ بارش کے پانی سے ہو تو اسے ناپاک نہیں کریگا مگر جب کہ بارش اس کے چمڑے تک پہنچ جائے اور ظاہر روایت میں اطلاق ہے تفصیل نہیں ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں "ق" کے ساتھ قاضی خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[3] " " " فصل فی مایقع فی البئر " " " ۱/۶

اذابنیتم حکایۃ الوفاق علی الروایۃ المختارۃ للسراج فلا وجہ للرد علیہ بروایۃ اخری نعم لو ذکرما ذکرنا عن الخانیۃ وبین ان الترجیح قد اختلف وان التجنیس ظاھر الروایۃ فوجب اختیارہ و سقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیہا وبعد اللتیا واللتی فحکایۃ الوفاق مدخولۃ لاشك لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل لا وقیل جلدہ نجس وشعرہ طاھر اھ[1]۔

نقل کیا کہ خنزیر یا کتّے کے بال پانی میں گر جائیں تو اُسے خراب کر دیتے ہیں کیونکہ وہ نجس عین ہے لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ جب تم نے سراج کی مختار روایت پر حکایتِ اتفاق کی بنیاد رکھی ہے تو دوسری روایت کے ساتھ اسے رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر وہ اس بات کا ذکر کرتے جو ہم نے خانیہ سے (نقل کرتے ہوئے) ذکر کی ہے اور بیان کرتے کہ ترجیح مختلف ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اسے ناپاک قرار دیا ہے لہٰذا اسے اختیار کرنا واجب ہے اور سراج کے اختیار کے مطابق جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے وہ ساقط ہے تو اس بات کا کوئی وقار ہوتا، مختصر اور طویل گفتگو کے بعد اتفاق کی بات محلِ نظر ہو گئی۔ بلاشک وشبہہ غرر کے متن میں تثلیث کی تصریح کرتے ہوئے کہا "اور کتا نجس عین ہے کہا گیا کہ نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا چمڑا ناپاک ہے بال پاک ہیں۔ اھ (ت)

واما الترجیح فاقول بوجوہ

ترجیح: میں اس سلسلے میں کئی طرح سے گفتگو کروں گا:

اولاً یہی قول امام ہے کما قدمہ السائل عن الدرالمختار وقدمناہ عن القہستانی والطحطاوی۔

اول: یہی قول امام ہے جیسا کہ سائل نے اس سے پہلے درمختار سے نقل کیا ہے، اور ہم نے قہستانی اور طحطاوی سے (نقل کرتے ہوئے) اس سے پہلے بیان کیا ہے (ت)

نظم الفرائد میں ہے: ؎

وعندھما عین الکلاب نجاسۃ وطاھرۃ قال الامام المطھر[2]

اور ان دونوں (صاحبین) کے نزدیک کتے کا عین ناپاک ہے، اور امام پاک (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا پاک ہے۔ (ت)

---

[1] دررشرح غرر قبیل فصل بئر دون عشر الخ مطبعۃ احمد الکامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

[2] نظم الفرائد

حلیہ میں ہے :

مشی علیہ فی الحاوی القدسی[1]

حاوی قدسی میں یہی راہ اختیار کی ہے (ت)

اسی میں ہے :

فی النہایۃ وغیرھا عن المحیط الکلب اذا وقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمہ یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمہ الماء فعلی قولھما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفۃ لاباس وقال ھذا اشارۃ الی ان عین الکلب لیس بنجس[2]

نہایہ وغیرہ میں محیط سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچا ہے تو تمام پانی نکالا جائے، اور اگر منہ پانی تک نہیں پہنچا تو صاحبین کے قول پر تمام پانی نکالا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور فرمایا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں (ت)

اسی طرح تجرید القدوری میں[3] ہے کما نقلہ عنہ ایضا فی الحلیۃ (جیسے کہ انہوں نے اسے حلیہ میں بھی ان سے نقل کیا۔ ت)

بحرالرائق میں ہے،

قال فی القنیۃ رامزا لمجد الائمۃ وقد اختلف فی نجاسۃ الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انہ نجس العین عندھما وعند ابی حنیفۃ لیس بنجس العین[4]

قنیہ میں مجد الائمہ کے حوالے سے بتایا کہ کتے کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور نوادر و امالی کی روایات میں جو کچھ میرے نزدیک صحیح ہے وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک نجس عین ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں :

فی الحلیۃ عن الخانیۃ عن الناطقی انہ اذا صلی

حلیہ میں بحوالہ خانیہ ناطفی سے نقل کیا ہے کہ جب کسی نے

---

[1] حلیہ شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] تجرید القدوری

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

علی جلد کلب اوذئب قد ذبح جازت صلاتہ[1]

مذبوح کتے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں عقدالفوائد سے ہے:

لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طہارۃ عینہ عند محمد[2] الخ۔

مخفی نہیں کہ یہ روایت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ذاتی طہارت کا فائدہ دیتی ہے (ت)

منیہ میں ہے:

روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقھا قلادۃ علیہا سن اسد او ثعلب او کلب جازت صلاتہا[3] اھ قال شارحہا العلامۃ ابرھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونہا اتفاقیۃ ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل علیہ[4] اھ

حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے ایک عورت نے گلے میں ایسا ہار ڈال کر نماز پڑھی جس میں شیر، لومڑی یا کتے کے دانت (جڑے ہوئے) تھے تو اس کی نماز جائز ہے اھ اس کے شارح ابراہیم نے فرمایا اس روایت کا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہونا اس کے اتفاقی ہونے کے منافی نہیں فتاوٰی میں اسے مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور دلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (ت)

اقول نعم اطلقہا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقد اسمعناک نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاھا لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق مایختارہ وان کانت ھناک خلافات عدیدۃ وراینتی کتبت علی ھامشہ

اقول ہاں خانیہ، خلاصہ اور ولوالجیہ وغیرہ نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے ہم نے تمہیں خلاصہ کی عبارت سنائی تھی خانیہ کے الفاظ بھی بعینہٖ یہی ہیں اور حلیہ میں اسے ولوالجی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اطلاق، اتفاق پر دلالت نہیں کرتا بسا اوقات اپنے مختار کو مطلق قرار دیا جاتا ہے اگرچہ وہاں متعدد اختلافات ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحرالرائق | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۱۰۲

[3] منیۃ المصلی | فصل فی النجاسۃ | مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور | ص ۱۱۰

[4] غنیۃ المستملی | " | " سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۱۵۵

ما نصه -

اقول کیف تکون اتفاقیة مع ان المنقول من الثانی المشهور عن الثالث نجاسة عین الکلب وقد صححه جماعة وان کان الاصح المعتمد المفتی به هی الطهارة[1] اھ نعم هو صحیح بالنسبة الی ماعدا الکلب من السباع المذکورة وامثالها۔

حاشیے پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے اتفاقی ہوگا حالانکہ ثانی سے منقول اور ثالث سے مشہور ہے کہ کتا نجس عین ہے، ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی اگرچہ زیادہ صحیح، معتمد علیہ اور مفتی بہ، طہارت ہی ہے اھ ہاں یہ کتے کے علاوہ دیگر مذکورہ بالا درندوں اور ان کی امثال کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں۔

وقد قرأنا علیك عن الانقروی عن الزاهدی عن الدبوسی فی مواطئ الکلاب فی الطین ان طهارتها هی الروایة الصحیحة وقریب المنصوص عن اصحابنا وهذه کتب المذهب طافحة بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنه وانما ذکروا الخلف فی بیع العقور فعن محمد جوازه وعن ابی یوسف منعه واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیه مشی القدوری وغیره وصحح شمس الائمة الثانی فقال انما لایجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال هذا هو الصحیح من المذهب[2] کما نقله فی الفتح لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذهب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار بعد ما حقق حل اثمان

ہم نے بواسطہ انقروی اور زاہدی، دبوسی سے نقل کرتے ہوئے کیچڑ میں کتوں کی گزرگاہ کے بارے میں تمہیں بتایا ہے کہ اس کا پاک ہونا ہی صحیح روایت ہے اور ہمارے اصحاب سے منصوص روایات کے قریب ہے اور یہ کتبِ مذاہب کتے کی خرید وفروخت کے جواز اور اس کی قیمت حلال ہونے سے متعلق تصریح سے بھری پڑی ہیں البتہ کاٹنے والے کتے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ پس امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا جواز اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے عدمِ جواز منقول ہے۔ اصل (مبسوط) کا اطلاق پہلی بات کی تائید کرتا ہے، قدوری وغیرہ نے یہی اختیار کی ہے جبکہ شمس الائمہ نے دوسری بات کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا کاٹنے والا کتا جو تعلیم کو قبول نہیں کرتا اسکی خرید وفروخت جائز نہیں اور فرمایا کہ صحیح مذہب یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اسے نقل کیا ہے یقیناً حدیث ومذہب کے

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] فتح القدیر مسائل منثورہ من باب البیع مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۴۵

الکلب ھذا قول ابیحنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین[1] اھ وقال فی البحر اما بیعہ وتملیکہ فھو جائز ھکذا نقلوا و اطلقوا لکن ینبغی ان یکون ھذا علی القول بطھارۃ عینہ اما علی القول بالنجاسۃ فھو کالخنزیر فبیعہ باطل فی حق المسلمین کالخنزیر[2] الخ فینقدح من ذلک وفاقھم جمیعا علی قضیۃ الطھارۃ من جراء تلک الروایات۔

حافظ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں تحقیق فرمانے کے بعد فرمایا امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تمام کا یہی قول ہے اھ بحرالرائق میں فرمایا کہ اس کتے کی بیع اور تملیک جائز ہے۔ اسی طرح فقہائے کرام نے نقل کیا اور مطلقاً بیان کیا لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس کی عینی طہارت کے قول پر ہو لیکن نجاست کے قول پر وہ خنزیر جیسا ہوگا، لہذا مسلمانوں کے حق میں خنزیر کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی باطل ہے الخ پس ان روایات کے پیش نظر ان سب کا طہارت کے فیصلے پر اتفاق مطعون ہوگا۔ (ت)

اقول لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طھارۃ العین وانما یعتمد جوازہ جواز الانتفاع الا تری ان السرقین و البعر لما جاز الانتفاع بھما جاز بیعھما وقد قال فی الھدایۃ مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمۃ بیع الکلب بانہ نجس العین ولا نسلم نجاسۃ العین ولو سلم فیحرم التناول دون البیع[3] اھ فان عدت قائلا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طھارۃ العین فان الخنزیر لما کان نجس العین لم یجز الانتفاع بہ بوجہ من الوجوہ بذلک علّلوہ فی

اقول لیکن فتح القدیر سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جواز بیع، طہارت عین پر موقوف نہیں بلکہ بیع کا جواز، جواز انتفاع پر مبنی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ گوبر اور مینگنی سے جب نفع حاصل کرنا جائز ہے تو ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ کتے کی بیع حرام ہونے پر امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کہ وہ نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کا جواب دیتے ہوئے ہدایہ میں فرمایا ہم نجاست عین تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، خرید وفروخت حرام نہیں اھ اگر تم یہ کہتے ہوئے اعتراض کرو کہ انتفاع کا جائز ہونا بھی تو طہارت عین پر مبنی ہے کیونکہ جب

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۵۰

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ " " " ۱/ ۱۰۳

[3] الہدایۃ مسائل منثورہ من کتاب البیوع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۱۰۳

عامة الكتب نعم يجوز الانتفاع بنجس العين على سبيل الاستهلاك وهذا هو الثابت فى السرقين[1] كما افاده فى النهاية ونقله فى البحر قلت نعم هذا يصلح دليلا لاصل المدعى اعنى الطهارة اما جعله وجها لتخصيص جواز البيع بقول الطهارة فكلا كيف وحل الانتفاع بالكلب بطريق الاصطياد مجمع عليه قطعا لما نطق به النص الكريم فمبنى جواز البيع ثابت عند الكل وان انكر الصاحبان مبنى المبنى اعنى الطهارة كما انكر الشافعى فرع المبنى اعنى جواز البيع فافهم۔

خنزیر نجس عین ہے تو کسی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں ۔ عام کتب میں اس کی یہی علت بیان کی ہے ہاں نجس عین کو ہلاک کرکے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے ۔ یہی بات گوبر میں بھی ثابت ہے ، جیسا کہ نہایہ میں اس بات کا فائدہ دیا اور اسے البحرالرائق نے نقل کیا میں کہتا ہوں ہاں یہ اصل مدعٰی یعنی طہارت کی دلیل بن سکتی ہے لیکن اسے طہارت کے قول پر جوازِ بیع کی تخصیص کے لیے سبب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کتے سے شکار کے طریقے پر نفع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ قطعی طور پر متفق علیہا مسئلہ ہے کیونکہ اس کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے پس جوازِ بیع کی بنیاد سب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ صاحبین اس بنیاد کی بنیاد یعنی طہارت کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنیاد کی فرع یعنی جواز بیع کا انکار کیا ہے ۔ پس اسے سمجھو ۔ (ت)

اور معلوم و مقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق آئی ہوں۔

اللّٰهم الا لضرورة او ضعف دليل وقد علم انتفاؤهما ههنا۔

اے اللہ ! مگر ضرورت یا ضعفِ دلیل کی وجہ سے ، اور یقیناً یہاں ان دونوں کا نہ ہونا معلوم ہے (ت)

بحرالرائق و فتاوٰی خیریہ و حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار و ردالمحتار میں ہے :

واللفظ للعلامة الرملى المقرر ايضا عندنا انه لايفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كمسألة المزارعة

اور الفاظ علامہ رملی کے ہیں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اس سے صاحبین یا ان میں سے ایک یا کسی دوسرے کے قول کی طرف بغیر ضرورت متوجہ نہیں ہوں گے ضرورت جیسے کمزور دلیل یا اس کے خلاف

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم ؎

اذا قالت حذام فصدقوھا
فان القول ماقالت حذام[1]

تعامل کا پایا جانا جیساکہ مسئلۂ زراعت میں ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ آپ (امام اعظم رحمہ اللہ) صاحبِ مذہب اور امام متقدم ہیں ؎

جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی
تصدیق کرو کیونکہ بات تو وہی ہے جو
حذام نے کہی۔

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال[2]

میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتاب النکاح من فتاوٰنا (ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ ت) تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوے دیں اور اسی کو معمول و مقبول رکھیں۔

ثانیاً یہی قول اکثر ہے

کمایظھر لمن یطالع نقولنا فی التطھیر مع ماترکنا من الکثیر البثیر ویراجع نقول التنجس یجدھا لاتبلغ نصف ذلك ولاثلثہ وان شرط مع ذلك عدم الاضطراب فلایبقی فی یدہ الا اقل قلیل کماستقف علیہ ان شاء اللہ تعالٰی وقد قال فی الحلیۃ الکثیر علی انہ لیس بنجس العین[3]۔

جیساکہ اس شخص کے لیے ظاہر ہے جو تطہیر کے بارے میں ہمارے نقول کا مطالعہ کرے باوجودکہ ہم نے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے نجس ہونے کے بارے میں نقول کی طرف رجوع کرے تو انہیں ان (نقولِ تطہیر) کا نصف بلکہ تہائی بھی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ساتھ عدمِ اضطراب کی شرط رکھی جائے تو اس کے ہاتھ میں بہت کم رہ جائیں گی جیساکہ تو عنقریب اس پر مطلع ہوگا ان شاء اللہ

---

[1] فتاوٰی خیریۃ مطلب لایفتی بغیر قول ابی حنیفۃ وان صححہ المشایخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۳۳
[2] التجنیس والمزید
[3] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

تعالٰی۔ اور حلیہ میں فرمایا کہ زیادہ روایات اس کے نجسِ عین نہ ہونے پر ہیں۔ (ت)

اور ثابت و مشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر و جمہور ہے۔

فی ردالمحتار قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر[1] اھ وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشایخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر[2]۔

ردالمحتار میں ہے فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثر کے اقوال پر ہوگا اھ بیری کی شرح اشباہ کے حوالے سے العقود الدریہ میں ہے کہ اسے اختیار کرنا کسی کے لیے جائز نہیں کیونکہ مشائخ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

ثالثاً یہی موافق احکام قرآن و حدیث ہے

کما علمت وتعلم وقد قال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ[3] اھ ومثلہ فی ردالمحتار۔

جیسا کہ تُو نے جانا اور تجھے معلوم ہوجائے گا۔ اور غنیہ میں واجباتِ نماز سے کچھ پہلے فرمایا کہ جب روایت، درایت کے موافق ہوجائے تو اس سے رُوگردانی کرنا مناسب نہیں اھ ردالمحتار میں بھی اسی کی مثل ہے (ت)

رابعاً یہی من حیث الدلیل اقوٰی ہے بلکہ قولِ تنجیس پر دلیل اصلاً ظاہر نہیں۔

وقد سمعت قول الغنیۃ لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین[4] اھ وقد اعترف بذلک الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المہذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیہا فترکتہا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل

تُو نے غنیہ کا قول سنا ہے کہ نجاستِ عین پر کوئی دلیل نہیں۔ اھ شافعی ائمہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ بحرالرائق میں فرمایا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ کہہ کر انصاف سے کام لیا کہ ہمارے اصحاب نے ایسی احادیث کو دلیل بنایا جن میں کوئی دلالت نہیں پس میں نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ میں نے خطبۂ کتاب

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۶

[2] العقود الدریۃ قدائد تتعلق باداب المفتی (حاجی عبدالغفار و پسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳

[3] غنیۃ المستملی قبیل واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[4] " " فصل فی البئر " " " ص ۱۵۶

الواهية[1] اھ وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعة الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله تعالٰی یقول لیس لنا دلیل علی نجاسة عین الکلب الا ما نهی عنه الشارع من بیعه او اکل ثمنه[2] اھ

میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ کمزور دلائل سے اعراض کروں گا اھ امام عارف شعرانی شافعی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سُنا آپ فرماتے تھے ہمارے پاس کتے کے نجسِ عین ہونے پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ شارع علیہ السلام نے اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا اھ (ت)

اقول ای ولا یتم ایضا فان الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد نهی عن بیع اشیاء واثمانها وهی طاهرة العین وفاقا اخرج الائمة احمد والستة عن جابر رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام[3] ولاحمد ومسلم والاربعة والطحاوی والحاکم عنه رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب والسنور[4] علی ان علماءنا قد بینوا ان ذلك کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساك شیئ منها فنسخ بنسخه[5] کما حققه الامام

اقول یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت لینے سے منع فرمایا حالانکہ ان کا عین بالاتفاق پاک ہے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا۔ احمد، مسلم، اصحابِ اربعہ، طحاوی اور حاکم رحمہم اللہ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلّی کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں ہمارے علما فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت تھا جب کتے کو قتل کرنے کا حکم تھا اور کسی کے لیے اس میں سے

---

[1] البحر الرائق — کتاب الطہارت — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۰۶
[2] المیزان الکبرٰی — باب النجاسۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۱۱۴
[3] صحیح البخاری — باب بیع المیتۃ والاصنام — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۹۸
[4] شرح معانی الآثار — باب ثمن الکلب — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۲۵۱
[5] ایضاً — ۲/۲۴۸

ابوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔

کچھ روک رکھنا جائز نہ تھا پس اس (قتل) کے منسوخ ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوگیا جیساکہ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

خامساً اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجع اصل ہے

کما نصوا علیہ فی الاصول وتشبثوا بہ فی مسائل الاسرار بالتأمین وترک رفع الیدین وغیرھما۔

جیسا انہوں نے اسے اصول میں بیان کیا اور آہستہ آمین کہنے اور ترکِ رفعِ یدین جیسے مسائل میں اس کو اختیار کیا۔ (ت)

اور اصل تمام اشیا میں طہارت ہے

حتی الخنزیر فانہ من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاھرۃ حتی لولم یرد الشرع بتنجیس عینہ بقی علی اصلہ فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وانما النجاسۃ عارضۃ فانھا صادرۃ عن تکوین اللہ تعالٰی القدوس الطاھر الخ[1] وفی الطریقۃ والحدیقۃ ص ان الطھارۃ فی الاشیاء اصل ش لان اللہ تعالٰی لم یخلق شیئًا نجسا من اصل خلقتہ ص و ش انما ص النجاسۃ عارضۃ ش فاصل البول ماء طاھر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسۃ[2] اھ ملخصا ولذا قال فی الغنیۃ ھٰھنا والاصل عدمھا[3] ای عدم النجاسۃ کما مر۔

حتی کہ خنزیر بھی، کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں حتی کہ اگر شریعت اسے نجسِ عین قرار نہ دیتی تو وہ اپنی اصل پر باقی رہتا۔ میزان میں ہے اشیاء میں اصل طہارت ہے اور نجاست لاحق ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی پاک وطاہر کے حکم سے صادر ہوتی ہے الخ۔ الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے (متن) اشیاء میں اصل طہارت ہے (شرح) کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصلِ تخلیق میں کسی چیز کو نجس پیدا نہیں کیا (متن) نجاست عارضی ہے (شرح) پس پیشاب کا اصل پاک پانی ہے، اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر نجاست لاحق ہوئی اھ ملخصا اسی لیے غنیہ میں اس مقام پر فرمایا اور اصل عدمِ نجاست ہے جیساکہ گزر گیا۔ (ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع تمام انواع الاربعۃ فی بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطھارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۱۳

[3] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی۔ لاہور ص ۱۵۹

سادساً اسی میں تیسیر ہے

وسیما علی من ابتلی باقتنائه لصید او زرع او ماشیة والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] وقال صلی الله علیه وسلم ان الدین یسر الحدیث[2] رواه البخاری والنسائی عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یسروا ولا تعسروا[3] رواه احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔

خصوصاً جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لیے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) اللہ تعالٰی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔" اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سابعاً بہت قائلانِ تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاستِ عین پر حکم فرماتے کہیں طہارتِ عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں بس مبسوط شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان عین الکلب نجس[4]

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتے کا عین نجس ہے۔ (ت)

اُسی کے باب الحدث میں ہے،

جلد الکلب یطھر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینه نجس عندھما ولکنا نقول الانتفاع به مباح حالة الاختیار فلو کان عینه نجسا لما ابیح الانتفاع به[5]۔

ہمارے نزدیک کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے امام حسن اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عین ناپاک ہے لیکن ہم کہتے ہیں حالتِ اختیار میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے پس اگر اس کا عین ناپاک ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵

[2] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] صحیح البخاری باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع الخ " " " ۲/ ۱۰۶۳

[4] المبسوط للسرخسی سئور مالا یؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۸

[5] " جلد المیتۃ واحکامہ " " " ۱/ ۲۰۲

اُسی کی کتاب الصید میں ہے :

بھذا یتبین انہ لیس بنجس العین[1] اس سے واضح ہُوا کہ یہ نجس عین نہیں ۔ (ت)

جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتفاض قلب بیان کیا

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ[2] بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات (کتّے کے جھاڑنے سے کپڑے کا ناپاک ہونا) اس کے نجس عین ہونے کا قائل ہونے کی بنیاد پر ہے (ت)

اُسی میں مثل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادۃ اسنان کلب بیان فرمایا ۔

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا کلہ علی القول بطھارۃ عینہ[3] ۔ بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے یہ سب کچھ اس کا عین پاک ہونے کی بنیاد پر ہے ۔ (ت)

جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایۃ لا یطھر وھو الظاھر من المذھب (ایک روایت میں ہے پاک نہیں ہوتا اور یہی ظاہر مذہب ہے ۔ ت) نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الا جلد الخنزیر والاٰدمی (مگر خنزیر اور آدمی کی کھال ۔ ت) پر اعتراض فرمایا الحصر المذکور علی خلاف الظاھر (حصر مذکور ، ظاہر کے خلاف ہے ۔ ت) اُسی کی کتاب البیوع میں فرمایا :

صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانہ نجس العین عندہ لا عندنا لانہ ینتفع بہ[4] ۔ کتّے کی خرید و فروخت صحیح ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نجسِ عین ہے ہمارے نزدیک نہیں کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ۔ (ت)

جن درر و غرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین[5] الخ (کتّا نجسِ عین ہے الخ ۔ ت) اُنھی کی بیوع میں ہے :

صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانہ مال کتّے کی طرح ہر دانت والے جانور کی خرید و فروخت

---

[1] المبسوط للسرخسی ثمن کلب الصید مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۱/۲۳۵
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] " " " " " " " ۱/۱۰۳
[4] ایضاح و اصلاح
[5] دررالحکام فی شرح غررالاحکام فرض الغسل مطبوعہ کامل الکائنہ فی دارالسعادۃ ۱/۲۴

متقوم الا الخنزیر لانہ نجس العین[1] اھ ملخصا

جائز ہے کیونکہ وہ مال متقوم ہے سوائے خنزیر کے، کیونکہ وہ نجس عین ہے اھ ملخصا (ت)

جس خزانۃ المفتین میں ہے عینہ نجس (اس کا عین ناپاک ہے۔ ت) اُسی میں ہے: سنہ لیس بنجس[2] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت)

جس خانیہ میں مسائل متقدمۂ شعر وانتقاض فرمائے اور فرمایا:

اذا مشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ[3] اھ ملخصا۔

کتّا برف پر چلے تو برف ناپاک ہوجائے گی، اسی طرح مٹی اور گارا بھی اھ ملخصا (ت)

یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحرالرائق میں واقع ہوا،

واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیہا فروعا[4] اھ

الفاظ بحرالرائق کے ہیں کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اس کے نجس عین ہونے کو اختیار کیا اور اس کو کئی مسائل کی بنیاد بنایا اھ (ت)

اُسی خانیہ میں فرمایا، سنہ غیر نجس (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت) اور فرمایا:

لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیہا سن کلب او ذئب یجوز صلاتہ[5]

اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے گلے میں ایسا ہار ہو جس میں کُتّے یا بھیڑیے کے دانت ہوں، تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اور فرمایا:

ان کان فی کمہ ثعلب اوجرو کلب لا تجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لا یجوز بہ التوضؤ[6]

اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کُتّے کا بچہ ہو تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ اس کا جھوٹا ناپاک ہے اس سے وضو کرنا جائز نہیں (ت)

---

[1] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب البیوع مسائل شتی مطبوعہ کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۲/۱۹۸

[2] خزانۃ المفتین

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ ؍؍ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۱

بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اُس کی نجاست عین کے یہ معنے ہیں کہ اس کا ماوٰی نجاسات ہیں لہذا اس کا بدن غالباً ناپاک ہوتا ہے۔

حیث قال ینزح کل الماء اذا وقع فیھا کلب او خنزیر مات او لم یمت اصاب الماء فم الواقع او لم یصب اما الخنزیر فلان عینه نجس والکلب کذلك ولھذا لوابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم افسدہ لان ماواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلة الکلب[1] اھ ملخصا۔

جہاں فرمایا کہ جب اس میں کتّا یا خنزیر گرجائیں تو تمام پانی نکالا جائے چاہے وہ مریں یا نہ، اور گرنے والے کا منہ پانی کو پہنچے یا نہ۔ خنزیر اس لیے کہ وہ نجس عین ہے اور کتّا بھی اسی طرح ہے، اس لیے اگر کتّا تر ہوجائے اور اپنے آپ کو جھاڑے اور یہ (پانی) درہم سے زیادہ کپڑے کو پہنچے تو اسے ناپاک کردے گا کیونکہ اس کا ٹھکانا نجاستیں ہیں اور تمام درندے کتے کی طرح ہیں اھ تلخیص (ت)

اور اسی باب سے ہے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ کل اھاب دبغ طاھر (ہروہ چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے۔ ت) سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثناء نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں والکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں وباللہ التوفیق۔

واما التزییف فاقول اولا (رہا اس کا کھوٹاپن! تو میں کہتا ہوں، **اولاً**۔ ت) امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر اُس سے احتجاج محض باطل وسحیق احادیث میں سانپ بچھو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سب اشیا نجس العین ہوں گی۔

ھذا لم یقل به احد اخرج الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن ابن عمر والبخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة وابوداؤد بسند

اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام ملک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالٰی) نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابوداؤد

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۵

حسن عن ابی هریرة وا احمد باسناد حسن
عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم کلهم
عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خمس
من الدواب لیس علی المحرم فی قتلهن
جناح الغراب والحدأة والعقرب والفارة
والکلب العقور[1] وفی حدیث ابن عباس خمس
کلهن فاسقة یقتلهن المحرم ویقتلن فی
الحرم وعدالحیة بدل الحدأة[2] وفی احدی
روایات الصدیقة الحیة مکان العقرب[3]
احمد والشیخان وابوداود والترمذی
وابن ماجة عن ابن عمر عن النبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا
ذا الطفیتین والابتر الحدیث[4] ابوداود والنسائی
عن ابن مسعود وا الطبرانی فی الکبیر
عن جریر بن عبد الله البجلی وعن عثمان
بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم اقتلوا الحیات
کلهن فمن خاف ثأرهن فلیس منا[5]
ابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان
والحاکم عن ابی هریرة وا الطبرانی فی الکبیر

نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
اور احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کیا ان سب نے سرکارِ دوعالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ مُحرِم پر پانچ جانوروں
کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کوا، چیل، بچھو،
چوہا اور کاٹ کھانے والا کتا۔ حضرت ابن عباس کی روایت
میں ہے پانچ جانور تمام کے تمام فاسق ہیں مُحرم ان کو قتل
کرے، اور انہیں حرم میں بھی قتل کیا جائے، انہوں نے چیل
کی جگہ سانپ کو شمار کیا ہے۔ ام المومنین صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بچھو کی جگہ سانپ کا
ذکر ہے۔ امام احمد، شیخان (بخاری ومسلم)، ابوداؤد،
ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت عبداللہ
ابن عمر کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سانپوں کو قتل کرو گرگل کے
پتوں جیسے نشانات والے سانپ اور دُم کٹے سانپ
کو قتل کرو (الحدیث) ابوداؤد اور نسائی نے حضرت
عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر
میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اور حضرت عثمان ابن ابی
العاص رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا تمام

---

۱ صحیح البخاری — باب ما یقتل المحرم من الدواب — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۴۶
۲ مسند احمد بن حنبل — عن ابن عباس رضی اللہ عنہ — " دار الفکر بیروت — ۱/۲۵۷
۳ سنن ابن ماجہ — ما یقتل المحرم — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۲۳۰
۴ سنن ابی داود — باب قتل الحیات — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۳۵۶
۵ " " " " " — " مجتبائی پاکستان لاہور — ۲/۳۵۶

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الاسودین فی الصلاۃ الحیۃ والعقرب[1] وایضا ھذا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبۃ[2] احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمہ[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ومن قتل وزغا فلہ حسنۃ[4]۔

سانپوں کو مارو، جو شخص ان کی طرف سے حملے کا خوف رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) نماز میں دو سیاہ جانوروں سانپ اور بچھو کو ہلاک کرو، نیز انھوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گرگٹ کو قتل کرو اگرچہ کعبہ شریف کے اندر ہو۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا، جو شخص سانپ کو مارے گویا اس نے ایسے مشرک مرد کو قتل کیا جس کا خون (بہانا) حلال ہوچکا تھا۔ امام احمد اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ انہی کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا: جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے سات نیکیاں پائیں جس نے گرگٹ کو ہلاک کیا اس کے لیے ایک نیکی ہے۔ (ت)

ثانیاً رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا تقربھم الملٰئکۃ الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق[5] رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تین آدمیوں کے قریب (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے جنبی، نشے والا اور خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانے والا۔ بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اس کے پاس نہیں آتے، کیا مدہوش نجس العین ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۹۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۰۲

[3] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۹۵

[4] " " " " " ۱/ ۴۲۰

[5] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الخمر ومن یشربہا مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۵/ ۷۲

ثالثاً ولوغ کلب سے غسل اناء بلکہ مبالغۂ تسبیع وتثمین وتتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلاً علاقہ نہ ہونا اجلٰی بدیہیات سے ہے۔

وقد اغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعلہ حجۃ زاعما انہ اذا کان لعابہ نجسا وھو عرق فمہ ففمہ نجس ویستلزم نجاسۃ سائر بدنہ وذلك لان لعابہ جزء من فمہ وفمہ اشرف مافیہ فبقیۃ بدنہ اولٰی اھ[1]۔

شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب بات کرتے ہوئے اسے حجت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ جب اس کا لعاب ناپاک ہے اور وہ منہ کا پسینہ ہے تو اس کا منہ بھی ناپاک ہوگا اور یہ تمام بدن کی نجاست کو مستلزم ہے یہ اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے منہ کا ایک جزء ہے اور منہ اس کے جسم کا اشرف حصہ ہے، پس باقی بدن تو بدرجۂ اولٰی ناپاک ہوگا۔ اھ (ت)

اقول ھذا کما تری یساوی ھزلا ویتساوك ھُزلا فان کون اللعاب جزء الفم ممالا یتفوہ بہ صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم ھو انما یتولد من داخل لامن الجلد فانما یدل علی نجاسۃ اللحم دون العین ثم لوتم لدل علی نجاسۃ عین کل ما سؤرہ نجس وھو باطل۔

اقول یہ بات جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مذاق کے برابر ہے اور کمزوری کے باعث متزلزل ہے کیونکہ لعاب کا منہ کا جزء ہونا کسی عقلمند بچے کا قول بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ایک فاضل یہ کہے، پھر یہ (لعاب) اندر سے پیدا ہوتا ہے جلد سے نہیں، اور یہ گوشت کی نجاست پر دلالت کرتا ہے عین کے نجس ہونے پر نہیں، پھر اگر ان کی بات صحیح بھی ہو تو یہ ہر اس چیز کے عین نجس ہونے پر دلالت کرے گی جس کا جھوٹا ناپاک ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔ (ت)

رابعاً حدیث انھا لیست بنجس انھا من الطوافین علیکم والطوافات[2] (یہ ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے پاس چکر لگانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ ت) حدیث حسن صحیح ہے

اخرجہ الائمۃ مالك واحمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم وابن خزیمۃ وابن مندۃ فی صحاحھم عن ابی قتادۃ وابوداود والدار قطنی

ائمۂ حدیث امام مالک، احمد، ائمہ اربعہ (بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ) ابن حبان، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے اپنی صحاح میں حضرت ابو قتادہ

---

[1] نیل الاوطار باب آسار البہائم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷

[2] سنن ابی داؤد باب سور الہرۃ ″ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰

عن ام المؤمنين الصديقة رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ سے نیز ابوداؤد اور دارقطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (ت)

مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقابلۂ کلب ہے کہ اس میں نفی نجاست سے اُس میں اثبات ہو حدیث ابی ہریرہ جس کے طریق مطول میں ذکر قصہ و مقابلہ بالکلب ہے اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابوبکر بن ابی شیبہ و دارقطنی و حاکم و عقیلی سب کے یہاں اُسی قدر ہے کہ

الھر یا السنور سبع فرواہ الاربعۃ الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیّب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھر سبع[1] ورواہ الدارقطنی من جھۃ محمد بن ربیعۃ عن سعید عن ابی زرعۃ وھو مطولا بالقصۃ والحاکم من حدیث عیسٰی بن المسیّب ثنا ابوزرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السنور سبع[2] وقال العقیلی فی ترجمۃ عیسٰی بن المسیّب من کتاب الضعفاء حدثنا محمد بن زکریا البلخی نا محمد بن ابان و محمد بن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسی بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

(الھر یا السنور فرمایا) بلّی درندہ ہے پہلے چار نے اسے وکیع سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیّب سے، انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلّی درندہ ہے۔ دارقطنی نے محمد بن ربیعہ سے انہوں نے حضرت سعید سے انہوں نے حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا، اس کا قصہ طویل ہے، حاکم نے عیسٰی بن مسیّب کی روایت سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلّی درندہ ہے"۔ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں عیسٰی بن مسیّب کا ترجمہ (تعارف) نقل کرتے ہوئے کہا ہم سے محمد بن زکریا بلخی نے بیان کیا ان سے محمد بن ابان اور محمد بن صباح نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے وکیع نے وہ فرماتے ہیں ہم سے عیسٰی بن مسیّب نے بواسطہ ابوزرعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من قال لایجزئ ولیغسل منہ الاناء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۲
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۷

علیہ وسلم و ذکر الھر وقال ھی سبع[1] اھ فلعل للعلامۃ الدمیری شُبّہ علیہ فانتقل ذھنہ فی تتمۃ ھذا الحدیث الی ذاک ھذا فی لفظ الھرۃ و قد ذکرہ علی الصواب فی لفظ السنور فقال روی الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی دار قوم من الانصار فساق الحدیث الی قولہ فقال السنور سبع[2] اھ **فان قلت** ربما یتحصل لنا المقصود بھذا اللفظ ایضا فان الحدیث قد علل زیارۃ اھل بیت عندھم ھرۃ دون الذین عندھم کلب بانھا سبع فدل علی ان الکلب اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسۃ اسآر سائر السباع فلو کانت ھی ایضا قصاری الامر فی الکلاب غیر متعدیۃ من اللعاب علی الاھاب لم یکن لھذا التعلیل معنی **قلت** نعم یدل علی زیادۃ شیئ فی الکلب علی سائر السباع ولیکن ما فیہ من عدم دخول الملٰئکۃ بیتا ھو فیہ اما خصوص الفرق بنجاسۃ العین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انہوں نے بلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "یہ درندہ ہے" اھ شاید علامہ دمیری کو شبہہ ہوگیا اور ان کا ذہن اس حدیث کے تتمہ پر اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔ یہ تو لفظ "ھرۃ" میں ہے لیکن انہوں نے لفظ "سنور" کو صحیح قرار دیتے ہوئے ذکر کیا، فرماتے ہیں حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوم انصار کے گھر تشریف لاتے تھے پھر وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے، آپ نے فرمایا بلّی درندہ ہے اھ اگر تم کہو کہ کبھی ہمیں اس لفظ سے بھی مقصود حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جن کے ہاں بلّی ہو وہاں جانا صحیح ہے جہاں کتا ہو وہاں نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک درندہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتا درندوں سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور ہمارے نزدیک تمام درندوں کے پس خوردہ کی نجاست ثابت ہوچکی ہے۔ پس اگر کتے کے بارے میں بھی صرف اتنی ہی بات ہو اور وہ لعاب سے چمڑے کی طرف متعدی نہ ہو تو اس تعلیل کا کوئی مطلب نہ ہوگا (قلت) ہاں کتے میں باقی درندوں سے زائد چیز پر دلالت موجود ہے وہ یہ کہ کتے کے بارے میں ہے جس گھر میں یہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ــــ لیکن نجاست عین کے ساتھ خصوصی فرق ہرگز نہیں، جو

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر فی ترجمہ عیسٰی بن المسیّب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۸۷

[2] حیاۃ الحیوان تحت لفظ السنور مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/۵۷۶

فکلا ومن ادعی فعلیہ الدلیل ولعل تعلیلی ہذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان[1] کما نقلہ فی مجمع بحار الانوار واقرہ فان ذلك انما ورد فیما نعلمہ فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستۃ الا البخاری عن عبداللہ بن الصامت عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فانہ یقطع صلاتہ المرأۃ والحمار والکلب الاسود قلت یا اباذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یا ابن اخی سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما سألتنی فقال الکلب الاسود شیطان[2] ولاحمد عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الکلب الاسود البھیم الشیطان[3] وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود عن ذالك محفوظ۔

فان قلت ما یدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتھم کان اسود

دعوٰی کرے اس کے ذمہ دلیل ہے اور شاید میری یہ تعلیل، طیبی کی تعلیل کہ کتا شیطان[1] ہے سے زیادہ اچھی ہے جیسا کہ انہوں نے مجمع بحار الانوار میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا۔ ہمارے علم کے مطابق یہ بات سیاہ کتے کے بارے میں آئی ہے جیسا کہ نماز توڑنے سے متعلق حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری کے سوا صحاح ستہ کے دیگر ائمہ نے بواسطہ حضرت عبداللہ بن صامت، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ آدمی کی نماز عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے"، میں نے عرض کیا اے ابوذر سیاہ کتے کی کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کو حاصل نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سیاہ کتا شیطان ہے"۔ امام احمد، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: "نہایت سیاہ کتا شیطان ہے"۔ سوال وجواب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ (رنگ کی) قید ملحوظ ہے اور غیر سیاہ کتا اس (حکم) سے محفوظ ہے۔ (ت)

اگر تم کہو کہ تمہیں کیا معلوم شاید وہ کتا جو ان کے گھروں میں تھا سیاہ رنگ کا ہو؟ میں کہتا ہوں تمہیں

---

[1] مرقات المفاتیح باب السترۃ فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۲۵
[2] صحیح لمسلم باب سترۃ المصلی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۷
[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۱۵۷

قلت مایدریك لعلہ کان احمر او اصفر وبالجملۃ فالحدیث اقتصر فی معرض التعلیل علی وصف الکلبیۃ فلوکان العلۃ خصوص اللون لصرح بہ اواتی بلام العہد ھذا ثم ان فی الحدیث تاویلا اٰخر افادہ ایضا الطیبی فقال ھواستفہام انکار اھ[1] فعلی ھذا یکون المعنی اثبات السبعیۃ للکلب ونفیھا عن الھر فینصلم الاستدلال من اصلہ **اقول** لکن الحدیث فی بعض طرقہ بلفظ ان السنور سبع **کما فی** المیزان فافھم[ع]۔

کیا معلوم، شاید وہ سرخ یا زرد رنگ کا ہو۔ بہرحال حدیث شریف میں صرف اس کا کتّا ہونا ہی دلیل بنے گا۔ اگر کوئی خصوصی رنگ علّت ہوتا تو اس کی تصریح فرماتے یا لامِ عہد لاتے، اسے اپنائیے، پھر حدیث میں ایک اور تاویل بھی ہے جس کا فائدہ بھی طیبی سے حاصل ہوا، انہوں نے فرمایا یہ استفہام انکاری ہے اھ پس اس بنیاد پر معنیٰ یہ ہوگا کہ کتے کے لیے درندگی ثابت کرنا اور بلّی سے اس کی نفی کرنا ہے، لہٰذا استدلال سرے سے ہی ختم ہو جائیگا **اقول** لیکن حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں "ان السنور سبع" جیسا کہ میزان میں ہے۔ پس سمجھ لو۔ (ت)

خامساً عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اسی کی بیوع میں یہاں تک تصریح ہے

م صح بیع الکلب والفھد والسباع علمت اولا **ش** ھذا عندنا وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز بیع الکلب العقور وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز بیع الکلب اصلا بناء علی انہ نجس العین عندہ[2]۔

(متن) کتے، بھیڑیے اور درندوں کی بیع جائز ہے، انھیں سکھایا جائے یا نہ۔ (شرح) یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کاٹنے والے کتّے کی بیع جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتّے کی بیع بالکل جائز نہیں، کیوں کہ وہ ان کے نزدیک نجس عین ہے۔ (ت)

بالجملہ قول اصح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ورشید ہیں لاجرم فتح میں فرمایا:

ماذکر فی الفتاوی من التنجس من وضع

فتاوٰی میں جو مذکور ہے کہ برف یا کیچڑ میں جہاں

ع یشیر الی ان لیس بنص فی عدم حذف الھمزۃ ۱۲ (م)

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ "ان" ہمزہ کے حذف نہ ہونے میں نص نہیں۔ (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار
[2] شرح الوقایہ، مسائل شتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۴

رجلہ موضع رجل کلب فی الثلج او الطین ونظائر ھذہ مبنی علی روایۃ نجاسۃ عین الکلب ولیست بالمختارۃ[1]

کتے نے پاؤں رکھا وہاں پاؤں رکھا جائے تو ناپاک ہوجاتا ہے، اور اس قسم کی دُوسری باتیں کتے کے نجس عین ہونے پر مبنی ہیں اور یہ بات مختار نہیں (ت)

حلیہ میں فرمایا:

الکثیر علی انہ لیس نجس العین وعلی ھذا فیکون الصحیح عند الکثیر انہ لاینزح اذا اخرج ولم یصب الماء فمہ کما ھو معزو الی ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔

بہت سے فقہا کے نزدیک یہ نجس عین نہیں لہذا اس بنیاد پر زیادہ لوگوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب کتا (پانی سے) نکالا جائے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو تو (کنویں سے) پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (ت)

پس عند التحقیق اُس کے بال[1] بھی پاک، کھال[2] بھی پاک، ذبح[3] و دباغت[4] باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیہ عندنا واللحم ایضا علی اضعف التصحیحین (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصحیحوں سے کمزور تر تصحیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے۔ ت) زندہ و مردہ[5]، مذبوح و غیر مذبوح ہر حالت میں دانت[6] پاک، ناخن[7] پاک، اگر[8] کنویں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک، تطییباً[9] للقلب صرف بیس[10] ڈول نکالے جائیں۔ کیچڑ[11] وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔ پانی میں بھیگا ہُوا چٹائی پر لیٹے یا بدن[12] جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہوجائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو۔ ان تمام فروع میں تو اصلاً کلام نہیں،

ووقع فی الدر لیس نجس العین وعلیہ الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولایفسد الثوب بعضہ مالم یر ریقہ ولاصلاۃ حاملہ ولو کبیرا وشرط الحلوانی شد فمہ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے[1] پس اسے بیچا جاسکتا ہے، اجرت پر دیا جاسکتا ہے اور (ہلاکت کی صورت میں) اس کا تاوان لازم ہوگا اور اس کے کاٹنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا جب تک لعاب دکھائی نہ دے اسے اٹھاکر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ بڑا ہو۔ حلوانی کے نزدیک اس کا منہ بندھا ہونا شرط ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر سندھ ۱/۱۸۶

[2] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۳۸

اقول اما البیع فقد تقدم الکلام علیه وھو الکلام فی الاجارۃ فانھا ایضا انما تعتمد حل الانتفاع واما عدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابہ فقد اقرہ علی ھذا التفریع محشیہ العلامۃ الشامی و العبد الضعیف لایحصلہ فانہ ماش علی قول التنجیس ایضا قطعا لان الرجس لایعدی النجاسۃ الابلل ونجاسۃ ریقہ لاخلف فیھا فی المذھب فعدم النجاسۃ بسن یابس والتنجس بشفۃ رطبۃ کلاھما متفق علیہ لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان ھذہ المسألۃ علی القولین[۱] الخ ثم رأیت العلامۃ الطحطاوی نبہ علیہ معترفا ایضا من البحر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اقول جہاں تک خرید و فروخت کا تعلق ہے تو اس پر کلام گزر چکا ہے اور اجارہ کے بارے میں بھی وہی حکم ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی تو انتفاع کا حلال ہونا ہے، لیکن کپڑے کا خراب نہ ہونا جب تک لعاب سے تر نہ ہو، اس پر اس کے محشی علامہ شامی نے اس تفریع کو برقرار رکھا ہے۔ یہ بندۂ ضعیف اسے نہیں مانتا کیونکہ وہ اس کے قطعی نجس ہونے کا بھی قائل ہے اور نجاست، رطوبت کے بغیر آگے متجاوز نہیں ہوتی اور تھوک کے نجس ہونے میں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں پس خشک دانت کے ساتھ ناپاک نہ ہونا اور تر ہونٹ کے ساتھ ناپاک ہوجانا دونوں باتوں پر اتفاق ہے صاحبِ بحر نے بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ دو قولوں کی بنیاد پر ہے الخ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحطاوی نے بحر سے اس کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی (ت)

باقی رہی وہ فرع کہ اس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں، اگر کتّا خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبتنی ہے قول نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتّا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلّی حاملِ نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے نہ محمول مصلی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچّہ جس کے جسم و ثوب یقیناً ناپاک ہوں خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلی خود حاملِ نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جوازِ نماز بھی قطعاً مفتی بہ۔

فان مالا یبتنی الاعلی الصحیح لایکون جس چیز کی بنیاد صحیح ہو وہ بھی صحیح ہوتی ہے اور یہ

---

[۱] البحرالرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

الاصحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھات۔

جیسا کہ تم دیکھتے ہو نہایت واضح باتوں میں سے ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

(ان صلی ومعه سنور تجوز) صلاته مطلقا ان جلس بنفسه واذا لم یکن علی ظاھرہ نجاسة مانعة ان حمله اما ان کان علیه نجاسة مانعة اذ ذاك فلا تجوز صلاته کما لو حمل صبیا لا یستمسك بنفسه وفی ثیابه او بدنه نجاسة مانعة لانه حینئذ ھو الحامل للنجاسة بخلاف المستمسك فان المصلی لیس حاملا للنجاسة التی علیه (بخلاف الکلب) اذا حمله المصلی حیث لا تجوز صلاته لانه حامل للنجاسة التی ھی لعابه اما اذا جلس علیه بنفسه فعلی روایة انه نجس العین کذلك لانه حامله وھو نجاسة واما علی الروایة الصحیحة فینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حامل للنجاسة کما فی الھرة ونحوھا علی ما سبق[1] اھ ملخصا۔

اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلّی تھی اس کی نماز مطلقاً جائز ہے اگر وہ خود بخود بیٹھی ہو، اور اگر اس نے اسے اٹھایا ہو تو اس صورت میں اس کے ظاہر پر اتنی نجاست نہ ہو جو مانع ہو (نماز جائز ہوگی) لیکن جب اس پر مانع کی حد تک نجاست ہو اس وقت نماز جائز نہیں جیسا کہ اگر اس نے بچہ اٹھایا ہو جو خود بخود ٹھہر نہیں سکتا اور اس کے کپڑوں یا بدن پر اتنی نجاست ہے جو نماز سے مانع ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ خود نجاست اٹھانے والا ہوگا بخلاف اس کے جو خود بخود ٹھہر سکتا ہے اس صورت میں نمازی اپنے اوپر پائی جانے والی نجاست کو اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا (بخلاف کتے کے) جب اسے اٹھایا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کی نجاست یعنی لعاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ خود بخود بیٹھ جائے تو اس روایت کی بنیاد پر کہ وہ نجس عین ہے اسی طرح ہے کیونکہ وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے اور وہ نجاست ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے نہیں، جیسا کہ بلّی وغیرہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔ (ت)

اور اگر خود مصلی ہی نے اسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھا لیا تو قول طہارت عین ہی پر اس صورت میں دو[2] قول ہیں۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الاسآر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

اقول والسرفیه ان الابتناء علی شیٔ له وجهان احدهما ان لا یبتنی الا علیه والاٰخر ان یکون هو احد ما یبتنی علیه والمبتنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاٰخر لایجب ان یکون صحیحا لجواز ان یکون البعض الاٰخر مما یبتنی علیه غیر صحیح فلا یکون المبتنی صحیحا بسببه وعن هذا نقول ان صحة الفروع تستلزم صحة الاصل ولا عکس لان الاصل لانه اعم فثبوته غیر قاض بثبوت ملزومه۔

اقول اس میں راز یہ ہے کہ کسی چیز پر بنیاد رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک۱ یہ کہ اس کے علاوہ دوسری چیز پر بنیاد نہ ہو، اور دوسرا۲ یہ کہ جن باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے، یہ ان میں سے ایک ہے پہلے معنیٰ کے اعتبار سے جو چیز صحیح پر مبنی ہوگی وہ قطعی طور پر صحیح ہوگی، اور دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے اس کا صحیح ہونا واجب نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دوسرا البعض جس پر اس کی بنیاد ہے وہ غیر صحیح ہو لہذا اس کے سبب (فرع کی صحت) سے بنیاد کا صحیح ہونا لازم نہ ہوگا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ فرع کی صحت اصل کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ اصل لازم اعم ہے پس اس کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت ضروری نہیں (ت)

اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو۲ مسلک پر مختلف ہوئی:

مسلک اوّل: جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے انہوں نے حکم صحت دیا یا تو مطلقاً جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشایخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحر الرائق و درمختار کے کتاب الطہارت میں اور حلبی و شامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی یہ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی کا ارشاد ہے۔ محیط رضوی و نصاب و ابوالسعود وغیرہا اور بحر و دُرر کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ بہے تو نماز ہوجائے گی اگرچہ منہ کھلا رہے، ورنہ نہیں، اگرچہ بندھا ہو۔

اقول بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے کما یفیدہ ما نذکر عن المحیط وغیرہ من تعلیل التقیید (جیسا کہ وہ بات یعنی تقیید کی علت اس کا فائدہ دے گی جسے ہم محیط وغیرہ سے

ذکر کریں گے ۔ ت) غالباً لعاب کلاب منہ کھلا ہونے کی حالت میں میلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہذا شدوفتح سے تعبیر کی گئی ومثلہ کثیر الوقوع من الفقہاء کما لایخفی علی من تتبع (اور اس کی مثل فقہاء سے کثیر الوقوع ہے جیسا کہ تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں ۔ ت) غرض اختلاف لفظ میں ہے نہ معنی میں وبہذا یندفع التہافت المظنون فی کلمات البحر والدر والطحطاوی وباللہ التوفیق (بحرالرائق، درمختار اور طحطاوی کے کلمات میں جس تکرار کا گمان تھا اس سے وہ دُور ہوگیا ۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا کرنے والا ہے ۔ ت) بہرحال ان سب ائمہ و علماء نے نجاستِ لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اسی طہارت عین کلب پر مبتنی اور جب وہ مفتی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقیناً مفتی بہ ۔

فی البحر عن البدائع انہ (ای طہارۃ عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب[1] ولذلك قال مشایخنا فیمن صلی وفی کمہ جروانہ تجوز صلاتہ وقید الفقیہ ابوجعفر الھندوانی الجواز بکونہ مشدود الفم اھ وفی البحر ایضا اذا صلی وھو حامل جروا صغیرا الاتصح صلاتہ علی القول بنجاستہ مطلقا وتصح علی القول بطہارتہ اما مطلقا او بکونہ مشدود الفم کما قدمناہ عن البدائع اھ[2] وفی حاشیۃ المراقی انہ لیس بنجس العین وعلیہ الفتوٰی واثر الخلاف یظھر فیما لوصلی وفی کمہ جرو صغیر جازت علی الاول لاالثانی و شرط الھندوانی کونہ مشدود

بحرالرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ یہ (کتے کا طاہر عین ہونا) دو۲ قولوں میں سے صحت کے زیادہ قریب قول ہے ۔ اس لیے ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ جس آدمی کی آستین میں کتے کا بچہ ہو اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی کے نزدیک جواز کے لیے اس کے منہ کا باندھا ہونا شرط ہے اھ ۔ بحرالرائق میں ہی ہے کہ جب کسی آدمی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے کتے کا چھوٹا سا بچہ اٹھا رکھا تھا تو اس قول پر کہ وہ نجس ہے نماز مطلقاً صحیح نہیں ہوگی اور طہارت کے قول کی بنیاد پر یا تو مطلقاً صحیح ہوگی یا اس صورت میں کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بدائع سے نقل کیا اھ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نجس عین نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے ۔ اور اختلاف کا اثر اس

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۰۲

الفم اھ[1] ملخصا وفی البزازیۃ عن النصاب
ان کان الجرو مشدود الفم یجوز اھ[2]
وفی شروط الصلاۃ للدر والبحر وفتح
اللہ المعین واللفظ للدر ما یتحرك بحرکۃ
اویعد حاملا لہ کصبی علیہ نجس ان لم
یستمسك بنفسہ منع والا لا کجنب وکلب
ان شد فمہ فی الاصح اھ[3] وفی حاشیتہ للعلامۃ
ط قولہ ان شد فمہ لوقال وکلب ان لم
یسل منہ ما یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ
لوعلم عدم السیلان اوسال منہ دون
المانع لایبطل الصلاۃ وان لم یشد فمہ
حلبی وفیہ تامل اھ[4] ونقل العلامۃ الشامی
ما افادہ الحلبی فاقرہ وایدہ وفی الحلیۃ
فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ
جرو کلب وما لا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ
قیل لم یجز والاصح انہ ان کان فمہ مفتوحا
لم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فیصیر
مبتلا بلعابہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز
الصلاۃ ان کان اکثر من قدر الدرہم فان
کان فمہ مشدودا بحیث لایصل لعابہ

صورت میں ظاہر ہوگا جب وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتّے کا چھوٹا بچہ ہو، پہلے قول کے مطابق نماز جائز ہوگی دوسرے کے مطابق نہیں۔ اور ہندوانی نے منہ بندھا ہونا شرط رکھی ہے اھ تلخیص۔ بزازیہ میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ اگر کتّے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو نماز جائز ہے اھ۔ نماز کی شرائط میں درمختار، بحرالرائق اور فتح اللہ المعین میں ہے الفاظ درمختار کے ہیں کہ جو اس کی حرکت سے حرکت کرے یا اسے اٹھانے والا شمار ہو جیسے بچہ کہ اس پر نجاست ہو اگر وہ خود بخود نہ ٹھہر سکے تو منع کیا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جنبی اور کتا، اگر اس کا منہ باندھا ہو۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے اھ اور اس کے حاشیہ میں علامہ (طحطاوی) نے فرمایا "یہ کہنے کی بجائے کہ اگر اس کا منہ باندھا ہوا ہو، وہ فرماتے، اور کتّے کے منہ سے اگر وہ چیز نہ نکلے جو نماز کو روکتی ہے" تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ جاری نہ ہونا معلوم ہو یا اس سے اتنا جاری ہو جو مانع نہیں ہے تو نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ منہ باندھا ہوا نہ ہو۔ (حلبی) اور کہا اس میں غور کرو اھ علامہ شامی نے وہ بات نقل کی جس کا فائدہ حلبی سے حاصل ہوا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۸
[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱
[3] الدرالمختار باب شروط الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۰

الی ثوبہ جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر ولا یتنجس الا بالموت و نجاسۃ باطنہ فی معدنھا فلا یظھر حکمھا کنجاسۃ باطن المصلی انتھی[1] والاشبہ ان ھذا التفصیل فی کلب من شانہ غلبۃ سیلان لعابہ بحیث یبلغ مایسیل منہ قبل فراغ حاملہ مایمنع صحۃ الصلاۃ وان شد فوہ یمنع ذلك منہ ومالیس کذلك فالاشبہ فیہ اطلاق الجواز کما ھو ظاھر مافی البدائع عن مشایخنا اھ[2]۔

پھر اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی ۔ اور حلیہ میں رضی الدین کی محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کے ساتھ کتے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز نہیں ، کہا گیا ہے کہ نماز جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہتا رہے گا اور وہ لعاب سے تر ہو کر ناپاک ہو جائے گی لہذا ایک درہم سے زیادہ ہونے کی صورت میں نماز کے جواز کو روکے گی اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ موت کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا جب کہ اندر کی نجاست اپنے مرکز میں ہے ۔ پس نمازی کے اندر کی نجاست کی مثل اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا ۔ انتہی زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جس کا لعاب اکثر جاری رہتا ہے کیونکہ اس کا لعاب جب اس صورت میں ہو کہ جو کچھ جاری ہو وہ اُٹھانے والے کے فارغ ہونے سے پہلے اس حد تک پہنچ جائے جو نماز کے صحیح ہونے سے مانع ہے اگرچہ اس کا منہ بند کیا جائے تو یہ نماز سے مانع ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس میں مطلقاً جواز (کا قول) زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ہمارے مشایخ کے اُس قول سے ظاہر ہے جو بدائع میں ہے ۔ (ت)

مسلک دوم : جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرونِ دہن آئے حکمِ نجاست پالیا جیسے خُون کہ اندر سے نکل کر دہن و زبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکورہ میں دہنِ کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حمل نجاست کا موجب ہے ، انہوں نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقی و منیہ و غنیہ میں اسی

۱؎ التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۵۸

۲؎ " " " " " " " " " "

پر جزم فرمایا۔

ففی الاربع الاول اللفظ متقارب والمعنی واحد والسیاق للوجیز صلی ومعه حیوان حی یجوز التوضئ بسؤرہ کالفارۃ یجوز واساء وان کان سؤرہ نجسا کجرو کلب لا یجوز وفی النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز اھ[1] وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن المنتقی عن محمد صلی ومعه حیۃ او سنور او فارۃ اجزاہ وقد اساء وان کان ثعلب او جرو کلب لم تجز صلاتہ وذکر فی جنس ھذہ المسائل اصلا فقال کل ما یجوز التوضئ بسؤرہ تجوز الصلاۃ معه وما لا یجوز الوضوء بسؤرہ لا تجوز الصلاۃ معه[2] انتھی قال فی الحلیۃ بعد نقله ولکن لا یعری عن تامل وسنوضحه الخ والموعود به ھو ما قدمنا عنھا من ان الاشبه التفصیل بالشد والفتح فی کلب شانه کذا واطلاق الجواز فی غیرہ قال بعد تحقیقه وحینئذ فیظھر ان فی کلیۃ الاصل المذکور نظرا فتنبه له[3] اھ وفی المنیۃ ان صلی ومعه سنور او حیۃ یجوز

پہلی چار (کتب) میں الفاظ تقریباً ایک جیسے ہیں اور معنے بھی، اور وجیز (بزازیہ) کے الفاظ یوں ہی کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس ایسا زندہ حیوان تھا جس کے جھوٹے سے وضو جائز ہے مثلاً چوہا، تو نماز جائز ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہو جیسے کتے کا بچہ، تو نماز ناجائز نہیں ہوگی۔ اور نصاب میں ہے اگر کتے کے بچے کا منہ بندھا ہوا ہو تو جائز ہوگی انتہی حلیہ میں بحوالہ ذخیرہ، منتقٰی سے امام محمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے پاس سانپ یا بلی یا چوہا تھا تو نماز جائز ہے۔ لیکن اس نے گناہ کیا۔ اور اگر لومڑی یا کتے کا بچہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس قسم کے مسائل کے بارے میں قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جب اس کے جھوٹے سے وضو جائز ہو تو اس کے ساتھ نماز بھی جائز ہوگی اور جس کے جھوٹے سے وضو جائز نہ ہو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی" انتہی، اسے نقل کرنے کے بعد حلیہ میں فرمایا لیکن یہ غور وفکر سے خالی نہیں اور ہم عنقریب اس کی وضاحت کریں گے الخ، جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی ہے جو ہم

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

[2] حلیۃ المحلی

[3] حلیۃ المحلی

بخلاف جرو الکلب[1] اھ وفی الغنیة لا یقال النجاسة التی فی محلها غیر معتبرة ولا یعطی لها حکم النجاسة لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محله الذی تولد فیه واتصل بالفم الذی له حکم الظاهر بالنظر الی مایخرج من الباطن فاعتبر نجاسة وقد تنجس بها لسانه وسائر فمه فکان مانعا اھ[2] ملخصا۔

نے اس سے پہلے ان سے نقل کی ہے یعنی منہ باندھنے اور کھلا چھوڑنے کی تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جو اس شان کا ہو اور مطلق جواز اس کے غیر میں ہے انہوں نے تحقیق کے بعد فرمایا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدے میں نظر ہے پس اس سے آگاہی حاصل کرو (انتہی) منیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلی یا سانپ ہو تو نماز جائز ہوگی بخلاف کتے کے بچے کے انتہی غنیہ میں ہے یہ نہ کہا جائے کہ جو نجاست اپنے محل میں ہے غیر معتبر ہے اور اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم نے مان لیا لیکن لعاب اپنے اس مقام سے جہاں وہ پیدا ہوا منتقل ہو کر منہ سے مل جاتا ہے جسے باطن سے باہر آنے والی چیز کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر کا حکم دیا جاتا ہے لہذا اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا اور اس سے اس کی زبان اور تمام منہ ناپاک ہوگیا پس وہ مانع ہوگا انتہی تلخیص (ت)

اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لیے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع بہائم میں مفقود، لہذا صحت نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی صحیح صحیح نہیں یہ تو اختلاف علما تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے محیط رضوی و بحرالرائق و دُرمختار وغیرہا میں صراحۃً اُس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور۔

کما مر وقد صرح العلامة الفقیه خیر الدین الرملی فی فتاواہ الخیریة لنفع البریة من کتاب الطلاق بما نصه وانت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لایعدل عنه الی غیرہ[3] اھ وفیها من کتاب الصلح حیث

جیسا کہ گزرا علامہ فقیہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی الخیریہ لنفع البریہ کی کتاب الطلاق میں اسے صراحۃً بیان کیا اور تم جانتے ہو کہ اس کے اصح ہونے پر تنصیص کے بعد غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاتا انتہی اور اسی کی کتاب الصلح میں ہے کہ جب اصح ثابت

---

[1] منیة المصلی فصل الآسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ۱۵۸

[2] غنیة المستملی " مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

[3] فتاوٰی خیریة کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفة بیروت ۱/۳۹

ثبت الاصح لایعدل عنہ[1] ہوجائے تو اس سے عدول نہیں کیا جاتا۔ (ت)

معہذا اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوی اور شروح فتاوے پر مرجح ہیں۔ کما نصوا علیہ فی مواضع لاتحصی کثرۃ (جیسا کہ انہوں نے بیشمار مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) تو ثابت ہُوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فرع سابقہ صرف طہارت عین ہی پر ابتنا ہے اور ایسی جگہ بلاشبہہ المبنی علی صحیح صحیح صحیح (جو چیز صحیح پر مبنی ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ ت)

اما تدقیق الغنیۃ **فاقول** و باللہ التوفیق سلمنا ان الریق لایتولد فی الفم لکن لاشک ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لایسمی ریقا مالم یطلع فی الفم و بہ فارق الدم ولایجب لکون شیئ معدن شیئ تولدہ فیہ الاتری ان العروق معادن الدم لاشک مع انہ لایتولد فیہا بل فی الکبد ثم یسری الیہا ویجری فیہا وقد اُرینا کم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبۃ فی الماء لاتفسدہ عللتموھا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیہا لیست بنجسۃ لکونہا فی محلہا[2] اھ فاذا کانت رطوبۃ رحم امہا علی جلدھا فی محلہا فما ظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سہوا ما

میں، غنیہ کی تدقیق کے بارے میں، اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں، ہم نے مان لیا کہ لعاب منہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا معدن منہ ہی ہے حتی کہ جب تک وہ منہ میں ظاہر نہ ہو اس کو لعاب نہیں کہا جاتا اور اس سے خون (کا حکم) الگ ہوگیا، اور کسی چیز کے کسی کے لیے معدن ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں پیدا بھی ہو گیا تم نہیں دیکھتے کہ خون کا معدن رگیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہ وہاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے پھر ان کی طرف چلتا اور رگوں میں جاری ہوتا ہے۔ ہم نے تمہیں دکھایا کہ بکری کا تر بچہ جو اپنی ماں سے پیدا ہو کر پانی میں گرا پانی خراب نہیں ہوا تم نے اسکی علت یوں بیان کی کہ اس پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ وہ اپنے محل میں ہے اھ پس جب بچے کی جلد پر اس کی ماں کے رحم کی رطوبت اپنے محل میں ہے تو منہ میں پائے جانیوالے

---

[1] فتاوی خیریۃ | کتاب الصلح | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۲/۱۰۴

[2] غنیۃ المستملی | فصل فی الانجاس | ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۱۵۰

الاول فلما سمعت واما الاٰخر فلان المحل الذی لایحکم فیہ بنجاسۃ النجاسۃ انما ھو معدنھا لاما اصابتہ ومعدن تلك الرطوبات ھی الرحم دون جلد السخلۃ کما لایخفی و الفرع ماش علی قول الامام بطہارۃ رطوبۃ الرحم فقد حققنا فیما علقنا علی رد المحتار ان الفرج فی قولھم رطوبۃ الفرج طاھرۃ عندہ لاعندھما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا ومایری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین۔

لعاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس کا اپنے محل میں نہ ہونا اور بکری کے بچّے کی رطوبت کا اپنے محل میں ثابت ہونا دونوں باتیں سہو ہیں۔ پہلی بات اس بنیاد پر جو تم نے سُن لیا۔ اور دوسری بات اس لیے کہ وہ محل اس کا معدن ہے جس میں (پائی جانے والی) نجاست پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، نہ وہ جو اس کو پہنچے۔ اور ان رطوبات کا معدن رحم ہے، نہ بچّے کی جلد۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور فرع، امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کہ رحم کی رطوبت پاک ہے، پر جاری ہوتی ہے ہم نے ردالمحتار کی تعلیق میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ فرج انکے قول "فرج کی رطوبت، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے صاحبین کے نزدیک نہیں" میں عام معنی کے اعتبار سے فرج خارج، فرج داخل اور رحم سب کو شامل ہے۔ اور وُہ جو فروع میں تعارض دکھائی دیتا ہے تو یہ دو قولوں پر تفریع کی بنیاد پر ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل و فرع میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح و رجیح وصح و ارجح پر ماشی ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت و بمعنی اباحت خصوصاً اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراھۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین (خصوصاً اباحت اخص معنی کے اعتبار سے جو کراہت تنزیہی کو شامل نہیں یعنی دونوں طرفوں کے برابر ہونے میں۔ ت) میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں بہت افعال کہ مکروہِ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح و مسقط فرض مکروہ فعل جائز و مباح بالمعنے المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک اول کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرما رہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا نافی نہ کسی رُکن و فرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ و ناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب

اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں انہیں اُٹھائے ہونا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا خانیہ وخلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقٰی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ یجوز و اساء اجزأہ وقد اساء (جائز ہے لیکن برا کیا۔ اسے کفایت کرتا ہے لیکن وہ گناہ گار ہوا۔ ت) نماز تو ہو گئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانوروں کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے: یکرہ حمل الطفل[1] (بچے کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے۔ نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

لایکرہ تقلد المصلی بسیف و نحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال[2]۔

نمازی کا تلوار وغیرہ باندھنا مکروہ نہیں جب اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو اگر وہ مشغول رکھے تو حالتِ جنگ کے سوا مکروہ ہے۔ (ت)

تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی و بدزبانی ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے روشن ہو گیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالٰی باللطف العام وعمھم بالجود والانعام (اللہ تعالٰی انھیں عمومی لطف وکرم کے ساتھ خاص فرمائے اور انھیں عام جود و انعام عطا فرمائے۔ ت) میں شمار کرنا محض سفاہت و بے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک تو کتا نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظیمہ اہلِ مسلک ثانی مطلقاً اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں، رہے قائلینِ طہارت سے اہلِ مسلک اول وہ بھی اساءت وکراہت کی تصریح فرماتے ہیں اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت وحاجت خواہ اپنی نادانی وجہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہو گی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہئے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشا وہ اس تہمت سے پاک و منزہ ہیں وللہ الحمد۔ الحمد للہ کہ یہ جواب ۲۴ع رجب مرجب ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ روز جان افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب[13] (کتے کی طہارت کے قائلین سے عیب دور کرنے کا

ع بسبب مکابرۂ بعض اہل بدعت وتحریر بعض دیگر فتاوائے ضروریہ بارہ روز تک یہ جواب نہ لکھا گیا[12] (م)

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما لایکرہ للمصلی " نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۰۲

بیان۔ت) تمام ہوا۔

وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور صلاۃ وسلام تمام رسولوں کے سردار، ہمارے سردار اور مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تمام آل واصحاب پر ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں دادیا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں کُھل ہوتی ہے جس وقت کھجلاتا ہُوں تو کچھ لہوسا نکل آتا ہے اُس جگہ کا پاک کرنا سیلان آب تو بغیر سارے بدن زیرین کے ہو نہیں سکتا لہذا اسی موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہُوں کہ اوّل کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالٰی اطمینان کُلی ہوجائے گا، بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہ اور مشایخ فتوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفراللہ تعالٰی اسی پر فتوٰی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دُور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اس کا اثر نہ رہے مگر اُتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائیگا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی اُن کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوٰی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرۂ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے دغدغہ عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر

جاتا رہا انگلی پاک ہوگئی۔ عورت[۲] کے سرِ پستان پر ناپاکی تھی بچّے نے دُودھ پیا یہاں تک کہ اثرِ نجاست زائل ہوا پستان پاک ہوگئی،

فی الدر المختار والبحر وغیرھما تطھر اصبع و ثدی تنجس بلحس ثلثا[۱]۔

درمختار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے ناپاک انگلی اور پستان تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے (ت)

شراب پی، اس کے بعد اپنے لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثرِ خمر نہ رہا منہ پاک ہوگیا۔

یونہی بلّی نے چوہا کھاکر زبان سے اپنا منہ صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اُس کے بعد پانی پیا، پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فی التنویر سؤر شارب خمر فور شربھا و ھرۃ فور اکل فارۃ نجس[۲] فی ردالمحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفتیہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لا ینجس لابد ان یکون المراد اذا لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح[۳] اھ وفیہ عنھا فی مسألۃ الھرۃ فان مکثت ساعۃ و لحست فمھا فمکروہ منیۃ ولا ینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لاتزول عندہ الا بالماء[۴] الخ۔

تنویر میں ہے شرابی کے شراب پینے کے فوراً بعد کا جھوٹا اور بلّی کے چوہا کھانے کے فوراً بعد کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ردالمحتار میں حلیہ سے منقول ہے کہ بخلاف اس کے جب ایک ساعت ٹھہر جائے اور زبان اور لعاب کے ساتھ ہونٹوں کو چاٹنے کے بعد اپنا لعاب تین بار نگل لے پھر (پانی وغیرہ) پیئے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس سے یہ بات مراد لینا ضروری ہے کہ جب اس کے لعاب میں شراب کے ذائقے یا بُو کا اثر نہ ہو اھ اور اسی (ردالمحتار) میں اِسی (حلیہ) سے بلّی کے مسئلے میں ہے کہ اگر وہ ایک ساعت ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹ لے تو مکروہ ہے (منیہ) شیخین کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناپاک ہوجائے گا کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے بغیر نجاست زائل نہیں ہوتی۔ (ت)

۱؎ درمختار	باب الانجاس	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/ ۵۳
۲؎ "	فصل فی البئر	"	۱/ ۴۰
۳؎ ردالمحتار	"	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۱۶۳
۴؎ "	"	"	۱/ ۱۶۴

قے ہوئی اور اتنی دیر کے بعد کہ آمد و رفت لعاب نے اس کا اثر کھو دیا نماز پڑھی نماز ہو گئی۔

في المنية والحلية م وكذا باللحس اذا اصاب الخمر يده فلحسه بريقه ثلاث مرات يطهر كما يطهر فمه بريقه[1] ش في الفتاوى الخانية اذا قاء ملأ الفم ينبغي ان يغسل فاه فان توضأ ولم يغسل فاه حتى صلى جازت صلاته لانه يطهر بالبزاق في قول ابيحنيفة وابي يوسف رضي الله تعالى عنهما وكذا اذا شرب الخمر ثم صلى بعد زمان وكذا اذا اصاب بعض اعضائه نجاسة فطهرها بلسانه حتے ذهب اثرها وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه او مسحه بريقه وكذا الصبي اذا قاء على ثدي الام ثم مص الثدي مرارا يطهر انتهى وكذا في غيرها والذي تقتضيه القواعد المذهبية من تحرير الكلام في هذا المقام انه اذا اصاب بعض اعضائه نجاسة حقيقية فان كانت مرئية ولحسها هو او غيره حتى ذهب عينها واثرها ان كان لا يشق زواله يطهر و ان كانت غير مرئية فتطهر باللحس ثلاث مرات كما ذكره المصنف في هذه المسألة او حتى يغلب على الظن زوالها وسيصرح المصنف ان الفتوى عليه[2]۔

منیہ اور حلیہ میں ہے ماتن نے فرمایا اور اسی طرح چاٹنے کے ساتھ (پاک ہو جاتا ہے) جب کسی آدمی کے ہاتھ کو شراب لگ گئی پس اس نے اپنے لعاب کے ساتھ تین بار چاٹا تو پاک ہو جائیگا جیسے اس کا منہ تھوک کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے اس پر شارح نے فرمایا فتاوی خانیہ میں ہے جب کسی نے منہ بھر کر قے کی تو چاہیے کہ اپنا منہ دھولے اگر اس نے وضو کیا لیکن کلی نہیں کی یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اسکی نماز جائز ہو جائیگی کیونکہ وہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس طرح جب شراب پی پھر کچھ دیر بعد نماز پڑھی یوں ہی جب اس کے بعض اعضا پر نجاست لگی اور اس نے اس کو اپنی زبان سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اس کا اثر چلا گیا اسی طرح جب چھری ناپاک ہو گئی پھر اس نے اسے زبان سے چاٹا یا تھوک سے صاف کیا یوں ہی جب بچے نے ماں کے پستان پر قے کی پھر کئی بار پستان کو چوسا تو وہ پاک ہو جائے گا انتہی۔ دوسری کتب میں بھی اسی طرح ہے۔ قواعد مذہبیہ اس مقام پر جس کلام کے تحریر کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب کسی عضو پر نجاست حقیقی لگ جائے تو اگر وہ دکھائی دینے والی ہے اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کو چاٹ لیا یہاں تک کہ اصل نجاست اور اس کا اثر زائل ہو گیا۔ اگر اس کو دور کرنے میں مشقت نہ ہو تو پاک ہو جائے گا اور

ا؎ منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴۷

۲؎ حلیہ

اگر وہ نجاست دکھائی نہیں دیتی تو تین بار چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے جیسا کہ مصنف نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یا کہ اس وقت جبکہ اس کے زوال کا غالب گمان ہوجائے۔ عنقریب مصنف اس کی تصریح کریں گے کہ فتوٰی اسی پر ہے (ت)

پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہوگیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی و فتاوٰی ذخیرہ و تتمۃ الفتاوٰی و فتاوٰی ظہیریہ و حلیہ وغیرہا میں اس کی تصریح ہے۔

فی الحلیة بعد ما تقدم آنفا اعلم بانهم صرحوا كما فی الخلاصة وكما يشير اليه ما نقلنا آنفا من الخانية بان الحكم بالطهارة فی هذه الفروع تفريع على ان الطهارة للبدن من النجاسة الحقيقية يكون بغير الماء من المائعات الطاهرات وقد عرفت انه قول ابی حنيفة وابی يوسف على اختلاف عن ابی يوسف فی ذلك غير ان فی محيط الشيخ رضی الدين ولو مسح موضع المحجمة بثلاث خرقات رطبات لطائف اجزأه من الغسل لانه عمل عمل الغسل وقال ابو يوسف لا يجزئه حتى يغسله انتهى وعن الاول فی الذخيرة وتتمة الفتاوى الصغرى الى ان الحاكم قال انه روى عن ابی حفص عن محمد بن الحسن رحمه الله تعالى ومشى على الثانی قاضی خان بعد ان حكاه عن الفقيه ابی جعفر حيث قال اذا كان على بدنه نجاسة فمسحها بخرقة مبلولة ثلاث مرات حكى عن الفقيه ابی جعفر انه قال يطهر اذا كان الماء متقاطرا على بدنه ثم قال بعد ذلك ولو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة قد مر قبل هذا

حلیہ میں اس کے بعد جو ابھی گزرا ہے "جان لو کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جیسا کہ اس کی طرف وہ بات اشارہ کرتی ہے جسے ہم نے ابھی خانیہ سے نقل کیا ہے کہ ان فروع میں طہارت کا حکم، اس بات پر تفریع ہے کہ نجاست حقیقیہ سے بدن کی طہارت پانی کے علاوہ دیگر پاک بہنے والی چیزوں سے ہوجاتی ہے اور تم معلوم کرچکے ہو کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول ہے لیکن امام ابویوسف رحمہ اللہ کا کچھ اختلاف بھی ہے۔ شیخ رضی الدین کی محیط میں ہے اگر حجامت کی جگہ کو کپڑے کے تین باریک تر ٹکڑوں سے صاف کیا تو دھونے کے قائم مقام ہے کیونکہ اس نے غسل کا عمل کیا امام ابویوسف فرماتے ہیں دھونے کے بغیر کفایت نہ ہوگی (انتہی) اور پہلے کے بارے میں ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ میں ہے، یہاں تک کہ حاکم نے کہا یہ ابوحفص سے اور وہ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے کو قاضی خان نے فقیہ ابوجعفر سے حکایت کرنے کے بعد اختیار کیا جب کہا " اگر اس کے بدن پر نجاست ہو پس وہ اسے کپڑے کے تر ٹکڑے کے ساتھ تین بار صاف کرے تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ پاک ہوجائیگا بشرطیکہ اس کے بدن پر پانی کے قطرے گریں اس کے بعد فرمایا اگر تین تر ٹکڑوں کو حجامت کی جگہ پھیرا تو پہلے گزر چکا کہ یہ

انه يجوز اذا كان متقاطرا والولوالجي حيث
قال ولو اصاب بعض اعضائه نجاسة فبل يده
ثلثا ومسحها على ذلك الموضع ان كانت البلة
من يده متقاطرة جاز والا فلا لانه يكون
غسلا انتهى فقياس هذا انه لا يجوز عند
ابي يوسف ازالة النجاسة المذكورة في الفروع
الماضية بالبزاق حتى يكون متقاطرا بحيث
تسمى الازالة غسلا والله تعالى سبحنه اعلم[۱]
اهـ ما افادوا جاد عليه رحمة الملك الجواد
وفي رد المحتار بقي مما يطهر بالمسح موضع
الحجامة ففي الظهيرية اذا مسحها بثلاث
خرق رطبات لطاف اجزأه عن الغسل واقره
في الفتح وقاس عليه ما حول محل الفصد
اذا تلطخ ويخاف من الاسالة السريان الى
الثقب قال في البحر وهو يقتضي تقييد مسئلة
المحاجم بما اذا خاف من الاسالة ضررا
والمنقول مطلق اهـ اقول وقد نقل في القنية
عن نجم الائمة الاكتفاء فيها بالمسح مرة
واحدة اذا زال بها الدم لكن في الخانية
لو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة
يجوز ان كان الماء متقاطرا اهـ والظاهر
ان هذا مبني على قول ابي يوسف في المسئلة
بلزوم الغسل كما نقله عنه في

جائز ہے جبکہ قطرے گریں اور ولوالجی سے نقل کیا انہوں
نے فرمایا اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے پھر وہ اپنے
ہاتھ کو تین بار تر کرکے اُس جگہ پر ملے تو اگر اُس کے
ہاتھ کی رطوبت متقاطر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ
یہ دھونا ہو جائے گا (انتہی) اس کا قیاس یہ ہے
کہ گزشتہ فروع میں جس نجاست کا ذکر کیا گیا ہے
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو لعاب سے
دور کرنا اس وقت جائز ہے جب لعاب قطروں کی
طرح گرے کیونکہ اس ازالے کو دھونا قرار دیا گیا ہے۔
اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (انتہی) ان پر سخی بادشاہ
کی رحمت ہو۔ انہوں نے کیا ہی اچھا فائدہ پہنچایا۔ ردالمحتار
میں ہے کہ جو چیزیں پونچھنے سے صاف ہو جاتی ہیں ان میں سے
حجامت کی جگہ باقی رہ گئی۔ ظہیریہ میں ہے جب تین تر اور
نرم ٹکڑوں سے پونچھا تو دھونے کے قائم مقام ہوگا۔ فتح القدیر
میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے پچھنے کی جگہ کے ارد گرد کو بھی
اس پر قیاس کیا ہے جب وہ آلودہ ہو جائے اور پانی بہانے
سے سوراخ میں جانے کا ڈر ہو۔ بحر میں فرمایا اس کا تقاضا یہ
ہے کہ حجامت کی جگہوں کے مسئلے کو اس بات سے مقید
کیا جائے کہ جب پانی بہانے سے ضرر کا خوف ہے، اور
جو کچھ منقول ہے وہ مطلق ہے (انتہی) قنیہ میں نجم الائمہ
سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ پونچھنے پر اکتفا اس وقت ہوگا
جب اس سے خون نکلنا بند ہو جائے۔ لیکن خانیہ میں ہے
کہ حجامت کی جگہ کو تین تر ٹکڑوں کے ساتھ پونچھا تو جائز ہے

۱؎ حلیہ

الحلیۃ عن المحیط[1] الخ۔ بشرطیکہ پانی کے قطرے گریں (انتہی) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے اس قول پر مبنی ہے کہ دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ نے حلیہ میں محیط کے حوالے سے نقل کیا۔ (ت)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہذا لعابِ دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوالِ نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔

وعلیہ تبتنی المسائل المذکورۃ وعلیہ مشی فی الذخیرۃ والتتمۃ والظھیریۃ والمحیط الرضوی وغیرھا۔

اور مسائل مذکورہ اسی پر مبنی ہیں اور ذخیرۃ، تتمہ، ظہیریۃ اور محیط رضوی وغیرہ میں یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

مگر امام ابویوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں۔

وھو الذی مشی علیہ فی الخانیۃ والولوالجیۃ واختارہ الفقیہ ابوجعفر والیہ یمیل کلام الفتح ویرد علیہ وفاقہ الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا یسمی مرورہ سیلانا کما تقدم عن الحلیۃ۔

خانیہ اور ولوالجیۃ نے یہی راستہ اختیار کیا۔ فقیہ ابوجعفر نے اسے پسند کیا۔ فتح القدیر کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے لیکن تھوک کے مسائل میں ان کا امام اعظم رحمہ اللہ سے موافق ہونے پر اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے تھوک کے زیادہ ہونے پر محمول کیا جائے جس کے گزرنے کو جاری ہونا کہا جاسکے جیسا کہ حلیہ سے گزرا۔ (ت)

اقول وقد لایساعدہ التعبیر باللحس والاطلاقات او یقال ان امرار الریق باللسان بمنزلۃ الصب کما ابداہ عذرا عنہ فی الغنیۃ۔

اقول چاٹنے یا مطلق تھوک کی صورت میں یہ تعبیر اس کی موافقت نہیں کرتی یا کہا جائے کہ لعاب کو زبان کے ساتھ گزارنا بہانے کی طرح ہے جیسا کہ غنیہ میں ان سے عذر پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے (ت)

اقول وفیہ نظر ظاھر فالظاھر ان وفاقہ ھھنا لاجل الضرورۃ کما مشی علیہ فی الغنیۃ اولا واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول یہ بھی واضح طور پر قابلِ اعتراض ہے ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہاں (امام صاحب کی) موافقت کرنا ضرورت کے تحت ہے جیسا کہ غنیہ کے شروع میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

تو حاصلِ مذہب امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالۂ نجاستِ حقیقیہ پانی لعاب دہن خواہ کسی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

مائع طاہر سے ہو دھوکر خواہ پُونچھ کر کہ اکثر نہ رہے مطلقاً کافی و موجبِ طہارت ہے پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورت سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پُونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصولِ تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے۔

هذا هو التحرير البالغ بتوفيق الله تعالٰى وبه تبين ان تقييد الفتح مسألة الفصد بخوف الضرر ميل منه الى مذهب الثاني او ارشاد الى الاحوط والافعلى مذهب صاحب المذهب لاحاجة اليه ولذا قال فى البحران المنقول مطلق وبه تبين ان تخصيص العلامة الشامى تطهير المسح بموضع الحجامة جمود على تصوير وقع فى مسألة والا فهو لايوافق شيأ من المذاهب لاسيما مذهب صاحب المذهب كما علمت وقد اسمعناك من النصوص ما فيه غنية ولله الحمد۔ والله تعالٰى اعلم۔

اللہ تعالٰی کی توفیق سے یہی تحریر (مقصد تک) پہنچنے والی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پچھنے لگوانے کے مسئلے میں فتح القدیر کا خوفِ ضرر کی قید لگانا ان کا دوسرے مذہب کی طرف میلان ہے یا زیادہ محتاط کی طرف رہنمائی کرنا ہے ورنہ صاحبِ مذہب کے مذہب پر اس کی حاجت نہیں اسی لیے بحرالرائق میں فرمایا کہ منقول مطلق ہے اور اسی سے واضح ہُوا کہ علامہ شامی کا مسح کے ساتھ پاک کرنے کو حجامت کی جگہ سے خاص کرنا صرف اسی صورت سے متعلق ہے جو اس مسئلے میں واقع ہوئی ورنہ وہ کسی مذہب بالخصوص صاحبِ مذہب کے مذہب کے موافق نہیں جیسا کہ تم نے جان لیا اور ہم نے تمہیں بے پروا کر دینے والی نصوص سنا دیں، وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹ غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضورِ اقدس! پرسوں کوّے کی بیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اُسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعد کو وضو کے لیے جو پانی لینے کو جانا ہُوا تو مٹکے میں بیٹ پڑی دیکھی پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پُونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اُسی حالت میں صدری رُوئی کی پہن لی اور بٹن بھی لگا لیے اب یہ نہیں معلوم کہ پوروں سے صدری بھیگی یا نہیں بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کرسکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں

بلکہ سرے سے وُہ پانی ہی جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اس کے بعد بیٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ از گلگٹ مرسلہ سردار امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سور کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں، ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔

لمحل خلاف محمد فانہ قائل بنجاسۃ عینہ[1] کالخنزیر کما فی فتح القدیر و ردالمحتار وغیرھما و رعایۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع۔

کیونکہ اس جگہ امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ آپ خنزیر کی طرح اس کے بھی نجس عین ہونے کے قائل ہیں جیسے فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے اور اختلاف کی رعایت کرنا بالاجماع مستحب ہے (ت)

دُرمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمھا طاھر[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خنزیر کے علاوہ مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں انتہی تلخیص۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۱ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ آدابِ غلامانہ بجالاکر ملتمس ہُوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ زیادہ حدادب، کمترین احمد حسین عرف منجھلا عفی عنہ۔

الجواب

گرامی برادر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ اگر گوبر بالکل دُھل گیا اس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۷

[2] درمختار کتاب الطہارۃ 〃 ۱/ ۳۸

مضائقہ نہیں مگر غالباً اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے۔ اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکتے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بُو تھی تو بے شک ناپاک ہے اور اگر رنگ و بُو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اُس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے والسلام والمسئلة فی الھندیة وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (یہ مسئلہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسر [۱۳]

(یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

ازنواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبدالجلیل پنجابی ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سُنا گیا کہ اُس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سُنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولٰی وشکر: لمن حمد العلی الاکبر: جس نے بلند و بالا ذات کی تعریف کی، مولا تعالیٰ نے اسے

شکرک ربنا الذ واحلی ؞ من کل مایلذ ویستحلی ؞ والصلاۃ والسلام ؞ علی سید الانام ؞ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ؞ عذاب الریق حلو الکلام ؞ منبع شهد یزیل السقام ؞ و اٰلہ وصحبہ العظام الفخام ؞ ما اشتفی بالعسل مریض سقیم ؞ واحب الحلو مسلم سلیم ؞ اٰمین ؞

اے ہمارے رب! ہر اس چیز پر تیرا شکر نہایت لذیذ وشیریں ہے جس سے لذت اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہے اور درود وسلام مخلوق کے سردار پر جو اسلام کے درخت خرما کے لیے شہد کی مکھّی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں جن کا لعاب میٹھا اور کلام شیریں ہے شہد کا منبع ہیں، جو بیماریوں کو دُور کردیتا ہے، اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل واصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفا، اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے، آمین۔ (ت)

امابعد اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہواجس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم امور لہذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق وتنقیح اور حکم شرع کی توضیح وتصریح اس نہج نجیح وطرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلۂ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح وآشکار ہوجائے افقر الفقراء عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الحفی الخفی الوفی وغفرلہ وللمؤمنین واحسن الیہ والیہم اجمعین (نہایت طاقت والا مولا اسے اپنی کامل اور غیبی مہربانی سے نوازے، اسے اور تمام مومنوں کو بخش دے اس سے اور تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے۔ ت) اس بارہ میں یہ مختصر فتوٰی لکھتا اور الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر عہ ۱۳۱۳ھ (شکر روسر کے طالب کیلئے یہ رسالہ

عہ من لطائف هذا الاسم مطابقتہ للمسمی من جهة ان الرسالة کما حکمت علی هذا السکر بحکمین الحل فی صورة والحرمة فی اخری کذلك لهذا الاسم وجهان الی کلا الحکمین فالمعنی علی الحل انها احلی لهم من السکر لتسویغها لهم ماتشتهیہ انفسهم مع ازالة الوساوس و دفع الطعن وعلی الحرمة انها وان نهتهم عن سکر فلم تحرمهم الحلاوة فان تحقیق حکم الشرع لذة القلب وتناول المشتهیات لذة النفس و الاولی اهم واعلی فهذه الرسالة احلی لهم من السکر الذی حرم علیهم ۱۲ منہ۔ (م)

اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اسم بامسمّٰی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام دو حکم بیان کئے ہیں اسی طرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے۔ حلت کے لحاظ سے عوام کیلئے یہ شکر سے زیادہ میٹھا ہے کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کرکے عوام کے لیے شکر کو مرغوب بنادیا ہے، اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کردیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذتِ نفس حاصل ہوتی ہے۔ پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلٰی ہے اس لیے شکر کو حرام کرنیوالا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے ۱۲ منہ (ت)

اس کا تاریخی نام رکھتا ہے ———————— شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔ ت) وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک پہنچانا ہے۔ ت) پیش از جواب چند مقدمے موضع صواب وَ اسأل الرشاد مَن الملك الجواد (فیاض بادشاہ سے رہنمائی کا سوال کرتا ہوں۔ت)

مقدمہ اولٰے

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی ۱۲) نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جز و بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیتِ طہارت نہیں رکھتا، اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے اُن کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے تو اس کی آمیزش سے استخوان کیونکر ناپاک ہوسکتے ہیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها الخالیۃ عن الدسومۃ[1] (قید للجمیع کما فی القھستانی فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذا کان فیه دسومۃ[2]) ودم سمك طاھر[3] انتھت ملخصۃ۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے "خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈی، پٹھے، کھُر اور سینگ جو چربی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے ساتھ ہے جیساکہ قہستانی میں ہے۔ پس اکھاڑے ہُوئے بال اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خُون پاک ہے، انتہت تلخیص (ت)

مگر حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے[عہ] ذکاۃ شرعی مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزائہ حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارت مستلزم حلت نہیں جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیر ذلک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

عہ یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ ان کا استثنا معلوم ومعروف ۱۲ منہ (م)

۱؎ درمختار	باب المیاہ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/ ۳۸
۲؎ ردالمحتار	"	"	۱/ ۱۳۸
۳؎ درمختار	"	"	۱/ ۳۸

فی الحاشیة الشامیة اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکلہ وھو الصحیح لقولہ تعالٰی حرمت علیکم المیتة وھذا جزء منہا وقال علیہ[عہ۱] الصلاۃ والسلام انما یحرم من المیتة اکلہا اما لذاکان جلد مالا یوکل فانہ لایجوز اکلہ اجماعا بحرعن السراج[۱] اھ ملخصا وفیہا تحت قولہ والمسك طاھر حلال زاد قولہ حلال لانہ لایلزم من الطھارۃ الحل کما فی التراب منح[۲] اھ وفی الغنیة شرح المنیة عن القنیة حیوان البحر طاھر وان لم یؤکل حتی خنزالبحر ولوکان میتة[۳] اھ۔

حاشیہ شامیہ میں ہے جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور یہ اس کا جز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے۔" اور اگر ایسے جانور کا چمڑا ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالاجماع اس کا کھانا جائز نہیں البحرالرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی) تلخیص۔ اور اسی میں ہے "مشک (کستوری) پاک حلال ہے" کے تحت ہے حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مٹی میں ہے (منح) اھ۔ اور غنیہ شرح منیہ میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو، یہاں تک کہ دریائی خنزیر بھی، اگرچہ مردار ہو۔ (ت)

مقدمہ ثانیہ

شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلّت[عہ۲] اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ

عہ۱ اقول اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربة کلہم عن ابن عباس وابن ماجة عن ام المؤمنین میمونة رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲ منہ (م)

اقول: اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ترمذی سب نے متقارب الفاظ سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ یعنی سوا بعض اشیائ کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۶

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۳۹

[۳] غنیة المستملی قبیل سترالعورۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۸

طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نہ ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزار ہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وُہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ و دست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[1] رواہ الائمۃ مالك والبخاری و مسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزار ہا جگہ کام دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اُسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو جان لو کہ بارِ ثبوت اُس کے ذمّہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اُس کا دعوٰی اُسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود۔ علماء فرماتے ہیں یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علماء وائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کا اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحہا الحدیقۃ الندیۃ للعلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطہارۃ لقولہ سبحٰنہ و تعالٰی ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا والیقین لایزول بالشك والظن بل یزول بیقین مثلہ وھذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولم ار فیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شك اوظن فی طہارۃ ماء اوطعام

علّامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا فرمایا" اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا لہٰذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں

---

[1] بخاری شریف باب ماینہی عن التحاسد والتدابر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

او غیر ذلک مما لیس بنجس العین فذلک الشیئ طاهر فی حق الوضوء و حل الاکل و سائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاستہ الخ اھ ملتقطا[1]۔

جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو تو بھی پاک ہے الخ اھ ملتقطا۔(ت)

وفی الاشباہ والنظائر شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطہارۃ الخ[2]

اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجود نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے الخ

وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لامع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل الخ[3]

اور حدیقہ میں ہے حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلّت ہے الخ

وفی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لاتزول بالشک قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقہ و المسائل المخرجۃ علیہا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقہ واکثر[4]۔

علامہ سید حموی کی غمز العیون میں ایک قاعدے "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا" کے تحت ہے کہا گیا ہے کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں (ت)

مقدمہ ثالثہ

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبیّن خود مُبیّن سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات

احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لیے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱-۶۱۰

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱-۶۱۰

[4] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۵

الحرمة اوالکراھة الذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ھی الاصل و قد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی[1] اھ و اٰثرہ ابن عابدین فی الاشربة مقررا۔

دلیل کی ضرورت ہے، کو ثابت کرنے کے ذریعے اللہ تعالٰی پرافترا باندھا جائے بلکہ اباحت کے قول میں احتیاط ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود، تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی اھ ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔ (ت)

مقدمۂ رابعہ

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو بہزار تفاوت اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کہ سُنا ہے نہ کوئی اسناد دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہُوا تو یہ کہ فلاں کافر یا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم و مشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں زید سے ایک واقعہ سُنیے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا عمرو سے پُوچھیے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا

وما ھذا الا لما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فشو الکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الا بعد الاخر وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ حتی تلقوا ربکم[2] اخرجہ احمد و محمد بن اسمعیل والترمذی والنسائی

اور یہ بات حضور علیہ السلام کی اس خبر کی بنیاد پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانہ میں ــــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو"۔ اسے امام احمد،

---

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۲۶

[2] بخاری شریف باب لایاتی زمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۷

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ و اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امس خیر من الیوم والیوم خیر من غد وکذلک حتی تقوم الساعۃ۔[1]

محمد بن اسمٰعیل (بخاری)، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: "کل گزرا ہُوا آج سے بہتر تھا اور آج کا دن آنے والے کل سے بہتر ہے، تاقیامت اسی طرح ہوگا۔" (ت)

حدیث موقوف میں ہے شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھُوٹی بات مشہور کردیتا ہے سُننے والا اوروں سے بیان کرتا اور کہتا ہے مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہُوں نام نہیں جانتا۔

مسلم فی مقدمۃ الصحیح عن عامر بن عبدۃ قال قال عبداللہ ان الشیطٰن لیتمثل فی صورۃ الرجل فیاتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ یحدث۔[2]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جناب عامر بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کی شکل میں ایک قوم کے پاس آتا ہے اور ان سے جھُوٹی بات بیان کرتا ہے پھر وہ منتشر ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی کو بیان کرتے ہُوئے سُنا میں اس کو چہرے سے پہچانتا ہُوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ (ت)

علما فرماتے ہیں افواہی خبر اگرچہ تمام شہر بیان کرے سننے کے قابل نہیں نہ کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔

الفاضل المصطفی الرحمتی فی صوم حاشیۃ الدر المختار لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد (عہ) ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطٰن بین الجماعۃ فیتکلم

درمختار کے حاشیہ (ردالمحتار) میں (استفاضہ کے معنی کے بارے میں) فاضل مصطفٰی رحمتی کا قول منقول ہے کہ محض خبر پھیلنا کہ شائع کرنے والے کا علم نہ ہو (استفاضہ نہیں ہے) جیسے بعض بے بنیاد خبریں لوگوں کی زبان پر عام ہوجاتی ہیں لیکن شائع کرنے والے کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف

عہ قد مرّ منا تخریجہ آنفا ۱۲ منہ (م) (ہماری طرف سے ابھی اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ت)

۱؎ مجمع الزوائد باب فیما مضی من الزمان الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۷/ ۲۸۶

۲؎ مقدمۃ الصحیح لمسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالہا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم[1] اھ ملخصا۔

میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کرینگے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سُننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ ملخصا (ت)

سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں :

قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع اھ[2]

میں کہتا ہُوں یہ اچھا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ جب اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہوجائے کیونکہ مجرد شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ت)

مقدمۂ خامسہ

حلت حرمت طہارت نجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض[عـہ] نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر۔

قال اللہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا[4] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الاٰیۃ (ت)

عـہ یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اُس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اُس کا ماخوذ اور لحم حرام وکم من شیئ یثبت ضمنا و لا یثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

---

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الصوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[3] القرآن ۴/ ۱۴۱

[4] القرآن ۴۹/ ۶

درمختار میں ہے :

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبربها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا[1] وفی العٰلمگیریة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاھر الروایات وھو الصحیح[2] اھ وفی ردالمحتار عن الھدایة الفاسق متھم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم[3] اھ۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو، خبر دے تو تیمم کرے، وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور و فکر کرے انتہی تلخیص۔ اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ (ت)

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سُن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوٰی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کرلے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اُس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہُوئی ہو[عہ] کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اُس سے بڑھ کر جُھوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں جب کچھ حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اھل الذمة لا یقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی ھذا الوجه قال

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمّی (کافر) ہو تو اُس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اُس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس

عہ کچھ اس لیے کہ مجرد خبر کافر کا بے ملاحظہ امور دیگر جو اس کے مؤیدات و قرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک ٹھیک جمنا کالمحال ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۷

[2] فتاوٰی ھندیہ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۳

فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضأ به وصلی جازت صلاته[1] اھ

بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہا دے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کرکے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت)

وفی الهندیة عن التاتارخانیة رجل اشتری لحما فلما قبضه فاخبره مسلم ثقة انه قد خالطه لحم الخنزیر لم یسعه ان یاکله[2] اھ۔

اور فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لیے کھانے کی گنجائش نہیں اھ (ت)

قلت ومفهوم المخالفة معتبر فی الکتب کما صرح به الائمة والعلماء **وفی** ردالمحتار عن الذخیرة انه فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب[3] اھ۔

میں کہتا ہوں کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلما نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وچار ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے اھ (ت)

وفی شرح التنویر عن شرح النقایة والخلاصة والخانیة اما الکافر اذا غلب صدقه علی کذبه فاراقته احب[4] اھ

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہا دینا زیادہ پسندیدہ ہے اھ (ت)

مقدمہ سادسہ

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یا اُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگر یقین ہُوا تو اُن کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر نفس شے میں سوا ظنون وخیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرما چکی کما ذکرنا فی المقدمة الثانیة (جیسا کہ ہم نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خان	فصل فیما یقبل قول الواحد	مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۴/ ۷۸۷
[2] فتاوٰی ہندیة	کتاب الکراہیة	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۵/ ۳۰۹
[3] ردالمحتار	کتاب الحظر والاباحة	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۵/ ۲۴۴
[4] درمختار	"	" مجتبائی دہلی	۲/ ۲۳۷

دوسرے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور توضیح المرام مسائل شرح سے اس کے چند نظائر بھی معرضِ بیان میں آنا مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس واللہ تعالی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار فجار جہال گنوار نادان بچّے بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر اُن کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التاترخانیة ثم ردالمحتار من شك فی انائه اوثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار[1] اھ اقول وھذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا ھذا لایعیبه عائب ولاینکره منکر فکان اجماعًا۔

تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں، تو جب تک (نجاست لگنے کا) یقین نہ ہو وہ پاک ہے اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن سے چھوٹے اور بڑے، مسلمان اور کفار (سب) پیتے ہیں (پاک ہیں) اھ اقول یہ بات پہلے دَور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا اور نہ کوئی منکر اس کا انکار کرتا ہے پس اجماع ہوا۔ (ت)

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنون وخیالات ہیں اُن جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے پھر علما فرماتے ہیں جوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبًا للقلب (دل کی تسلّی کے لیے) دس بیس[ع] ڈول تجویز کیے گئے

فی الطریقة والحدیقة عن التاترخانیة سئل الامام الخجندی عن رکیة وھی البئر وجد فیها

طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پُوچھا گیا اور یہ ایک

ع الاول مصرح به بعض الکتب والثانی لضابطة وضعها محمد نظرا الی ان العشرین اقل ماوُرد کما فی الخانیة وھذا ھو الاولی بالاخذ واللہ اعلم ۱۲ منه (م)

پہلے کی تصریح بعض کتب میں موجود ہے اور دوسرا اس ضابطہ کی بناء پر جسے امام محمد رحمہ اللہ نے وضع کیا ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ احادیث میں وارد شدہ اقوال میں تعداد کے اعتبار سے سب سے کم بیس۲۰ کا قول ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا اولیٰ ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

خف ای نعل تلبس ویمشی بها صاحبها فی الطرقات لایدری متی وقع فیها ولیس علیه اثر النجاسة هل یحکم بنجاسة الماء قال لا اھ[1] ملخصا
اقول بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم واصحابه الصلاة فی النعال التی کانوا یمشون بها فی الطرقات[2] کما فی حدیث خلع النعال عند احمد وابی داود وجمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه واخرج الائمة احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسًا اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یصلی فی نعلیه[3] قال نعم واخرج ابوداود والحاکم وابن حبان والبیهقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحته عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعًا وھذا حدیث الاول خالفوا الیهود (وفی روایة والنصارٰی) فانهم لایصلون فی نعالهم ولا خفافهم[4] وقد کثرت الاحادیث القولیة والفعلیة فی ھذا المعنی مرفوعات وموقوفات۔

کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جُوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس میں کب گرا اور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائیگا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں اھ تلخیص۔ **اقول** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جُوتا اتارنے والی حدیث میں ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور امام احمد، بخاری ومسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعید بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس سے اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصارٰی کی بھی) کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے —— اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (ت)

---

[1] الحدیقة الندیة — الصنف الثانی من الصنفین الخ — مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۴
[2] مسند احمد بن حنبل — عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ — ″ دار الفکر بیروت ۳/۹۲
[3] صحیح البخاری — باب الصلوٰۃ فی النعال — ″ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۶
[4] سنن ابی داؤد — ″ — ″ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۵

قلت وقد افرزت فی ھذہ المسئلۃ وتحقیق الحکم فیھا کراسۃ لطیفۃ تحتوی بعون الملک القوی علی فرائد نظیفۃ وفوائد شریفۃ سمیتھا جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال حاصل ما حققت فیھا ان الصلاۃ فی الحذاء الجدید و النظیف المصون عن مواضع الدنس و مواقع الریبۃ تجوز بلا کراھۃ ولا بأس وکذا النعل الھندیۃ اذا لم تکن صلبۃ ضیقۃ تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیھا بل قد یقال باستحبابہ واما غیر ذلک فیمنع منہ ومن المشی بھا فی المساجد وان کانت رخصۃ فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں، میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک عمدہ کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کا نام جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال (جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی واقفیت کا عمدہ اجمالی بیان۔ت) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ کے مقامات سے محفوظ ہو، بلاکراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہندوستانی جوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو، بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مساجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلافِ زمانہ سے بدل جاتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان ہیں بچوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے پھر فقہا حکم دیتے ہیں جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

فی المتن والشرح المذکورین کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوقون النجاسۃ لکن لا یحکم بھا بالشک والظن حتی لو ظھرت عین النجاسۃ او اثرھا حکم بالنجاسۃ[1] اھ ملخصا۔

مذکورہ متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے" اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے لیکن شک اور گمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا البتہ عینِ نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہوجائے تو نجاست کا حکم دیا جائیگا اھ ملخصا (ت)

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابون بنتا ہے اس کی کلسیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النوع الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۱۴

اُس کی بُو پر دوڑتا اور جیسے بن پڑے پیتا اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہیں کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہُوا ہی۔

فیھما عن التاتارخانیۃ عن المحیط البرھانی قد وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانہ یؤخذ من دھن الکتان ودھن الکتان نجس لان اوعیتہ تکون مفتوحۃ الرأس عادۃ و الفارۃ تقصد شربھا وتقع فیھا غالبا ولکنا معشر الحنفیۃ لانفتی بنجاسۃ الصابون لانا لانفتی بنجاسۃ الدھن لان وقوع الفارۃ مظنون ولا نجاسۃ بالظن[1] اھ ملخصا۔

ان دونوں (طریقہ وحدیقہ) میں بحوالہ تتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کُھلے منہ ہوتے ہیں اور چُوہے اس کو پینا چاہتے ہیں اور اکثر اس میں گر پڑتے ہیں لیکن ہم گروہِ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتوٰی نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتوٰی نہیں ہے اس لیے کہ چُوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی اھ تلخیص (ت)

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار و ہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طہور مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تمام منظور رکھتے ہیں تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے پھر علما اُن چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں۔

فی ردالمحتار عن التترخانیۃ طاھر مایتخذہ اھل الشرک او الجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب[2] اھ ملخصا

ردالمحتار میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں اھ ملخصا (ت)

بلکہ خود حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رافت ورحمت وتواضع ولینت وتالیف واستمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الامام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۵
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱۱

یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ فاجابہ[1]۔

کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔ (ت)

(۶) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہی ظروف میں شرابیں پئیں سوٗر چکھیں جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں، پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

فی الحدیقۃ اوعیۃ الیھود والنصارٰی والمجوس لاتخلو عن نجاسۃ لکن لایحکم بھا بالاحتمال والشک[2] اھ ملخصا۔

حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بنا پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا اھ تلخیص (ت)

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام حضور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے۔

احمد فی المسند وابوداؤد فی السنن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصیب من اٰنیۃ المشرکین واسقیتھم ونستمتع بھا فلا یعیب ذٰلک علینا[3] قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالاٰنیۃ والاسقیۃ من غیر غسلھا فلا یعیب علینا فضلا عن نھیہ وھو دلیل الطھارۃ وجواز الاستعمال[4] اھ ملخصا۔

امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداؤد نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام اس بات کو ہمارے لیے معیوب نہ جانتے۔ محقق نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں اور مشکیزوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لیے معیوب نہ سمجھتے، روکنا تو الگ بات ہے۔ یہ طہارت اور جوازِ استعمال کی دلیل ہے اھ تلخیص۔ (ت)

اقول بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التوضؤ من مزادۃ مشرکۃ

میں کہتا ہوں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار المعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۷۰

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

[3] سنن ابی داؤد باب فی استعمال آنیۃ اہل الکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/ ۱۸۰

[4] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۲

وعن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتوقون الانجاس بل لا نجس عندھم الا دم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج، الشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصحابۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ توضؤا من مزادۃ امرأۃ مشرکۃ[۲]، الشافعی و عبدالرزاق وغیرھما عن سفیٰن بن عیینۃ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من ماء فی جرۃ النصرانیۃ[۲]۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خونِ حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔ امام بخاری ومسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمران بن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔ امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عُیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔ (ت)

قلت وقد علقہ[عہ] خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ[۳] اھ فی الطریقۃ وشرحھا وقال الامام الغزالی فی الاحیاء

میں کہتا ہوں، امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے

عہ **اقول** واذ قد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیہ کما وقع عن الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ازالۃ الخفاء فیہ خفاء کما لا یخفی ۱۲ منہ (م)

اقول جب یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاری نے اسے معضلاً ذکر کیا تو مطلقاً تعلیق کی طرف منسوب کرنے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ازالۃ الخفاء میں واقع ہوا ہے) میں خفاء (غلطی) ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

---

[۱] الطریقۃ المحمدیۃ — الباب الثالث — مطبوعہ مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[۲] " " — " " — " " ۲/۳۳۴

[۳] صحیح البخاری — باب وضوء الرجل مع امرأتہ وفضل وضوء المرأۃ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲

سیرۃ الاولین استغراق جمیع الھم فی تطھیر القلوب والتساھل ای عدم[1] المبالاۃ فی تطھیر الظاھر وعدم[2] الاکتراث بتنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی ان عمر مع علو منصبہ توضأ بماء فی جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتحامون النجاسۃ وعادتھم انھم یضعون الخمر فی الجرار[1] اھ ملخصا۔

وضو فرمایا اھ ــــ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے "امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا: پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر وغم کا محور دلوں کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سُستی کرتے اور بدن، کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں اھ تلخیص (ت)۔

(۷) تامل کرو کس قدر معدنِ بے احتیاطی بلکہ مخزنِ ہرگونہ گندگی ہیں کفار خصوصاً ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز استنجے کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے توصحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

فی الدرالمختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ[2] اھ وفی الحدیقۃ سراویل الکفرۃ من الیھود والنصارٰی والمجوس یغلب علی الظن نجاستہ لانھم لایستنجون من غیران یأخذ القلب بذلک فتصح الصلاۃ فیہ لان الاصل الیقین بالطھارۃ[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے فاسق اور ذمّی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں اھ اور حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے اھ تلخیص (ت)

ع۱ اقول الاولٰی لفظاً ومعنًی تبدیل العدم بالقلۃ ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں لفظی اور معنوی اعتبار سے بہتری "عدم" کو "قلت" سے تبدیل کر دینے میں ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ ای قلتہ ای ترک التعمق فیہ ۱۲ منہ (م)

یعنی کم پرواہ کرتے یعنی پاکیزگی میں کوشش کو ترک کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ــ الدقۃ فی امر الطہارۃ والنجاسۃ ــ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۸

[2] درمختار ــ فصل الاستنجاء ــ " مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ ــ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ ــ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

بلکہ عہدِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ لباسِ غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون و وساوس کو دخل نہیں دیتے۔

فی الحلیۃ التوارث جار فیما بین المسلمین فی الصلوۃ بالثیاب المغنومۃ من الکفرۃ قبل الغسل[1] اھ

حلیہ میں ہے کہ کفار سے مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل سے چلا آرہا ہے اھ (ت)

یہ سات نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو تو جہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کر آئے کہ طہارت و حلت اصل و متیقن اور ازالۂ یقین کو یقین ہی متعین۔

ولہٰذا عادت علمائے دین یُوں ہے کہ حکم بطہارت کے لیے ادنٰی احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکمِ نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کے امثال اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں قطعاً حکمِ طہارت ہے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آبِ کثیر میں اُتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہوگیا ہو۔

فی حاشیۃ ابن عابدین افندی رحمہ اللہ تعالٰی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاہر اشتمال بولہا علی افخاذہا لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطہارۃ اھ ومثلہ فی الفتح[2] اھ یقول العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ علقت ہہنا علی ہامش ردالمحتار ما نصہ۔

حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے: "البحر الرائق میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہوگئی ہو علاوہ ازیں طہارت اصل ہے اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ بندۂ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیے پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

اقول لولاهيبة العلامة المحقق على الاطلاق مقارب الاجتهاد صاحب الفتح رضی الله تعالٰی عنه لقلت ان هذا الاحتمال انما يمشی فی السوائم او فی بعضها اما العلوفة فلا تخفی احوالها علی مقتنيها غالبًا والحكم عام فلا بد من توجيه اٰخر ويظهر لی عـه والله تعالٰی اعلم ان هذا الاشتمال انما هو ظاهر يغلب علی الظن من غير ان يبلغ درجة اليقين لان البول لا ينزل علی الافخاذ والقرب غير قاض بالتلوث دائما وهی ربما تتفاج وتخفض حين الاهراق فلم يحصل العلم بالنجاسة و الی هذا يشير اٰخر كلام المحقق حيث يقول وقيل ينزح من الشاة كله والقواعد تنبو عنه مالم يعلم يقينا تنجسها اھ[1] نعم الظهور المفضی الی غلبة الظن يقضی باستحباب التنزه و هذا لا شك فيه قد استحبوا فی هذه المسئلة نزح عشرين[2] دلوا كما نص عليه فی الخانية فافهم والله تعالٰی اعلم اھ ما علقته علی الهامش.

اقول اگر محقق علی الاطلاق اور منصب اجتہاد کا قرب رکھنے والے صاحبِ فتح القدیر کی ہیبت کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گھر میں چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لہذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے لگا ہونا ظاہر اَغلبیہ ظن ہے درجۂ یقین کو نہیں پہنچتا کیوں کہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے بہا دیتے ہیں لہذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلام محقق کا آخری حصہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری (کے گرنے) سے پورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبۂ ظن تک پہنچائے

عـه ثم ان المولٰی سبحٰنه وتعالٰی فتح وجها اٰخر شافيا كافيا ابلج ازهر كما قدمناه فی فصل البئر والحمد لله اللطيف الخبير فراجعه فانه مهم كبير ۱۲ منه غفر له (م)

پھر مولٰی سبحنہ نے ایک دوسری وجہ ظاہر فرمائی جو شافی، کافی، واضح اور روشن ہے جیسا کہ ہم نے اسے فصل فی البئر میں پہلے ذکر کیا ہے اور سب خوبیاں اللہ لطیف وخبیر کے لئے ہیں پس اس کی طرف رجوع کرو کہ یہ ایک بڑا معاملہ ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۲
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

لکن لایعکربه علی ما اردنا اثباته ھھنا من ان المعھود من العلماء ابداء الاحتمال للحکم بالطھارۃ دون العکس فان ھذا حاصل بعد کما لیس بخاف علی ذی فھم۔

پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں فقہاء کرام نے اس مسئلے میں بیس ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ خانیہ میں اسے بیان کیا۔ پس سمجھ لو، اور اللہ تعالٰی خُوب جانتا ہے اھ یہ وہ ہے جو میں نے حاشیے پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علما سے معروف ہے کہ احتمال حکمِ طہارت کو ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے نہ کہ اس کا عکس۔ اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیسا کہ کسی بھی ذی فہم پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقدمہ سابعہ

شدّتِ بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غلبہ و وقوع و کثرت شیوع ہو بیشک باعثِ غلبۂ ظن اور ظنِ غالب شرعاً معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام، مگر اس کی دو۲ صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ جانبِ راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کر دے اور محض ناقابلِ التفات سمجھے گویا اُس کا عدم و وجود یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین ہے کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقینِ سابق کا پُورا مزاحم و رافع ہوگا اور غالباً اصطلاحِ علما میں غالب ظن و اکبر رای اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

فی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشك لغۃ مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وھو الوقوف بین الشیئین بحیث لایمیل القلب الی احدھما فان ترجح احدھما ولم یطرح الاٰخر فھو ظن فان طرحہ فھو غالب الظن وھو بمنزلۃ الیقین وان لم یترجح فھو وھم۔

الاشباہ والنظائر کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے "شک، لغت میں مطلق تردّد کو کہتے ہیں اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا اور دو چیزوں کے درمیان یُوں ٹھہر جانا کہ دل' ان میں سے ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظنِ غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے (ت)

ولبعض متأخری اصولیین عبارۃ اخری اوجز مما ذکرناہ مع زیادۃ علی

بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے

ذلك وهي ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعي والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعي كاعتقاد العامي والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الأخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الأخر والشك تجويز امرين لا مزية لاحدهما على الأخر انتهى[1] اھ ملخصا۔

لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین، دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیلِ قطعی کی سند بھی ہو اعتقاد، دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیلِ قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ ظن، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔ وہم، دو باتوں کا (اس طرح) جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک، دوسری کی نسبت ضعیف ہو۔ اور شک، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو اھ ملخصا۔

اقول وبالله التوفيق انما يتعلق غرضنا من هذه العبارة بما ذكر السيد الفاضل رحمه الله تعالى من التفرقة بين الظن وغالب الظن واما بقية كلام فماشٍ على المعهود من العلماء الكرام من عدم التعمق في الالفاظ عند اتضاح المرام ولا بأس ان اذكره اشباعاً للفائدة وان كان اجنبيا عن المقام (قوله رحمه الله تعالى استواء طرفي الشيء **اقول** تفسير بالاعم فانه يشمل المعقول والمحسوس كاستواء طرفي حوض مربع مثلا ولو زيد عند العقل لما نفع ايضا لان المربع كما يستوي طرفاه في الخارج فكذا في الذهن بل لو قيل استواء

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ان کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظنِ غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کلام کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماءِ کرام کے درمیان معروف ہے کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور و فکر نہیں کیا جاتا اور اگر میں فائدے میں سیری حاصل کرنے کے لیے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔ ان کے قول "کسی چیز کی دونوں طرفوں کے برابر ہونے" کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ "عند العقل" کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں، اور اگر "استواء

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الاول من القاعدۃ الثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۶۴

طرفي المعقول لم يتم ايضا لصدقه على
الحوض المذكور في مرتبة المعلوم سواء
قلنا بحصول الاشياء بانفسها كما لهج به
كثير من اتباع الفلاسفة او باشباحها كما
هو الحق ولبقاء الطرفين على العموم و
انما المقصود الايجاب والسلب ولبقاء الاستواء
على الاطلاق وانما المراد في ميل القلب
من جهة الحكم لا من جهة اخرى
كملاءمة غرض وغيره (قوله و
هو الوقوف الخ) **اقول** هذا
كذلك فيعم مثلا وقوف السالك
بين طريقين الى بلد لا يميل
قلبه الى احدهما وغير ذلك
(قوله فان ترجح احدهما الخ)
اقول يشمل المستحب مثلا
ففعله مترجح على تركه
مع ان الترك غير مطروح ويجري
في الامور العادية والطبعية
وغير ذلك فربما يعرض
للانسان شيئان في الطعام
واللباس والدواء والنكاح
وغيرها وهو اميل وارغب
الى احدهما منه الى
الأخر من دون ان يطرح الأخر
(قوله فان طرحه الخ)

طرفی المعقول" (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر) کی قید
لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبۂ معلوم میں
یہ حوض مذکور پر صادق آتی ہے چاہے ہم ذات کے ساتھ اشیاء
کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعینِ فلاسفہ نے
اسے اختیار کیا یا مشابہ ذات کے ساتھ اشیائے کے حصول کا قول کریں جیسا کہ
یہی حق ہے یہ تعریف اس لیے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں
اطراف عموم پر باقی رہتی ہیں حالانکہ مقصود تو ایجاب اور
سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی
تعریف کامل نہیں حالانکہ میلانِ قلب میں حکم کا اعتبار
مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ
مراد نہیں ہے۔ ان کا قول "وهو الوقوف" (اور وہ
ٹھہرنا ہے) میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی
شامل ہو سکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو
راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک
کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی (مراد ہو سکتا
ہے) ان کے قول "فان ترجح احدهما" (اگر ان
میں سے ایک راجح ہو جائے) کے بارے میں میں کہتا ہوں
مثال کے طور پر یہ مستحب کو بھی شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا
چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے
اور یہ طبعی وعادی امور اور اس کے علاوہ میں بھی جاری
ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کے سامنے دو چیزیں
ہوتی ہیں اشیاء خوردنی ولباس و دوا و نکاح **وغیرہ میں**
وہ ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ
میلان رکھتا ہے لیکن دوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔
ان کے قول "فان طرحه" (اگر وہ اسے چھوڑ دے،

اقول يصدق على الواجب وكذا الكلام في الامور الغير الشرعية على ان الظن اعم من غالب الظن ولا شك في صحة اطلاق الاول على الأخر والمراد بالمقابلة بينهما كما ذكر ان هذا القسم يختص بهذا الاسم (قوله وان لم يترجح فهو وهم) **اقول** عدم الترجح يشمل الاستواء ثم الاحسن ترتيب الظن والوهم معاً على شیٔ واحد وهو ترجح احد الجانبين اذ لا ينفك كل منهما عن صاحبه وجودا فهما متلازمان تحققا وان تباينا صدقا فكان الاسلم ان يقول فان ترجح احدهما على الأخر فالراجح مظنون ويخص بالغالب ان طرح الأخر والمرجوح موهوم (قوله مع زيادة على ذلك) **اقول** ظاهره انه اتى بجميع ما مر وزاد مع انه زاد شيئاً ونقص أخر اعني التفرقة بين الظن وغالبه (قوله والاعتقاد جزم القلب) **اقول** المعروف شمول الاعتقاد للظن عن هذا تسمعهم يعرفون الظن بالاعتقاد الراجح كما نص عليه في شرح

کے بارے میں مَیں کہتا ہُوں کہ یہ واجب پر بھی صادق آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہو سکتا ہے علاوہ ازیں ظن، ظنِ غالب سے عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور ان دونوں میں مقابلہ سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اس نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ ان کے قول "وان لم یترجح فھو وھم" (اگر ایک جانب راجح نہ ہو تو وہم ہے) کے بارے میں کہتا ہُوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وہم اکٹھے ایک چیز پر مرتّب ہوتے ہیں اور وہ دو جانبوں میں سے ایک کا راجح ہونا ہے کیونکہ وجودی طور پر ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے جُدا نہیں ہوتا پس تحقیق کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اگرچہ صدق کے اعتبار سے جُدا جُدا ہوں، لہٰذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے "اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر راجح ہو تو وہ ظن ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو غالب کے ساتھ مختص ہوگا (ظن غالب ہوگا) اور جسے ترجیح حاصل نہیں ہُوئی وُہ موہوم ہوگا۔ ان کے قول "مع زیادۃ علیٰ ذلک" (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) کے بارے میں مَیں کہتا ہُوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ، گزشتہ تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور غالب ظن کے درمیان فرق کا بیان کم کر دیا۔ ان کے قول "والاعتقاد جزم القلب" (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے) کے بارے میں مَیں کہتا ہُوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد،

المواقف من المقصد الاول من المرصد
الخامس من الموقف الاول اللهم
الا ان يصطلح على تخصيصه
بالجازم قلت وقد يشهد له قولهم
ان الاحاد لا تفيد الاعتقاد
فافهم (قوله من غير استناد الخ)
اقول الله اعلم بما افاد من قصر
الاعتقاد على التقليد اما نحن
قد رأينا ان علم الاصول يقال
له علم العقائد وربما نسمع الائمة
يقولون نعتقد كذا الدليل كذا
واعتقدنا كذا البرهان كذا وهذا
الامام الاعظم رحمه الله تعالى
يقول فی صدر الفقه الاكبر اصل
التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه[1] الخ
افترى ان المعنى ما يصح الجزم
به من دون استناد الى قاطع
(قوله والظن تجويز امرين الخ)
اقول يشمل تجويز العزيمة و
الرخصة والعزيمة اقوى (قوله
والوهم الخ) **اقول اولا** يشمل
تجويز الرخصة والعزيمة
والرخصة اضعف و**ثانيا**

ظن کو بھی شامل ہے اسی لیے تم ان سے سُنو گے کہ وہ ظن
کی تعریف، اعتقادِ راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح
مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول
میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ
اپنی اصطلاح بنالیں۔ میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین)
کا قول کہ خبر واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی، شہادت
ہے، سمجھ لو۔ ان کے قول "من غیر استناد" (کسی
نسبت واضافت کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقلید
پر بند کر دیا ہم نے تو دیکھا ہے کہ علمِ اصول کو علم العقائد
کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے ہوئے سنتے ہیں
کہ ہم فلاں دلیل کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں
برہان کی بنیاد پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ
رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں اصل توحید اور
ہے جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے
خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف
نسبت کیے بغیر جس پر جزم صحیح ہو؟ ان کے قول "والظن
تجویز امرین الخ" (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے)
کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے
جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی
ہے۔ ان کے قول "والوھم الخ" (اور وہم الخ)
کے متعلق میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت و
عزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت

---

[1] فقہ اکبر شروع کتاب مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۲

لافرق بين تفسيري الظن و الوهم فتجويز امرين احدهما اقوى هو بعينه تجويز امرين احدهما اضعف (قوله والشك الخ) اقول يشمل الاباحة والتخيير و بالجملة فلا يخلو شئ من التفاسير الثمانية المذكورة للشك والوهم والظن من الشكوك فالاوضح الاخصر فى حدها ما اقول اذا لم تجزم فى حكم بايجاب ولا سلب فان استويا عندك فهو الشك والا فالمرجوح موهوم و الراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحيث طرح القلب الجانب الأخر فهو غالب الظن واكبر الرأى والله تعالٰى اعلم ولنرجع الى ما كنا فيه۔

زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وہم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہ ایسی دو باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو اس کے قول "والشک" (اور شک ۔ آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت و تخییر کو شامل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شک وہم اور ظن کے بارے میں مذکورہ آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لہٰذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وہ ہے جو میں کہتا ہوں (یعنی) جب ایجاب و سلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم اور راجح مظنون ہوگا۔ اور اگر ترجیح اس حد کو پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہئے جس میں ہم تھے۔ (ت)

دُوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبۂ شک و تردد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلماتِ علماء میں کبھی اسے بھی ظنِ غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقۃً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبۂ ظن۔

فى الحديقة الندية غالب الظن اذا لم يأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك واليقين لايزول بالشك اھ[1] وفى شرح المواقف الظن هو المعبر عنه بغلبة الظن لان الرجحان ماخوذ فى حقيقته فان ماهيته هو

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اھ اور شرح مواقف میں ہے ظن ہی کو غلبۂ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے اس لیے کہ اس کی

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱

الاعتقاد الراجح فکانه قیل او غلبة الاعتقاد التی ھی الظن وفائدة العدول الی ھذہ العبارۃ ھی التنبیه علی ان الغلبة ای الرجحان ماخوذۃ فی ماھیته[1] اھ۔

ماہیت اعتقاد راجح ہی ہے گویا کہا گیا "یا غلبۂ اعتقاد جو ظن ہے" اور اس عبارت کی طرف رُخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنے پائے جاتے ہیں اھ (ت)

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر وافضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب و متحتم ہوجائے دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچّوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ وکثرت و فور وشدّت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات وغالب احوال تلوث وتنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ مگر ازانجا کہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہٰذا علمانے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور ان برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز اور فاعل زنہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اُس غلبۂ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یُوں سہی پر تحقیق وتیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہوالبتہ باعتبار غلبہ وظہور احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

فی الطریقة المحمدیة وشرحھا لکن ھنا ای فی غلبة الظن من غیرات یاخذ به القلب یستحب الاحتراز عنه ویکرہ تنزیھا استعماله کسراویل الکفرۃ وسؤر الدجاجة المخلاۃ والماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه واوانی المشرکین وقال فی الذخیرۃ یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسة فانھم یستحلون شرب الخمر واکل المیتة ولحم الخنزیر ویشربون ذلك ویاکلون فی قصاعھم واوانیھم فیکرہ للمسلمین الاکل والشرب

طریقۂ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے "لیکن یہاں پر یعنی غلبۂ ظن میں کہ اسے دل قبول نہ کرتا ہو اس سے احتراز مستحب ہے اور اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جیسے کفار کی شلوار پاجامے، گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھوٹا، وہ پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن، ذخیرہ میں فرمایا" مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر غالباً نجس ہیں وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کو حلال جانتے، اسے کھاتے پیتے اور اپنے پیالوں اور دوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں پس ان کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا

---

[1] شرح المواقف

فيها قبل الغسل ثلاث مرات و ذٰلك
مقدار ما يغلب على ظنه انها طهرت
لو كانت متحققة النجاسة دفعا للوسواس
اعتبار الظاهر من حال تلك الاوانى كما
كره التوضى بسؤر الدجاجة المخلاة
لانها لا تتوقى عن النجاسة فى الغالب
والظاهر المتبادر للافهام لعدم تمييزها
وعدم تحاشيها عن استعمال ذلك
وكما كره التوضى بماء قليل ادخل الصبى
يده فيه لانه لا يتوقى من النجاسة
فى الظاهر المتبادر والغالب الكثير المعتاد و
كما كره الصلاة فى سراويل المشركين
اعتبار الظاهر فانهم لا يستنجون
اذا بالوا و تغوطوا وكان الظاهر من
سراويلهم النجاسة ومع هذا اى كون
الغالب الظاهر من حال اوانيهم النجاسة
لو اكل او شرب فيها قبل الغسل جاز ولا يكون
اكلا ولا شاربا حراما لان الطهارة
اصل لان الله تعالىٰ لم يخلق شيئا
نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة
عارضة فاصل البول ماء طاهر وكذلك
الدم والمنى والخمر عصير طاهر ثم
عرضت النجاسة فيجرى على الاصل حتى
يعلم بحدوث العارض وما يقول الانسان بان
الظاهر الغالب فى الاشياء المذكورة النجاسة قلنا نعم

استعمال مکروہ ہے اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر ان برتنوں پر
نجاست لگی ہُوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب
گمان حاصل ہو جائے اس طرح ان برتنوں کے ظاہری
حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دُور ہو جائے گا
جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کے جھُوٹے سے
وضو مکروہ ہے کیونکہ عام طور پر وُہ نجاست سے نہیں بچتی۔
اور ذہنوں میں ظاہر و متبادر بات یہ ہے کہ وُہ اس (نجاست)
کے استعمال میں نہ تمیز کرتی ہے اور نہ ہی اس سے بچتی
ہے ۔ اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے
جس میں بچّے نے اپنے ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر
اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں
بچتا۔ اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں
میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت
کے بعد استنجا نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری
حال ناپاکی ہے اور اس کے باوجود یعنی ان کے برتنوں کے بارے
میں ظاہر و غالب یہی ہے کہ وُہ ناپاک ہیں ، اگر
دھونے سے پہلے ان میں کھایا یا پیا تو جائز ہے ، اور
کھانا پینا حرام نہ ہو گا کیونکہ طہارت اصل ہے اس لیے
کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا
نجاست (بعد میں) لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی
اصل پاک پانی ہے اسی طرح خون ، منی اور شراب پاک
رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوئی پس حکم اصل پر جاری
ہو گئی جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے
کا علم ہو جائے ۔ اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہراً مذکورہ اشیا
میں گمان نجاست ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت

لکن الطهارة ثابتة بيقين واليقين لا يزول الا
بيقين مثله انتهى ثم قال في الذخيرة ولا باس
بطعام اليهود والنصارى كله من غير استثناء طعام
دون طعام اذا كان مباحا من الذبائح وغيرها
لقوله تعالى وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم من غير
تفصيل في الاية بين الذبيحة وغيرها و
بين اهل الحرب وغير اهل الحرب وبين بني اسرائيل
كنصارى العرب ولا باس بطعام المجوس كله
الا الذبيحة وقال في الذخيرة في موضع اخر
روى عن ابن سيرين رحمه الله تعالى ان
اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
كانوا يظهرون ويغلبون على المشركين ويأكلون
ويشربون في اوانيهم ولم ينقل انهم كانوا يغسلونها
وروى عن اصحاب رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم لما هجموا على باب كسرى وجدوا
في مطبخه قدورا فيها الوان الاطعمة فسألوا عنها
فقيل لهم انها مرقة فاكلوا وبعثوا بشئ من
ذلك الى عمر رضي الله تعالى عنه فتناول عمر رضي الله
تعالى عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه
اي بقية الصحابة رضي الله تعالى عنهم
منه ايضا فالصحابة رضي الله تعالى عنهم
اكلوا من الطعام الذي طبخوا اي المجوس لان
الاصل حل الاكل ولا تثبت الحرمة بالظن و
طبخوا اي الصحابة رضي الله تعالى عنهم في قدورهم
قبل الغسل والدليل له ان الطهارة اصل

یقین سے ثابت ہے اور یقین یقینِ کامل کے ساتھ زائل
ہوتا ہے اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا: "یہود و نصاریٰ کے
تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ
کھانا ہو وہ نہ ہو جبکہ وہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سوا،
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اہلِ کتاب کا کھانا
تمہارے لیے حلال ہے" آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیر ذبیحہ،
اہلِ حرب، غیر اہلِ حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب
کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں
کے ذبیحہ کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں —
ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سیرین رحمہ اللہ سے
نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حملہ کر کے مشرکین پر غالب
آتے تو ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات
منقول نہیں کہ وہ ان کو دھو کر استعمال کرتے تھے نبی کرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ وہ کسریٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو ان کے باورچی خانہ
میں ہانڈیاں پائیں جن میں طرح طرح کے کھانے تھے
انہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ
شوربہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے بھی اس سے تناول
فرمایا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کھانے سے
کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اس کا
کھانا حلال ہے اور گمان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی
نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے
ان میں پکایا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ طہارت اصل ہے،

والنجاسة عارضة وقد وقع الشك فی العارض ولا ترتفع الطهارة الثابتة بقضية الاصل وما يقول القائل ان الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولكن الطهارة كانت ثابتة بيقين و اليقين لا يزول بالشك والظن الا بيقين الا يرى انه اذا اصاب عضو انسان او ثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة او الماء القليل الذی ادخل الصبی يده او رجله فيه وصلى مع ذلك جازت صلاته واذا صلى فی سراويل المشركين جازت ايضا لانا قد تيقنا الطهارة وشككنا فی النجاسة فلم تثبت بالشك كذا هنا فی طعام المجوس وقدورهم لا تثبت النجاسة بالشك وان كان الاحتياط عدم ذلك فی نظيره ولا نقول بهذا فی واقعة الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لاحتمال معارضة هذا الاحتياط امر آخر كالحاجة الى الطعام فی ذلك الوقت او بيان الجواز للقاصر لانهم من اهل القدوة كما قال عليه الصلاة و السلام عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی انتهى ما نقله عن الذخيرة[1] اھ ما نقلته عنهما بتلخيص ۔

اور نجاست لاحق ہونے والی ہے اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہوا جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے، ختم نہیں ہوگی۔ اور وہ جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر، نجاست ہی ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین کے ساتھ ثابت ہوئی تھی اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین سے دُور ہوتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کا جھوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے پس وُہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہانڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوتی اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدمِ طہارت ہی ہے اور صحابہ کرام کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لیے بیانِ جواز، کیونکہ وُہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتدار کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہے[1] اھ جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے وہ مکمل ہوگیا۔ جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور

---

[1] الحدیقۃ الندیہ والنوع الرابع فی اختلاف الفقہاء مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۱

التقاط وھو کما تری کلام نفیس یفید النفائس ویبید الوساوس واللّٰہ الحافظ من شر الدسائس۔

انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے وُہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے جو عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا اور وسوسوں کو دُور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سازشوں کے شر سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ (ت)

اقول ومما ینبغی التنبہ لہ ان قولہ فیما مر انہ لم ینقل عن الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم انہم کانوا یغسلون اوانی الغنائم وقصاعہا کانہ اراد بہ الادامۃ والالتزام والا فقد صح عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الامر بغسلہا احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وغیرھم عن ابی ثعلبۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قلت یارسول اللّٰہ انا بارض قوم اھل کتاب افناکل فی اٰنیتہم قال ان وجدتم غیرھا فلا تاکلوا فیہا وان لم تجدوا فاغسلوھا وکلوا فیہا[1] وفی لفظ ابی داؤد انہم یاکلون لحم الخنزیر ویشربون الخمر فکیف نصنع باٰنیتہم وقدورھم[2] الحدیث۔ وفی احدی روایتی ابی عیسٰی سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اس بات پر آگاہی مناسب ہے کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے تھے، سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھو کر ان میں کھالو۔ ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ وُہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث) ابوعیسٰی کی دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی

۱؎ بخاری شریف کتاب الذبائح باب صید القوس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۲/ ۸۲۳

۲؎ مسند احمد بن حنبل عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۹۴

فقال انقوها غسلا واطبخوا فيها[1] وعند احمد عن ابن عمر ان ابا ثعلبة رضی الله تعالٰی عنهم سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم افتنا فی اٰنیة المجوس اذا اضطررنا الیها قال اذا اضطررتم الیها فاغسلوها بالماء واطبخوا فیها[2] فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصه اذما کانوا لیخالفوا امر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یأتمروا به ابدا هذا ومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی هذا الحدیث للندب والنهی للتنزیه والله تعالٰی اعلم۔

ہانڈیوں کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم بتائیے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی سے دھو کر ان میں پکاؤ۔ جب حکم ثابت ہوا تو عملاً دھونا بھی ثابت ہوگیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ ہمیشہ بجالاتے اسے اختیار کیجئے۔ اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہوجائیگا کہ امر استحباب کے لیے ہے اور نہی تنزیہ کے لیے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرة بالاختصار قال العبد اصلحه الله تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الهنود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم وان نساءهم لایتوقین عن السرقین وکذا یأکلون لحم ما قتلوه

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا بندہ عرض کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرکہ، دُودھ، پنیر اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کے برتنوں کے (نجاست سے) ملوث ہونے کا احتمال ہے ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت

---

[1] ترمذی شریف باب جاء فی الاکل فی اٰنیۃ الکفار آفتاب عالم پریس مطبع مجتبائی لاہور ۲/۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۴

وذلك ميتة فالاباحة فتوى والتحرز تقوى اھ ملخصا **اقول** واراد بالاباحة ما لا اثم فيه وبالتقوى الرعة فافهم۔

فائدة جليلة يقول العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف اعلم ان هذا الذى جزمنا به وعولنا عليه فيما مر من ان المكروه تنزيها ليس من الاثم فى شیٔ لا كبيرة ولا صغيرة ولا يستحق العبد به معاقبة ما لا كثيرة ولا يسيرة هو الحق الناصع الذى لا محيد منه وبه صرح غير واحد من العلماء ففى حظر رد المحتار تحت قوله اما المكروه كراهة تنزيه فالى الحل اقرب اتفاقا بمعنى انه لا يعاقب فاعله اصلا لكن يثاب تاركه ادنى ثواب تلويح[1] اھ۔

اقول والى الحل اقرب يعنى الاباحة والا فالحل المقابل للحرمة ثابت لا شك وفيه اٰخر الاشربة عن العلامة ابى السعود المكروه تنزيها يجامع الاباحة[2] اھ

اقول يعنى الاساغة وعدم الحظر و نفى الحرج وسلب الحجر والا فاستواء الطرفين يباين ترجح احد الجانبين ولو

کھاتے ہیں اور یہ مردار ہوتا ہے پس فتوٰی کے اعتبار سے وہ مباح ہے لیکن تقوٰی یہ ہے کہ اجتناب کرے اھ ملخصا **اقول** اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو اور تقوٰی سے مراد شبہات سے بچنا ہے پس سمجھ لو۔ (ت)

عظیم فائدہ: بندۂ ضعیف، اس پر لُطف وکرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ پہلے گزرچکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا وُہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا نہ زیادہ کا اور نہ ہی کم کا، یہی واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی اور متعدد علمائے اس کی تصریح کی ہے ردالمحتار کے باب الحظر میں اما المکروہ کراھۃ تنزیہ کے تحت ہے کہ بالاتفاق حلّت کے زیادہ قریب ہے یعنی اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن تارک کو کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا، تلویح اھ۔ (ت)

اقول حُلّت کے زیادہ قریب ہونے سے مراد اباحت ہے ورنہ وہ حُلّت جو حُرمت کے مقابلے میں ہے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابوالسعود سے نقل کیا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اھ (ت)

اقول اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگرچہ

---

[1] نصاب الاحتساب
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۱۴

من دون عزم وفیہ من الصلاۃ الظاھر انہ اراد بالمباح مالا یمنع فلاینافی کراھۃ التنزیہ[1] اھ وفی شرح الطوالع من بحث العصمۃ ترک الاولٰی لیس بذنب فالاولٰی وما یقابلہ یشترکان فی اباحۃ الفعل[2] اھ **اقول** والمعنی ماذکرنا اعنی الرخصۃ وعدم التشدید المعبر عنہ بنفی البأس وانت تعلم ان لوکان اثما لما جامع الاباحۃ اذ لاشیئ من الاثم بمباح ولکان مما یمنع فان کل اثم ولو صغیرۃ محظور ولما جاز التعبیر عنہ بلا بأس بہ اذ ما من اثم الا وفیہ بأس ولما ساغ الجزم بنفی العقاب علیہ فقد ثبت فی العقائد تجویز العقاب علی الصغائر نعم قد افصح العلماء ان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3] کما فی صلاۃ رد المحتار عن البحر صاحب البحر فی بعض رسائلہ وھو المستفاد من کلمات غیرہ فی ھذا المقام وقد زلت قدم بعض[عہ] المشاھیر من ابناء العصر فزعم ان المکروہ تنزیہا صغیرۃ فاذا اصر یکون

قصداً نہ ہو۔ اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے "ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وُہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ کراہتِ تنزیہی کے منافی نہ ہوگا" اھ شرح الطوالع کی بحث عصمۃ میں ہے کہ اولٰی کا چھوڑنا گناہ نہیں پس اولٰی اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر ہیں اھ **اقول** جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب رخصت اور عدمِ تشدید ہے جس کو "لاباس بہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور تُو جانتا ہے کہ اگر وُہ گناہ ہوتا تو مباح کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں اور وُہ ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لاباس بہ" کے ساتھ اس کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب کی نفی کا جزم نہ کرتے کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ ہاں علماء نے واضح کیا ہے کہ ہر مکروہِ تحریمہ صغائر سے ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحب بحرالرائق نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے اس مقام پر دوسروں کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بعض علماءِ عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلاً

عہ یعنی المولوی عبدالحی اللکنوی فی رسالۃ فی شرب الدخان ۱۲ منہ (م)

یعنی مولوی عبدالحی لکھنوی سے اپنے رسالہ فی شرب الدخان میں لغزش ہوئی۔ (ت)

[1] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۷

[2] شرح الطوالع

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریما من الصغائر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵۶

کبیرۃ کما نص علیہ فی رسالۃ لہ وقد استوفینا الکلام علی ھذا المرام فی رسالۃ[عہ] اخری واللہ الموفق۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ) سے لغزش ہوئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے (شرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پُورا کلام کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

مقدمہ ثامنہ

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اُسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بر وجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے قلب قابلِ قبول والتفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبۂ ظن سے ذاہب وزائل ہوگیا مگر یہ کہ اس فردخاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا ولہذا علماء نے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اُس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔

فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ[1] اھ وفی الحلیۃ عن

دُرمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کے لیے پیشاب

عہ ثم الفافید بتوفیق اللہ تعالی رسالۃ مستقلۃ سمیناھا جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ ۱۲ منہ (م)

اللہ تعالٰی کی توفیق سے پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجه اهل فارس لاتجوز الصلاۃ فیه لانهم یستعملون فیه البول عند النسج ویزعمون انه یزید فی تزیینه ثم لایغسلونه فان الغسل یفسده[1] الخ

استعمال کرتے ہیں اھ اور حلیہ میں بدائع سے منقول ہے انہوں نے کہا اہل فارس جو دیباج بُنتے ہیں اُس میں نماز جائز نہیں کیونکہ وہ بُنتے وقت اُس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے پھر وُہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ دھونے سے وہ خراب ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اُس کا التزام کرتے ہیں تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم وتنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افرادِ محفوظہ سے ہو اور اصل متیقن طہارت وحلّت تو شکوک وظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو مطعوم وملبوس وظروف کفار کی نسبت یقینِ کامل نہیں کہ بے شُبہہ اُن میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہُوا تو وجہ وہی ہے کہ اُن کے طعام ولباس وظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔

فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامۃ تتعلق بعین ما فیه النظر مطرح اھ[2]

احیاء العلوم میں ہے وُہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے اھ (ت)

واضح تر سُنئے مجمع الفتاوٰی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خُون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو نوع کی نسبت کس درجہ وضاحت وصراحت کے ساتھ وقوعِ نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں ان کے خشک وتر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الطریقۃ عنه وفیها فی الغنیۃ وغیرها عن القنیۃ الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولایغسل مذبحها ولاتتوقی النجاسات

الطریقۃ المحمدیہ میں اس (مجموعۃ الفتاوٰی) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ غنیہ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں میں جن چمڑوں کو دباغت

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر به المحل نجسًا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱
[2] احیاء علوم الدین المثار الثانی للشبهة مطبوعه المشهد الحسینی قاہرہ ۲/۱۰۶

فی دبغہا ویلقونہا علی الارض النجسۃ ولایغسلونہا بعد تمام الدبغ فہی طاھرۃ یجوز اتخاذ الخفاف منہا وغلاف الکتب والقرب والدلاء رطبا ویابساً اھ

دی جاتی ہے اور ان کے مذبح کو دھویا نہیں جاتا اور نہ ہی د باغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ وُہ اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہونے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو وہ پاک ہیں ان سے جُوتا بنانا، کتابوں کی جلدیں مشک اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک اھ (ت)

پس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطا فرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہوا اسے تمام افراد میں ساری نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصاً اہلِ حرب کو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور بیشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وُہ پوستین کہ دارالحرب سے بن کر آئے علما فرماتے ہیں اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعاً جائز اور شک رہے تو دھونا افضل نہ کہ استعمال گناہ وممنوع ٹھہرے۔

فی الدرالمختار مایخرج من دارالحرب کسنجاب ان علم دبغہ بطاھر فطاھر اوبنجس فنجس وان شك فغسلہ افضل اھ ومثلہ فی المنیۃ وغیرھا۔[2]

درمختار میں ہے جو کچھ دارالحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معلوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہُوئی ہے تو پاک ہے اور ناپاک کے ساتھ ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ (ت)

یُونہی خود منقح مذہب سیّدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچّہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو خاص اُس بچّہ کے ہاتھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کرلے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز۔

فی سیرۃ الاحمدیۃ للعلامۃ محمد الرومی ھمدی عن التاترخانیۃ عن اصل الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی الصبی اذا ادخل یدہ فی کوز ماء او رجلہ فان علم ان یدہ طاھرۃ

محمد رومی آفندی کی کتاب سیرت احمدیہ میں تتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچّہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کُوزے (لوٹے وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ اس کا

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۸۲

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

بیقین (بان غسلہا لہ او غسلت عندہ اھ نابلسی) یجوز التوضی بھذا الماء وان علم ان یدہ نجسۃ بیقین (بان رأی علیھا عین النجاسۃ او اثرھا اھ حدیقۃ) لایجوز التوضی بہ وان کان لایعلم انہ طاھرا ونجس فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لان الصبی لایتوقی عن النجاسات عادۃ ومع ھذا لو توضأ بہ اجزاہ[1]۔

ہاتھ پاک تھا یعنی اس نے خود اسے دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا اھ نابلسی) تو اس پانی کے ساتھ وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک تھا (مثلاً اس پر عین نجاست یا اس کا نشان دیکھا اھ حدیقہ) تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کے باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے تو کافی ہوگا اھ۔ (ت)

خاص ضابطہ کی تصریح لیجئے سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ و ھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ[2] اھ نقلہ الامام الاجل ظھیر الدین فی فتاواہ وغیرہ فی غیرھا۔

ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہٖ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہوجائے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اھ لے امام اجل ظہیر الدین نے اپنے فتاوٰی میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیقہ میں ہے:

الحرمۃ بالیقین والعلم وھو لم یتیقن ولم یعلم ان عین ما اخذہ حرام ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] اھ

حرمت، یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اھ (ت)

اقول وھذا وان کان فی مسئلۃ الجوائز فلیس الحرام للغصب بدون الحرام

اقول یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کے حکم میں غصب کی صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنیاد پر حرام ہونے والے سے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۲؛

[2] فتاوٰی ہندیۃ باب فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلٰثۃ فی بیان حکم التورع الخ " نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۲۱

للنجاسة فی حکم الاجتناب کما لا یخفی۔ کم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

بالجملہ ایسی صورت میں حکمِ کلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شئے میں احتمالِ حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی، یہ دعوٰی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اُس پر نص فرمایا۔

فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانہ یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام[1] وفی الحمویۃ کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل[2] اھ۔

اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہوجائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہوجائے اھ اور حمویہ میں ہے بازار میں حرام کے بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ چیز حلال مغلوب سے ہو اور اصل بات حلت ہے اھ (ت)

تنبیہ اقول وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ت) یہ احتمالِ حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اُس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیا جن میں وجود حرام کا تیقن اور اُن میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ اُن میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت جب صالح ازالہ ہو تو اُن میں کسی سے اُسے زائل کردیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعیین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہوجاتا ہے مثلاً چادر کا ایک گوشہ یقیناً ناپاک تھا اور تعیین یاد نہ رہے کوئی سا کونا دھولے پاکی کا حکم دیں گے۔ع

ع: تنبیہ بعد کو اضافہ فرمائی تھی مگر نامکمل رہی ۱۲ (م)

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۴۸

[2] حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ " " " " " ص ۱۴۸

مقدمۂ عاشرہ

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔ (ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] وقال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔ اور فرمایا: "اللہ تعالٰی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔ (ت)

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق نرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا[4] الحدیث اخرجہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصدرہ عند البیہقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الا غلبہ[5] واخرج احمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ

بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو، قریب ہوجاؤ اور خوشخبری دو (الحدیث)۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور بیہقی شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ (دین) اس پر غالب آجاتا ہے"

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶ [2] القرآن ۲۲/۷۸ [3] القرآن ۲/۱۸۵

[4] بخاری شریف باب الدین یُسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[5] شعب الایمان القصد فی العبادۃ حدیث ۳۸۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۱

تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین[1] واخرج احمد برجال الصحیح والبیہقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلم انکم لن تدرکوا ھذا الامر بالمغالبۃ[2] واخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ[3] واخرج ایضا ھؤلاء فیھا بسند جید عن محجن بن ادرع الاسلمی والطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین وفی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبدالبر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر دینکم ایسرہ[4] واخرج ابوالقاسم بن بشران فی امالیہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا "دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہُوئے"۔ امام احمد نے صحیح راویوں کے ساتھ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس دین کو مغالبہ کے ساتھ ہرگز نہیں پا سکتے"۔ (یعنی جو حکم ملے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو) امام احمد نے اپنی مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی اختیار کرنا ہے"۔ نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبدالبر نے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو"۔

---

[1] سنن نسائی باب التقاط الحصی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۴۸/۲

[2] مسند امام احمد حدیث ابن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۳۷/۴

[3] بخاری شریف باب الدین یسر " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۱

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث محجن بن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۳۸/۴

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین فان اللہ قد جعلہ سھلًا الحدیث۔[1]

ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: دین کی گہرائی (باریکیوں) میں جانے سے پرہیز کرو اللہ تعالٰی نے اسے آسان بنایا ہے۔ الحدیث (ت)

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع و نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولایلزمہ السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بھا فیحرم علیہ[2] اھ ملخصا وفیہا عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طہارۃ الحوض مالم یغلب علی ظنہ نجاستہ وبمجرد الظن لایمنع من التوضی لان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ[3] اھ

حدیقہ میں ہے علم کے بغیر حُرمت نہیں کیونکہ اصل حلّت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہوجائے اور یوں وہ اس کی تحقیق کرکے اب اپنے اوپر حرام کرلے، حدیقہ ملخصًا اور اسی میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے جب تک اس کو نجاست کا غالب گمان نہ ہوجائے حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ رُکے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پُوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی الشعب باسناد لاباس بہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن

حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۹۳۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۱۳۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۳۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ " " " ۲/۶۶۶

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل ولا یسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولا یسأل عنہ۱؎

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے سے کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔ (ت)

امیر المومنین عمر عہ رضی اللہ عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پوچھنے لگے: کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا۔

مالک فی مؤطاہ عن یحیی بن عبد الرحمٰن ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرج فی رکب فیھم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یا صاحب الحوض ھل ترد حوضک

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لائے ان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن عاص

عہ ویروی مثل ذلک عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراۃ عہ لہ فقال عمر یا صاحب المقراۃ اولغت السباع اللیلۃ فی مقراتک فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صاحب المقراۃ لاتخبرہ ھذا مکلف لھا ما حملت فی بطونھا ولنا ما بقی شراب وطھور۲؎ امنہ۔

اسی طرح کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو، یہ مکلف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لیے ہے اور جو باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کیلئے ہے۔ (ت)

عہ المقراۃ بالکسر مجتمع الماء ۱۲ (م)

"المقراۃ" کسر کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔ (ت)

۱؎ شعب الایمان باب فی المطاعم حدیث ۵۸۰۱ مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت لبنان ۵/ ۶۷

۲؎ المستدرک کتاب الاطعمہ " دارالفکر بیروت ۴/ ۱۲۶

السباع فقال عمر بن الخطاب یا صاحب الحوض لا تخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] قال سیدی عبد الغنی ولعله کان حوضا صغیرا والا لما سأل[2] اھ ملخصا وقال تحت قوله لا تخبرنا ای ولو کنت تعلم انه ترد السباع لانا نحن لا نعلم ذلک فالماء طاھر عندنا فلو استعملناہ لاستعملنا ماء[عه] طاھرا ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[3] اھ

رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے صاحبِ حوض! ہمیں نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے ہاں آتے جاتے ہیں سیدی عبد الغنی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ پُوچھتے، انتہی تلخیص۔ وہ "لا تخبرنا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا بھی ہو کہ درندے آتے ہیں، کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے۔ پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم اسے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے۔ اور ہر نفس کو اللہ تعالٰی اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ (ت)

یقول العبد الضعیف غفر له القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه اللہ تعالٰی ھذا الحدیث کما تری علی ما قدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لا العلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانه طاھر لنا ما لم نعلم بذلک ولذا حمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث۔ وقد سبقه الی ھذا الحمل علامة عصرہ سیدی زین بن نجیم المصری رحمه اللہ تعالٰی

بندۂ ضعیف "قوی ومہربان اور بلند وبالا ذاتِ باری اس کی بخشش فرمائے" کہتا ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب، نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدمِ نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ کوئی چیز اگرچہ فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس (کے نجس ہونے) کا علم نہ ہو۔ اسی لیے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہوجاتا ہے۔ اپنے زمانے کے علامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی نے البحر الرائق

عه ای فی حقنا وان کان علی خلاف ذلک فی الواقع ۱۲ منه (م)

یعنی ہمارے حق میں پاک ہے اگرچہ وہ حقیقۃً اس کے خلاف ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الموطا امام مالک | الطہور للوضوء | مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی | ص ۱۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ | الصنف الاول فیما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم | مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد | ۲/۶۵۶

[3] " " " " " " " "

في البحر حيث قال (فروع) في الخلاصة معزيا
الى الاصل يتوضؤ من الحوض الذي
يخاف فيه قذر ولا يتيقنه ولا يجب
ان يسأل اذ الحاجة اليه عند
عدم الدليل والاصل دليل يطلق
الاستعمال وقال عمر رضي الله تعالى
عنه[1] الخ فذكر الحديث المذكور بمعناه
وانت تعلم ان كلامه انما هو في الحوض
الصغير كما لا يخفى وقد استشهد بالحديث
على عدم وجوب السؤال والتفتيش عنه
وان خشي التنجس بناء على اصالة
الطهارة فالعبد الضعيف تمسك به في
هذا المقام تبعا لهما لكن الحديث ذو وجوه
وشجون فقد قيل يعني ان الماء كثير
فلا يحتمل التنجس بولوغ السباع و
عليه درج الشيخ المحقق الدهلوي
رحمه الله تعالى في شرح المشكوة ويكدره
سؤال عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه
كما اشار اليه علي القاري وقال العارف
النابلسي لو كان كثيرا مقدار
العشر لما سأل لانه لا يتنجس الا بظهور
اثر النجاسة فيه اجماعا و
ظهور الاثر يعرف بالحس فلا يحتاج

میں اس حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا:
(فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا
کہ اس حوض سے وضو کر سکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا
گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا
واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت
میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا
اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
(آخر تک) انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا
اور تم جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں
ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے
شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش
کرنا واجب نہیں اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو
کیونکہ طہارت اصل ہے۔ پس اس ضعیف بندے
نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو
اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم ہیں کہا گیا ہے
اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے
سے ناپاک نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو
مکدر کر دیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری
رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔ عارف نابلسی رحمہ اللہ نے
فرمایا اگر وہ زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی
نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

الی السؤال[1] اھ ای وماکان عمرو لیخفی علیہ حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤالہ ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث وقد کان فی فلاۃ فکان مظنۃ ورود السباع فعن ھذا نشأ السؤال وردہ عمر بطرح الاحتمال ولیتنبہ ان نقلہ الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کما لا یخفی ھذا تقریر کلامہ علی حسب مرامہ۔

وُہ بالاجماع اسی وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا حس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگا اھ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہٰذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہوجاتا ہے، اور وُہ جنگل میں تھا لہٰذا وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہوسکتا تھا اس بنیاد پر سوال پیدا ہوا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترک احتمال کے ساتھ رَد کردیا۔ آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تفسیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دس کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔ (ت)

اقول ویظھر لی ان ھٰھنا مجال سؤال بوجھین۔

اما **اولا** فلما قد القینا علیک ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لا یتنجس الا بتغیر اما تحدید الکثیر ففیہ نزاع شھیر واختلاف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند اٰخرین وبالعکس واذ الامر کما وصفنا لک فما یدریک لعل الماء کان قلیلا عند عمرو فبحث وکثیرا عند عمر فما اکترث والامر اظھر علی قول

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) مجھ پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہوسکتا ہے

اوّل: جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حد بندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا اختلاف جو کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل ـــــ اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۵۶/۲

اصحابنا ان الکثیر فی حق کل ما یستکثره.

ویتراءی لی فی الجواب عنه ان المجتهد لیس له ان یحمل المجتهد الآخر علی تقلید نفسه ویصده عن العمل بمذهبه ولذا انکر عالم المدینة علی هارون الرشید اذ استأذنه ان یعلق الموطا علی الکعبة ویحمل الناس علی ما فیه فقال لا تفعل فان اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اختلفوا فی الفروع وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب ابو نعیم عنه فی الحلیة وعلی المنصور اذ هم ان یبعث بکتبه الی الامصار ویأمر المسلمین ان لا یتعدوها فقال لا تفعل هذا فان الناس قد سبقت الیهم الاقاویل وسمعوا احادیث ورووا روایات واخذ کل قوم بما سبق الیهم ودانوا به فدع الناس وما اختار کل اهل بلد منهم لانفسهم ابن سعد عنه فی الطبقات فکذا لا یجبر مجتهد بل عامی علی تقلید ظن الغیر فیما یفوض الی رأی المبتلی کما نص علیه فی البحر وغیره فعلی هذا قول

بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک زیادہ ہو لہٰذا انہوں نے اس کی پروا نہ کی۔ ہمارے اصحاب کے قول پر بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر ہے جس کو وہ کثیر سمجھے۔

اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون الرشید کی بات ماننے سے انکار کر دیا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا: ایسا نہ کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابو نعیم سے مروی ہے۔ اور جب منصور نے مختلف شہروں میں انکی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ ان سے تجاوز نہ کریں، تو اس کا انکار کرتے ہوئے عالم مدینہ نے فرمایا: "ایسا مت کرو لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں انہوں نے احادیث سُنی ہیں روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا انہوں نے اسے اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو گئے پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لیے اختیار کر لی۔" اسے ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلا کی رائے پر چھوڑی گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر

عمر لا تخبرنا لا ينبغي حمله على ان الماء كثير عندي وان كان قليلا عندك فبرأيي فاعمل ولا تسأل بل المعنى على هذا ايضاً هو المنع عن اتباع الظنون اى ان الماء وان تستقله لكن لست على يقين من نجاسته فانصرف الكلام الى ما اردنا۔

واما ثانياً فلانا لا نسلم ان الكثير لا يحتاج فيه الى السؤال فلربما ينتن او يتغير لونه فيحتمل انه لطول المكث او حلول الخبث فيتحقق منشأ للسؤال فعلم ان القليل والكثير سواء في حاجة السؤال لكشف الحال عند المظنة و الاحتمال بيد ان الكثير لا تعتريه المظنة الا لامر حسي اعني تغير احد الاوصاف بخلاف القليل وبهذا القدر لا يستند العلم الى مجرد الحس لان الذي يدرك بالحس لا يكفي لتبين الامور وزوال اللبس كما لا يخفى۔

وافاض الله الجواب عنه بان هذا مضر يعود نفعا محضاً فلئن قلتم به في قصة الحديث[ع] فقد تركتم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "لا تخبرنا" (ہمیں خبر نہ دینا) کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگر تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے پر عمل کرو اور سوال نہ کرو، بلکہ اس بنیاد پر بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگرچہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اس کی طرف پھیرا جائیگا جو ہماری مراد ہے۔

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبودار ہو جاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہٰذا اس کا مقام سوال ہونا ثابت ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان واحتمال والی صورت ہو تو کشفِ حال کے لیے سوال کی ضرورت میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے علم، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دُور کرنے کے لیے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا اگرچہ یہ ضرر ہے اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن یہ بات کرتے ہو

؎ فان قلت لا مساغ لهذا في

اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ما قصدتم واعترفتم بما نريد اذ كان مدار سؤال عمرو هو احتمال الخبث ومبنى جواب عمر هو اتباع الاصل وذلك ما كنا نبغ وانما كنتم تذهبون بالحديث الى ان الماء كثير لا يحمل الخبث فلا تخبرنا اى اخبارك وعدمه سواء وعلى هذا التقرير يصير الكثير نظير اليسير كما اعترفتم فلم تغن عنكم كثرتكم شيئاً والله الموفق هذا۔

توتم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کرلیا کیونکہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار، نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد، اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں تمہارا موقف یہ ہے کہ (چونکہ) زیادہ پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا لہذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہوجائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

وقيل عــه بل ذهب عمر رضى الله تعالى عنه الى طهارة سؤر السباع كما تقوله الائمة الثلثة على خلاف بينهم فى الكلب والخنزير فقوله لا تخبرنا اى سواء علينا اخبرتنا اولم تخبرنا فانا نطهر ما تفضل السباع۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کتے اور خنزیر کے (جھوٹے کے) بارے میں اس کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ "ہمیں خبر نہ دینا" کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لیے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قصة الحديث اصلا اذ الماء الكثير لا يتغير بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء **قلت** بلى فان لفظ الحديث هل ترد لا هل تلغ ويمكن ان ترد جماعات منهن وتقع فى الماء وتبول فيه وتقضى الحاجة فتغلب النجاسة على بعض اوصاف الماء ١٢ منه (م)

اس کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "هل ترد" ہے "هل تلغ" نہیں اور ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جا کر بول وبراز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آجائے۔ (ت)

عــه معطوف على قيل السابق ١٢ منه (م)

پہلے گزرے ہوئے قیل پر معطوف ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول وقد یلمح الیہ علی ما فیہ قولہ فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] وقولہ کما زاد رزین عن بعض الرواۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لہا ما اخذت فی بطونہا وما بقی فہو لنا طہور[2] وما اخرج الامام الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ورد حوض مجنۃ فقیل انما ولغ الکلب آنفا فقال انما ولغ بلسانہ فشرب وتوضأ[3]۔

اقول حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: "جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لیے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لیے پاک ہے۔ اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمر بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنّہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا ابھی یہاں کتے نے منہ مارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی زبان سے چاٹا ہے۔ پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (ت)

ویکدر ہذا والذی قبلہ جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف ما یتبادر منہ فان ظاہر النہی کراہۃ الاخبار وما ذاک الا خشیۃ ان لو اخبر لزمہ التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطہارۃ ما لم یعلم ولو کان الامر کما ذکرتم من کثرۃ الماء او طہارۃ السؤر لما ضر اخبارہ شیئا فعلی ما ینہاہ عنہ بل کان حق الکلام

یہ اور اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات مکدّر ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کا میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ نہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بنیاد پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا لہٰذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہیے۔ اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا کہ پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا پس انہوں نے کس

---

[1] الموطا امام مالک — الطہور للوضوء — مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۱۷

[2] مشکوٰۃ المصابیح — باب احکام المیاہ — " مجتبائی دہلی — ص ۵۱

[3] مصنف عبدالرزاق — حدیث ۲۴۹ باب الماء تردہ الکلاب والسباع — مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت — ۱/۷۶

ح ان يقول لعمرو وماذا تريد بالاستخبار
الماء كثير ولو ولغت او سؤرها طاهر فما
فعلت الى هذا اشار محمد رحمه الله تعالى
حيث قال بعد رواية الحديث في مؤطاه
اذا كان الحوض عظيما ان حركت منه
ناحية لم تتحرك به الناحية الاخرى
لم يفسد ذلك الماء ماولغ فيه من سبع
ولا ما وقع فيه من قذر الا ان يغلب على
ريح اوطعم (ای اولونہما) فاذا كان حوضا صغيرا ان حركت
منه ناحية تحركت الناحية الاخرى فولغ
فيه السباع اووقع فيه القذر لايتوضؤ
منه الا يرى ان عمر بن الخطاب
رضي الله تعالى عنه كره ان يخبره
ونهاه عن ذلك وهذا كله قول
ابي حنيفة رحمه الله تعالى[1] اه۔

اقول فعلى هذا معنى قوله
فانا نرد الخ وكذا استشهاده بارشاد النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم ان ثبت
انا نعلم ان المياه قلما تسلم عن
ورود السباع لكن لم نؤمر بالبحث
ولا بالتكلف وامرنا بالاتكال على اصل
الطهارة ما لم نعلم بعروض النجاسة فلها

بناپر اس سے منع فرمایا بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے
خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے پانی زیادہ ہے
اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے
پس تم کیا کرو گے امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف
اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث
روایت کرنے کے بعد فرمایا جب حوض اتنا بڑا ہو کہ اس
کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب
حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست
گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی بُو اور ذائقے
پر غالب آجائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اسکی ایک طرف کو
حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں سے
درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو
نہ کیا جائے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرمادیا
یہ تمام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ت)

اقول اس بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے
پاس جاتے اور وہ ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے انکے استدلال، بشرطیکہ
وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی
درندوں کی آمد و رفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں لیکن
ہمیں بحث اور تکلّف کا حکم نہیں دیا گیا ہمیں اصل طہارت
پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک نجاست کے واقع ہونے کا

---

[1] المؤطا لامام محمد باب الوضوء مما یشرب منه السباع وتلغ فيه مطبوعہ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ص ٦٦

ماحملت فی بطونها لان ماء الله مباح علی
کل ذات کبد حرّاء ولنا ما غبر طهور
لعدم التیقن بعروض المحذور فآل
الکلام الی ما وصفنالك من ان الیقین الاجمالی
بعروض النجاسة لنوع لا یقضی بتنجس
کل فرد منه وبالجملة فالحدیث ذو وجوه
والاوجه ما ذکرنا فصح الاستدلال
علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن
او احتمال وکان اول قدوة لنا فیه امامنا
محمد رضی الله تعالٰی عنه۔

لکن یرتاب فیه بان النهی عن الاخبار
علی هذا یکون نهیا عن مناصحة المسلمین
وصونهم عن تعاطی المنکر فی الدین
فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسة
مثلا وهو لا یدری وجب علیه اخباره
بذلك ان ظن قبوله لان فعله
علی خلاف امر الله سبحٰنه وتعالٰی فی نفسه
وان ارتفع الاثم لعدم العلم۔

والجواب عنه کما افاد العارف
النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی
عنه لا یعلم ان صاحب الحوض یعلم ان
السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفا و
منعا من الامر بالمعروف والنهی عن
المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد

علم نہ ہو۔ پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا
وہ ان کے لیے ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا پانی ہر گرم جگر والی
چیز کے لیے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لیے
پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس
ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک
ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضا
نہیں کرتا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی
وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر
کیا، پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے
پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتدا
امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں (ت)

لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیاد پر
خبر دینے سے روکنا دین کے سلسلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور
برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ
جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی
ہے اور اسے (نمازی کو) معلوم نہیں تو اس پر
واجب ہے کہ اسے خبر کرے اگر اس کی قبولیت کا گمان
ہو کیونکہ حقیقت میں اس کا یہ فعل اللہ تعالٰی کے حکم کے
خلاف ہے اگرچہ عدمِ علم کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوا۔

اس کا **جواب** یہ ہے جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ
سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو
معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے
کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول "امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر" اور دین میں خیر خواہی سے باز رکھنا اور رکاوٹ بنتا ہو
نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفی الوسواس فی طہارۃ الماء والنھی عن کثرۃ السؤال فی الامور المبنیۃ علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطہارۃ[1] اھ۔

وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے اھ۔ (ت)

قلت وحاصلہ ان المحذور ای کون النھی نھیا عن النھی عن المنکر مبنی علی العلم بکونہ منکرا وھو مبتن علی العلم بالتنجس واذ لیس ھذا فلیس ذاک فلیس ذلک ولم یکن ان صاحب الحوض ھم بالاخبار فنھاہ عمر حتی یکون نھیا بعد الظن بانہ یعلم شیئا وانما سأل عمرو ولایدری ماعند المسئول عنہ فاراد سد باب الظنون والتنبیہ علی انا لم نؤمر بذلک ولو فتحنا مثل ھذا الباب علی وجوھنا لوقعنا فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتامل حق التامل ولا تظنن ان الامر دائر بین مصلحۃ التوسیع ومفسدۃ النھی عن النھی عن المنکر بل بین دفع مفسدۃ الوسوسۃ والتعمق والمفسدۃ التی ذکرتُ وتلک حاضرۃ متیقنۃ وھذہ محتملۃ متوھمۃ فترجح الاول فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

قلت اس کا ماحصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور وہ اس پر مبنی ہے کہ اس کے نجس ہونے کا علم ہو، پس جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم نہیں) لہٰذا نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت بھی نہ پائی گئی اور یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کر چکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تاکہ اس ظن کے بعد کہ وہ کچھ جانتا تھا یہ نفی کہلائے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسئول عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیالات و گمان کا دروازہ بند کرنیکا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑجائیں گے اور شرعی طور پر حرج دُور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دُور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود و یقینی ہے جبکہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی۔ سمجھ لو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے،

فی البحرالرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینہ الخ۔

البحرالرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے انہوں نے فقیہ ابواللیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو یہ دینی اعتبار سے زیادہ محتاط ہونا ہے الخ (ت)

اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو، جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اس نے اور بے جا کیا ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترکِ ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا حاشا وکلا اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں تو اس میں تنہا بررو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کما ھو مجرب معلوم (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا "ہیہات" احبا کو رنج دینا کب روا ہے۔ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ معہذا اگر ایذا نہ بھی ہُوئی اور اس نے براہِ بے تکلفی بتا دیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہُوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع احتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تو ان امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جُوتا پہنے ہے وضو کرکے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یُوں ہی پہن لوں وعلٰی ہذا القیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبیحیائی کو پہنچا ہُوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری ہو تو عندالتحقیق اُس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں ورنہ ہرگز بنام ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت و وحشت یا اُن کی رُسوائی وفضیحت یا تجسس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک و شبہات میں ورع نہ برتنا جائز نہیں عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لیے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کر دیا اے عزیز! مدارات خلق والفت وموانست

اہم امور سے ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت بمداراۃ الناس[1] الطبرانی فی الکبیر عن جابر وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس[2] الطبرانی فی الاوسط عن علی والبزار فی المسند عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن انس والبیھقی فی الشعب عنھم جمیعا رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: "مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لیے بھیجا گیا ہے"۔ اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کمال عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے"۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور بزار نے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ت)

مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اُس کے لیے کسی گناہِ شرعی میں ابتلا ہو۔

قال اللہ تعالیٰ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم[3] وقال تعالیٰ لا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[4] وقال تعالیٰ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[5] وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[6] الشیخان و

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ اور ارشادِ خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہیئے"۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ

---

[1] شعب الایمان فصل فی الحلم والتودۃ الخ حدیث ٨٤٧٥ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ٦/٣٥١

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ حدیث ٨٤٤٧ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ٦/٣٤٤

[3] القرآن ٥/٥٤

[4] القرآن ٢٤/٢

[5] القرآن ٩/٦٢

[6] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢/١٠٧٨

وابوداود والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[1] احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

وہ (لوگ) انہیں راضی کریں اگر وُہ ایمان دار ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے"۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔ اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

پس ان امور میں **ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ** یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیر اولٰی پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے اُن کی حُرمت و شناعت نہ ثابت ہو اُن میں اپنے ترفع و تنزہ کے لیے خلاف و جُدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار کہ یہ وُہ نکتہ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہلِ تکشف غافل و جاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار و محکم گیر یہ چند سطروں میں علم غزیر وباللہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ت)

قال الامام حجۃ الاسلام حکیم الامۃ کاشف الغمۃ ابوحامد محمد محمد بن محمد الغزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاحیاء المبارک اقول لیس لہ ان یسألہ بل ان کان یتورع فلیتلطف فی الترک وان کان لابد لہ فلیأکل بغیر سؤال اذا السؤال ایذاء

حجۃ الاسلام، حکیم الاُمۃ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا: "میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس (داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر وہ تقوٰی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پُوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی مطبوعہ دارالکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹

وهتك ستر وايحاش وهو حرام بلا شك فان قلت لعله لا يتأذى فاقول لعله يتأذى فانت تسأل حذرا من "لعل" فان قنعت بلعل فلعل ماله حلال والغالب على الناس الاستيحاش بالتفتيش ولا يجوز له ان يسأل عن غيره من حيث يدرى هو به فان الايذاء فى ذلك اكثر وان سأل من حيث لا يدرى هو ففيه اساءة ظن وهتك ستر وفيه تجسس وفيه تسبيب للغيبة وان لم يكن ذلك صريحا وكل ذلك منهى عنه فى اٰية واحدة وكم من زاهد جاهل يوحش القلوب فى التفتيش ويتكلم بالكلام الخشن المؤذى وانما يحسن الشيطان ذلك عنده طلبًا للشهرة باكل الحلال ولو كان باعثه محض الدين لكان خوفه علىٰ قلب مسلم ان يتأذى اشد من خوفه على بطنه ان يدخله ما لا يدرى وهو غير مؤاخذ بما لا يدرى اذا لم يكن ثم علامة توجب الاجتناب فليعلم ان طريق الورع الترك دون التجسس واذا لم يكن بد من الاكل فالورع الاكل واحسان الظن هذا هو المألوف من الصحابة رضى الله

کرنے میں ایذا رسانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے اور یہ بلا شبہہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "لعل" (شاید) سے بچنے کے لیے سوال کرتے ہو اگر تم "لعل" پر قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو (یعنی اس کو حرام نہ سمجھنے) اور غالب بات یہ ہے کہ تفتیش سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذا رسانی زیادہ ہے اور اگر یوں پوچھتا ہے کہ اُسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری ہے نیز اس میں تجسس ہے جو غیبت کا باعث بنتا ہے اگرچہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں ایک آیت (سورہ حجرات آیت ۱۲) میں ممنوع قرار دی گئی ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور ایذا رساں کلام استعمال کرتے ہیں درحقیقت شیطان اس کی نظروں میں اسے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ وہ حلال خور مشہور ہو، اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمانوں کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیزگاری ترکِ سوال میں ہے تجسس میں نہیں اور اگر کھانا ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیزگاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی طریقہ پسند ہے، اور جو

تعالیٰ عنہم و من زاد علیہم فی الورع فہو ضال
مبتدع ولیس بمتبع[1] اھ ملخصاً۔

و فیہ قال الحارث المحاسبی رحمہ
اللہ تعالیٰ لو کان لہ صدیق او اخ وھو
یأمن غضبہ لو سألہ فلا ینبغی ان یسألہ
لاجل الورع لانہ ربما یبدو لہ ما کان
مستورا عنہ فیکون قد حملہ علی ھتک
الستر ثم یؤدی ذلک الی البغضاء وان
رابہ منہ شئ ایضاً لم یسألہ ویظن
بہ انہ یطعمہ من الطیب ویجنبہ
الخبیث فان کان لا یطمئن قلبہ
الیہ فلیحترز متلطفاً ولا یھتک سترہ
بالسؤال لانی لم ار احداً من العلماء
فعلہ[2] اھ ملخصاً۔

و فی الطریقۃ والحدیقۃ
ما لا یدرک کلہ و ھو الاحتراز عن
الشبہات کلہا فی جمیع المعاملات
لا یترک کلہ فالاولی والاحوط
الاحتراز مما فیہ امارۃ ظاہرۃ
للحرمۃ وھی الشبہۃ القویۃ وممن
لہ شہرۃ تامۃ بالظلم والغصب او السرقۃ

شخص پرہیزگاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، مطیع نہیں ہے، تلخیص۔

اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیزگاری کے حصول کے لیے سوال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دُور رکھتا ہے اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہو جائے لیکن سوال کرکے اس کی پردہ دری نہ کرے، کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، تلخیص۔

اور الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے "جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جا سکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ

---

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۱۱۹
[2] " " " " المثار الثانی " ۲/۱۲۴

او الخيانة او التزوير او نحوها من الربٰو والمكس فى الاموال وقطع الطريق مما يمكن الاحتراز عنه من غير ترك ما فعله اولى منه اى من تركه او فعل ما تركه كذلك اى اولى من فعله وهذا احتراز عما اذا ترتب على اجتنابه عن اموال من ذكروا ترك الاحترام لهم اذا كانوا مما يجب احترامهم او ينبغى له كالسلاطين والحكام وقضاة الشرع والابوين والاستاذ والمعلم[عه۱] والكبير فى السن وشيخ المحلة والصديق ولا ينبغى بل لا يجوز اساءة الظن بهم ومتى ادى ذلك الى شئ من هذا لم يكن الاولى ولا الاحتياط الاحتراز عن تلك الشبهات لما يعارضها من ترك الاحترام او اساءة الظن بمن يجب او ينبغى احترامه ولا يحسن[عه۲] اساءة الظن به وهذا من اصعب الامور يريد المستحب فيقع فى الحرام[۱] اھ ملخصا۔

مثلاً سُود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولٰی کو چھوڑے بغیر بھی ان سے اجتناب ممکن ہے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولٰی ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجا لانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہو سکتا ہے۔ یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ان کے مال سے بچنے کی بنا پر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے، یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضیِ شرع، ماں باپ، استاذ، معلم، عمر رسیدہ، محلہ کے بزرگ اور دوست تو ان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہے اور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے تو ان شبہات سے بچنا نہ تو اولٰی ہے اور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی (جائز) نہیں یہ نہایت مشکل کام ہے وہ مستحب کا ارادہ کرتے کرتے حرام میں پڑ جائے گا، تلخیص (ت)

عه۱ اى ولو لحرفة من الحرف كما ذكره العارف النابلسى بنفسه فى بعض المواضع من هذا الشرح ۱۲ منه (م)

یعنی پیشوں میں سے اگرچہ وہ کسی بھی پیشے کا معلم ہو جیسا کہ خود عارف نابلسی نے اسی شرح کے بعض مواضع پر اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عه۲ اى لا يجوز كما سبق ۱۲ (م)

یعنی لا یجوز (ناجائز ہے) جیسا کہ گزرا ۱۲ (ت)

۱؎ الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۴۰

اقول وهو كما ترى صريح او كالصريح في ترك السؤال ولو كان اكثر ماله من الحرام فانه ذكر المشهورين بالسرقة و قطع الطريق والغصب والربٰو ولم يفصل مطلقا اما الامام حجة الاسلام فجنح عند كثرة الحرام الى ايجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اكثر ماله حرام و عند ذلك لا يبالي بغضب مثله بل يجب ايذاء الظالم باكثر من ذلك والغالب ان مثل هذا لا يغضب من السؤال[1] اھ

اقول یہ ترکِ سوال میں صریح یا صریح کی طرح ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا زیادہ مال حرام (کی کمائی) سے ہو تو وہ چوری، ڈاکے، غصب اور سود میں مشہور لوگوں کا ذکر کرے لیکن تفصیل میں مطلقاً نہ جائے، امام حجۃ الاسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت میں وجوبِ سوال کی طرف ہے انہوں نے فرمایا ہم نے اس صورت میں سوال کرنا واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہو جائے کہ اس کا زیادہ مال حرام ہے اس حالت میں اس کے غصہ وغیرہ کی پروا نہ کی جائے بلکہ ظالم کو اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آدمی ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا اھ (ت)

قلت ومبنى ذلك تحريمه الاكل عند من غالب ماله حرام فيدخل في القسم الاول الذي ذكرنا انه لا يبالي فيه بسخط احد ولا لومة لائم وهذا وجه عند مشايخنا وبه افتى الفقيه السمرقندي وغيره وصححه في الذخيرة والصحيح المختار في المذهب المعول عليه المفتى به اطلاق الرخصة مالم يعرف شيئا حراما بعينه وهو مذهب ابراهيم النخعي وابي حنيفة و اصحابه قال محمد وبه ناخذ فانى يعارض فتوى ابي الليث فتوى ابي حنيفة و تصحيح الذخيرة ترجيح محمد وابو حنيفة هو الامام

قلت اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال حرام ہو اس کے ہاں کھانا حرام ہے، یہ پہلی قسم میں داخل ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی کی پروا نہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے ہمارے مشایخ کے نزدیک یہ زیادہ مناسب ہے فقیہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتوٰی دیا ہے ذخیرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور قابل اعتماد مذہب اور مفتی بہ قول میں صحیح اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں پس ابو اللیث کا فتوٰی امام ابوحنیفہ کے فتوٰی کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۲/۱۲۴

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلی القول وتبعناه فی ذلك لكن يظهر لی ان التورع محمود فی نفسه وقد مدح فی احاديث متواترة المعنی فصلنا جملة منها فی كتابنا المبارك ان شاء الله تعالی مطلع القمرين فی ابانة سبقة العمرين" وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوی مالی اقول يترك كلا لا يترك ولكن ح يكون الورع فی ترك ما يظنه المتكشف ورعاً فحيث لا توجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كما وصفنا لك من شان ذالك الجرئ المجاهر فلا معنی لترك الرعة ح مع وجود المقتضی وعدم المانع فلذا ذهبنا الی استثنائه والله الموفق هذا وفی عين العلم والاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا فی عصرهم حسن وان كان بدعة[1] ای حسنة اوفی العادات كما يفيده التقييد بما لم ينه عنه ومثله فی الاحياء والله تعالی اعلم۔

اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لیے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ (احادیث) اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں تفصیل سے نقل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہرگز نہیں چھوڑا نہ جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں ایذا رسانی، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے اس جرأت مند اعلانیہ روکنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس سے (پوچھ گچھ) کا مقتضیٰ بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لیے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے واللہ الموفق ہذا۔ اور "عین العلم والاسرار بالمساعدۃ" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعتِ حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ "اس سے نہ روکا گیا ہو" کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

[1] عین العلم باب فی الصمت وآفۃ اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

تمّت المقدمات

(مقدمات پورے ہوگئے۔ ت)

وضع ضابطۂ کلیہ دریں باب و تفرقہ در حکم عظام و شراب

اس باب میں ضابطۂ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان

اقول وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے:

(۱) شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنویں میں نجاست گری ہے۔ اور

(۲) نوعی یعنی[عہ] مطلق نوع کی نسبت یقین۔ اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں:

ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنویں۔

دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول و عموم و دوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اُسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود اُن سے حاصل پاک و حلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول و مشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سُنا جانا موجب تردد و تشویش و باعثِ سوال و تفتیش ہو دو قسم ہیں:

ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام و نجس بھی ہیں اور بعض حلال و طاہر جیسے عظام یہاں منشار تو ہم صرف اُن لوگوں کا بیباک و نا محتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام و نجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ و احتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لیے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

[عہ] اراد بالنوع مالیس بشخص بدلیل المقابلۃ فیعم الصنف والجنس ۱۲ منہ (م)

نوع سے مراد وہ ہے جو شخصی نہ ہو کیونکہ یہاں نوعی، شخصی کے مقابل ہے تو یہ نوع اور جنس دونوں کو عام ہوگی ۱۲ منہ (ت)

دوسرے ماہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کا کوئی فرد حلال وطاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامھا علی مذہب محمد المأخوذ للفتوی (اپنی تمام اقسام کے ساتھ، امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی پر فتوی ہے۔ ت) یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اُس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہ سُن کر ان کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دو صورتوں میں ہنگامِ نظر وتنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اُس شے مثلاً استخواں کے پڑنے پر تیقن عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ ومباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم ولہذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشترا وتناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے کما حققنا کل ذٰلک فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ (جیسا کہ ہم نے آٹھویں اور نویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف **صورتِ ثانیہ** کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اُس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورتِ اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اسی طرح صورتِ اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورتِ اولیٰ صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔

لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور۔

کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین خاص حرام وناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع وغیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔ (ت)

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا وھو مانع کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ مانع ہے۔ ت)

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں ہر قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ ماہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابلِ حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہی کی کفش برداری کا تصدق والحمد للہ رب العٰلمین۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب

(وہاب (اللہ تعالٰی) کی توفیق سے جواب کا آغاز ہے۔ ت)

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابلِ غور و واجب النظراب مقدمہ ۴ و ۵ کی تقریریں پیشِ نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجتِ شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا۔

لان التحری محتمل للخطاء کما فی الهدایة والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث۔

کیونکہ سوچ و بچار میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (ت)

اور وُہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے۔

فان شهادة قلبك لیست حجة الا علیك و ذٰلك فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون۔

کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائیگی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی۔ (ت)

پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت۔

فی صلٰوة رد المحتار استفید مما ذکرانه بعد العجز عن الادلة المارة علیه ان یتحری ولایقلد مثله لان المجتهد لایقلد مجتهدا[1] الخ

ردالمحتار میں نماز کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے عجز کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور و فکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا الخ (ت)

ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وُہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

فان العدالة بل والاسلام ایضا لایشترط فی

کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط

---

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۱

التواتر عند الجمھور خلافا للامام فخر الاسلام علٰی ما اشتھر مع ان کلامہ قدس سرہٗ ایضا غیر نص فی الاشتراط[1] کما افادہ المولٰی بحر العلوم فی الفواتح واللہ اعلم۔

بھی نہیں البتہ اس میں امام فخر الاسلام کا اختلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔

فان فی الدیانات لایشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلا تردد۔

کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردد کے بغیر قبول کی جاتی ہے (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علماء نے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے۔ امام علّامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا: اگر یہ بات تحقیق ہوجائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہٰذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا۔

فی البدائع ثم الحلیۃ بعد ذکر ما نقلنا عنھما فی المقدمۃ الثامنۃ فان صح انھم یفعلون ذلک فلا شک انہ لاتجوز الصلاۃ معہ[2] اھ وفی ردالمحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار ثم ان کان کذلک لاشک انہ نجس تاترخانیۃ[3] اھ

بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ "اگر صحیح طور پر ثابت ہوجائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں (انتہی) اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے وہاں درمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح ہے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں، تاترخانیہ (ت)

اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنے کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں مگر جس سے پُوچھیے سُننا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے ورنہ

---

[1] فواتح الرحموت بحث العلم بالتواتر حق مطبوعہ المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۱۸

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار ما یصیر بہ المحل نجسا الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۱

[3] ردالمحتار قبیل کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

انتہائے خبر اُس مجبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہوجائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کرے گی یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہوجاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

قال المولی الناصح سیدی عبد الغنی قدس سرہ فی مبحث اٰفۃ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس بعضھم بعضا بذلك عـه فھو ممنوع لاستناد الکل فیہ الی الظن والتوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منھم عن رؤیۃ ذلك ومعاینتہ لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذ تأملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین[1] الی اٰخر ما اطال واطاب رحمہ اللہ تعالٰی۔

نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبد الغنی قدس سرہ نے الطریقۃ المحمدیہ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم اور اندازے کی طرف منسوب ہیں، اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پُوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا میں نے تو سنا ہے، اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھو گے کہ وہ محض گمان، وہمی نشانیوں اور ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور و فکر اور چھان بین کرو گے تو جسے تم تواتر سمجھتے ہو اس کو ایک یا دو شخصوں کی طرف منسوب پاؤ گے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (ت)

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہوجائے کہ شراب اس ترکیب کا جز ہے تو برف کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع و محذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل و مہجور کہ یہ ماہو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور

عـه ای بما ذکر من معائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا اخبر بذلك عن رجل معین ۱۲ منہ (م)

یعنی تصوف کے جھوٹے دعویدار حضرات کے مذکورہ عیوب (رقص وغیرہ) کی جب کسی شخص کے بارے خبر دی جائے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع فی آفات البدن الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۱

مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اُس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی جیسے بحالتِ اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطباء کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطبا نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کُلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اُترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیاں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء (فلاں) اطباء کی قرابادین (دواؤں کی ڈکشنری) سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ت) مثل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجۂ اولٰے قابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کا غم واہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج وطرق علاج و تدقیق علل وتحقیق علامات میں حذاقت کامل ومہارت تام۔

وھذا الذی اخترناہ فی مسئلۃ التداوی بالمحرم ھو الصواب الواضح الذی بہ یحصل التوفیق وارتضاہ ائمۃ النقد والتحقیق قال فی ردالمحتار **قولہ اختلف** فی التداوی بالمحرم ففی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان مافیہ شفاء لا بأس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس اھ من البحر۔

حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے تنقید وتحقیق کے ائمہ نے بھی اسے پسند کیا ہے، ردالمحتار میں فرمایا: اس (دُرمختار) کا قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔ اور خانیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی:

"اللہ تعالٰی نے اس چیز میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا"۔ جیسا کہ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے، صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے اھ (بحرالرائق)۔

وافاد سیدی عبدالغنی انہ لا یظھر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم

اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہوتا

على الجواز للضرورة واشتراط صاحب النهاية العلم لاينافيه اشتراط من بعده الشفاء ولذاقال والدى فى شرح الدرران قوله لا للتداوى محمول على المظنون والا فجوازه باليقينى اتفاقى كماصرح به فى المصفى اھ۔

اقول وهو ظاهر موافق لمامر فى الاستدلال بقول الامام لكن قد علمت ان قول الاطباء لايحصل به العلم والظاهر ان التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين الا ان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع فى كلامهم تأمل اھ ما فى ردالمحتار[1] مع بعض اختصار۔

اقول اما ماذكر من امرالتجارب فللعبد الضعيف ههنا تنقيح شريف واريد ان احقق المسئلة فى بعض رسائلى ان يسر المولى سبحنه وتعالى واما عزوه الحديث للبخارى فلم اره فى البحر ولا فى الخانية وانما رواه الطبرانى فى المعجم الكبير بسند صحيح[عــه] على اصول الحنفية

کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ اور صاحبِ نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لیے میرے والد ماجد نے الدرر کی شرح میں فرمایا کہ اس کا قول "نہ دوائی کے لیے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ المصفی میں اس کی تصریح ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو اھ اختصار از ردالمحتار۔ (ت)

اقول وہ جو تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندۂ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں اگر اللہ تعالٰی اسے میرے لیے آسان کردے باقی انہوں نے جو حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں نے اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے

عــه قاله لان رجاله رجال الصحيح على مافيه من انقطاع ۱۲ منه (م)

یہ اس لیے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ومعتمد صحیح کے راوی ہیں اس بناپر کہ اس میں انقطاع ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فى التداوى بالمحرم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۴

نعم رأيته فى اشربة الجامع الصحيح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه من قوله تعليقاً[1] فليتنبه والله تعالٰی اعلم۔

ہاں میں نے اسے صحیح بخاری کے کتاب الاشربہ کے باب "شرب الحلواء والعسل" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تعلیقاً مروی دیکھا ہے پس اس پر آگاہ ہوجاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتنابِ شبہات احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد (اور عود زیادہ بہتر ہے۔ ت) یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اُس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکم جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت) ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنھیں ٹنچر کہتے ہیں اُن سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ اُن کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خریدنا حلال نہ بیچنا جائز۔

كما حققناه فى فتاونا ان اسپرٹ روح النبيذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فهى حرام ورجس نجس نجاسة غليظة كالبول وما استروح به بعض الجهلة المتسمين بالعلم من كبراء اراكين الندوة المخذولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة فى كل حركة وكلمة۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ، نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے ندوہ کے ذلیل ورسوا اراکین نے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہِ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

مسلمان اسے خُوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذاللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعياذ بالله رب العلمين (دو جہانوں کا پروردگار اللہ بچائے۔ ت) اسی طرح **بیشک** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اولاً** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا

---

[1] صحیح البخاری باب شرب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۴۰

صرف مرور وعبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کچھ اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انگشت واستخواں کا کوئی جُزء اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلّت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں۔

کما لایخفی علی عاقل و ذٰلک لانہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر ولو حراما لایورث منعًا۔

جیسا کہ یہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں اور یہ اس لیے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی (ت)

اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہرا یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالبًا باعثِ تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخواں نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ عہ بلاریب طیب و حلال۔ اور اگر اجزائے استخواں پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط و غیر متمیز ہوکر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلّتِ شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کرے گی کہ اگر غیر ماکول یا مردار کے استخواں ہوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ اُن کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز (اختلاط اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے۔ ت) اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں حرام، تو شکر بھی حرام ہوجائے گی فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ[1] (درمختار وغیرہ بڑی کتب میں ہے اگر اس (پانی ای فی الماء ۱۲) میں مینڈک وغیرہ پھول جائیں تو اس سے وضو جائز ہوگا لیکن اس کا پینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام ہے۔ ت) روسر کی جس شکر کا حال تحقیقًا معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)۔

ثانیًا کیف ماکان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و حلّت ہی پر فتوٰی دیا جائیگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں صرف ظنون وخیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ اُنہیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی

عہ یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شَے حرام یا نجس ہوجائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت نہ بنانیوالوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم وتنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ اُنھیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو **صرف اس قدر** پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وُہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدامِ وحوش کا پتا چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمتِ شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرالینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے۔ مانا کہ جنگل میں سباع وخنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انھیں پانیوں سے پیتے ہیں، مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سؤر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔

قال فی الحدیقۃ بعد نقل ماقدمنا عنھا عن جامع الفتاوٰی اول المقدمۃ العاشرۃ من ان بمجرد الظن لایمنع التوضئ الخ لکن (مقولہ قال ۱۲) نقل قبل ذٰلک قال (یعنی صاحب المجمع ۱۲) ولورأی اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضؤ بہ انتھی وینبغی تقیید ذٰلک بما اذا غلب علی ظنہ انھا اقدام الوحوش والا فیحتمل انھا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسۃ بالشك ویقید ایضا بانہ رأی رشاش الماء حول ذٰلک الماء القلیل ونحو ذٰلک من القرائن الدالۃ علی ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسۃ بالشك[1] اھ۔

ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقہ ندیہ جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا الخ اسے نقل کرنے کے بعد صاحبِ حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب المجمع نے اس سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے انتہی، اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے لہذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائیگا اور یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دُوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی اھ (ت)

قلت فقد سبقہ بھذا الحمل

قلت اس بات پر (کہ پانی تھوڑا ہو) محمول

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۶

البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغٰی بالغین المعجمۃ وبرؤیۃ اثر اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضؤ بہ سبعہ مر بالرکیۃ و غلب علی ظنہ شربہ منہا تنجس والافلا اھ و ینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی والافمجرد الشك لایمنع الوضوء بہ بدلیل ما قدمنا[ع] نقلہ عن الاصل[1] الخ۔

کرنے میں بحرالرائق کے مصنف نے ان سے سبقت کرتے ہوئے بحر میں کہا المبتغٰی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے۔ ایک درندہ کنوئیں کے پاس سے گزرا، اگر غالب گمان ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہوجائے گا ورنہ نہیں اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمان غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرعِ ثانی (درندے کا گزرنا) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحرالرائق) نے اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ (کہ اس حوض سے وضو کیا جاسکتا ہے جس میں نجاست گرنے کا خوف ہو لیکن یقین نہ ہو)۔ (ت)

یا اتنا یقین ہوا کہ وُہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت و وفور و شدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علما تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷) پھر مانحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب وطاہر شاذونادر۔

یا اتنا یقین ہُوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس وحرام کرے اور جب یوں بھی ہے اور یُوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب وشبہہ کی نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہلِ ایمان یا ترکِ ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ۱۰)

ع: ھو ما قدمناہ عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ وُہ ہے جو ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں اصل سے خلاصہ سے البحرالرائق سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جُدا نہیں ہوسکتیں یا بچشمِ خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے رُوبرو اس میں بے حالت جریان شامل ہُوئے اور وہی رس منعقد ہوکر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یُوں بنی اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز۔ **یوہیں** جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا الیسا بر تا ؤ درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہُوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں الیسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں **اور اگر** اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکمِ جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھئے مقدمہ ۹) یہ ہے حکمِ شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لیے، صلی اللہ تعالٰی علٰے صاحبہ و بارک وسلم آمین!

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا آمین

بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اس شکر کے بارے میں ہرصورت پر وہ واضح و بیّن کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکمِ شرع مخفی نہ رہا اب اہلِ اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکمِ حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدّد و ناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام و ممنوع کہہ دینے ہیں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا تو بلدیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا ایک روسر کی شکر کیا ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دُودھ، ہرقسم کی مٹھائی، کا ذعطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کونسا بینۂ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے ہرگز گوارا نہیں فرماتی صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ و بارک وسلم۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[1] اھ و فیھا ھو ارفق باھل ھذا الزمان

حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں اُمت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ دَور کے

---

[1] ردالمحتار مطلب فیمن وطیٔ من زفت الیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[1] اھ وقد قالت العلماء من کل مذھب کلما ضاق امر اتسع[2] ومن القواعد المسلّمۃ المشقّۃ تجلب التیسیر[3]۔

لوگوں کے لیے زیادہ نرمی ہے تاکہ وُہ نافرمانی اور گناہ میں نہ پڑیں اھ ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ سختی کا باعث ہو تو اس میں وسعت آجاتی ہے اور مسلّمہ قواعد سے ہے کہ مشقت آسانی کو لاتی ہے۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبھات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[4] اھ وفی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر ابراھیم لیس ھذا زمان الشبھات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک[5] اھ ملخصا وعنھما فی الاشباہ نحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحھا بعد النقل عن الامامین المعاصرین رحمھما اللہ تعالٰی زمانھما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ رحمھما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الھجرۃ النبویۃ وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسعمائۃ

فتاوٰی قاضی خان میں ہے فقہاء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کر دیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ تلخیص اور ان دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہما اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحبِ ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو سال پہلے کا ہے اور آج اس مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہدِ نبوت

---

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۳/۶

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۱۷/۱

[3] " " " " " ۱۰۵/۱

[4] طریقہ محمدیہ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۳۴۴/۲

[5] غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب الحظر والاباحۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۸/۲

وثمانين سنة من الهجرة وبلغ التاريخ اليوم الى الف وثلث وتسعين سنة من الهجرة ولاخفاء ان الفساد و التغير يزيد ان بزيادة الزمان لبعده عن عهد النبوة[1] اھ ملخصا وفى العلمگيرية عن جواهر الفتاوى عن بعض مشايخه عليك بترك الحرام المحض فى هذا الزمان فانك لاتجد شيئا لاشبهة فيه[2] اھ۔

سے دُوری کی وجہ سے جُوں جُوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد و تغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصاً۔ فتاوی عالمگیری میں بحوالہ جواہر الفتاوی بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہہ نہ ہو۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے ائمہ دین یُوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا اُمید ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا:

انكم فى زمان من ترك منكم عشر ما امر به هلك ثم ياتى زمان من عمل منهم بعشر ما امربه نجا[3] اخرجه الترمذى وغيره عن ابى هريرة رضى الله تعالٰى عنه عن النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔

تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو آدمی اس چیز کے دسویں حصّے پر بھی عمل کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ہاں جو شخص بحکم

قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كيف وقد قيل اخرجه[4] خ وغيره عن عقبة بن الحارث النوفلى وقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (تو اس کا بھائی ہے)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ مطبع نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ

[3] جامع الترمذی ابواب الفتن " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۱

[4] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ[1] اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی"۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

بچنا چاہیے اور ان امور کا کہ ہم مقدمہ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن و اعتراض کرے اُنھیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] وقال جل مجدہ ولا تلمزوا انفسکم[3] ای لا یعب بعضکم بعضاً واللمز ھو الطعن باللسان[4] ولابی داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشران یحتقر اخاہ المسلم[5]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا" اور اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، اپنے آپ پر طعن نہ کرو یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: "مسلمان کا مال، عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] القرآن ۱۶/۱۱۶

[3] القرآن ۴۹/۱۱

[4] تعلیقات جدیدۃ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸

[5] سنن ابن ماجہ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دین و سنت صراطِ مستقیم ہیں ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے لم یجعل له عوجا (اس میں اصلاً کجی نہ رکھی ت) دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آجکل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں مکروہات کہ مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتےٰ کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بنغوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحٰن اللہ اچھا تشدد ہے کہ اُن سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بتانا بلکہ براہِ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع و وخیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔"

احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا[1] و لمسلم وابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه کان صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا بعث احداً من اصحابه فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا[2]۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد والستة ماخلا مسلما عن ابی ھریرۃ

امام احمد اور اصحابِ صحاح ستہ ماسوائے امام مسلم کے

---

[1] صحیح البخاری باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] الصحیح لمسلم باب تامیر الامام الامراء الخ " " " ۲/۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین[1]۔

(رحمہم اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "ہلاک ہوئے غلو و تشدد والے"۔

احمد و مسلم و ابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھلک المتنطعون[2]۔

امام احمد، مسلم اور ابو داؤد رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہوئے۔ (ت)

اور وارد ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنے والی لے کر بھیجا گیا جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں۔

الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنّتی فلیس منّی[3] الی غیر ذلک من احادیث یطول ذکرھا والتی ذکرنا کافیۃ وافیۃ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ اٰمین۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسانی اور ہر باطل سے جُدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنّت کی مخالفت کی وُہ مجھ سے نہیں۔ اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی ووافی ہے ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے آج تک اس شے کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایںہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں اُنہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تورع

---

[1] صحیح البخاری باب صب الماء علی البول فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵
[2] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ " آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹
[3] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۳۶۷۸ " دار الکتب العربیہ بیروت ۷/۲۰۹

احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے اُن پر ترفع وتعلّی روا رکھے،

وباللّٰہ التوفیق ۔ والعیاذ من المداھنۃ و التضییق ۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔ **واعلم** ان لنا فی الکلام ۔ علی ھذا المرام ۔ بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی مباحث اخرٰی ۔ ادق واعلٰی لکنہا دقیقۃ المنزع ۔ عمیقۃ المشرع ۔ عویصۃ المنال ۔ طویلۃ الاذیال ۔ وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب ۔ فکفینا امرھا ۔ فطوینا ذکرھا ۔ فھاک جوابا قل ودل ۔ بفضل الملک عزوجل فان لم یصبہا وابل فطل[1] ۔ ومعلوم ان ماقل وکفٰی ۔ خیر مما کثر والھٰی[2] ۔ قالہ المصطفٰی ۔ علیہ افضل الثنا ۔ رواہ ابو یعلٰی ۔ والضیاء المقدسی ۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی اٰمین ۔

اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، منافقت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت مکمل اور مضبوط ومحکم ہے **جان لو** اپنے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ اور مباحث بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلٰی ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے ان کو پانا دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے۔ ہم نے راہِ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفار کیا اور اس کا ذکر ختم کردیا کہ جواب عزت وبزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ راہنمائی کرنیوالا ہے اگر تیز بارش نہ بھی پہنچے تو اوس کافی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر اور کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے حضرت محمد مصطفٰی علیہ افضل الثناء نے یہی بات فرمائی، اسے ابویعلٰی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔ آمین (ت)

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کیے جو انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر وحالت مخبر وحاصل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام ونجس وتفرقہ ظن ویقین ومدارج ظنون وملاحظہ ضابطہ کلیہ ومسالک ورع ومدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح ومراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر

۱؎ القرآن ۲/ ۲۶۵

۲؎ مسند ابی یعلٰی عن مسند ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۷

سابقہ سے واضح نہ ہو جائے۔

واللہ سبحانہ الموفق والمعین۔ وبہ نستعین فی کل حین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین وخاتم النبیین۔ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔ استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم۔ اٰخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذالك الشھر المکرم۔ سنۃ ثلث بعد الالف وثلثمائۃ ۱۳۰۳ھ من ھجرۃ حضرۃ سید العالم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔ مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون اُخر۔ والحمد للہ العلی الاکبر۔ ما الذ الملح وحب السکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ وعلمہ اتم۔ وحکمہ احکم۔

اللہ سبحنہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو، اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ۔ یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، اے سچے معبود! ہماری دعا قبول فرما۔ حرمت والے ذیقعدہ کے آخر میں تین دن کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن تھا ــــ باوجودیکہ میں گمراہ لوگوں کے رد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا، اللہ بزرگ وبرتر کے لیے حمد ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۳ از نینی تال متصل سوکھاتال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خاں محرر پیشی ڈائریکٹر کرنیل میجر ریاست گوالیار ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں، عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابلِ استعمال ہے یا نہیں۔ مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھا چونا زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے بلکہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اس میں استعمال کے واسطے منگوا لیتا ہے اس حالت میں بکر پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نصارٰی کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاسات سے متلوث ہی رہتا ہے۔

امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں :

یتعین علی من له امران یقیم من الاسواق من یشتغل بهذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائیة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلك) من اهل الکتاب لان النصارٰی عندھم ابوالهم طاهرة ولایتدینون بترك نجاسة الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیه انه متنجس[1]۔

صاحبِ اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھادے جو اس کام میں مشغول ہیں یعنی دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچتے ہیں کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خونِ حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ لہٰذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔ (ت)

استفسارات ردنصارٰی کے سترھویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بول وبراز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر اُنھیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہُوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ وناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققنا ذلك فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں تحقیق سے بیان کیا ہے۔ ت) اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر وخشک دونوں کو شامل اور اشد وکامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلاوجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت وبدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انھیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح وشنیع۔ احادیث واقوالِ ائمۂ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں وقد ذکرنا بعضها فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیرہ من تصانیفنا منها الحدیث الصحیح بشروا ولا تنفروا[2] (ہم نے اپنے فتاوٰی کی "کتاب الحظر" اور دوسری تصانیف میں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اس سے ایک صحیح حدیث یہ ہے، خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔ ت) وحدیث ایاك ومایعتذر

---

[1] المدخل فصل فی ذکر الشراب الذی یستعمله المریض مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۴/ ۱۵۴

[2] صحیح البخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

منہ[1] (جس بات سے عذر پیش کرنا پڑے اس سے بچو۔ ت) وحدیث ایاك و مایسؤ الاذن[2] (جو بات کان کو اچھی نہ لگے اس سے بچو۔ ت) وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم الی غیر ذلك من النصوص[3] (جو شخص اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وُہ تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہو۔ اسکے علاوہ دیگر نصوص ہیں۔ت) تو اپنا کتھا چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اُس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اُس سے بھی احتراز شرعاً درکار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دُوں، اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے، مسلمان کو ناحق تہدید، مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہہ توڑ کر سب میں اثر پلیدی سرایت کرگیا تو وُہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب

جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک سرایت کرے تو ہر تہہ کی نجاست جدا شمار میں آئیگی اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہہ بتہہ بدن پر ہوں جیسے شعار و دثار۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بیان ذم الحرص والطمع مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱۶۰/۸

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ " " " ۸۶/۴

مجمع الزوائد باب فیما یجتنب من الکلام مطبوعہ دار الکتاب بیروت لبنان ۹۵/۸

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ " کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

فی رد المحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار الی الوجہ الاٰخر لو الثوب واحدا بخلاف ما اذا کان ذا طاقین کدرھم متنجس الوجہین[1] اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مقدار کا دوسری طرف سرایت کرنا معتبر نہ ہوگا اگر کپڑا ایک ہو، بخلاف اس کے جب دو تہوں والا ہو جس طرح درھم کی دونوں طرفیں ناپاک ہوں اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۶ از بزریہ عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

شیر خوار بچے کا پیشاب پاک یا ناپاک؟

الجواب

آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو والمسألۃ دوارۃ متونا وشروحا (یہ مسئلہ متن وشرح کی کتب میں اکثر پایا جاتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکوہ وغیرہ سے گُنگنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہوجاتی ہے، ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اس سے موضعِ نجاست کو ملے دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہوجائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی رہے ویسے ہی نماز پڑھے، معاف ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ از فراشی محلہ ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ رُوئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع رُوئی کے دُھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روئڑ علیحدہ ہوکر کپڑا الگ اور روئڑ الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئڑ کا سُوت کات لیا جائے تو وہ سُوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

الجواب

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وُہ یوں ہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدر المختار یطھر محل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طھارة محلھا بلاعدد به یفتی وقدر ذلك لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما تتشرب النجاسة وھذا کله اذا غسل فی اجانة اما لو غسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیرا وجری علیه الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار[۱] اھ باختصار۔

درمختار میں ہے (نجاست) نہ دکھائی دینے والی جگہ دھونے والے کے غالب گمان کے ساتھ کہ اب جگہ پاک ہوگئی کسی خاص تعداد کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو تین بار دھو کر ہر بار نچوڑے جبکہ وہ ایسی چیز ہو جو نچوڑی جاسکتی ہے اگر نچوڑی نہ جاسکتی ہو تین بار خشک کرلیا جائے یعنی جو نجاست اس کے اندر جذب ہوئی اس کے قطرے ختم ہوجائیں یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب ٹب وغیرہ میں دھوئے اگر بڑے تالاب میں دھوئے یا اس پر بہت سا پانی ڈالے یا اس پر پانی جاری کرے تو نچوڑنے یا خشک کرنے اور بار بار غوطہ دینے کی شرط کے بغیر مطلقاً پاک ہوجائے گی یہی مختار ہے اھ تلخیص (ت)

ناپاک روئی کا سُوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سُوت کی تطہیر آسان ہے کہ وُہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹ از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

غسل خانہ کے چہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اس کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے۔

لان الطباع تتنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بشروا

کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری دو

---

[۱] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

ولا تنفروا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور متنفر نہ کرو۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۰ احمد یار خاں موضع ٹھریا نجابت خاں ضلع و تحصیل بریلی

علمائے دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ہذا میں جنبی شخص پیشتر ہاتھ دھوکر ناف سے نیچے ناپاکی دھولے بعدہ تہبند پاک باندھ کر میدان میں مسنون غسل ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہبند پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہوگیا یا ناپاک رہا اور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

تہبند پاک رہے گا غسل کا پانی پاک ہے اُس کی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل ادا ہوجانا اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرّہ ذرّہ پر بہ جائے گا تو غسل ادا ہوجائیگا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ از ضلع گوڑگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ۔

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کُتّے چاٹتے ہیں اُنہی کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دُودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دُودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے و بس۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]۔ ہم اسی کو اختیار کرینگے جب تک ہمیں کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ کی تمامتر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ از کوٹ ضلع بجنور محلہ کوٹرہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے و کونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ و پیشاب لگ جائے اور اس کو پانی سے دھوکر پاک کریں اور دُھوپ میں خشک کر دیں اسی طرح

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی کراہیۃ المراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

تین مرتبہ پاک کرلیا جائے تو وہ عندالشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب

ہاں پاک ہوگیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہوگئے ہوں جیسے ہانڈی، وہ تو تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہوجاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑدیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑدیں سہ بارہ ایسا ہی کریں پاک ہوجائیگا چینی کا برتن جس میں بال ہو وُہ بھی یُوں ہی خشک کرکے تین بار دھویا جائے گا اور ثابت ہو تو صرف تین بار دھودینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس کا جرم چھڑا دینا بہرحال لازم ہے خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لیے دھوپ یا سایہ شرط درمختار میں ہے:

قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسة والا فبقلعها کما مر[1]

تین بار خشک کرنا مقرر کیا ہے یعنی جو چیز نچوڑی نہ جاسکتی ہو اور نجاست کو جذب کرلے اس کے قطرے ختم ہوجائیں ورنہ اس کی نجاست کو دُور کیا جائے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ انقطاع تقاطر زاد القھستانی و ذھاب النداوة وفی التاترخانیة حد التجفیف ان یصیر بحال لا بتتل منه الید ولا یشترط صیرورته یابسا جدا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس (درمختار) کے قول "انقطاع تقاطر" میں قہستانی نے اضافہ کیا ہے کہ رطوبت ختم ہوجائے۔ تاتارخانیہ میں ہے خشک کرنے کی حدیہ ہے کہ اب اس سے ہاتھ تر نہ ہو بالکل خشک ہونا شرط نہیں (ت)

مسئلہ ۱۹۳ مسؤلہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی یا حقہ چرمی دھوکر اور صاف کرکے مسلمان استعمال کرسکتا ہے۔

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] ردالمحتار " " " ۱/۲۲۱

الجواب

دھونے صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہہ نہیں رہتا، استعمال بلاشبہہ جائز ہے۔ صحیحین ومسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی شریف میں ابوثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

الفاظ امام ترمذی کے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: انہیں دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۷ ازلکھنؤ چوبداری محلہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازان مکان نمبر ۱۰۳

مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے، اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کو دھوئے بغیر قطرے پُونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وُہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائیگا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کرے، خاص کر اُس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وُہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اس کا بھی دُور کرنا یعنی وہیں پھیلادینا ضرور ہے۔

الجواب

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبۂ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الاکل فی آنیۃ الکفار مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲

جیسے مٹّی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر یا ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصّہ زیریں پر باقی ہے مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہو گی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔ درمختار میں ہے ؛

یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای زوال عینھا و اثرھا و لو بمرۃ او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی وقدر بغسل و عصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر و بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ و الا فبقلعھا۔[1]

اصح مذہب کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ عین نجاست اور اس کے اثر کو دُور کرنے سے پاک ہو جاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ یہ اصح مذہب ہے۔ اس سے لازم ہونے والے (نہ دُور ہونے والے) اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان دہ نہیں اور جہاں نجاست نظر نہ آتی ہو اگر دھونے والے کو اس جگہ کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے تو پاک ہو جائیگی۔ اس میں گنتی شرط نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ جس چیز کو نچوڑا جا سکتا ہے وہ تین بار دھونے اور خوب نچوڑنے کے ساتھ کہ اب کوئی قطرہ باقی نہ ہو، پاک ہو جاتی ہے۔ اور جس کا نچوڑنا ممکن ہو اور اس میں نجاست جذب ہوتی ہو وہ تین بار خشک کرنے یعنی قطرات کے ختم ہونے سے پاک ہو جاتی ہے ورنہ اسے زائل کیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے ؛

بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلۃ من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ اما فیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیۃ والاظھر ان کلا من التوالی

تین بار خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے یہ شرط غیر بدن وغیرہ میں ہے بدن میں تین بار مسلسل دھونا اس کے قائم مقام ہوگا حلیہ میں فرمایا اظہر بات یہ ہے کہ اس میں تسلسل اور

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیرۃ ما یوافقہ[1] اھ واقرہ فی البحر۔

اور خشک کرنے (دونوں) میں سے کوئی بات بھی شرط نہیں نوازل میں اس کی تصریح ہے، ذخیرہ میں اس کے موافق ہے اھ بحرالرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا، مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لیے کہ ایک بار دُھل چکی اب پاؤں پر دو بار پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دو بار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بار دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اُس میں تخفیف نہ ہُوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو بار دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا (اور اسی طرح ہے۔ ت) لہذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وُہ ہاتھ جدا دو بار دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

"الامداد" میں فرمایا نجاست میں تینوں پانی الگ الگ حکم رکھتے ہیں پہلا پانی جس چیز کو لگ جائے وہ تین بار دھونے سے پاک ہے۔ دُوسرا پانی جسے پہنچے وہ دو بار، اور تیسرے پانی جسے پہنچے ایک بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح وُہ تینوں برتن جو یکے بعد دیگرے اس میں دھوئے گئے۔ اور کہا گیا ہے تیسرا برتن محض پانی بہانے سے پاک ہوجائیگا دوسرا ایک بار دھونے سے اور پہلا دو بار دھونے سے پاک ہوگا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱

[2] " " " ۱/۲۲۲

مسئلہ ۱۹۸ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی ہیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہو گی یا نہیں ؟

الجواب

اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۱۹۹ از موضع بھوٹا بھوتی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

گھی ناپاک ہو گیا ، بے پاک کیے اُس کا کھانا حرام ہے ۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں ،

ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے ہیں یہاں تک کہ سب گھی اُوپر آجائے اُسے اتار لیں ۔

اور دُوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یُونہی کریں ۔

پھر اتار کر تیسرے پانی سے اُسی طرح دھوئیں ۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتار لیں ۔

اقول جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کریگا ۔

ردالمحتار میں ہے ،

قال فی الدرر لو تنجس الدھن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی وقال فی الفتاوی الخیریۃ لفظۃ فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نر من

الدرر میں فرمایا اگر تیل ناپاک ہو جائے تو اس پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اس طرح تیل پانی پر غالب آکر کچھ اُوپر آجائے گا ۔ یُوں ہی تین بار کیا جائے اھ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے ، اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسے شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے ۔ اور فتاوٰی خیریہ میں فرمایا " فیغلی " (جوش دیا جائے) کا لفظ بعض

شرط لتطهیر الدهن الغلیان مع کثرۃ النقل فی المسألۃ والتتبع لہا الا ان یراد بہ التحریک مجازا فقد صرح فی مجمع الروایۃ وشرح القدوری انہ یصب علیہ مثلہ ماء ویحرک فتامل اھ او یحمل علی ما اذا جمد الدھن بعد تنجسہ ثم رأیت الشارح صرح بذلک فی الخزائن فقال والدھن السائل یلقی فیہ الماء والجامد یغلی بہ حتی یعلو الخ۔[1]

کتب میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لکھنے والے کی طرف سے اضافہ ہے کیونکہ ہم نے تیل کو پاک کرنے کیلئے جوش دینے کی شرط نہیں دیکھی حالانکہ یہ مسئلہ بہت زیادہ منقول ہے اور اس کی چھان بین بھی بہت زیادہ کی گئی البتہ یہ کہ اس "جوش دینے" سے مجازاً حرکت دینا مراد لیا جائے۔ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی کہ اس پر اُتنا ہی پانی ڈالا جائے اور حرکت دی جائے، پس غور کرو اھ یا اسے اس صورت پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ ناپاک ہونے کے بعد جم جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ شارح نے الخزائن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بہنے والے تیل میں پانی ڈالا جائے اور جمے ہوئے کو جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ اُوپر آجائے الخ (ت)

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہو جائیگا۔ جامع الرموز میں ہے:

المائع کالماء والدبس وغیرھما طہارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطاً بہ۔[2]

بہنے والی چیز جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کے ہم جنس کے ساتھ ملاکر جاری کیا جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ (ت)

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اُس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملاکر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہو گیا، خزانہ میں ہے:

اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء

دو برتنوں میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہو تو ان کو بلند مقام سے گرایا جائے اور وہ

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۲

[2] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۹۵

ثم نزلا طھر کلہ۔[1] فضا میں مل کر اُتریں تو تمام پانی پاک ہوجائے گا (ت)

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک گھی سے پہلے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اُس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰ از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب مرسلہ داور علی خان صاحب سہاوری ۸۔ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اُنگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہوجائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔

الجواب

اُنگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جُھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائیگا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائیگا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرؤن مما یقولون[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں (ت)

مسئلہ ۲۰۱ از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دُودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تریا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام، اور آیۂ انما المشرکون نجس[3] (بے شک مشرکین نجس ہیں۔ ت) سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے؟

الجواب

آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاست قلب ونجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

[2] القرآن ۲۴/۲۶

[3] القرآن ۹/۲۸

اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاوے اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیا جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام ہیں ورنہ طاہر و حلال کہ اصل اشیا میں طہارت و حلت ہے قال تعالیٰ:

خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔[1] زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لیے پیدا فرمایا۔ (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ۔[2] ہم اسی پر عمل کریں گے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے (ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولیٰ ہے غرض فتوی جواز اور تقوی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۲ از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چاٹگام مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمان صاحب ۹۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ۔

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی ہو اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پیر رکھ دے اور مٹی لگ جائے تو کیا پیر ناپاک ہوگا؟

الجواب

جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تر پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۹

[2] فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ۲۰۳ و ۲۰۴ از شہر کہنہ ۱۲۔ رمضان ۱۳۳۶ھ

(۱) بچے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آٹے میں اس کی کھانچی پڑی کھاجر کے سوار پڑا اب وہ کچی شکر پاک ہوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو؟

(۲) کُرسی یا چوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

الجواب

(۱) جب بچے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اٹھا دیا جاتا ہے زمین کھرچ دی جاتی ہے، پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہوجاتا ہے اُس کا اثر زائل ہوجاتا ہے زمین پاک ہوجاتی ہے شبہہ اور وہم پالنا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کُرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کردے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول، اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے پاس کے دانے جُدا کر دیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اُس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلادے۔ اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اس کا یہی حکم ہے اور چوہے کی ہے اور ناج مثلاً روٹی یا دلیے یا دال پلاؤ کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اسے نہ کھانا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ از ضلع بلیا مسئولہ سیّد محمد رضا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غسل خانۂ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وُہ گھڑے کا پیندا تین مرتبہ آبِ طاہر سے غوطہ دینے سے پاک و طاہر ہوا قابلِ استعمال کے ہوگیا یا نہیں اگر پاک ہوگیا تو کیوں قیمت اُس کی مثل ہنود کے اُس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وُہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلائے تو شرع میں اس کے لیے کیا حکم ہے صور تہائے مذکورہ بالا میں صاف صاف جواب مزیّن بدستخط و مہر مرحمت ہو۔

الجواب

فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہوسکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابلِ سرایت بوجہ تری سبو یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اُس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اُس پر الزام نہیں، ہاں وُہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶ ازبریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کُتّے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا البتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتا کھڑا تھا کچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کُتّا موجود ہے تو ضرور اُس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہوگیا اگر تر مثل شیر و شوربا ہے تو سب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں مُنہ لگا ہے وہاں سے اُتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷ ازبریلی شہر کہنہ مسئولہ سیّد گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھرا جاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ منہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہی حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھوکر اہلِ محلہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا پانی خورد و نوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے اور پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفرین کرتے ہیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔

نص علیہ فی کتب المذھب قاطبۃ و من احسن من بینہ مصنف الطریقۃ المحمدیۃ وشارحھا قدس سرھما وقد فصلناہ فی الاحلی من السکر۔

کتب مذہب میں اس کی تصریح موجود ہے طریقہ محمدیہ کے مصنّف اور شارح نے اسے بہت ہی اچھا بیان کیا، ہم نے "الاحلی من السکر" میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (ت)

کفار کی نفرین و آفرین کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کُتّے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاسۃ پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے ہُوئے انگوچھے سے پُوچھیں جس میں تقریبًا چھٹانک بھر پیشاب ہوگا یہ کچھ قابلِ نفرین نہیں اور ان کا دُودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ ازشہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب
۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقّہ کی ترمشک چھُودی ہے اس صورت میں وُہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔ اور اگر ناپاک ہے توکسی طرح سے وہ پاک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

تین بار اُس جگہ پر پانی بہادیں تطییبا للقلب (دل کے اطمینان کے لیے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ سید محمد معین صاحب ۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا، کُتّا اندر گیا اور جاکر کُتّے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فوراً کوٹھری میں جاکر کُتّے کو ہٹایا تو اس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہُوئے نہیں دیکھا آیا وُہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا توکس صورت میں۔

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا، اگر رقیق ہے توسب اور جما ہُوا ہے توجہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہُوئی باقی پاک رہا، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ از سسونہ ڈاکخانہ شیشگڈھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں
۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھیلیں دُکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی حجت پر کھیلوں کے ڈھیر پر لوٹ دیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک، علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جلیبی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لے تو وہ پاک رہی یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اُس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور رہا تھا یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وُہ شے ناپاک ہوجائے گی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہوگی مگر بھنگی کی چھُوتی ہُوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں لہذا اُس سے بچنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، یسّروا ولا تنفروا[1] (خوش کرو متنفر نہ کرو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم من المواعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

مسئلہ ۲۱۱ از رام پور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کنویں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنویں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنویں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنویں کا کیا حکم ہے اس کے پانی کا استعمال غسل وضو کھانے پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اس سے وضو یا غسل کیا ہو تو نمازوں کا اعادہ کیا جائیگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اُس کا پیا ہُوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنویں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہوگیا اُس کا استعمال وضو غسل و خورد و نوش میں حرام ہے اور وضو و غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب

منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضراتِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہُوئی اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے کہ اُن کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از بلڈانہ برار ربسوہ اسٹیشن متعلق ملکہ پور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب و گوبر کی چھینٹ دُم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرع شریف میں کیا تعلیم ہے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اگر اس سے

زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔

فقد طھرہ محمدؒ اخذًا للبلوی[1] کما فی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد رحمہ اللہ نے عمومِ بلوٰی کے پیشِ نظر اسے پاک قرار دیا ہے جیسا کہ دُرِمختار میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۳ ازشہر گیا محلہ نذرگنج مسئولہ شمس الدین واحمد اللہ خاں صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوئر اور کتّا اور ہاتھی کس وجہِ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیاتِ قرآن مجید۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جس وجہِ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو، واللہ تعالٰی اعلم

ع۵ مسخہ الناسخ وصوابہ اخرالی فی اٰخرامرہ حین دخل الری مع الخلیفۃ ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشایخ علی قولہ ھذا طین بخاری فتح واختارہ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیّدی ووالدی اعلیٰحضرت قدس سرہ دفعا للحرج عن الفلاحین ومن حذا حذوھم ھذا ولذا اختار ھٰھنا فی الخثی قولھما انھا مخففۃ واستظھرہ فی الشرنبلالیۃ وعزاہ الی مواھب الرحمٰن لکن فی النکت للعلامۃ قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحہ فی المبسوط وغیرہ ولذا جری علیہ اصحاب المتون اھ ۱۲

الفقیر حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

کاتب نے اس کو مسخ کر دیا ہے، اس کا درست بیان آخر میں یعنی آپ کے آخری حکم میں ہے جب آپ خلیفہ کے ساتھ رَے میں داخل ہوئے اور راستوں اور دکانوں کے گوبر سے بھرے ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ابتلاءِ عام میں دیکھا اور مشائخ نے امام محمد کے اسی قول پر بخاری کی مٹی کو قیاس کیا ہے فتح اور مجدد مائۃ حاضرہ میرے آقا و والداعلٰی حضرت قدس سرہٗ نے کسانوں اور ان جیسا کام کرنے والوں سے حرج کو دور کرنے کے لیے اسی کو اختیار فرمایا ہے اسے محفوظ کرلو، اسی لیے یہاں مینگنی کے بارے میں شیخین کا قول اختیار فرمایا، شرنبلالیہ میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس کو مواہب الرحمٰن کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن علامہ قاسم کی نکت میں یہ ہے کہ امام کا قول نجاستِ غلیظہ کے ساتھ ہے مبسوط وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اسی لیے اصحابِ متون نے اسے اختیار فرمایا ہے اھ ۱۲ (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۵

مسئلہ ۲۱۴ ازنگینہ ضلع بجنور محلہ شیخ کی سرائے تکیہ منہاران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب

۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خرید اہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خرید اگیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے، دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں، کس کا قول صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک اُن کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں۔ یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ ازموضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مُردہ کے لیے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصلہ ہونا چاہیے۔

الجواب

مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہُوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک وحرام ہے دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مرسلہ حاجی اسمٰعیل بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ بمقام بھوٹابھوٹی برٹش باسوٹولینڈ۔

اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اُس میں حرام جانور مثلاً چُوہا، بلّی یا کتّا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مرگیا یا جُھوٹا کر گیا اب وُہ گھی وتیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

گھی اگر رقیق پتلا ہے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم[ع] میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اُس جانور یا اُس کے

ع حاجی اسمٰعیل میاں صاحب کے ایک سو گیارہ سوالات میں سے سوال پنجم کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۶۳ پر مسئلہ ۱۹۹ میں مذکور ہے ۱۲ (م)

منہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے، احمد و ابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا[1]۔ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد شریف باب فی الفارۃ تقع فی السمن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۱

بابُ الاِستنجا

(یہ باب استنجا کے بیان میں ہے)

مسئلہ ۲۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا اس میں پانی بچ رہا، اُس بچے ہُوئے پانی سے چھوٹا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پھینک دینا تو تضییعِ مال ہے کہ شرع میں قطعاً ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز، مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب ہوگیا۔ رہا استنجا، جواز میں تو اُس کے بھی شُبہہ نہیں، نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظرِ فقیر سے گزری۔ ہاں اس قدر ہے کہ بقیۂ وضو کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیۂ آب کو کھڑے ہوکر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستّر مرض سے شفا ہے۔ تو وہ ان امور میں آبِ زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آدابِ وضو میں ہے:

وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائماً۔[1]	وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہوکر پیئے۔ (ت)

---

[1] درمختار مع تنویر الابصار باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

درمختار میں ہے: کماء زمزم[1] (آبِ زمزم کی طرح۔ ت)

جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہوکر بقیۂ وضو پیا پھر فرمایا:

احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

میں نے چاہا کہ تمہیں دکھا دوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقۂ وضو کیونکر تھا۔

ردالمحتار میں ہے:

ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادا علٰی قول الصادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح[3] اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

آبِ زمزم شفا ہے اور اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔ ہدیۃ ابن العماد کی شرح میں علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ پانی سے شفا حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس مجھے شفا حاصل ہوجاتی ہے نبی صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانیوالے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۲۱۸

حاجی اللہیار خاں صاحب ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ دہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخان (امام بخاری ومسلم) رحمہم اللہ تعالٰی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ت) مگر جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں۔ ت) درمختار

---

[1] درمختار مع التنویر باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳

[2] جامع الترمذی باب وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۸

[3] ردالمحتار مطلب فی مباحث الشرب قائما ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۸

میں ہے:

کرہ تحریما بیمین ولاعذر بیسارہ[1] اھ ملخصا۔ بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہِ تحریمہ ہے اھ ملخصا (ت)

اور نجاست جب مخرج بول و براز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں اُن کے بعد پانی لینا فقط سنّت ہے درمختار میں ہے:

الغسل بالماء بعد الحجر سنۃ[2] اھ ملخصا۔ پتھر (استعمال کرنے) کے بعد پانی سے دھونا سنّت ہے اھ ملخصا (ت)

یہ سنّت بھی اگرچہ باقی سننِ مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعثِ کراہت،

علی ماحققہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعہ تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ جیسا کہ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اور ان کی اتباع میں ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

مگر حالتِ عذر ہمیشہ مستثنٰی ہوتی ہے اور ترکِ سنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلا تامل نہ اُس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے:

یجب ای غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع للصلاۃ فیماوراء موضع الاستنجاء[3]۔ اگر (طہارت سے) مانع نجاست مخرج سے تجاوز کرجائے تو اس کا دھونا واجب اور نماز سے مانع نجاست کے اندازے کا اعتبار اس نجاست سے ہوگا جو جائے استنجا کے علاوہ ہے۔ (ت)

ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے، لوشَلّتا سقط اصلاً[4] (اگر دونوں ہاتھ شل ہوجائیں تو طہارت بالکل ساقط ہوجائیگی۔ ت) مگر امامت

---

[1] درمختار | فصل الاستنجا | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۵۶

[2] " | " | " | ۱/۵۶

[3] " | " | " | ۱/۵۶

[4] " | " | " | ۱/۵۶

نہیں کرسکتا کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ مخفی نہیں، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۹ ۴ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط[1]۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ پیشاب کرتے پھر مٹی یا دیوار سے خشک کرتے اس کے بعد فرماتے "ہمیں اسی طرح معلوم ہے"۔ اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس کے بعد وہ پانی کے ساتھ دھوتے ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرتے تو پانی اور پتھر کو جمع نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی طریقہ تھا یہ دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔ (ت)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے۔

احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ[2]۔

امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ قضائے حاجت اور پیشاب کا اثر پانی سے دھو ڈالیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی یونہی کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

اور وہی (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی:

---

[1] کشف الغمہ فصل فی کیفیۃ الاستنجاء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۴۸

[2] جامع الترمذی باب الاستنجاء بالماء ؍؍ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۵

استنجے کے لیے پانی۔ فرمایا: مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں۔

ابوداود وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام عمر خلفہ بکوز من ماء فقال ماھذا یاعمر فقال ماء تتوضؤ بہ قال ماامرت کلما بلت ان اتوضأ ولوفعلت لکانت سنۃ۔[1]

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے سندِ حسن کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا لوٹا لے کر کھڑے ہوگئے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ پانی ہے آپ اس سے وضو فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروں، اگر ایسا کروں تو سنّت بن جائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کما ذکرہ النووی۔[2]

یہاں وضو سے استنجا کرنا مراد ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے (ت)

اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیۃ عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما[3] (فتاوٰی عالمگیری میں التبیین سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اس بزرگ وبرتر ذات کا علم مکمل ومحکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۲۰ ازگلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پرانا کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر تھوڑی دُور پر ہر شے موجود ہے اور یہ کوتاہی کرگیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا

---

[1] سُنن ابوداؤد شریف کتاب الطہارۃ، باب فی الاستبراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷

[2] حلیہ (مذکورہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی)

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء ،، نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸

پتھر مٹی ہو یا پرانا کپڑا زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلہ یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو، درمختار میں ہے:

(الاستنجاء سنة مؤکدة بنحو حجر) مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر (منق وكره بعظم وروث وآجر وخزف وزجاج وفحم وحق غير وكل ما ينتفع به)[1]

پتھر جیسی چیز کے ساتھ استنجا سنّتِ مؤکدہ ہے یعنی وہ چیز جو پاک ہو نجاست کو دُور کرنے والی ہو اور قیمتی نہ ہو جیسا کہ صاف کرنے والا ڈھیلا ہڈی، گوبر، پکی اینٹ ٹھیکری، گچ اور کوئلے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے نیز غیر کی ملکیت اور نفع بخش چیز کے ساتھ بھی مکروہ ہے (ت)

نورالایضاح میں ہے:

یکرہ الاستنجاء بجص[2] اھ ملخصین.

چُونے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البدائع السنة هو الاستنجاء بالاشیاء الطاهرة من الاحجار والامداد والتراب والخرق البوالی اھ ومثله الجدار الا جدار غیره کالوقف ونحوه وللمستاجر الاستنجاء بالحائط ولو الدار مسبلة[3] اھ ملخصا. والله تعالٰی اعلم

بدائع میں فرمایا پاک چیز مثلاً پتھروں، ڈھیلوں، مٹی، پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کرنا سنت ہے اھ دیوار بھی اسی طرح ہے لیکن کسی دوسرے کی دیوار نہ ہو مثلاً وقف شدہ وغیرہ۔ کرایہ دار دیوار سے استنجا کرسکتا ہے اگرچہ دیوار تر ہو۔ اھ تلخیص (ت)

مسئلہ ۲۲۱ ۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار

باحسن آداب زانوئے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور میرساند دریں ولا خرخشے درمسئلہ کتاب غنیۃ المصلی واقع ست لہذا بخدمت فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت منظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا

عمدہ آداب کے ساتھ زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے آنحضور کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والے حضرات کی ایک عرض جو اس علاقے میں غنیۃ المصلی کے ایک مسئلہ کے سلسلے میں ہے فیضد رجت، عالی مرتبت، شریعت کے رسوم کو زندہ کرنے والے، بدعت کے لوازم کو

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶
[2] نورالایضاح فصل فی الاستنجاء ″ علیمی کتب خانہ لاہور ص ۶
[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء ″ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضهم وظلهم برکاتهم استفتا مع عبارت یکره دخول المخرج لمن فی اصبعه خاتم فیه شیئ من القراٰن لما فیه من ترك التعظیم[1] ارسال می نمایند معنی دخول المخرج بتصریح ترجمۂ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست و معنی لغوی واصطلاحی صیغۂ مخرج درینجا چیست۔ بینوا توجروا۔

مٹانے والے روشن ملت کی اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے، چمکتی ہوئی شریعت کی برکات کے منبع حضرت مولانا محمد احمد رضا خان اللہ تعالٰی ان کے فیوض، سایۂ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے، کے حضور عبارت کے ساتھ استفتا پیش کرتے ہیں، عبارت یہ ہے "جس آدمی کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں قرآن پاک سے کچھ لکھا ہو اس کا مخرج میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم کو چھوڑنا ہے"۔ جواباً وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں دخولِ مخرج کا معنی لکھیں اور بتائیں کہ مؤلف کی کیا مراد ہے اور اس جگہ لفظ "مخرج" کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے، بیان فرمائیں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخرج جائے خروج وانیجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار در آداب استنجا فرمود ویدفن الخارج[2] وحلق موئے دبر را تعلیل نمود کیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتواند کہ خلا را مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ را مفازہ یعنی جائے فوز و نجات خوانند زیرا کہ دخول خلا محض بضرورت ست و داخل در عین دخول بر قصد تعجیل خروج پس گویا او مدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہر کہ در دست او خاتمی ست کہ بر وے چیزے از قرآن یا از اسمائے معظمہ

مولانا المکرم، اللہ تعالٰی آپ کو عزت بخشے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "مخرج" نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں یہاں بیت الخلا مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے بول وبراز کو خارج کہتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار کے آدابِ استنجاء میں فرمایا،" اور خارج (پیشاب و پاخانہ) کو (زمین میں) دبا دے"۔ اور دُبر کے بال مونڈنے کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب و پاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو جیسے بیابانِ مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز وفلاح کہتے ہیں کیونکہ دخولِ خلا محض ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فوراً نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے تو گویا وہ مدخل

---

[1] منیۃ المصلی قبیل فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۵

[2] ردالمحتار آداب الاستنجاء " مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

مثل نام الٰہی یا نام قرآن عظیم یا اسمائے انبیا یا ملئکہ علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است او مامورست کہ چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیروں نہد افضل ہمیں ست واگر خوف ضیاع باشد در جیب اندازد یا بچیزے دگر بپوشد کہ اینہم رواست اگرچہ بے ضرورت احتراز ازو اولیٰ ست اگر ازینہا ہیچ نکرد وہمچناں درخلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیر ہمیں عبارت مذکور فرماید یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شئی من القرآن او من اسمائہ تعالیٰ لما فیہ من ترك التعظیم وقیل لا یکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولو کان ما فیہ شئی من القرآن او من اسمائہ تعالیٰ فی جیبہ لا باس بہ وکذا لو کان ملفوفا فی شئی والتحرز اولیٰ [1] در مراقی الفلاح ست یکرہ دخول الخلاء ومعہ شئی مکتوب فیہ اسم اللہ او قرآن [2] علامہ طحطاوی در حاشیۂ ش فرمود لما روی ابوداود والترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع

نہیں مخرج ہے اسے سمجھو بالجملہ دخول مخرج کا معنی پاخانے میں جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات، یا متبرک نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثناء (لکھے) ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجا نہ لائے اور یوں ہی بیت الخلا میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت مذکور کے تحت فرمایا مخرج یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اسکی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے تو مکروہ نہیں اور اگر اسکی جیب میں کوئی ایسی چیز (کاپی وغیرہ) ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہو تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہو تو بھی حرج نہیں لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے جب آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو تو اس کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ علامہ طحطاوی نے

---

[1] غنیۃ المستملی — سنن الغسل — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ٦٠

[2] مراقی الفلاح — فصل فی الاستنجاء — مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ٣٠

خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ[۱] اھ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان و الحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی و اسم رسولہ والقراٰن اھ وقال الابھری و کذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ما علیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی او نبی او ملك فان خالف کرہ لترك التعظیم اھ وھو الموافق لمذھبنا کما فی شرح المشکوٰۃ[۲] در درمختار ستر رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل[۳] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کرے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کرے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنیوالے کے لیے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کرے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو ——— اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترکِ تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ درمختار میں ہے غلاف میں لپیٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲ از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنؤ وپٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں آیا ان کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف ان کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کلوخ وآب میں جمع افضل ہے نفسِ سنت ہر ایک سے ادا ہوجاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب

---

[۱] و [۲] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

[۳] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیۃ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں والمسائل فی الحلیۃ و ردالمحتار وغیرھما (مسائل حلیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں ہیں۔ ت) پانی خصوصاً سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسلِ مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی حکمت پر محمول کیا ہے کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بتایا۔ ت) اور بحال برودتِ مثانہ نزولِ قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳

۲ رجب مرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وُہ خوراک جن کی ہے اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قوم جن کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لیے خوراک طلب کی اُن سے ارشاد ہُوا:

لکم کل عظم ذکر اسم اللہ یقع فی ایدیکم اوفر مایکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم[1]

تمہارے لیے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اُس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہُوئی ہڈی تمھیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لیے چارہ ہے۔ (م)

پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا:

فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم[2]

ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔ (م)

رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقراءۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

[2] ایضاً

مسئلہ ۲۲۴ مسئولہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے اس باب میں جو حکم ہو حدیث و فقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالٰی (تمہارے لیے اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمۂ کرم پر ہے۔ ت)

الجواب

اقول کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں:

اوّل: بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے بحرالرائق میں بدائع سے ہے:

اما تنجیس الطاھر فحرام اھ[1] ذکرہ فی بحث الماء المستعمل۔

پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے اھ اسے مستعمل پانی کی بحث میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ما اذا کان بلاعذر والوطء عذر۔[2]

شرح منیۃ المصلی میں انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے ملوث ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر عذر کی صورت پر محمول کیا جائے گا اور وطی عذر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذا کان بہ سلس فیحل کوطء المستحاضۃ مع الجریان ویظھر انہ عندنا کذلک لمافیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلاضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطء المستحاضۃ ووطء السلس تامل۔[3]

بعض شوافع نے فتوٰی دیا ہے کہ جس آدمی کا آلۂ تناسل ناپاک ہو اس کے لیے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلسل البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لیے کہ دھونا ممکن ہے بخلاف مستحاضہ اور سلسل البول والے کی وطی کرنے کے۔ غور کرو۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۴

[2] ردالمحتار مطلب الفرق بین الفرض العملی والقطعی والواجب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[3] ردالمحتار فی حکم وطء المستحاضۃ ومن بذکرہ نجاسۃ " " " ۱/۱۹۸

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذابِ قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه[1]۔

پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذابِ قبر اُسی سے ہے (م)

رواه الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صالح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما[2]۔

اسے دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ حاکم لفظ "استنزھو" لائے ہیں اور فرمایا کہ یہ ان (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا، فرمایا:

کان احدھما لایستتر من بوله وکان الاٰخر یمشی بالنمیمة[3]۔

ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دُوسرا چغلخوری کرتا۔ (م)

رواه الستة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اسے چھ محدثین (اصحابِ صحاح ستہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

سوم: رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعث بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آڑ ہو جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیه[4]۔

جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور دکھائے اس پر بھی لعنت۔ (م)

ھکذا فی حفظی ولایحضرنی الاٰن من خرجه واللہ تعالٰی اعلم۔

میرے ذہن میں اسی طرح ہے لیکن اس وقت مجھے یاد نہیں کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

چہارم: یہ نصارٰی سے تشبّہ اور ان کی سنّتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور یہ موجبِ عذاب وعقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن[5]۔

شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبه بقوم فھو منھم[6]۔

جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الدارقطنی باب نجاسۃ البول مطبوعہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۱۲۷

[2] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ حدیث ۴۳ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۱۲۸

[3] ترمذی شریف باب التشدید فی البول " کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۱

[4] مشکوٰۃ شریف باب النظر الی المخطوبۃ " مجتبائی دہلی ص ۲۷۰

[5] القرآن الکریم ۲/۱۶۸

[6] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر " المکتب الاسلامی بیروت لبنان ۲/۵۰

اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلافِ سنّتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونے میں احادیثِ صحیحہ معتمدہ وارد ہیں۔

حدیث اوّل: امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن حبان صحیح میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا[1]۔

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اُسے سچّا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔ (م)

امام ترمذی فرماتے ہیں،

حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح[2]۔

جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔ (م)

یہی حدیث صحیح ابو عوانہ و مستدرکِ حاکم میں ان لفظوں سے ہے،

مابال قائما منذ انزل علیہ القراٰن[3]۔

جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ فرمایا۔ (م)

اقول وبہ اندفع ماوقع للامامین الشہاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قالا واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ مستند الی علمہا فیحمل علی ماوقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلا تطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ

اقول: اس سے وہ شُبہہ دُور ہوگیا جو دو اماموں الشہاب ابن حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اور البدر محمود عینی کو عمدۃ القاری میں پیش آیا کہ انہوں نے فرمایا (الفاظ عینی کے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی معلومات سے منسوب ہے پس اسے اس صورت پر محمول کیا جائیگا جو آپ کے گھروں میں وقوع پذیر ہوئیں۔ لیکن گھروں کے علاوہ پر ام المومنین مطلع نہیں ہوئیں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] جامع الترمذی شریف باب النہی عن البول قائما مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴

[2] ایضاً

[3] المستدرک للحاکم البول قائما وقاعداً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

تعالٰی عنه وهو من کبار الصحابة اھ[1] و ذلك انها رضی اللہ تعالٰی عنها انما ولدت بعد نزول القراٰن بخمس سنین فکیف یحمل علی ما رأت من فعله صلی اللہ علیه وسلم فی البیوت وانما تقوله عن توقیف وبه یترجح ان حدیث حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه کان لعذر والاعذار مستثناة عقلا و شرعا ثم اذا ثبتت هذه سنة صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مختلیا فی بیته الکریم تثبت دلالة فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها ما بال قائما یعنی فی منزله و لا اطلاع لها علی ما فی الخارج اھ[2]۔

یاد رکھا اور وہ جلیل القدر صحابۂ کرام میں سے تھے اھ نیز ام المومنین نزولِ قرآن کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں لہذا اسے کیسے اس پر محمول کیا جائے جو ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل گھروں میں دیکھا آپ تو بتانے سے بیان فرما رہی ہیں (یعنی یہ حدیث موقوف ہے) اس سے اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد ہے اور عذر عقلی اور شرعی طور پر مستثنٰی ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کی یہ سنّت خانہ اقدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطورِ دلالت باہر بھی ثابت ہوگئی کیونکہ گھروں سے باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے امام عینی فرماتے ہیں نیز ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ "آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا" سے مراد یہ ہو کہ آپ نے گھر میں کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا آپ کو باہر کے بارے میں اطلاع نہیں تھی اھ (ت)

اقول ماهو الا الاول وقد علمت رده فلا ادری ما معنی قوله وایضا۔

اقول: بات تو وہی پہلی ہے اور تمہیں اس کا رد معلوم ہو چکا ہے پس مجھے معلوم نہیں کہ ان کے قول "ایضاً" کا کیا مطلب ہے۔ (ت)

حدیث دوم: بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلاته

تین[3] باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۵۳

[2] " " " " " " " "

او ینفخ فی سجودہ[1]۔

مٹی یا پسینہ) پونچھے یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے۔ (م)

تیسیر میں ہے: رجالہ رجال الصحیح[2] (اس حدیث کے سب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں۔ م) عمدۃ القاری میں ہے: رواہ البزار بسند صحیح[3] (اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔ م) قال وقال الترمذی حدیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ وقول الترمذی یُرَدُّ بہٖ[4] (اور کہا کہ امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔ اور امام ترمذی کا قول اس کے ساتھ رَد کیا جاتا ہے۔)

حدیث سوم: ترمذی[ع1] وابن ماجہ وبیہقی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رآنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابول قائما فقال یا عمر لاتبل قائما فما بلت قائما بعد[5]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔" اس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ (م)

حدیثِ چہارم: ابن ماجہ[ع2] وبیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما[6]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (م)

امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ رہی حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

ع1 اقتصر فی عمدۃ القاری علی عزوہ للبیہقی وھو مما لاینبغی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عمدۃ القاری میں اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

ع2 کذا اقتصر ھھنا علی عزوہ للبیہقی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسی طرح یہاں بھی اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے۔ (ت)

---

1 کشف الاستار عن زوائد البزار باب ما نہی عنہ فی الصلٰوۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۶۶

2 فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۳

3 و 4 عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۵

5 جامع الترمذی باب النہی عن البول قائما " کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴

6 سنن ابن ماجہ باب فی البول قائماً وقاعداً " قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷

اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما[1]۔ رواہ الشیخان۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ (رواہ الشیخان) (ت)

ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیے:

اوّل: یہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منسوخ ہے۔ یہ امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں اختیار کیا۔

وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ زاد العینی لان کلا من عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اخبر بما شاھدہ[2] اھ۔

امام عسقلانی اور عینی نے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جو کچھ دیکھا اس کی خبر دی اھ (ت)

اقول معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد راتہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبر بما شاھد لایمنع النسخ اذا علمنا ان احدی المشاھدتین متاخرۃ مستمرۃ والحاوی علی حکم النسخ ماصح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء[3]

اقول: یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری دور کی نہیں جبکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کو وصال تک دیکھا اور آپ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے لہذا آپ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔ بنا بریں ہر ایک کا اپنے مشاہدے کے مطابق خبر دینا نسخ کو منع نہیں کرتا جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی اور حکم نسخ پر آپ کا وہ قول حاوی ہوگا جو صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ ظلم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام

---

[1] جامع البخاری باب البول قائما وقاعدا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵

[2] عمدۃ القاری " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۵

[3] " " " " " " "

وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابعد الناس عنہ۔

لوگوں سے بڑھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے (ت)

دوم: اُس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا، حاکم و دارقطنی و بیہقی اُن سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمابضہ[1] لکن ضعفہ ھذان وابن عساکر فی غرائب مالک وتبعھم الذھبی فقال منکر۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے جو زانو کے اندرونی طرف تھا کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ لیکن ان دونوں (دارقطنی اور بیہقی) اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں اسے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا یہ منکر ہے۔ (ت)

سوم: وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی۔

قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ فخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلک سھلا ینحدر فیہ البول فلا یرتد علی البائل اھ[2]

عینی نے کہا منذری کہتے ہیں شاید ڈھیر میں تر نجاستیں تھیں اور وہ نرم تھیں اور آپ کو ملوث ہونے کا ڈر ہوا۔ امام عینی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی نسبت اس ڈر کے زیادہ لائق ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پیشاب اس میں اُتر جاتا ہے اور پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں لَوٹتا اھ (ت)

اقول انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادتہ خشیۃ التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لایوجد معھا موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قال قال السید جمال الدین قیل فعل ذلک لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع

اقول امام منذری اس تاویل کی طرف اس لیے متوجہ ہوئے کہ انہوں نے چھینٹے اُٹھ کر لگنے کا زیادہ ڈر محسوس کیا اور وُہ ہمارے والی بات کہتے تو وہ اعتراض سے بچ جاتے کیونکہ جہاں تر نجاستیں جمع ہوں وُہاں بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی پھر میں نے مرقاۃ میں دیکھا صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں سید جمال الدین نے فرمایا کہا گیا ہے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین البول قائما او قاعدا مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱/۱۸۲
السنن الکبرٰی للبیہقی باب البول قائما " دار صادر بیروت ۱/۱۰۱
[2] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

بالنجاسة اھ[1] فھذا ما ذکرت وھو الصواب فی الجواب۔

آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ تمام جگہ نجاست سے بھری ہونے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اھ پس یہ ہے جو کچھ میں نے ذکر کیا اور جواب میں یہی بہتر ہے۔ (ت)

چہارم: اُس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا۔

قال العینی قال بعضھم لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ علیا مرتفعا[2] اھ وقال القاری فی المرقاۃ قال الابھری قیل کان مایقابلہ من السباطۃ عالیا ومن خلفہ منحدرا مستفلا لوجلس مستقبل السباطۃ سقط الی خلفہ ولوجلس مستدبرا لھا بدا عورتہ للناس اھ وقال بعد اسطر قیل فعل ذلک لانہ ان استدبر للسباطۃ تبدو العورۃ للمارۃ وان استقبلھا خیف ان یقع علی ظھرہ مع احتمال ارتداد البول الیہ[3] اھ۔

عینی نے فرمایا بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی کیونکہ جس طرف آپ تھے ادھر سے ڈھیر بلند تھا اھ حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں فرمایا ابہری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے سامنے کی طرف ڈھیر بلند تھا اور پچھلی جانب جھکا ہوا پست تھا اگر آپ ڈھیر کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر پڑتے اور اُدھر پیٹھ کرکے بیٹھتے تو لوگوں کے سامنے سترننگا ہوتا اھ چند سطروں کے بعد فرمایا کہا گیا ہے آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ اگر ڈھیر کی طرف پیٹھ کرتے تو گزرنے والوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور اگر منہ اُدھر کرتے تو پیٹھ کے بل گرنے کا ڈر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی جانب پیشاب کے لوٹنے کا احتمال بھی تھا اھ (ت)

اقول اولا فی ھذہ الزیادۃ ماعلمت ان القائم اجدر بہ۔

اقول اول ان تمام اضافوں سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا زیادہ مناسب تھا۔

وثانیا لوکان مایستقبلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منھا عالیا مرتفعا لم یکن ان یختارہ لھذا لارتداد البول حـ قطعا بل الصواب فیہ

دوم اگر اس جانب جدھر آپ کا چہرہ مبارکہ تھا بلند جگہ ہوتی تو پیشاب کے لوٹنے کی وجہ سے آپ اسے قطعاً اختیار نہ فرماتے بلکہ اس میں بہتر بات وہی ہے جو

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

ما قال ابن حبان کما نقل عنه فی فتح الباری انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیه من السباطة کان عالیا فامن ان یرتد الیه شیئ من بوله[1] اھ فجعل ما قام علیه عالیا وما یقابله منحدرا وجعله سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنه الابهری فجعل ما قام علیه منحدرا وما یقابله عالیا وجعله سبب خوف السقوط فی القعود مع انه کذلك فی القیام الا نادرا۔

فان قلت هذا یرد علی ابن حبان ایضا اذ لا یظهر الفرق فی مثله بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لا یستقر علیه القاعد فکذا القائم۔

اقول بلی قد تکون کهیأة مثلث له حرف دقیق یستقر علیه القائم اذا وضع علیه وسط قدمیه لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانه لا مستقر علیه الا لقدمیه و ساقیه وثقل سائر جسمه لا حامل له۔

ابنِ حبان نے کہی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ان سے نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ پائی تو کھڑے ہوئے کیونکہ آپ کے سامنے سے ڈھیر بلند تھا پس آپ پیشاب لوٹنے کے خطرہ سے بے خوف ہو گئے اھ پس انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ کو بلند قرار دیا اور سامنے کی جگہ کو پست قرار دیا اور اسے پیشاب کے لوٹنے سے امن کا باعث خیال کیا تو معاملہ اس شخص کے خلاف ہو گیا جس سے ابہری نے نقل کیا کیونکہ اس نے کھڑے ہونے کی جگہ کو پست اور مقابل کی جگہ کو بلند قرار دیا اور اسے بیٹھنے کی صورت میں گرنے کے ڈر کا باعث قرار دیا حالانکہ اکثر کھڑے ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ اعتراض ابنِ حبان پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ جب نشیبی جگہ ایسی صورت میں ہو کہ وہاں بیٹھنے والا نہ ٹھہر سکے تو کھڑا ہونے والا بھی اسی طرح ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں کبھی وہ تکونی شکل میں ہوتی ہے اس کے کنارے باریک ہوتے ہیں اگر کھڑا ہونے والا اس پر قدم کا درمیانہ حصہ رکھے تو وہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوتا ہے بخلاف بیٹھنے والے کے، کیونکہ اس کے لیے تو صرف پاؤں اور پنڈلیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جبکہ باقی جسم کے بوجھ کو اٹھانے والی کوئی چیز نہیں (ت)

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطة قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۳

پنجم: اُس وقت پشتِ مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفا ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے۔ چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستّر مرض کی دوا ہے۔

ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سألہ حفص الفرد عن الفائدۃ فی بولہ قائما العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائما فنری انہ کان بہ اذ ذاک[1] اھ وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلک حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المذکور[2] انفا اھ۔

ملا علی قاری نے زین العرب سے انہوں نے حجۃ الاسلام سے یہ ذکر کیا۔ امام عینی فرماتے ہیں امام شافعی سے جب حفص فرد نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فائدہ پُوچھا تو انہوں نے جواباً فرمایا عربی لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیٹھ کے درد کا علاج کرتے ہیں پس ہمارا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت یہی تکلیف تھی اھ اور فتح الباری میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے اسی طرح مذکور ہے امام عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابھی گزرنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے اھ (ت)

اقول لاادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیہ من فعلہ مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار۔

اقول میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے آپ کا کسی عمل کو کسی مجبوری کے بغیر قصداً بیماری سے شفاء کے لیے اختیار کرنا اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ آپ نے اضطرار کے باوجود اسے اختیار نہ کیا (ت)

ششم: زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذلک لانھا حالۃ یؤمن فیھا خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود ومنہ قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ البول قائما احصن للدبر[3] اھ نقلہ فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلک لکونہ قریبا

ششم: مازری نے کتاب العلم میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کا یہ عمل اس لیے تھا کہ اس صورت میں دوسرے راستے سے حدث (ہوا وغیرہ) نکلنے کا خوف نہیں ہوتا بخلاف بیٹھنے کے۔ اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دُبر کو محفوظ رکھتا ہے اھ اسے العمدۃ میں نقل کیا امام عسقلانی

---

[1] و [2] و [3] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

من الدیار[1] اھ

نے اضافہ کیا کہ آپ نے یہ اس لیے کیا کہ آپ گھروں کے زیادہ قریب تھے اھ۔ (ت)

اقول وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد عصمہ اللہ تعالٰی من کل ما یستھجن۔

اقول نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کی ایسی توجیہات کو میں نہایت بدذوقی سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے (ت)

ہفتم قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس[2] اھ

ہفتم: (محدثین نے) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول تھے اور ممکن ہے مجلس طویل ہوگئی حتی کہ پیشاب نے آپ کو روک دیا اور عادت کے مطابق آپ کے لیے دُور جانا ممکن نہ ہوا اور آپ نے (کوڑے کرکٹ کے) ڈھیر کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہ جگہ نرم تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو اھ (ت)

اقول ای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ما ذکر المازری والا بطل کما یحتاج ما ذکر المازری فی تاییدہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والا ضعف۔

اقول: یہ بات کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن گئی یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادت کے مطابق دُور جانے کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔ اسے انہوں نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے پس یہ اپنی مضبوطی کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ جو کچھ مازری نے ذکر کیا اسے بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ورنہ یہ باطل ہوجائیگا جیسا کہ مازری کا ذکر کردہ قول اپنی تائید کیلیے اس کے ملانے کا محتاج ہے جیسا کہ ابنِ حجر نے کیا ورنہ وہ کمزور رہ جائے گا۔ (ت)

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا ؍ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

ہشتم قال ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود البلخی فی کتابہ المسمی بقبول الاخبار و معرفۃ الرجال حدیث حذیفۃ ھذا فاحش منکر لانراہ الا من قبل بعض الزنادقۃ قال الامام العینی بعد نقلہ ھذا کلام سوء لایساوی سماعہ وھو فی غایۃ الصحۃ[1] اھ و وقع للقاری عقب ذکر حدیث الحذیفۃ وانہ متفق علیہ قال الشیخ لوصح ھذا الحدیث لکان فیہ غنی عن جمیع ماتقدم لکن ضعفہ الدارقطنی والبیہقی والاظہر انہ فعل ذلک لبیان الجواز نقلہ الابہری[2] اھ۔

ہشتم: ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی نے اپنی کتاب مسمّی "قبول الاخبار و معرفۃ الرجال" میں فرمایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبیح منکر ہے یہ بعض زندیق بیان کرتے ہیں امام عینی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ بُرا کلام ہے اسے سننا صحیح نہیں جبکہ حدیث بالکل صحیح ہے اھ حضرت ملّا علی قاری روایتِ حذیفہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ متفق علیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس میں پہلے بیان سے بے نیازی ہوگی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا، اسے ابہری نے نقل کیا اھ (ت)

اقول الشیخ ھو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال ھذا فی حدیث ابی ھریرۃ السابق فلا ادری ممن وقع ھذا التخلیط من الابہری اومن القاری۔

اقول شیخ سے مراد امام ابن حجر عسقلانی ہیں اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے بارے میں کہی ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ گڑبڑ کس سے واقع ہوئی، ابہری سے یا ملّا علی قاری سے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہُوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روزِ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہُوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انھیں احادیث کو اُن پر ترجیح بوجوہ ہو:

اوّلاً وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ صد گونہ احتمال ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

ثانیاً فعل وقول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثاً مبیح وحاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) نفسِ حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رَد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھڑا کرلیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پُشتِ اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہُوا۔ کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں سبحان اللہ کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور اُن پر معاذ اللہ حدیث سے استدلال لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ع

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

؎ او گمان بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا، وہ بڑائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجا و وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ مطلب ہے کہ استنجا کے بچے ہُوئے پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کرلینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بُنِ مُو سے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹّوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنّت یُوں کہ اتنے جسم کے ایک ایک ذرہ پر پانی بہتا ہوا گزرے اگر کوئی ذرہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اُس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرّہ پر نہ بہا تو سُنّت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا

سنت ہے اور ایک چلو پانی مسح سر کو چاہیئے۔ یہ سب باتیں بلا افراط و تفریط جتنے پانی میں ادا ہو جائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ ازضلع ناگپور ڈاکخانہ محلہ نیا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دینِ متین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشرفعلی دیوبندی بہ کاغذات جائزست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کر کے پھینک ڈالیں بقول فقہا کے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق (منطق کے مکتوب اوراق سے استنجا جائز ہے) اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اشرفعلی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔

اشرفعلی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انھیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بیشک حرام ہے مگر وہ کہ ان کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہا کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعلیم لازم ہے نہ کہ انکی کتابیں کہ ان کی کتابوں میں قال اللہ وقال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہوا جنھوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ اُنہوں نے نامِ ابوجہل کے حروف متفرق کر دیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں فرمایا میں نے تمہیں نامِ ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ و ۲۲۸ مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بر در دولت اعلیحضرت قبلہ۔ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب حالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ ازمقام بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور سنّتِ نصارٰی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
من الجفاء ان یبول الرجل قائما[1] بے ادبی و بدتہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اس کی پوری تحقیق مع ازالۂ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب

کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ و ممنوع و سنّتِ نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجۂ اولٰی۔ دُرمختار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم[2] (کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ (استنجا) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

یدخل فیہ الورق قال فی السراج قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ واقرہ فی البحر وغیرہ والعلۃ فی ورق الشجر کونہ علفا للدواب اونعومتہ فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ ولہ احترام ایضا لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا علّلہ فی التاترخانیۃ بان

اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہا گیا ہے کہ وہ کتابت کا ورق (کاغذ) ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق (پتّا) مراد ہے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ بحرالرائق وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتّے (مکروہ ہونے کی) علت اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دُور کرنیوالا

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب مانہی عنہ فی الصلٰوۃ حدیث ۵۴۷ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۶۶

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۶

تعظیمه من ادب الدین و نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة و ذکر بعض القراء ان حروف الهجاء قرآن انزلت علی هود علیه الصلوٰة والسلام۔[1]

نہیں اسی طرح کاغذ، صاف اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے اسی لیے تتارخانیہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے (فقہاء کرام) نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزت ہے اگرچہ وہ کٹے ہوئے ہوں بعض قراء نے فرمایا کہ حروفِ تہجی بھی قرآن ہیں جو حضرت ہود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ (ت)

اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا، کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے، ہاں سنّتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہیئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱ از قصبہ واساواڑ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھول گیا، نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہیے۔

الجواب

اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لیے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جُدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲ از موضع چھپرا ڈاکخانہ باسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اُسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں؟ یا کلوخ سے لینا شرط ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اُسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا؟

الجواب

ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھیلے کے اُسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لیے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لیے کوئی حرج نہیں ورنہ

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۷

ناجائز ہے کہ استبراء واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہوجائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳ از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی

۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پُشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باوجود چند علما کے منع کرنے کے بھی اہلِ محلہ بے پرواہی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے، نیز اس شخص کے لیے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پیشاب کے وقت مُنہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت، جو لوگ ایسا کریں خطاکار ہیں متممین مسجد یا اہلِ محلّہ پر واجب ہے کہ اُن کا رُخ جنوباً شمالاً کریں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وُہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کی جاسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ مسئولہ شاہ محمد از دار العلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را بدہد یا نہ واگر دہد چہ گناہ ست واگر گناہ ست دلیل چیست۔

زید نے استنجا خشک کرتے وقت عمرو کو سلام کیا، کیا عمرو، جو استنجا خشک کر رہا ہے زید کے سلام کا جواب دے یا نہ؟ اگر دے تو کیا گناہ ہے اور اگر گناہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (ت)

الجواب

او ہمچنان ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نمود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تم کسی کو پیشاب کرتے وقت سلام کہو کیونکہ خشک کرنا اسی وقت ہوتا ہے جب پیشاب کے قطرے باقی ہوں۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۵ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے را عادت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی

است کہ چوں ذکرا و می شپلد بر سر آں بول بر آید و می ایستد
رواں نمی گردد اگر نمی شپلد بر سر آں بول نمودار نشود آیا
دریں صورت وضو اس شکستہ شود یا نہ اگر دریں حالت
وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یا نہ یا حکم است
کہ او نہ شپلد و نہ وسواس کند ہر گاہ کہ بول آید
وضو بکند ہر چہ بگنجد بفرمایند اگر ایں عادت بود او وضو
نمی کرد نماز ہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند
یا معاف ست بباعث حرج بسیار از یں سوال
بے ادبی معاف فرمایند۔

عادت ہے جب اس کا آلۂ تناسل حرکت میں آتا ہے
تو پیشاب اس کے (آلۂ تناسل) کے سر کے اوپر
آکر ٹھہر جاتا ہے جاری نہیں ہوتا اور اگر حرکت نہ کرے
تو اس کے اوپر پیشاب ظاہر نہیں ہوتا کیا اس صورت
میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر اس حالت
میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا وہ معذور شمار ہوگا یا نہ ہ
یا اسے نہ اچھلنے والے کا حکم دیا جائے اور کسی قسم کا
وسوسہ نہ کرے جب پیشاب نکلے تو وضو کرے
جو کچھ آنجناب فرمائیں۔ اور اگر اس کی یہ عادت تھی
اور وہ وضو کیے بغیر نمازیں پڑھتا رہا تو کیا تمام نمازیں لوٹائے یا زیادہ حرج کے باعث معاف ہے۔ سوال کرنے
پر بے ادبی سے معاف فرمائیں۔ (ت)

الجواب

کمیز تا آنکہ بر لب عضو بر نیاید وضو بجائے
خود ست نماز ہا کہ ایں چناں گزاردہ ست بے خلل
ست فشردن عضو پس از بول سنت بیش نیست اگر
میداند کہ ہر بار کہ می فشرد چیزے بر می آید و منقطع
نمی شود و اگر نفشرد بر نیاید آنگاہ او را فشردن
بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزارد و وسوسہ را
بدل راہ ندہد واللہ تعالٰی اعلم۔

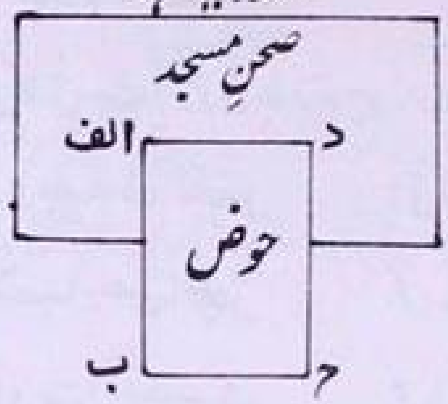
پیشاب جب تک عضو کے کنارے پر نہ آئے
وضو قائم ہے جو نمازیں اس حال میں پڑھی ہیں ان
میں کوئی خرابی نہیں۔ پیشاب کے بعد عضو کو جھاڑنا
صرف سنت ہے اس سے زیادہ (فرض یا واجب)
نہیں، اگر سمجھتا ہو کہ جب بھی جھاڑے گا کچھ نہ کچھ
باہر آئے گا اور پیشاب ختم نہیں ہوگا اور اگر نہیں
جھاڑے گا تو نہیں آئے گا تو اس صورت میں جھاڑنے
کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وضو کرکے نماز پڑھے اور دل میں کسی قسم کے وسوسہ کو جگہ نہ دے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶ از شہر بریلی (دار العلوم) منظر الاسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم دار العلوم مذکور
۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں
صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا
لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک نہ کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض

میں بہت نیچا ہوگیا ہے اور اِدھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہُوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب ج سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا لیے (درحالیکہ رضائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو) جاکر پانی لاسکتا ہے یا نہیں۔

نقشہ یہ ہے



الجواب

جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحنِ مسجد میں قدم نہ رکھا، یُوں جاکر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں حوض وفصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو واذان بلاکراہت جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۷ از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لینے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

کاغذ سے استنجا سنّتِ نصارٰی ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنّتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ وورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ اٰلۃ للکتابۃ یؤخذ منھا عدم الکراھۃ فیما لایصلح لھا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا من

کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتّا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لیے قابلِ عزّت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لیے تتارخانیہ میں اس کی علّت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علّت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے تو اس کا

جوازہ بالخرق البوالی[1] نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اسکے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پُرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔ (ت)

پیشاب کے لیے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ[2]

پانی اور پتھر کو جمع کرنا افضل ہے صرف پانی پر اکتفار کرنے میں بھی فضیلت ہے اور صرف پتھروں سے استنجا کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے ہر ایک سے سنت پر عمل ہوجاتا ہے اگرچہ فضیلت میں فرق ہے جیسا کہ الامداد وغیرہ میں بیان کیا ہے (ت)

پُرانا کپڑا بھی کافی ہے، زمین یا دیوار سے صاف کر دینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس سلسلے میں حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت) ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہوجائے گی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸ ازشہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

خلاف افضل ہے خصوصاً بڑا استنجاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹ ازبیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پاخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کیا اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے، بینوا توجروا۔

الجواب

ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا مُنہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکرِ الٰہی

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۲۶

کرتا ہے تو اس کا لعاب ناپاک جگہ پر ڈالنا بجا ہے، ردالمحتار میں ہے:

لایبزق فی البول[1] اھ قلت والدلیل اعم کما علمت۔ — پیشاب میں نہ تھوکا جائے اھ میں کہتا ہوں اور دلیل عام ہے جیسا کہ تم جانتے ہو (ت)

البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰ از بنارس محلہ اودھوپورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اُتر آیا بعد خطبہ اس نے آلۂ تناسل کو ہاتھ سے چھوا تو کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے وضو نہ کیا اور اس شک کی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھا دی چونکہ اُس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر ہر مرتبہ وضو کرلیتا تھا اس مرتبہ اس نے وضو نہ کیا تو بعد نمازِ جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلۂ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اُس نے دُودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہُوئی تو اب لوگوں کی نماز ہُوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نمازِ جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اُس کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ خدا کے پاس رہائی ہو اور شریعتِ مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لیے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا، بعد نماز دیر کے بعد جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آئی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہیں ہوسکتا فان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ (نو پید (نجاست) کو قریب وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ت) نہ کہ اُس وقت نیز تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقیناً ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ شاگردِ جلیل سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اُس وقت سے اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۴

استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں "شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرو اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سنوں گا، یُوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اُس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے"۔ ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرے اُترنے کا ظن غالب ہوگیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہوچکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھادی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سے سخت گناہِ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔ اور جو غیر معروف رہے اُن کے لیے متعدد جمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔ لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱ ازبلندشہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی پڑتی ہے تو اُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصاً استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آبھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزرجاتا ہے کہ قطرہ آگیا اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہمد نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر و لنگوٹ رکھ لیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہوجاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔ بحر میں ہے :

متی قدر علٰی رد السیلان بربا ط او حشو وجب ردہ[1]۔ جب (کپڑا وغیرہ) باندھنے یا کوئی زائد چیز رکھنے کے ذریعے جریان کو روکنے پر قادر ہو تو روکنا واجب ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۲ ازسہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اُسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے ؟

الجواب

زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہادینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہالے گیا تو اُسی وقت وہیں

---

[1] البحرالرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۱/۲۱۶

نی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ از مقام لسوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی لسوہ اسٹیشن

مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا، بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پختہ اینٹ سے استنجا منع و مکروہ ہے اور اُس میں اندیشۂ مرض بھی ہے جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ از مدرسہ منظرِ اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہو جائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجے پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہو جاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کر لینا کافی ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۷ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسۂ اسلامیہ باٹوہ شب۔

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کیا استقبال و استدبار قبلہ بوقت پیشاب پاخانہ جائز ہے۔

(۲) کیا استقبال و استدبار جنوب و شمال بوقت پیشاب و پاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال لسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب۔

(۳) دربارۂ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصاً سرورِ انبیاء سرتاجِ اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بہ شمال ہے اور روضۂ شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہٰذا استقبالِ شمال میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو کیا یہ ہر دو مقاماتِ اقدس واقع بہ شمال ہیں اور استقبالِ شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ معظمہ کا استقبال و استدبار دونوں ناجائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ منہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے واللہ تعالیٰ۔

(۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف، بلکہ دونوں یہاں سے جانبِ مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت پر زیادت کی اجازت نہیں اور اگر اُن لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وُہ جانبِ شمال ہی ہیں تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب و شمال کو یوں منع ہُوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو رُو یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی۔ یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اُس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵، ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبالِ قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶ از ادھ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خان صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

بچّوں کے گلے میں بچّوں کے ماں باپ بچّوں کی حفاظت کے لیے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اُوپر اُس کے کپڑا ایک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت، بچّے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تعویذ موم جامہ وغیرہ کرکے غلاف جُدا گانہ میں رکھ کر بچّوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ اُس میں بعض آیاتِ قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے، ہاں افضل احتراز ہے، درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول غلاف میں لپٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء

الخلاء به والاحتراز افضل[1] میں داخل ہونا مکروہ نہیں البتہ بچنا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الظاھر ان المراد بھا مایسمونه الأن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الاٰیات القراٰنیة فاذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب[2] ۔

ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے آج کل ہیکل یا حمائل کہتے ہیں اور وُہ آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوتی ہے جب اس کا غلاف الگ ہو جیسے موم جامہ وغیرہ تو اس کے ساتھ بھی بیت الخلا میں داخل ہونا جائز ہے ، نیز جنبی آدمی کا اسے ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی جائز ہے۔ (ت)

بے ادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔

وانما الاعمال بالنیات[3] وقد کتب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه علی افخاذ ابل الصدقة حبیس فی سبیل اللہ۔

اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹوں کی رانوں پر لکھا" اللہ کی راہ میں روکا ہوا " (ت)

اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم مصحف کریم کا قیاس نہیں ہوسکتا۔

اوّلاً قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب و توہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن، جیسے کتاب نحو کہ امثلۂ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل اُس کے لیے کتابِ نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھُونا جائز۔

ثانیاً اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کردینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا یہ خود خلافِ شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کے لیے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ و مورد شنع ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا :

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[2] ردالمحتار مطلب یطلق الدعاء علی مایشتمل الثناء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

كان المتقدمون يكرهون شد المصاحف و اتخاذ الشد لها لئلا يكون فی صورۃ المنع فاشبه الغلق علی باب المسجد[1]۔

متقدمین، قرآن پاک کو (کسی چیز میں) بند کردینے اور انہیں بند کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ (اس سے) روکنے کی صورت نہ پیدا ہو تو اس طرح وہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کے مشابہ ہوجائیگا (ت)

ثالثاً قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا:

عظموا کتاب اللّٰہ[2] کتاب اللہ کی عظمت کرو۔ رواہ ابو عبید فی فضائل القرآن (ابوعبید نے اسے فضائلِ قرآن میں روایت کیا۔ ت)

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے[3] رواہ عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ وبمعناہ ابو عبید فی فضائلہ (عبدالرزاق نے اسے اپنے مصنف میں روایت کیا اور ابوعبید نے فضائل میں اس کا مفہوم نقل کیا ہے۔ ت)

اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا[4] رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف (ابن ابی داؤد نے اسے مصاحف میں بیان کیا۔ ت)

درمختار میں ہے: یکرہ تصغیر مصحف[5] (قرآن پاک کو چھوٹی تقطیع میں لانا مکروہ ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے: ای تصغیر حجمہ[6] (یعنی اس کا حجم چھوٹا کرنا۔ ت)

تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہوسکتا ہے اور وہ جو لوگ یہ فعل مردود انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا ان کے اُس فعل کا باعث ہے اور اُس کے ترک میں اُس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونوجرافیا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبوعہ بولاق مصر ١/ ١٦٨

[2]

[3]

[4]

[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ٢/ ٢٤٥

[6] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ٥/ ٢٤٧

فتاوی رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر "ف" کے تحت مبسوط فقہی مسائل

فوائدِ جلیلہ

—— ترتیب وتبویب ——

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ الطّہارۃ

باب الوضوء

	برسی اور چوتھائی کو نم پہنچ گئی مسح سر کا فرض اُتر گیا ۔	۲	۱۵
۶	**مسئلہ** : پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے ایک جماعت قلیلہ کے سوا کسی نے پاؤں کے مسح کا قول نہیں کیا. تحقیق یہ ہے کہ اس جماعت قلیلہ نے اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا ۔	۱	۱۶
۷	**مسئلہ** : اگر لب خُوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کُلی نہ کی وضو نہ ہوگا ۔	۲	۱۷
۸	**مسئلہ** : بھنویں مونچھیں بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضوء میں فرض ہے ۔	۳	۱۷
۹	**مسئلہ** : وضوء میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے ۔	۱	۱۸
۱۰	**مسئلہ** : سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں اُن کا مسح کافی نہیں ۔	۳	۱۸
۱۱	**مسئلہ** : ٹوپی یا دوپٹا اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں ۔	۴	۱۸
۱۲	**مسئلہ ضروریہ** : مُنہ ہاتھ پاؤں کے ذرّے ذرّے پر پانی بہنا فرض ہے. فقط بھیگا ہاتھ پہنچنا فرض نہیں کم از کم ہر پُرزے پر سے دو قطرے بہیں.	۱	۱۹
۱۳	**مسئلہ** : تحقیق جلیل کہ مواضع ضرورت میں جس طرح بے اطلاع مٹی گارے کا لگارہ جانا مانع وضوو غسل نہیں یونہی سخت چیزوں مثلاً آٹے وغیرہ کا بھی ۔	۳	۱۹
۱۴	**مسئلہ** : وضوء وغسل میں ایسا واجب کوئی نہیں جس کے نہ کرنے سے گنہگار ہو مگر طہارت ادا ہو جائے ۔	۳	۲۰
۱۵	**مسئلہ** : ہمارے مذہب میں بسم اللہ سے وضو کی ابتدا ء صرف سنّت ہے واجب نہیں اگرچہ امام ابن الہمام کا خیال وجوب کی طرف گیا ۔	۴	۲۰
۱۶	**مسئلہ** : مسواک کا طول بالشت بھر سے زیادہ نہ چاہیے ۔	۲	۲۴
۱۷	**مسئلہ** : وضو کا پانی روزِ قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائیگا ۔	۱	۲۵
۱۸	**مسئلہ** : وضو یا غسل میں پانی سے ہاتھ نہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور اس بارے میں جو حدیث آئی ہے کہ وہ شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے ۔	۴	۲۷
۱۹	**مسئلہ** : پانی سے استنجے کے بعد کپڑے سے خوب صاف کرلینا مستحب ہے کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ خشک ہو جائے ۔	۵	۲۹

۲۰	**مسئلہ** : جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اس سے باقی اعضاء نہ پونچھے ۔	۶	۲۹
۲۱	**مسئلہ** یہ یاد ہے کہ بیت الخلا میں گیا اور قضاءِ حاجت کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ پیشاب وغیرہ کچھ ہوا یا نہیں تو یہی ٹھہرائیں گے کہ ہوا تھا وضو لازم ہے ۔	۵	۱۳۲
۲۲	**مسئلہ** : وضو کے لیے پانی لے کر بیٹھنا یاد ہے مگر وضو کرنا یاد نہیں تو یہی قرار دیں گے کہ وضو کر لیا ۔	۶	۱۳۲
۲۳	**مسئلہ** : جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے اسے جو ریح آئے احتیاطاً وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہو ۔	۷	۱۳۲
۲۴	**مسئلہ** : وضو کی ابتدا میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں سنت یہ ہے کہ منہ دھونے کے بعد جو ہاتھ دھوئے اس میں پھر دونوں کفدست کو شامل کرلے سرِ ناخن سے کہنیوں کے اُوپر تک تین بار دھوئے ۔	۵	۱۴۵
۲۵	**مسئلہ** : بدن پر کوئی نجاست ہو مثلاً تر خارش ہے یا زخم یا پھوڑا یا پیشاب کے بعد بے استنجا سو رہا کہ پسینہ آکر تری پہنچنے کا احتمال ہے جب تو گٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا سُنّتِ مؤکدہ ہے اگرچہ سویا نہ ہو جبکہ ہاتھ کا اس نجاست پر پہنچنا محتمل ہو اور اگر بدن پر نجاست نہیں تو ان کا دھونا سنت ہے مگر مؤکدہ نہیں اگرچہ سو کر اٹھا ہو یُونہی اگر نجاست ہے اور اس پر ہاتھ نہ پہنچنا معلوم ہے یعنی جاگ رہا اور یاد ہے کہ ہاتھ وہاں نہ پہنچے تو اس صورت میں بھی سنتِ موکدہ نہیں ، ہاں سنت مطلقاً ہے	۱	۱۴۶
۲۶	**مسئلہ** : مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت وحصول ثواب کے لیے کافی نہیں ، ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھر کھرا کپڑا ادائے سنت کر دے گا اور عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو جب بھی مِسی کافی ہے ۔	۲	۱۴۸
۲۷	**مسئلہ** : مسواک دھو کر کی جائے اور کر کے دھو لیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو ۔	۱	۱۵۵
۲۸	**مسئلہ** : سب کے لیے غسل و وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے ، ایک شخص دیو قامت ہے ایک نہایت نحیف و دُبلا پتلا ، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھنگنا ، ایک بدن نرم و نازک و تر ہے دوسرا خشک کھرا ، ایک کے تمام اعضاء پہ بال ہیں دوسرے کا بدن صاف ، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	دوسرا ایے ریشہ یا چند بال۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال انبوہ دوسرے کا سر منڈا ہوا ان سب کے لیے ایک مقدار کیونکر ممکن بلکہ شخص واحد کے لیے فصلوں اور شہروں اور عمر و مزاج کے تبدل سے مقدار بدل جاتی ہے۔ برسات میں بدن میں تری ہوتی ہے۔ پانی جلد دوڑتا ہے، جاڑے میں خشکی ہوتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔	۴	۱۶۱
۲۹	**مسئلہ:** انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضوء میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دیے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔	۴	۱۷۲
۳۰	**مسئلہ:** وضوء میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے، بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔	۵	۱۷۲
۳۱	**مسئلہ:** اعضاء کا مل مل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔	۶	۱۷۲
۳۲	**مسئلہ:** اعضاءِ وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	۷	۱۷۲
۳۳	**مسئلہ:** وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتداء کرنا سنّت ہے، اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔	۱۲	۱۷۲
۳۴	**مسئلہ:** جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا یونہی مضمضہ و استنشاق میں بھی یعنی سنّت ہے کہ پہلے کلی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔	۱۳	۱۷۲
۳۵	**مسئلہ:** وضو میں کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو گنہ گار ہوگا۔ یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کلیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جو کی ناک کو چھوجاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہ گار ہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سِرے سے نہ غسل ہو گا نہ نماز۔	۱	۱۷۴
۳۶	**مسئلہ:** وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہ گار ہوگا اس میں نیت سنّت مؤکدہ ہے۔	۱	۱۷۷
۳۷	**مسئلہ:** طہارت میں ہر عضو کا پورا تین بار دھونا سنتِ مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہ گار ہوگا۔	۲	۱۷۷
۳۸	**مسئلہ:** پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی		

بہ جانا معتبر ہے مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کہ تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھرا
دوبارہ دوسری تہائی دُھلی سہ بارہ تیسری، تو یہ ایک ہی بار دھونا ہُوا ہر بار پورے ہاتھ
پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہ گار
ہوگا اور اگر سو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصے پر کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا
تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ٣ ١٧٧

٣٩ **مسئلہ:** اگر پانی کم ہو یا سردی سخت ہو یا اور کسی ضرورت کے لیے پانی درکار ہے۔
اس وجہ سے اعضاء ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔ ٤ ١٧٧

٤٠ **مسئلہ:** بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی
نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لیے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کر چکا ہو بغیر
اس کے تجدیدِ وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب
ہے ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا
کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی
ہیں، اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔ ١ ١٨٥

٤١ **مسئلہ:** ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔ ٤ ١٨٥

٤٢ **مسئلہ:** وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔ ٥ ١٨٧

٤٣ **مسئلہ:** بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا
دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات
ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔ ٣ ١٨٩

٤٤ **مسئلہ:** وضو میں جلدی نہ چاہیے بلکہ درنگ و احتیاط کے ساتھ کرے عوام میں جو
مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا، نماز بوڑھوں کی سی۔ یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔ ٥ ٢٠٨

٤٥ **مسئلہ:** مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً
جاڑے میں۔ ١ ٢٠٩

٤٦ **مسئلہ:** ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپکنا موقوف
ہو جائیں تاکہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔ ٣ ٢٠٩

٤٧ **مسئلہ:** سنت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخن کی طرف سے کہنیوں اور گٹوں کے

	اوپر تک ڈالے اُدھر سے اِدھر کو نہ لائیں ۔	۴	۲۱۰
۴۸	**مسئلہ:** سنّت ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دے لے ۔	۲	۲۱۲
۴۹	**مسئلہ:** دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اس کا دستہ تھامے اس کے مُنہ پر ہاتھ نہ رکھے ۔	۲	۲۱۴
۵۰	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے ۔	۳	۲۱۴
۵۱	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ وضو مٹّی کے برتن سے کرے ۔	۴	۲۱۴
۵۲	**مسئلہ:** مُنہ دھونے میں نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر، یہ سب افعال جُہّال کے ہیں بلکہ باہستگی بالائے پیشانی سے ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے ۔	۱	۲۱۹
۵۳	**مسئلہ ضروریہ:** خود پانی کا تمام عضو پر بہنا ضرور ہے اگر ہاتھ یا پاؤں کے نیچے پر پانی ڈالا کُہنیوں گٹوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہُوا بلکہ چُپڑنا ہوا ۔	۲	۲۱۹
۵۴	**مسئلہ:** کھانے سے پہلے کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا، تین کُلیاں کرنا سنت ہے اگرچہ وضو ہو ۔		
۵۵	**مسئلہ:** وضو میں منہ سے گرتا ہُوا پانی مثلاً کلائی پر لیا اور بہالیا اس سے وضو نہ ہوگا اور غسل میں مثلاً سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں گزرے گا پاک کرتا جائیگا وہاں نئے پانی کی ضرورت نہیں ۔	۲	۲۳۹
۵۶	**مسئلہ:** آدمی وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کر سکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا ۔	۴	۲۴۸
۵۷	**مسئلہ:** جس نے خود ہی قصد کیا کہ آدھا وضو کرے گا وہ ان افعال پر ثواب نہ پائیگا ۔	۵	۲۴۸
۵۸	**مسئلہ:** یُونہی جو وضو کرنے بیٹھا اور بلاعذر ناقص چھوڑ دیا وہ بھی جتنے افعال بجالایا اُن پر مستحقِ ثواب نہ ہونا چاہیے ۔	۶	۲۴۸
۵۹	**مسئلہ:** سارے سر کا مسح سنّت ہے اور اس کا جو یہ طریقہ بعض نے رکھا ہے کہ ہر ہاتھ کی تین اُنگلیاں سر کے اگلے حصّے پر رکھے انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی اور ہتھیلی نہ لگائے اُن چھ انگلیوں کو آگے سے گُدّی تک وسطِ سر پر لے جائے اور ہتھیلیوں سے سر کی کروٹوں		

	پر مسح کرے، اور کانوں کے پچھلے حصے کو انگوٹھوں اور اگلے کو انگشتانِ شہادت کے پیٹ اور گردن کے پچھلے حصہ کو انگلیوں کی پشت سے مسح کرے۔ اس طریقہ کی کچھ حاجت نہیں اس میں تکلفات ہیں اور وہ بھی بلا وجہ بلکہ سارے ہاتھ سر کے آگے سے گُدّی تک کھینچ لے جائے یُوں کہ سر کے اگلے حصے میں وسطِ سر پر دونوں طرف انگلیاں رکھے اور سر کی کروٹوں پر ہتھیلیاں۔ اس میں سر کا استیعاب ہو جائیگا۔	۴	۲۵۸
٦٠	**مسئلہ:** ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی جائے کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔	۵	۲۵۸
٦١	**مسئلہ:** یُوں ہی دو انگلیوں سے بھی مسح نہ ہوگا۔ ہاں تین انگلیاں رکھ کر اتنی کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہو جائے تو مسح ہو جائیگا۔	۱	۲۵۹
٦٢	**مسئلہ:** تین انگلیوں کے پُورے سر کو لگائے اور اس قدر کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہو گئی تو مسح نہ ہوگا یعنی جبکہ تری چہارم سر تک پہنچنے سے پہلے فنا ہو گئی ہو۔	۲	۲۵۹
٦٣	**مسئلہ:** انگلیوں کے پورے سر پر رکھ کر کھینچے یہاں تک کہ چہارم سر کی مقدار تک پہنچ گئے۔ اگر اخیر تک پوروں سے پانی ٹپکتا رہا تو بالاتفاق مسح ہو گیا اور اگر بیچ میں تقاطر فنا ہو گیا جب بھی صحیح یہ ہے کہ مسح ہو جائے گا یعنی جبکہ تری اخیر تک رہی ہو اگرچہ بوندیں ٹپکنا موقوف ہو گیا ہو۔	۳	۲۵۹
٦٤	**مسئلہ:** اگر سر پر مینہ کی بُوندیں اتنی گریں کہ چہارم سر بھیگ گیا مسح ہو گیا اگرچہ اس شخص نے نہ ہاتھ لگایا نہ قصد کیا۔	۶	۲۵۹
٦٥	**مسئلہ:** مسح کے لیے ہاتھ کی ضرورت نہیں اگر لکڑی بھگو کر سر پہ پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔	۱	۲۶۰
٦٦	**مسئلہ:** اگر ایک انگلی بھگو کر سر پہ رکھے اور دوبارہ بھگو کر سر کی دوسری جگہ اور اس طرح مکرر کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو تری پہنچ گئی مسح ہو گیا۔	۵	۲۶۰
٦٧	**مسئلہ:** اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے چہارم سر کے قدر بھیگ گیا مسح ہو گیا۔	۳	۴۱۰
٦٨	**مسئلہ:** اتنے گرم یا اتنے سرد پانی سے وضو مکروہ ہے جو بدن پر اچھی طرح نہ ڈالا جائے، تکمیلِ سنّت نہ کرنے دے اور اگر کوئی فرض پورا کرنے سے مانع ہوا تو وضو		

	ہی نہ ہوگا۔	۱	۴۱۲
۶۹	**مسئلہ:** عورت نے جس پانی سے وضو وغیرہ کوئی طہارت کی اس سے بچے ہوئے پانی سے طہارت مکروہ ہے۔	۵	۴۱۲
۷۰	**مسئلہ:** وضو میں مستحب ہے کہ اگر آفتابہ دستہ دار ہو دستہ تین پانیوں سے دھولے اور اعضا دھوتے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے آفتابہ کے سر پر نہیں۔	۳	۴۵۵
۷۱	**مسئلہ:** اگر سر پر تیل ،غیرہ کوئی رقیق بے جرم دوا لگی ہے تو اُسی پر مسح جائز ہے۔ اور اگر جرم دار ہے تو اس سے بچا کر چہارم سر کا مسح کرے اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔	۱	۴۶۳
۷۲	**مسئلہ:** گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۴	۴۶۴
۷۳	**مسئلہ:** وضو کرنے بیٹھا چلو میں پانی لیا اُس کے بعد حدث واقع ہوا، یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کرسکتا ہے۔	۲	۶۰۶
۷۴	**مسئلہ:** وضو میں منہ دھولیا پھر لپ میں پانی کلائیاں دھونے کو لیا کہ حدث واقع ہوگیا منہ کی طہارت جاتی رہی مگر اس پانی کو کلائیاں دھونے میں استعمال کرسکتا ہے	۵	۶۰۶
۷۵	**مسئلہ:** ہاتھ دھولیے پھر پانی منہ دھونے کو لپ میں لیا کہ حدث ہوگیا یہ پانی منہ دھونے میں صرف ہوسکتا نہ چاہیے۔	۷	۶۰۶
۷۶	**مسئلہ:** غسل یعنی دھونا اور مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنا جمع ہوسکتے ہیں کہ جس عضو کا دھونا مضر ہو مسح کرے اوروں کو دھوئے بلکہ ایک ہی عضو میں جتنے ٹکڑے کو پانی ضرر دیتا ہو اُتنے پر مسح کرے باقی کو دھوئے۔	۴	۶۴۷
۷۷	**مسئلہ:** پاؤں دھونا اور مسحِ موزہ جمع نہیں ہوسکتے یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے اور ایک میں موزہ پر مسح کرے۔	۵	۶۴۷
۷۸	**مسئلہ:** دھونا اور پٹی کا مسح جمع ہوسکتے ہیں مثلاً ایک ہاتھ یا پاؤں پر پٹی بندھی ہے اس کا مسح کریں اور دُوسرا دھوئیں یا ایک ہی عضو میں جہاں تک پٹی ہے اِس پر مسح باقی کا غسل۔	۶	۶۴۷
۷۹	**مسئلہ:** سردی وغیرہ سے اعضا پھٹ گئے دھو سکے دھوئے ٹھنڈا پانی نقصان کرے تو گرم پانی اگر کرسکتا ہو کرنا واجب، اگر گرم سے بھی نقصان ہو تو		

مسح کرے اگر مسح بھی نقصان دے تو اس پر جو پٹّی بندھی یا دوا کا ضماد ہے اُس پر پانی
بہائے، یہ بھی ضرر دے تو اس پٹّی یا ضماد پورے پر مسح کرے اس سے نقصان ہو تو
چھوڑ دے، معاف ہے۔ ۴ ۶۴۸

۸۰ **مسئلہ**: ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا مرہم گوند پتّے کا پوست بندھا ہے اگر خود
ناخن کا دھونا یا مسح کرنا مضر ہو یا وہ تو مضر نہیں مگر دوا کا چھڑانا مضر ہے تو دوا پر
پانی بہائے اس سے ضرر ہو تو دوا پر مسح کرے، اس سے نقصان ہے تو معاف۔ ۶ ۶۴۸

۸۱ **مسئلہ**: پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے۔ ۱ ۶۴۹

۸۲ **مسئلہ**: کافر وضو کرکے یا نہا کر اسلام لایا اور اس وضو یا غسل کے بعد حدث
نہ ہوا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳ ۶۶۲

۸۳ **مسئلہ**: سر اور موزوں کے مسح میں بھی ایک بار مسح کرے تو اکثر کف سے ہونا
شرط ہے مگر اگر ایک انگلی بار بار تر کرکے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر
کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہوگیا۔ ۲ ۷۲۲

۸۴ **مسئلہ**: وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی ساری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے
تک تر کرے (لوگ جو فقط انگلیاں بھگو لیتے ہیں، نہ چاہیے) پھر دونوں انگوٹھے اور کلمے
کی انگلیاں اور ہتھیلیاں جدا رکھ کر باقی تین تین انگلیاں پوری (نہ فقط پورے جس طرح
جاہل کرتے ہیں) پیشانی پر رکھ کر آخر سر تک (ہاتھ جما کر) پھیرے (نہ جس طرح جاہل
چھچلتے ہوئے ہاتھ لے جاتے ہیں کہ کہیں لگے کہیں نہیں) پھر سر کی دونوں کروٹیں دونوں
ہتھیلیوں سے مسح کرے اور کانوں کا پچھلا حصّہ دونوں انگوٹھوں کے پیٹ سے مسح کرے
اور اگلا حصہ کلمے کی انگلیوں کے پیٹ سے اور ہتھیلیوں کی پشت گردن پر پھیرے۔ ۵ ۷۲۹

۸۵ **مسئلہ**: اگر سر کے مسح میں انگلیوں کی تری ختم ہوگئی کانوں کے مسح کو نئی تری
لینی ہوگی۔ ۱ ۷۳۰

۸۶ **مسئلہ**: مسح سر میں ادائے سنّت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصّے
پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گُدّی تک کھینچتا لے جائے۔ ۲ ۷۳۰

۸۷ **مسئلہ**: وضو کیا لوٹے میں پانی بچ رہا وہ دوسرے وضو میں کام آسکتا ہے،
لوگ جو اسے پھینک دیتے ہیں یہ حرام ہے۔

۸۸	**مسئلہ** : مسح کہ وضو میں ہے، اُس سے مراد تری پہنچنا ہے کسی طرح ہو۔ اگر سر دھو لیا یا غوطہ لگایا یا مینہ سر پر پڑا مسح ادا ہو گیا۔	۲	۸۱۶
۸۹	**مسئلہ** : وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا مکروہ خلافِ سُنّت ہے اگرچہ فرضِ مسح ادا ہو جائیگا۔	۵	۸۱۶

فصل فی النواقض

۱	**مسئلہ** : وضو کرتے وقت ناقضِ وضو واقع ہو تو نئے سرے سے وضو کرے۔	۱	۳۱
۲	**مسئلہ** : پانی چُلّو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنّف کی تحقیق کہ یہ خلاف صحیح ہے وہ چُلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔	۲	۳۲
۳	**مسئلہ** : زکام کتنا ہی ہے وضو نہیں جاتا۔	۱	۳۴
۴	**مسئلہ** : بلغم کی قے کتنی ہی کثیر ہو وضو نہیں جائیگا۔	۲	۳۴
۵	**مسئلہ** : آنکھیں دُکھنے یا ڈھلکے میں جو آنسو بہے یا آنکھ، کان، چھاتی، ناف وغیرہ سے دانے ناسور خواہ کسی مرض کے سبب پانی بہے وضو جاتا رہے گا۔	۴	۳۴
۶	**مسئلہ** : یہ کلیہ ہے کہ جو رطوبت بدن سے بہے اگر نجس نہیں تو ناقضِ وضو بھی نہیں۔	۷	۳۵
۷	**مسئلہ** : شراب کی قے بھی اگر منہ بھر کر نہ ہو ناقضِ وضو نہیں۔	۳	۳۶
۸	**مسئلہ** : تحقیق یہ ہے کہ درد اور مرض سے جو کچھ بہے اُس وقت ناقض ہے کہ اُس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کا احتمال ہو۔	۲	۳۷
۹	**مسئلہ** : ناف سے زرد پانی بہ کر نکلے وضو جاتا رہے۔	۳	۳۷
۱۰	**مسئلہ** : دانے کا پانی اگرچہ صاف ستھرا ہو صحیح یہ کہ وہ بھی ناپاک اور ناقضِ وضو ہے۔	۴	۳۷
۱۱	**مسئلہ** : اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے ناپاک و ناقضِ وضو ہے۔	۵	۳۷
۱۲	**مسئلہ** : تحقیق یہ ہے کہ درد یا علت سے جو رطوبت بہے اس میں صرف احتمال خون وریم ہونا ہی وجوبِ وضو کو کافی ہے اگرچہ فتح وحلیہ میں استحباب مانا۔	۱	۳۸

۱۳	مسئلہ: دانے سے جو صاف ستھرا پانی نکلے متعدد روایات ہیں پاک ہے اور اس سے وضو نہیں جاتا۔ کھجلی والوں کو اس میں بہت وسعت ہے بحالِ ضرورت اس پر عمل کر سکتے ہیں اگرچہ قولِ صحیح اس کے خلاف ہے۔	۲	۳۹
۱۴	مسئلہ: بدن سے نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائے گا۔	۳	۳۹
۱۵	مسئلہ: نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہے گا اگرچہ صاف سفید پانی ہو۔	۴	۳۹
۱۶	مسئلہ: بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۳۹
۱۷	مسئلہ: جسے ناک سے خون جاتا ہو اُسی حالت میں اُسے زکام ہو اور ریزش سرخی لیے نکلے اگرچہ اُس وقت خون بہنا معلوم نہیں ہوا اُس کی یہ ریزش بھی ناقضِ وضو ہے۔	۱	۴۰
۱۸	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ جو چیز عادتاً بدن سے بہا کرتی ہو اور اُس سے وضو نہ جاتا ہو، جیسے آنسو، پسینہ، دودھ، بلغم، ناک کی ریزش وہ اگرچہ کتنی ہی کثرت سے نکلے ناقضِ وضو نہیں اگرچہ اس کی یہ کثرت بجائے خود ایک مرض گنی جاتی ہو	۳	۴۰
۱۹	مسئلہ: خون چھنکا انگلی سے چھوا اور اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت مانجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا کوئی چیز دانت سے کاٹی اور اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سُرخی آگئی وہ خون آپ جگہ سے ہٹنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائیگا اور وُہ خون بھی پاک ہے۔	۱	۴۱
۲۰	مسئلہ: خون یا ریم آبلے کے اندر سے بہ کر آبلے کے مُنہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائے گا۔	۲	۴۱
۲۱	مسئلہ: خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چپک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہوا نہ وضو گیا۔	۳	۴۱
۲۲	مسئلہ: یہی حکم چھنکے ہوئے خون کا ہے کہ نہ اُس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط۔	۴	۴۱
۲۳	مسئلہ: خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور درم بھر سے زائد ہو تو کپڑا ابھی نجس ہو جائے گا۔	۵	۴۱
۲۴	مسئلہ: سُوئی چُبھ کر خواہ کسی طرح خون کی بُوند اُبھری اور ہولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں، تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔	۶	۴۱
۲۵	مسئلہ: خون یا ریم اُبھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اُسے کپڑوں سے پونچھ لیا دیر دیر		

	کے بعد بار بار ایسا ہی ہُوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا۔ ہاں اگر ایک ہی جلسے میں بار بار اُبھرا اور پُونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو تب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے۔	۷	۴۱
۲۶	**مسئلہ** : خون اُبھرا اور اس پر مٹی ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا اُبھرا کہ مل کر بہ جاتا۔	۱	۴۲
۲۷	**مسئلہ** : ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خُون اُبھرا یہ جمع ہو کر بہ جاتا ہے یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔	۲	۴۲
۲۸	**مسئلہ** : ناپاک سُرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے	۳	۴۲
۲۹	**مسئلہ** : خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اُسے کپڑے سے پُونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہو گا۔	۴	۴۲
۳۰	**مسئلہ** : ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصّے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائیگا۔	۵	۴۲
۳۱	**مسئلہ** : زخم پر پٹّی بندھی ہے اُس میں خُون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی تو بہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹّی ناپاک۔	۶	۴۲
۳۲	**مسئلہ** : قطرہ اُتر آیا یا خُون وغیرہ ذَکر کے اندر بہا جب تک اُس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائیگا، اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔	۱	۴۳
۳۳	**مسئلہ** : فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوّت مظنون نہ ہو۔	۲	۴۳
۳۴	**مسئلہ** : قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے پھر اگر چند بار میں تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے مُنہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو اور اگر متلی تھم گئی تھی اور پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔	۳	۴۶
۳۵	**مسئلہ** : فرج داخل میں خونِ حیض وغیرہ کوئی نجاست اتر آئے جب تک اس کے منہ سے تجاوز کر کے فرج خارج میں نہ آئے گی غسل یا وضو کچھ واجب نہ ہو گا۔	۲	۵۴
۳۶	**مسئلہ** : نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔	۳	۵۵

٣٧ **مسئلہ:** جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو
وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چوسا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا۔ یونہی کھٹمل یا مچھر کے
کاٹنے سے وضو نہیں جاتا۔ ١ ٥٦

٣٨ **مسئلہ:** ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے اور اُسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور
وہ اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا صحیح بدن کی طرف بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا
وضو نہ گیا۔ اور مصنّف کی تحقیق یہ ہے کہ جاتا رہے گا، اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کر سکتے
ہو تو بالاتفاق ناقض وضو ہوگا۔ ٣ ٥٧

٣٩ **مسئلہ:** زخم اگرچہ جسم کے اندر دُور تک پھیلا ہو اور صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے
گہراؤ میں خون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا
اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔ ٥ ٦١

٤٠ **مسئلہ:** زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دُور تک پھیلا ہوا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی
طرح دراز و باریک ہے کہ اُس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ
اس کا حکم بھی اُسی محض اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں اور
اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں اور اگر اس کے
بالائی کنارے تک اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے
نہ بڑھے۔ ١ ٦٢

٤١ **مسئلہ:** کھلا ہوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے۔ ظاہر یہ ہے
کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے اگر اس کے اندر خون وغیرہ اُبلے کہ
اُس کے کناروں تک آجائے یا صرف اس کے بالائی حصّے پر اُبل کر اُس کے اندر اندر رہے
باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائیگا نہ وہ خون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دورہ کر رہا ہے۔ ٢ ٦٢

٤٢ **مسئلہ:** صاحبِ ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی
دفعہ کا نکلا ہُوا بہنے کے قابل نہ ہو اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہو جائے اصلاً ناقض وضو
نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلافِ مشہور و مخالف جمہور ہے۔ بے ضرورت اس
پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خون یا ریم قلیل
نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسہ واحدہ کا جمع کیے سے

ہوجاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیقِ کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک پہنچا
اس کے لیے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔ ٦٢ ٣

٤٣ **مسئلہ:** گھٹنے یا اور ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔ ٦٦ ١

٤٤ **مسئلہ:** دوڑنے یا کُودنے سے وضو نہیں جاتا۔ ٦٧ ٣

٤٥ **مسئلہ:** کتنی ہی بلندی پر سے گر پڑے وضو نہ جائیگا مگر یہ کہ خون وغیرہ کچھ خارج ہو
یا بے ہوش ہوجائے۔ ٦٧ ٤

٤٦ **مسئلہ:** جب تک ہوش باقی ہیں طبیعت کسی قدر کسی کام میں مشغول ہو وضو نہ جائیگا
جیسے کتاب کا مطالعہ یا یادِ الٰہی کا مراقبہ۔ ٦٧ ٥

٤٧ **مسئلہ:** بوجھ اٹھانے یا گر پڑنے یا کسی وجہ سے منی بے شہوت اپنے محل سے جُدا
ہوکر نکل گئی وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔ ٦٧ ٧

٤٨ **مسئلہ:** پھڑیا بالکل اچھی ہوگئی اور اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر
منہ اور اندر خلا ہے، نہانے میں اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکال دیا وضو نہ جائے گا
نہ وُہ پانی ناپاک ہوا۔ ٦٧ ٨

٤٩ **مسئلہ:** پھڑیا میں اگر ابھی خون وغیرہ رطوبت باقی ہے نہانے کا پانی اس میں بھرا
اور بہہ کر نکلا وضو جاتا رہے گا کہ وُہ پانی نجس ہوگیا۔ ٦٨ ٢

٥٠ **مسئلہ:** پانی پیا اور معدے میں اتر گیا اور معاً قے ہوکر ویسا ہی صاف نتھرا
پانی نکل گیا وضو جاتا رہا جبکہ منہ بھر کر ہو اور وہ پانی بھی ناپاک ہے۔ ٦٨ ٣

٥١ **مسئلہ:** اگر معاذ اللہ کیڑے قے ہوئے یا سانپ، وضو نہ جائے گا اگرچہ
منہ بھر کر ہو۔ ٦٨ ٦

٥٢ **مسئلہ:** کُرسی مُونڈھے پہ پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا سوگیا وضو نہ گیا مگر یورپین
ساخت کی کرسی جس کی وسط نشست گاہ میں ایک بڑا سوراخ رکھتے ہیں اس پر سونے سے
جاتا رہے گا۔ ٧١ ٣

٥٣ **مسئلہ:** گھوڑے پر زین ہے اس کی سواری میں سوگیا وضو نہ جائے گا اگرچہ
ڈھال میں اترتا ہو۔ ٧١ ٤

٥٤ **مسئلہ:** ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور سوگیا تو اگر راستہ ہموار یا چڑھائی ہے

وضو نہ جائے گا اُتار ہے تو جاتا رہے گا ۔ ۷۱ | ۵

۵۵ **مسئلہ :** اگر دیوار وغیرہ سے تکیہ لگایا ہے اور اتنا غافل سو گیا کہ وہ شئے ہٹالی جائے
تو گر پڑے گا فتوٰی اس پر ہے کہ یوں بھی وضو نہ جائے گا جب کہ دونوں سرین خوب
جمی ہوں ۔ ۷۱ | ۶

۵۶ **مسئلہ :** قیام، قعود، رکوع، سجود نماز کی کیسی ہی حالت پر سو جائے اگرچہ غیر نماز
میں اس ہیأت پر ہو وضو نہ جائیگا مگر قعود میں وہی شرط جو کہ دونوں سرین جمے ہوں اور
سجود کی شکل وہ ہو جو مردوں کے لیے سنّت ہے کہ بازو پہلو سے جدا ہوں اور پیٹ
رانوں سے الگ ۔ ۷۱ | ۷

۵۷ **مسئلہ :** ظاہراً کاٹھی کا حکم بھی ننگی پیٹھ کی طرح ہے اور یورپین ساخت کی کاٹھی
جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اس پر سونے سے مطلقاً وضو جاتا رہے گا ۔ ۷۱ | ۹

۵۸ **مسئلہ :** خاص نماز کے سجدے میں بھی اگر اس وضع پر سویا کہ کلائیاں زمین پر
بچھی ہیں پیٹ رانوں سے لگا ہے پنڈلیاں زمین سے ملی ہیں جیسے عورتوں کا سجدہ
ہوتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اسے یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ عورت سجدے میں سوئے
تو وضو ساقط اور مرد سوئے تو باقی ۔ ۷۱ | ۱۰

۵۹ **مسئلہ :** گرم تنور کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سو گیا تو مناسب ہے
کہ وضو کرے ۔ ۷۲ | ۱

۶۰ **مسئلہ :** بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وضو نہ رہا ۔ ۷۲ | ۳

۶۱ **مسئلہ :** نماز میں سونے کا کلیہ یہ ہے کہ اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں
وضو نہیں جاتا تو نہ وضو جائے نہ نماز فاسد ہو، ہاں اگر رکن بالکل سوتے میں ادا کیا
اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن
میں نیند آگئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا اگر وہ بقدر ادائے رکن تھا کافی ہے ان
احکام میں قصداً سونا اور بلا قصد سو جانا برابر ہے ۔ اور اگر ان دس صورتوں پر سویا جن
میں وضو جاتا رہتا ہے تو وضو تو گیا ہی پھر اگر قصداً سویا تو نماز بھی فاسد ہوگی ورنہ
وضو کرے جہاں سویا وہاں سے باقی نماز ادا کر سکتا ہے ۔ ۷۲ | ۴

۶۲ **مسئلہ :** اونگھنے سے وضو نہیں جاتا جبکہ ہوشیاری کا حصہ غالب ہو ۔ ۷۲ | ۵

٦٣	**مسئلہ**: بیٹھے بیٹھے نیند کے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا اگرچہ کبھی ایک سرین اُٹھ جاتا ہو۔	٦	٧٢
٦٤	**مسئلہ**: جھوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔	٧	٧٢
٦٥	**مسئلہ**: ان دسوں صورتوں میں جن سے وضو جاتا ہے یہی قید ہے کہ انھیں صورتوں پر سونا پایا جائے ورنہ اگر سویا اس صورت پر کہ وضو نہ جاتا اور نیند میں اس شکل پر آگیا جس میں جاتا ہے مگر معاً شکل پیدا ہوتے ہی بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ جائے گا۔	٨	٧٢
٦٦	**مسئلہ**: نیند خود ناقضِ وضو نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ سوتے میں خروجِ ریح کا ظنِ غالب ہے۔	٣	٩٠
٦٧	**مسئلہ**: جنون سے وضو جاتا رہتا ہے۔	٢	٩٢
٦٨	**مسئلہ**: نمازِ جنازہ کے سوا اور نماز میں بالغ آدمی جاگتے میں ایسا ہنسے کہ اوروں تک ہنسی کی آواز پہنچی تو وضو بھی جاتا رہے گا۔	٣	٩٢
٦٩	**مسئلہ**: بوہرا ہوجانا یعنی دماغ میں معاذ اللہ خلل پیدا ہونے سے فاسد ہوجائے آدمی کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی پاگلوں کی سی مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالیاں دیتا نہ ہو تو اس حالت کے پیدا ہونے سے وضو نہیں جاتا۔	٥	٩٢
٧٠	**مسئلہ**: غش و بیہوشی سے وضو جاتا ہے مگر یہ خود ناقضِ وضو نہیں بلکہ اُسی ظنِ خروجِ ریح وغیرہ کے سبب۔		
٧١	**مسئلہ**: جسے ریح کا عارضہ حدِ معذوری تک ہو اس کا وضو سونے سے نہ جانا چاہیے۔	٨	٩٣
٧٢	**مسئلہ**: سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادۂ وضو مستحب جب بھی ہے۔	٢	١٩٢
٧٣	**مسئلہ**: بغل کھجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اس میں بدبو ہو۔	٣	١٩٢
٧٤	**مسئلہ**: جذامی یا برص والے سے مس کرنے میں بھی جدید وضو مستحب ہے۔	٤	١٩٢
٧٥	**مسئلہ**: صلیب جسے نصارٰی پُوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چُھونے سے بھی نیا وضو چاہیے۔	٥	١٩٢
٧٦	**مسئلہ**: جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرنے میں واقع ہوں		

	تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔	۱	۱۹۳
۷۷	**مسئلہ**: علماء کا اختلاف ہے کہ نواقضِ وضو میں بھی نجاست حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے۔ شرع نے تخفیف کے لیے صرف وضو سے اس کا ازالہ مقرر فرمایا یا یہ نجاست فقط اعضاءِ وضو ہی میں ہوتی ہے راجح تر یہی قول دوم ہے۔ (مصنف کی اس مسئلہ میں تحقیق و تنقیح فتاوٰی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں)	۵	۲۵۴
۷۸	**مسئلہ**: راجح یہی ہے کہ حدثِ اصغر صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تخفیف کے لیے شرع نے صرف چار عضووں کی طہارت کو کُل بدن کی تطہیر فرما دیا جیسے جنابت کا تیمم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے وضو میں ایسا نہیں ولہذا اگر کوئی شخص وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے عزیمت و باعثِ ثواب نہ ہوگا بلکہ بدعت و مورثِ مواخذہ و عتاب۔	۲	۲۵۷
۷۹	**مسئلہ**: نمازِ جنازہ میں اگرچہ قہقہہ سے ہنسے وضو نہیں جاتا۔	۴	۲۵۷
۸۰	**مسئلہ**: دانتوں میں سے خون نکلا اگر سرخ ہے وضو جاتا رہا اور آبِ دہن کے خلط سے زرد ہے تو نہیں۔	۱	۵۲۲
۸۱	**مسئلہ**: نجاست کا اپنی قوت سے بہہ کر نکلنا ناقضِ وضو ہے اگرچہ اس کے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۱	۵۲۳
۸۲	**مسئلہ**: رقیق خون کی قے کی مطلقاً وضو جاتا رہے گا سر سے آیا ہو خواہ جوف سے، قلیل ہو یا کثیر۔	۲	۵۲۳
۸۳	**مسئلہ**: قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں	۳	۵۲۳
۸۴	**مسئلہ**: بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا خواہ کتنا ہی کثیر ہو۔	۴	۵۲۳
۸۵	**مسئلہ**: آمیزشِ آبِ دہن قلیل و کثیر یعنی رنگ کی زردی سرخی کا فرق اس خون میں ہے کہ خود منہ کے کسی حصے سے آئے وہ خون کہ سینے یا معدہ سے قے میں آئے امام زیلعی کی تحقیق میں مطلقاً ناقضِ وضو ہے اگرچہ منہ میں آکر آمیزشِ آبِ دہن سے زرد ہو جائے۔	۵	۵۲۳
۸۶	**مسئلہ**: ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جب تک کوئی ناقضِ وضو نہ صادر ہو۔	۱	۵۸۳

٨٧	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہے نجاست نہیں وللہ الحمد۔	١٥	٦١١
٨٨	مسئلہ: حدثِ اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	٥	٨١٥
٨٩	مسئلہ: اس کی تحقیق کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو ہے۔	٣	٨١٦

باب الغسل

١	مسئلہ: عورت کو غسل میں گندھی چوٹی کھولنی ضرور نہیں بالوں کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہے، ہاں چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے گا تو کھولنا ضرور ہے	١	١٥
٢	مسئلہ: اگر اعضا منہ پونچھنے سے ضرر ثابت ہو تو پونچھنا واجب تک ہو سکتا ہے۔	٤	٢٦
٣	مسئلہ: غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلّے میں رکھا جانا ظاہر ہے۔	٣	٢٩
٤	مسئلہ: غسل میں عورت کو مستحب ہے کہ فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھو لے ہاں واجب نہیں بغیر اس کے غسل اُتر جائے گا۔	١	٥٥
٥	مسئلہ: دانتوں کی جڑ یا کھڑکی میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑا کر کلی کرنا لازم ورنہ غسل نہ اُترے گا۔	١	٩٥
٦	مسئلہ: چونا یا مسی کی ریخیں جن کے چھڑانے میں ضرر ہو معاف ہیں	٢	٩٥
٧	مسئلہ: وضو و غسل میں غرغرہ سنّت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔	٣	٩٥
٨	مسئلہ: منہ کے ہر ذرہ پر حلق تک پانی بہنا اور دونوں نتھنوں میں ناک کی ہڈی شروع ہونے تک پانی چڑھنا غسل میں فرض اور وضو میں سنّتِ مؤکدہ ہے۔	٤	٩٥
٩	مسئلہ: ناک میں کوئی کثافت جمی ہو تو پہلے اس کا چھڑا لینا غسل میں فرض اور وضو میں سنت ہے۔	١	٩٦
١٠	مسئلہ: وضو و غسل میں سنّت ہے کہ ناک کی جڑ تک پانی چڑھائے مگر روزہ دار اس سے بچے ہاں تمام نرم بانسے تک چڑھانا اسے بھی ضروری ہے۔	٢	٩٦
١١	مسئلہ: مواضع احتیاط میں پانی پہنچنے کا ظنِ غالب کافی ہے یعنی دل کو اطمینان ہو کہ ضرر پہنچ گیا مگر یہ اطمینان نہ بے پرواہوں کا کافی ہے جو دیدہ و دانستہ بے احتیاطی کر رہے ہیں نہ وہمی وسوسہ زدہ کا اطمینان ضرور جسے آنکھوں دیکھ کر بھی یقین آنا مشکل بلکہ		

	متدین محتاط کا اطمینان چاہیے ۔	۱	۹۹
۱۲	مسئلہ: ہلتا ہوا دانت چاندی کے تار سے باندھنا یا مسالے سے جمانا جائز ہے اور اس وقت غسل میں اس تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ بہنا معاف ہونا چاہیے ۔	۳	۹۹
۱۳	مسئلہ: ناپاک سرمہ آنکھوں میں لگا لیا آنکھیں اندر سے دھونے کا حکم نہیں ۔	۱	۱۰۰
۱۴	مسئلہ: جب بدن کے بعض حصے پر پانی ضرر دیتا ہو بعض پر نہیں تو اکثر کا اعتبار ہے	۱	۱۰۱
۱۵	مسئلہ: بیماری وغیرہ سے غش آگیا یا معاذ اللہ نشہ سے بیہوش ہوا اس کے بعد جو ہوش آیا تو اپنے کپڑے یا بدن پر مذی پائی تو اس پر سوا وضو کے غسل نہ ہوگا اس کا حکم سوتے سے جاگ کر مذی دیکھنے کے مثل نہیں کہ وہاں غسل واجب ہوتا ہے ۔	۱	۱۰۹
۱۶	مسئلہ: انزال ہوا اور نہا لیا اس کے بعد پھر منی نکلی دوبارہ نہانا واجب ہوگا اگرچہ اس بار بے شہوت نکلی ہو مگر یہ کہ پیشاب کر چکا یا سو لیا یا زیادہ چل لیا اس کے بعد منی بے شہوت نکلی تو غسل کا اعادہ نہیں ۔	۴	۱۱۸
۱۷	مسئلہ: نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کر لی اس کے بعد اُتری تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہو گئی کہ اس وقت تک جنب نہ ہوا تھا ۔	۵	۱۱۸
۱۸	مسئلہ: رات کو احتلام ہوا جاگا تو تری نہ پائی وضو کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد منی باہر آئی تو غسل اب واجب ہوا اور نماز صحیح ہو گئی ۔	۶	۱۱۸
۱۹	مسئلہ: جاگا احتلام خوب یاد ہے مگر تری نہیں پھر مذی نکلی غسل نہ ہوگا	۱	۱۱۹
۲۰	مسئلہ: منی کو اپنے محل یعنی مرد کی پشت، عورت کے سینہ سے جُدا ہوتے وقت شہوت چاہیے پھر اگرچہ بلا شہوت نکلے غسل واجب ہوگا مثلاً احتلام ہو یا نظر یا فکر یا کسی اور طریق سوائے ادخال کے منی بشہوت اُتری اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا کہ نہ نکلنے دی یہاں تک کہ شہوت جاتی رہی یا بعض لوگ سانس اوپر چڑھا کر اُترتی ہوئی منی کو روک لیتے ہیں یا بعض میں ضعفِ شہوت کے سبب منی خیال بدلنے یا کروٹ لینے یا اُٹھ بیٹھنے یا پشت پر پانی کا چھینٹا دے لینے سے رُک جاتی ہے غرض کسی طرح شہوت کے وقت اترتی ہوئی منی کو روک لیا یا خود رُک گئی اور پھر جب شہوت جاتی رہی نکلی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک غسل واجب ہو جائے گا کہ اترتے وقت شہوت تھی اگرچہ نکلتے وقت نہ تھی اور امام ابویوسف کے نزدیک نہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے ہاں جب تک نکلے گی نہیں		

غسل بالاتفاق واجب نہ ہوگا کہ نکلنا ضرور شرط ہے۔ ۶ ۱۱۹

۲۱ **مسئلہ:** جماع یا احتلام پر سونے چلنے پھرنے یا پیشاب کرنے کے بعد جو اور منی بلاشہوت
نکلے اس سے غسل نہ ہوگا۔ اور چلنے کی بعض نے چالیس قدم تعداد بتائی اور صحیح یہ ہونا چاہیے
کہ جب اتنا چل لیا جس سے اطمینان ہو گیا کہ پہلی منی کا بقیہ ہوتا تو نکل چکتا اس کے بعد
بلاشہوت نکلی تو غسل نہیں۔ ۱ ۱۲۱

۲۲ **مسئلہ:** پیشاب کے بعد مرد پر استبراء واجب ہے یعنی وہ افعال کرنا جس سے اطمینان
ہو جائے کہ قطرات نکل چکے اب نہ آئیں گے مثلاً کھنکارنا یا ٹہلنا یا ران پر ران رکھ کر عضو
کو دبانا وغیرہ ذلک۔ اس میں ٹہلنے کی مقدار بعض نے چالیس قدم رکھی بعض نے یہ کہ چالیس
برس کی عمر تک اسی قدر اور زیادہ پر فی برس ایک قدم اور صحیح یہ کہ جہاں تک میں اطمینان
حاصل ہو خواہ چالیس سے کم یا زائد۔ ۱ ۱۲۲

۲۳ **مسئلہ:** وہ جو مسئلہ گزرا کہ پیشاب کے بعد منی اُترے تو غسل نہیں اس میں یہ شرط
ہے کہ اس وقت شہوت نہ ہو ورنہ یہ جدید انزال ہوگا۔ ۳ ۱۲۲

۲۴ **مسئلہ:** زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اس کے
سبب غسل نہ ہوگا۔ ۵ ۱۲۳

۲۵ **مسئلہ:** چوٹ لگنے یا گرنے یا بوجھ اٹھانے سے منی بے شہوت نکل جائے تو غسل نہ ہوگا
صرف وضو لازم ہوگا۔ ۲ ۱۲۵

۲۶ **مسئلہ:** عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی
غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ مگر بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں اگر خواب میں
انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے بعض فرماتے ہیں کہ اس وقت چت
لیٹی ہو تو غسل واجب۔ لہٰذا ان صورتوں میں بہتر یہ ہے کہ نہا لے۔ ۶ ۱۲۵

۲۷ **مسئلہ:** عورت کی ران پر جماع کیا اور منی اس کی فرج میں چلی گئی یا کنواری کی
فرج میں جماع کیا اور اس کی بکارت زائل نہ ہوئی تو ان دونوں صورتوں میں عورت
پر غسل نہ ہوگا، نہ اس کا انزال ثابت ہوا نہ اس کی فرج داخل میں حشفہ غائب ہوا
ورنہ بکارت جاتی رہتی، ہاں ان جماعوں سے اگر عورت کو حمل رہ گیا تو اب اس پر
اسی جماع سے غسل واجب ہونے کا حکم دیں گے اور آج تک جتنی نمازیں قبل غسل

پڑھی ہیں سب پھیرے کہ حمل رہ جانے سے ثابت ہوا کہ عورت کو خود بھی انزال ہو گیا
تھا ورنہ حمل نہ رہتا۔ ۸ ۱۳۰

۲۸ **مسئلہ:** بچہ بالکل صاف پیدا ہوا جس کے ساتھ خون کا اصلاً نشان نہیں، نہ بعد کو
خون آیا پھر بھی زچہ پر احتیاطاً غسل واجب ہے۔ ۸ ۱۳۲

۲۹ **مسئلہ:** جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسلِ جنابت کریں
اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک
سبقت کرے تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔ ۱ ۱۴۱

۳۰ **مسئلہ:** مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔ ۱ ۱۵۷

۳۱ **مسئلہ:** غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جب تک حدِ اسراف
بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔ ۲ ۱۵۷

۳۲ عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو
پانچ بار بہا سکتی ہے۔ ۳ ۱۹۵

۳۳ **مسئلہ:** میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔ ۴ ۲۲۸

۳۴ **مسئلہ:** جتنی جگہ کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے جب تک اس کا ایک ایک
ذرہ نہ دھلے دھوئے ہوئے عضو بھی باوضو یا بے جنابت نہ ٹھہریں گے مثلاً پاؤں
میں ایک ذرہ دھونے سے باقی ہے اور ہاتھ منہ خوب دھو لیے ہیں تو ابھی قرآن مجید
نہ ہاتھ سے چھو سکتا ہے نہ آستین یا دامن سے نہ جو جنب تھا ابھی تلاوت کر سکتا
ہے جب تک پاؤں کا بھی وہ ذرہ نہ دھو لے۔ ۴ ۲۴۶

۳۵ **مسئلہ:** نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت
ڈالنے اور ادب سکھانے کے لیے ہے ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں جاتا
نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔ ۳ ۲۴۷

۳۶ **مسئلہ:** ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسلِ جنابت نہیں
اترتا اسلام لائیں تو قواعدِ غسل سکھا کر تصحیحِ غسل لازم ہے ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔ ۱ ۳۳۱

۳۷ **مسئلہ:** کوئی شخص کہیں مہمان گیا صاحبِ خانہ کی عورتیں بھی اسی مکان میں ہیں رات
کو اسے نہانے کی حاجت ہونے کو تھی کہ اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا اور منی

نہ نکلنے دی جب شہوت جاتی رہی اس وقت چھوڑا کہ منی جو شہوت کے ساتھ اتری تھی
بلا شہوت باہر ہوئی اس صورت میں مذہب یہ ہے کہ غسل فرض ہوگیا کہ منی کا شہوت
کے ساتھ اُترنا ہی وجوبِ غسل کو کافی ہے اگرچہ نکلتے وقت شہوت نہ رہے مگر امام ابویوسف
اس صورت میں غسل واجب نہیں مانتے اگر مہمان کو ندامت ہو کہ اس وقت نہاؤں گا
تو میری طرف بدگمانی ہوگی تو مذہب امام ابویوسف پر عمل کرکے نماز پڑھ لے پھر وہ موقع
نکل جانے پر نہا کر پھیرے۔ ۱ ۶۳۰

۳۸ **مسئلہ**: عورت کو سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے اور سارے سر پر
مسح کرے۔ ۱ ۶۴۷

۳۹ **مسئلہ**: وضو یا غسل میں جس عضو کے دھونے کا حکم ہے اگر دھونا مضر ہو تو
اس کا مسح دھونے کے قائم ہے۔ ۳ ۶۴۷

۴۰ **مسئلہ**: ہر انزال میں پیشاب کرنے کے بعد نہانا چاہیے کہ منی کا بقیہ خارج
ہوجائے۔ ۱ ۸۰۶

۴۱ **مسئلہ**: اگر بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا پھرا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور
نہا لیا اس کے بعد اسی منی کا بقیہ خارج ہوا جو بشہوت پشت سے جُدا ہوئی اور بعض
نکل کر حسبِ عادت بعض باقی رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا لازم ہوگا۔ ۲ ۸۰۶

۴۲ **مسئلہ**: منی اپنے محل یعنی مرد کی پشت یا عورت کے سینے سے جُدا ہوتے وقت
شہوت ضرور ہے اس وقت اگر شہوت نہ تھی غسل واجب نہ ہوگا مثلاً بھاری بوجھ اٹھانے
سے اتر آئی یا معاذ اللہ عارضہ جریان میں۔ ہاں جب شہوت سے جُدا ہوئی ہو تو
سوراخ سے نکلتے وقت شہوت اگر نہ بھی ہو غسل واجب ہوجائے گا غرض انفصال محل
کے وقت شہوت شرط ہے خروج کے وقت ضرور نہیں مگر بہرحال وجوبِ غسل کے لیے
خروج ضرور شرط ہے اگر شہوت سے اُتری اور نہ نکلی تو جب تک نہ نکلے گی غسل واجب
نہ ہوگا۔ ۳ ۸۱۲

۴۳ **ف**: ہر منی کہ شہوت سے نکلے اس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔ ۳ ۸۱۵

۴۴ **مسئلہ**: عورت کا حیض ختم ہوا اور ابھی نہائی نہ تھی کہ سوتے میں احتلام ہوا
دوبارہ غسل آیا۔ سوتے سے اُٹھی ہی تھی کہ شوہر نے جماع کیا قدر حشفہ غائب ہوتے ہی

تیسری بار وجوبِ غسل ہوا آخر جماع میں عورت کو انزال ہوا اب چوتھی بار وجوب ہوا۔
یونہی اگر نہانے سے پہلے احتلام وجماع و انزال کتنی ہی بار واقع ہوں کہ سَو بار یا ہزار بار
وجوبِ غسل ہو سب کے لیے ایک ہی نہانا کافی ہوگا۔ اور اگر اسی حالت میں قبل غسل ٥ ٨٢١
مرجائے تو ایک غسل میت سب کو کفایت۔

باب المیاہ

١ مسئلہ: پانی چُلّو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے
نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنف کی تحقیق کہ یہ خلافِ صحیح ہے ٢ ٣٢
وہ چلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔

٢ مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ جس بدن پر حدث ہو پانی کا اسے چھُوکر اس سے جُدا
ہونا ہی اس کے مستعمل کردینے کو بس ہے خود صاحبِ حدث کا پانی ڈالنا یا اس کی ٤ ٣٢
نیت یا اس بدن سے جُدا ہوکر دوسرے بدن یا کپڑے یا زمین پر ٹھہر جانا کچھ شرط نہیں۔ ١ ٢٣٤

٣ مسئلہ: وضو سے جو پانی برتن میں بچ رہا اس سے وضو جائز ہے۔

٤ مسئلہ: وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا برتن کا پانی
قابلِ طہارت رہے گا، ہاں اگر اتنا گرا کہ برتن کے پانی سے زائد ہوگیا تو اس سے وضو ٢ ٢٣٤
غسل نہ ہوسکے گا۔ ١ ٢٣٦

٥ مسئلہ: ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچّہ نے پیشاب کردیا ناپاک نہ ہوگا۔

٦ مسئلہ: حوض دَہ در دَہ نجاست سے اصلاً ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص ٢ ٢٣٦
نجاست کے سبب اس کا رنگ یا مزہ یا بُو بدل نہ جائے۔

٧ مسئلہ: وضو نہیں اور پانی گولی وغیرہ میں ہے جسے جھکا نہیں سکتا تو کٹورے
وغیرہ سے لے کر ہاتھ دھوئے یا کسی باوضو یا نابالغ بچّہ سے نکلوائے اور یہ بھی مہیّا
نہ ہو تو چلّو سے لے کر ہاتھ دھولے پانی اس ضرورت کے سبب مستعمل نہ ہوگا بے ضرورت ہوتا ٣ ٢٣٧
تو مستعمل ہوجاتا۔

٨ مسئلہ: جنب یا بے وضو کا اگر وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی
اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائیگا تو مذہبِ اصح میں پانی قابلِ طہارت نہ رہے گا۔ ٤ ٢٣٧

کوئی میں ہاتھ ڈال کر کٹورا نکال لیا تو پانی مستعمل نہ ہوا اگرچہ کہنی یا بغل تک ہاتھ داخل
کرنا پڑا ہو کہ جو بضرورت ہے معاف ہے۔ ۲ ۲۶۵

۳۲ **مسئلہ:** ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی بے دُھلا ڈالے گا تو پانی وضو کے قابل
نہ رہے گا کہ یہ بے ضرورت ہے۔ ۳ ۲۶۵

۳۳ **مسئلہ:** کنویں میں ڈول گر گیا اس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب
نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاستِ حقیقیہ نہ ہو نہ رفعِ حدث کی نیت کرے۔ ۱ ۲۶۶

۳۴ **مسئلہ:** اگر غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل
ہو جائے گا۔ ۲ ۲۶۶

۳۵ **مسئلہ:** باوضو آدمی کنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں باقصد قربت
نہانے کی نیت کرلی پانی مستعمل ہوگیا۔ ۱ ۲۶۷

۳۶ **مسئلہ:** مسئلۂ البئر جحط میں بکثرت اختلافات ہیں اور قول منقح و معتمد یہ ہے کہ
اگر جنب یا بے وضو کنویں میں گھسے تو اس کے جتنے بدن پر پانی گزرا وہ تو پاک ہو گیا
رہا کنویں کا پانی اگر بے ضرورت گھسا تو مستعمل ہوگیا ورنہ نہیں۔ اور کنویں سے گرا ہوا ڈول
نکالنے کی ضرورت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ ۲ ۲۶۷

۳۷ **مسئلہ:** حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ
ہنوز اس پر حکمِ غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف
بعد انقطاع کہ اب اس پر حکمِ غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل
ہو جائے گا۔ ۳ ۲۶۷

۳۸ **مسئلہ:** جنب نے دس کنووں میں نہانے کے لیے غوطہ لگایا پہلے تین کا پانی
مستعمل ہوگیا کہ تین بار تک پانی ڈالنا سنّت ہے چوتھے کنویں سے آخر تک حکمِ استعمال
نہ ہوگا مگر اس حالت میں کہ بقصدِ قربت نہانے کی نیت کرے یا تیسرے کنویں سے
نکلنے کے بعد حدث واقع ہو جائے، رہا جنب اس کے جتنے بدن پر پانی پہنچا اتنا پاک ہو گیا
یہاں تک کہ اگر غوطے میں تمام بدن پر پانی گزر گیا اور کلی کرلی ناک میں پانی پہنچا دیا غسل اتر گیا ۴ ۲۶۷

۳۹ **مسئلہ:** جو احکام جنب کے دس کنووں میں نہانے کے گزرے ہیں وہی احکام محدث
کے لیے ہیں جبکہ مثلاً دس کنووں میں اپنے اعضاءِ وضو کے لیے دھوئے۔ ۵ ۲۶۷

۴۰	**مسئلہ:** دہ در دہ پانی کی سب جوانب یکساں ہیں۔ نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی خاص اس طرف سے بھی وضو جائز ہے۔	۱	۲۶۸
۴۱	**مسئلہ:** عورت کے پئے ہُوئے یا اُس کے وضو یا غسل سے بچے ہُوئے پانی سے مرد کو یوں ہی مرد کے بقیہ سے عورت کو وضو و غسل جائز ہے۔	۱	۲۷۰
۴۲	**مسئلہ:** تحقیق یہ ہے کہ ہمارے سب ائمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک آبِ مستعمل پاک ہے اور حدث سے پاک کرنے والا نہیں۔	۱	۲۷۳
۴۳	**مسئلہ:** تحقیق یہ ہی ہے کہ دہ در دہ پانی کا کوئی حصّہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ خاص اس کے پاس کا، اگرچہ نجاست نظر آنے کی ہو۔	۳	۲۸۱
۴۴	**مسئلہ:** تالاب یا جھیل دہ در دہ ہے مگر اس میں نرکل یا کھیتی یا اور قسم کی اشیاء اُگی ہیں اگرچہ قریب قریب ہوں پانی کثیر ہی مانا جائیگا اور ان کے اُگنے کی جگہ مستثنیٰ ہو کر دہ در دہ سے کم نہ قرار پائے گا۔	۱	۲۸۶
۴۵	**مسئلہ:** حوض دہ در دہ ہے اور پانی پر کاہی جمی ہوئی ہے وضو میں پاؤں اس کے اندر ڈال کر دھوئے اگر کاہی اتنی سخت ہے کہ پانی کو ہلانے سے جنبش نہ کرے گی تو وضو نہ ہوگا اور اگر ایسی نہیں تو ہو جائے گا۔	۲	۲۸۶
۴۶	**مسئلہ:** برف سے دہ در دہ حوض کا پانی جم گیا اگر ابھی نرم ہے کہ جنبش دینے سے پھٹ جاتا ہے تو اعضاءِ وضو اس کے اندر ڈال کر دھونا جائز ہے وضو ہو جائے گا اور اگر سخت ٹکڑے ٹکڑے ہیں کہ ہلانے سے نہیں ٹوٹتے تو اعضاء اس کے اندر ڈال کر دھونے سے وضو نہ ہوگا اتنا پانی برف کے ٹکڑوں میں گھرا ہوا اس کے اندر عضو بے وضو ڈالا مستعمل ہو جائے گا، ہاں برتن پانی نکالنے کو نہیں چلو لینے کو ہاتھ ڈالا تو یہ معاف ہے۔	۳	۲۸۶
۴۷	**مسئلہ:** حوض اوپر سے دہ در دہ ہے اور نیچے سے کم تو جب تک بھرا ہے نہ اس میں نہانے یا اعضاءِ وضو ڈالنے سے مستعمل ہوگا نہ نجاست پڑنے سے ناپاک اور جب پانی صرف نیچے اتنی جگہ رہ جائے یا اوّل سے اتنا ہی بھرا ہو جہاں دہ در دہ سے کم ہے، تو وضو سے مستعمل ہو جائے گا اور نجس سے ناپاک۔	۳	۲۹۰
۴۸	**مسئلہ:** اگر حوض نیچے دہ در دہ اور اوپر کم ہے تو جب تک پانی نیچا دہ در دہ کی جگہ تک ہے نہ نجاست سے ناپاک ہوگا نہ وضو و غسل سے مستعمل اور اگر پورا بھر دیا		

جہاں بالائی سطح دہ در دہ سے کم ہے تو مستعمل بھی ہوجائے گا اور نجاست سے ناپاک
بھی یعنی اوپر کا حصہ جہاں تک دہ در دہ سے کم ہے نیچے کا حصہ پاک رہے گا یہی اصح
ہے ہندیہ عن المحیط۔ ۴ ۲۹۰

۴۹ **مسئلہ** : یہ فقہی چیستان ہے کہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے اس میں نہانے
سے مستعمل ہوجائے گا اور نجاست پڑنے سے ناپاک، لیکن جب گھٹ جائے تو اب
نہ مستعمل ہو نہ نجس۔ ۵ ۲۹۰

۵۰ **مسئلہ** : صحیح یہی ہے کہ پانی کا دہ در دہ مربع ہونا کچھ ضروری نہیں صرف سو ہاتھ
کی مساحت میں ہونا درکار ہے اگر سو ہاتھ طول ایک ہاتھ عرض یا دو سو ہاتھ طول
ایک بالشت عرض ہے تو وہ بھی دَہ در دہ ہے۔ اور اس بارہ میں مصنّف
کی تحقیقات۔ ۶ ۲۹۰

۵۱ **مسئلہ** : بڑے حوض یا تالاب یا دریا سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی جس کا احاطہ
اس کے احاطہ سے جدا ہے بظاہر یہ جدا پانی نہ سمجھا جائے گا کہ سب پانی ملا ہوا ہے، تو
خود یہ حوض اگرچہ دہ در دہ نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہونا چاہئے بے وضو اعضاء اس میں
ڈالنے سے مستعمل نہ ہو کہ اسی بڑے پانی کا ٹکڑا ہے، مگر خانیہ میں اس کے خلاف ہے۔ ۱ ۲۹۳

۵۲ **مسئلہ** : ایک چھوٹے حوض میں پانی ایک طرف سے آتا دوسری طرف سے نکل جاتا
ہے۔ وہ مطلقاً آب جاری ہے اگرچہ اتنا چوڑا ہو کہ پانی اس میں پھیلنے کے لیے رُکتا ہوا
نکلے فوراً نکلا چلا نہ جائے بہر حال نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ۲ ۲۹۳

۵۳ **مسئلہ** : دہ در دہ سے کم ایک چشمہ میں سوت ہیں اور اس کے ڈھال کی طرف نالی
ہے پانی ہر وقت سوتوں سے اُبلتا اور نالی سے نکلتا ہے۔ تو یہ چشمہ جاری کے حکم میں ہے
نجاست سے ناپاک نہ ہوگا یہی صحیح ہے اور خاص جہاں سے پانی کا نکاس ہے وہ تو
بالاتفاق جاری ہے۔ ۳ ۲۹۳

۵۴ **مسئلہ** : کنویں میں وضو یا غسل کا پانی کتنا ہی ڈال دیا جائے اگر اس میں کچھ نجاست
نہ ہو کنواں پاک تو رہے گا ہی مستعمل بھی نہ ہوگا۔ جب تک مستعمل پانی کنویں کے پانی سے
مقدار میں زیادہ نہ ہو اور اس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں۔ ۲ ۳۰۱

۵۵ **مسئلہ** : بے وضو یا جنب کنویں میں گھسے پانی مستعمل ہوجائے گا اس کے مطہر

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	کرنے کو بیس ڈول نکالے جائیں۔	۱	۳۰۸
٥٦	**مسئلہ**: عرب شریف میں بڑے بڑے حوض جنگل میں بنائے جاتے ہیں جو بارش کے پانی سے بھرتے اور خرچ کے لیے خزانہ رہتے ہیں ان کے حکم کی تحقیق کہ وہ کنویں کے حکم میں نہیں نجاست پڑے تو کنویں کی طرح کچھ ڈول نکالنا کافی نہ ہوگا مگر بحالت حرج۔	۲	۳۰۸
٥٧	**مسئلہ**: کولی اگرچہ کتنی بڑی ہو اگرچہ آدھی زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں ہوسکتی ناپاک پانی بے ڈھلا بے ضرورت پڑنے پر اسے پاک یا مطہر کرنے کے لیے کچھ ڈول کافی نہ ہوں گے بلکہ اس کا یہی طریقہ ہے کہ اچھے اچھے پانی سے لبریز کر کے ابال دیں۔	٥	۳۰۸
٥٨	**مسئلہ**: پانی میں نرکل یا کھیتی اگرچہ قریب قریب ہو اس کی مساحت کو دہ در دہ سے کم نہ کریں گے۔	۱	۳۱٥
٥٩	**مسئلہ**: آبِ کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب یا سرکہ یا زعفران اس کے رنگ بو مزے کا اعتبار نہیں۔	۱	۳۲۰
٦٠	**مسئلہ**: حوض اگر مثلث متساوی الاضلاع ہو سو ہاتھ مساحت ہونے کے لیے اس کی ہر ضلع ۱/٥ ۱٥ ہونی چاہیے۔	٤	۳۲۸
٦١	**مسئلہ**: دوسرے قول پر حوض مثلث متساوی الاضلاع کے دہ در دہ ہونے کے لیے ہر ضلع ۱/۲ ۲۱ ہاتھ ۳/۸ گرہ ہونا چاہیے۔	۱	۳۲۹
٦۲	**مسئلہ**: شراب خور کی مونچھیں بڑی ہوں ان کو شراب لگ گئی جب تک مونچھیں پاک نہ ہوجائیں جو پانی پیے گا پانی اور برتن دونوں ناپاک ہوجائیں گے۔	٦	۳۳۲
٦۳	**مسئلہ**: نہر کے کنارے پانی لینے وضو کرنے کو تختہ بندی کر کے گھاٹ بنائے اگر وہ حصہ کہ تختوں نے گھیرا دہ در دہ ہے یا نہر کا پانی تختوں سے نیچے ہے جب تو ظاہر ہے کہ ہر طرح آبِ کثیر ہے اور اگر پانی تختوں سے آ کر مل گیا اور یہ حصہ دہ در دہ سے کم ہے تو یہ جدا حوض مانا جائے گا اور نجاست سے نجس اور استعمال سے مستعمل ہوجائے گا ظاہراً یہ اشتراط ہر دو امتداد طول و عرض پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۱	۳٤۱
٦٤	**مسئلہ**: بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا ایک جگہ سے برف توڑ کر کچھ کھول لیا اس کا بھی حکم اسی گھاٹ کی طرح ہے۔	۲	۳٤۱

۶۵	**مسئلہ :** ان صورتوں میں مستعمل یا ناپاک ہوگا تو صرف وہی گھاٹ یا برف ہٹایا ہُوا ٹکڑا جس میں استعمال یا وقوعِ نجاست ہُوا برابر کا دوسرا گھاٹ یا برابر سے برف ہٹا کر جو پانی لیں طاہر مطہر ہے ۔	۳	۳۴۱
۶۶	**مسئلہ :** بڑے حوض سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی تو یہ حوض جدا سمجھا جائیگا نجاست اور استعمال سے ناپاک و نامطہر ہو جائے گا ظاہراً اس کی بنا بھی اسی اشتراط پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔	۴	۳۴۱
۶۷	**مسئلہ :** نہر یا تالاب یا حوض کلاں میں جو باہر نکلا ہوا کنج ڈھائی ہاتھ سے کم چوڑا ہو مستقل حوض نہ شمار کیا جائیگا اسی کبیر کا تابع رہے گا ، ہاں ڈھائی ہاتھ چوڑا مستقل ہے	۱	۳۴۲
۶۸	**مسئلہ :** پانی دہ در دہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے کہ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوا یہی پانی نجاست پڑنے کے بعد اگر سمٹ کر تھوڑی جگہ میں ہو جائے جب بھی پاک ہی رہے گا بشرطیکہ نجاست باقی نہ رہی ورنہ اب ناپاک ہو جائے گا ۔ مثلاً دہ در دہ حوض میں پانی نکال دینے کو ایک نالی ہے حوض میں مردہ چُوہا گر گیا ناپاک نہ ہوا کہ آبِ کثیر ہے اب وہ نالی کھول دی اور حوض کے برابر ایک کنواں ہے پانی نکل کر کنویں میں جمع ہو گیا اگر چُوہا نکال کر پھینک دیا یا پانی کے ساتھ کنویں میں نہ آیا کنواں پاک ہے اور چُوہا بھی کنویں میں آ گیا تو اب ناپاک ہو گیا ۔	۱	۳۴۳
۶۹	**مسئلہ :** کنویں میں نجاست گری برابر دہ در دہ حوض ہے پانی کھینچ کر حوض میں ڈال دیا کہ دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا اس سے پاک نہ ہو جائے گا اگرچہ نجاست نکال کر پھینک دی ہو ۔	۲	۳۴۳
۷۰	**مسئلہ :** بڑے تالاب میں نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہُوا اب وہ کثرتِ خرچ یا شدّتِ گرما سے سُوکھ کر کتنا ہی کم رہ جائے ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست ہنوز باقی نہیں ۔	۱	۳۴۴
۷۱	**مسئلہ :** بڑے تالاب کی تَلی میں پانی ہے نجاست پڑی کہ ناپاک ہو گیا ۔ اب چاہے نجاست نکال کر لبالب بھر بھی دیں عام کتبِ متداولہ کے حکم سے ناپاک ہی رہے گا جب تک چھلک کر اُبل نہ جائے ۔	۲	۳۴۴
۷۲	**مسئلہ :** کلیہ یہ ہے کہ پانی کی کثرت و قلت نجاست سے ملتے وقت دیکھی جاتی ہے		

اگر اس وقت کثیر تھا تو گھٹ یا سمٹ کر بھی ناپاک نہ ہوگا جبکہ نجاست اس وقت باقی
نہ ہو اور اگر اس وقت قلیل تھا تو بڑھ یا پھیل کر بھی پاک نہ ہوگا جب تک پاک سے مل کر
جاری نہ ہو۔ ۳ ۳۴۴

۷۳ **مسئلہ**: ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہو جاتی ہے ۱ ۳۴۵

۷۴ **مسئلہ**: اس بہنے میں طول عرض عمق کچھ شرط نہیں چھوٹی سی تھالی میں بھی ابالنے سے پاک
ہو جائے گی۔ ۲ ۳۴۵

۷۵ **مسئلہ**: اس بہنے میں تین شرطیں ہیں ایک طرف سے پانی یا اسی ناپاک شدہ چیز
مثلاً دُودھ یا تیل کی طاہر جنس اس ظرف میں داخل ہونا دوسری طرف سے اس کے
بعض کا بہنا اور یہ دخول و خروج آخر میں ایک ساتھ ہونا۔ ۳ ۳۴۵

۷۶ **مسئلہ**: حوض یا کٹورے میں جو ناپاک پانی نہ میں ہے اور پاک سے بھرا جب تک
لبالب بھر جائے گا سب ناپاک ہوتا جائے گا۔ جب بھر کر اُبلے گا وُہ پانی اور محل سب
پاک ہو جائیگا۔ ۴ ۳۴۵

۷۷ **مسئلہ**: حمام کے حوض میں نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ برابر اس میں سے
پانی لے رہے ہیں کہ پانی کی جنبش تھمنے نہیں پاتی اس حالت میں وُہ نجاست سے ناپاک
نہ ہوگا کہ جاری ہے۔ ہاں جنبش تھمنے کے بعد نجاست پڑی یا پہلی نجاست باقی رہی تو اب
ناپاک ہو جائے گا۔ ۱ ۳۴۶

۷۸ **مسئلہ**: وضو کا حوض جس میں نالی سے پانی آرہا ہو اور دُوسری طرف کوئی نہار رہا ہو
یا لوگ وضو کر رہے ہیں کہ پانی کا ہلنا موقوف نہیں ہوتا اس حالت میں نجاست سے
ناپاک نہ ہوگا پانی تھم گیا اور نجاست پڑی یا رہی تو اب نجس ہوگا۔ ۲ ۳۴۶

۷۹ **مسئلہ**: کنویں میں سوت سے پانی آرہا ہے اور اوپر سے چرخ یا ڈول سے لیا جارہا
ہے کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں تھمنے پر
نجاست رہی تو ناپاک ہو جائیگا۔ ۳ ۳۴۶

۸۰ **مسئلہ**: اس بہنے میں کہ اُبلنا شرط ہے اس کے لیے کوئی مقدار معین ضروری نہیں
کہ اتنی دُور بہہ کر جائے، نہیں بلکہ اُبلتے ہی پاک ہو جائے گا کہ جاری ہو گیا۔ ہاں جب
تک اُبلتا رہے گا جریان کا حکم باقی رہے گا۔ کسی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب

ابلنا تھمے گا اور دہ در دہ نہیں تو اب اگر نجاست پڑی یا پہلی ہی نجاست باقی ہو تو نجس
ہو جائے گا۔ ۴ ۳۴۶
۸۱ **مسئلہ:** اس ابال میں برتن اور اندر کا پانی وغیرہ تو پاک ہو ہی گیا اُبل کر جب باہر نکلا
وہ بھی پاک ہے جو کچھ بہتی چیز ہو دودھ یا گرم کیا ہوا گھی یا تیل وغیرہ اور اگر پانی ہے تو فقط پاک نہیں
مطہر بھی ہے۔ اس سے وضو ہو سکتا ہے۔ ۱ ۳۴۷
۸۲ **مسئلہ:** ڈول اگر اندر سے ناپاک ہو جائے اور اسے پانی بھر کر ابال دیں پاک ہو گیا
لیکن اگر باہر سے ناپاک ہے تو صرف ابال کافی نہ ہو گا جب تک بہتا ہوا پانی خاص موضع
نجس پر اتنی کثرت سے نہ گزرے کہ نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے اور اگر باہر سے
تلا ناپاک ہو تو اُبال سے پاک نہ ہو گا کہ وہاں پانی نہ پہنچے گا۔ یہی حکم ہر برتن کا ہے۔ ۲ ۳۴۷
۸۳ **مسئلہ:** اُبالنے میں پانی جس طرف سے داخل ہوا اسی طرف لوٹ آیا تو کافی
نہ ہو گا۔ ۳ ۳۴۷
۸۴ **مسئلہ:** برتن اگر جھکا ہوا ناہموار زمین پر رکھا ہے اُوپر سے پانی ڈالا کہ دوسری
جُھکی ہوئی جانب سے نکل گیا پاک ہو گیا، اور اگر جُھکی ہوئی جانب میں پانی ڈالا کہ ادھر ہی
کو لوٹ آیا تو پاک نہ ہو گا۔ ٦ ۳۴۸
۸۵ **مسئلہ:** کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اس کے حق میں جریان نہیں جب تک
باہر سے داخل ہو کر اسے اُبال نہ دے لیکن اس کے جوف میں اگر چھوٹا ظرف رکھا ہو
اور وہ بھر کر اُبل گیا وہ پاک ہو جائیگا اگرچہ بڑا ظرف بھرے بھی نہیں۔ ۷ ۳۴۸
۸٦ **مسئلہ:** اگر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی اس کے بعد ابالا تو مطلقاً پاک
ہو گیا اور اگر مرئیہ باقی رکھی اور اُبالا تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے ابال تھمتے ہی پھر
ناپاک ہو جائے گا۔ ۸ ۳۴۸
۸۷ **مسئلہ:** اس کی تحقیق کہ پانی جاری یا دہ در دہ کا کوئی حصہ کیسی ہی نجاست اس میں واقع ہو
ناپاک نہ ہو گا جب تک اس سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے یہاں تک کہ جہاں نجاست
مرئیہ پڑی ہے اس کا متصل حصہ بھی پاک ہے۔ اگرچہ اکثر یا کل پانی اس نجاست پر
ہو کر گزرے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول اگرچہ بہت کتب میں ہے معتمد نہیں۔ ۱ ۳۴۹
۸۸ **مسئلہ:** جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست

تہہ نشین ہوکر پانی صاف ہوگیا، اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہوگیا۔ ۲ ۳۴۹

۸۹ **مسئلہ:** نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہے اور اوپر پانی جاری ہے جب تک اس کا کوئی
وصف نہ بدلے پانی پاک رہے گا اگرچہ پانی اتنا کم ہوکر تہہ کی نجاستیں نظر آتی ہوں۔ ۳ ۳۴۹

۹۰ **مسئلہ:** دہ در دہ پانی کہ جاری نہیں اگر نجاست سے اس کے اوصاف بدل گئے
پھر مثلاً نجاست تہہ نشین ہوکر خود ہی سنبھل گئے تو یہ بھی مثل جاری کے پاک ہوجانا چاہیئے
مگر سیدی عبدالغنی نے اس کے خلاف فرمایا۔ ۱ ۳۵۰

۹۱ **مسئلہ:** پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں اسی
پر فتویٰ ہے۔ ۲ ۳۵۰

۹۲ **مسئلہ:** بھنور کا پانی بھی آب جاری ہے اگرچہ چکر کھاکر نکلتا ہے۔ ۳ ۳۵۰

۹۳ **مسئلہ:** گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہوگیا اس میں جانوروں نے گوبر کئے۔ آدمیوں
نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا اگر یہ آنے والا پانی جس طرف سے
تالاب میں داخل ہوا وہاں دہ در دہ کی مساحت تک جگہ صاف تھی کوئی نجاست نہ تھی
پانی دہ در دہ ہونے کے بعد نجاستوں سے ملا پھر چاہے آخر تک نجاستیں ہوں سارا
تالاب پاک رہے گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو اور اگر اس جانب اتنی جگہ نہیں پانی
دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملا تو اب سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔ اگرچہ
اس کے بعد صد در صد ہوجائے۔ اور اگر برف سے اس کا کچھ حصہ جم جائے تو وہ بھی
ناپاک ہوگا۔ ہاں اگر آنے والا پانی اسے بھر کر ابال دے تو سب پاک ہوجائے گا۔ اکثر
کتب معتمدہ میں یہی ہے۔ اور ایک قول بعض یہ بھی ہے کہ بڑا تالاب ہر طرح مطلقاً
پاک رہے گا اگرچہ پانی تالاب میں داخل ہوتے ہی نجاستوں سے ملا اور بھر کر نہ اُبلا
اس کا بیان تجدید النظر میں آتا ہے۔ ۴ ۳۵۰

۹۴ **مسئلہ:** تالاب سے باہر اس کے لب پر کتنی ہی نجاستیں ہوں پانی کہ بہتا ہوا اوپر
گزرنے کے بعد تالاب میں داخل ہوگا صحیح مذہب میں مطلقاً پاک رہے گا جب تک متغیر
نہ ہوجائے۔ اور اگر تالاب کے اندر کنارے پر یا دہ در دہ سے پہلے نجاستیں ہیں اور
ان پر یہ پانی گزرا تو جمہور کے نزدیک سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔ ۱ ۳۵۱

۹۵ **مسئلہ:** بڑے تالاب کا پانی خرچ یا خشک ہوکر تھوڑا رہ گیا اور اب اس میں نجاست

	پڑی کہ ناپاک ہوگیا پھر بارش کے پانی نے اسے بھر دیا اس میں بھی وہی صورتیں ہیں اگر یہ پاک پانی تالاب کے اندر دہ در دہ ہونے کے بعد اس نجس پانی سے ملا تو سب پاک ہے ورنہ سب ناپاک جب تک اُبل نہ جائے اور دوسرے قول پر مطلقاً سب پاک ہے۔	٢	٣٥١
٩٦	**مسئلہ:** کپڑے یا بدن کی نجاست کہ تین بار دھونے سے پاک ہوئی یہ تینوں پانی ناپاک ہیں۔	٤	٣٥١
٩٧	**مسئلہ:** نجاست دھونے میں جب تک پانی کپڑے یا بدن میں دورہ کر رہا ہے پاک ہے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک کہا جائیگا۔	٥	٣٥١
٩٨	**مسئلہ:** کپڑا اگر طشت میں تین پانیوں سے دھوئیں، بہتر یہ ہے کہ طشت میں پہلے کپڑا رکھیں اوپر سے پانی ڈالیں اگر عکس کیا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک طہارت نہ ہوگی۔	٦	٣٥١
٩٩	**مسئلہ:** صحیح یہ ہے کہ کپڑے اور بدن کا ایک حکم ہے ہاتھ پاؤں ناپاک ہے طشت کے پانی میں ڈالا اور وُہ بدل کر دوبارہ ڈالا پھر سہ بارہ تو پاک ہوگیا۔	٧	٣٥١
١٠٠	**مسئلہ:** طشت میں ناپاک کپڑا اور اس کے دھونے کو پانی ہے یہ پانی جب تک کپڑے سے جُدا نہ ہو ناپاک نہ کہا جائیگا مگر ظاہر آیہ اسی کپڑے کے حق میں ہے دوسرا کپڑا اگر اس پانی میں پڑ جائے گا اور روپے بھر سے زیادہ بھر جائے گا بظاہر ناپاک ہوجانا چاہیے۔	١	٣٥٢
١٠١	**مسئلہ:** استنجا کرنے کے لیے لوٹے سے ہاتھ پر دھار ڈالی یہ دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی آب جاری ہے اس حالت میں اگر پیشاب کی چھینٹ اس دھار پر پڑ جائے گی ناپاک نہ ہوگی۔	٢	٣٥٢
١٠٢	**مسئلہ:** جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہونے سے باقی رہتی ہے ہاں ان میں اثر نہیں کرتی۔	١	٣٥٣
١٠٣	**مسئلہ:** جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے بالکل فنا و معدوم کر دے گا۔	٢	٣٥٣
١٠٤	**مسئلہ:** زمین پر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ بالکل جُدا کر دی گئی اب موضع نجاست پر پانی ڈالا کہ اس ساری جگہ پر گزرتا ہوا ہاتھ بھر آگے بہہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور یہ بہایا ہوا پانی بھی پاک ہے، لیکن زمین پر نجاست کا اثر باقی رہے تو پاک نہ ہوگی،		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	یونہی اگر پانی کا وصف اس سے بدلا تو ناپاک ہوجائیگا۔	٣	٣٥٣
١٠٥	**مسئلہ:** پانی یا دُودھ یا تپایا ہوا گھی یا تیل کوئی بہتی چیز ناپاک ہوجائے تو دوسرے برتن میں پانی یا اسی شئے کی جنس طاہر لے کر تیسرے برتن میں اس طرح گرائیں کہ پاک ناپاک دونوں دھاریں ہوا میں ایک ہوکر اس میں پہنچیں ناپاک کی کوئی بوند جدا نہ گرے تو سب پاک ہوجائیگا۔	٤	٣٥٣
١٠٦	**مسئلہ:** اسی صورت میں اگر پاک و ناپاک ملاکر مثلاً کسی پکّی چھت پر بہائیں کہ دونوں ایک ہوکر بہیں تو سب پاک ہوگیا۔	٥	٣٥٣
١٠٧	**مسئلہ:** بہتا پانی گوبر وغیرہ نجاستوں پر گزرا اور وہ اس میں مخلوط ہوکر بے نشان محض ہوگئیں۔ اب یہ پانی اگر دہ در دہ سے کم جگہ میں بھی ٹھہرے گا ناپاک نہ ہوگا کہ نجاست غیر مرئیہ ہوگئی، اور ایسی نجاست پر پانی کا جریان اسے فنا کردیتا ہے۔	٦	٣٥٣
١٠٨	**مسئلہ:** قلیل پانی میں نجاست مرئیہ تھی طول مدت سے مٹی کی طرف مستحیل ہوگئی اس کے بعد اس پانی کو بہایا پاک ہوگیا۔	٧	٣٥٣
١٠٩	**مسئلہ:** سفر میں پانی کی کمی ہے چاہا یہ کہ پاس جو پانی ہے اس سے وضو کرلے اور پھر قابلِ وضو رہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر وسیع پرنالہ پاس ہے جس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو ہوسکتا ہے اسے اونچا رکھ کر اس میں پانی ڈلوائے اور دوسرے کنارے کے نیچے کوئی خالی برتن رکھ دے جب پانی اس پرنالے میں جاری ہو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو کرے۔ یہ بہتا پانی جو اس برتن میں جمع ہوگا پھر وضو اور پینے کے قابل رہے گا۔	٤	٣٥٨
١١٠	**مسئلہ:** نہر کا اوپر سے بندھا باندھ دیا گیا، نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	١	٣٥٩
١١١	**مسئلہ:** حوض صغیر سے ایک نہر کھود کر اس میں پانی بہایا اور اس بہتے کے اندر وضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی گڑھے میں جمع ہو تو دوبارہ اس سے وضو ہوسکتا ہے یونہی اس گڑھے سے نہر کھود کر کوئی وضو کرے تو سہ بارہ ہوسکتا ہے اسی طرح جہاں تک ہو۔	٤	٣٥٩
١١٢	**مسئلہ:** دو چھوٹے حوض کچھ فاصلے سے ہیں ایک سے پانی نکل کر دوسرے میں		

	جاتا ہے وہ بیچ کے فاصلے میں جاری ہے اس کے اندر وضو سے مستعمل نہ ہوگا۔	٥	٣٥٩
١١٣	**مسئلہ**: ان حوضوں میں مسافت کچھ نہیں ایک سے نکلتے ہی دوسرے میں پانی داخل ہوجاتا ہے اس حالت میں اس میں وضو کرنے سے مستعمل ہوجائے گا۔	١	٣٦٠
١١٤	**مسئلہ**: ناپاک پانی خود کتنا ہی جاری ہوجائے پاک نہ ہوگا جب تک پاک کے ساتھ مل کر نہ بہے۔	١	٣٦٢
١١٥	**مسئلہ**: اس کی مزید تحقیق کہ سوت والے کنویں کا پانی جب تک پانی لینے کی حرکت سے ہل رہا ہے جاری ہے۔	٤	٣٦٢
١١٦	**مسئلہ**: خلاصہ یہ کہ جریان تین قسم ہے جو مائع فضا میں بہہ رہا ہو اس میں صرف اسی قدر کافی جو تعریفِ جریان میں ہم نے بیان کیا دوسرا جو کسی محل کے جوف میں ہو اس کے جریان کو اس محل سے باہر نکلنا ضرور تیسرا ملحق بالجاری اس میں یہ بھی لازم کہ پانی کی جنبش مستمر رہے۔	٢	٣٦٣
١١٧	**مسئلہ**: مینہ کا پانی جب تک چھت یا زمین پر بہہ رہا یا پرنالے سے گر رہا ہے جاری ہے	٤	٣٦٥
١١٨	**مسئلہ**: چھت پر کتنی ہی نجاستیں پڑی ہوں یا عین پرنالے میں ہوں اور مینہ کا پانی کہ چھت پر سے بہتا اس پرنالے سے گزرتا اترا ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق نہ آئے۔ یہی صحیح اور معتمد ہے۔	٥	٣٦٥
١١٩	**مسئلہ**: مینہ برس رہا ہے اور چھت پر نجاستیں ہیں اور چھت ٹپکی تو یہ پانی پاک ہے جب تک بارش ہو رہی ہو اور اس ٹپکے ہوئے پانی کے رنگ مزے بُو میں فرق نہ آیا۔	١	٣٦٦
١٢٠	**مسئلہ**: بارش تھمنے کے بعد جو پانی ٹپکا اور چھت پر وہاں نجاست ہے یہ پانی ناپاک ہے اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔	٢	٣٦٦
١٢١	**مسئلہ**: نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اسے پاک نہ کردے گا جب تک نجس پانی پاک پانی کے ساتھ مل کر بہہ نہ جائے۔	٣	٣٦٦
١٢٢	**مسئلہ**: آبِ واحد کی کثرت وقلت میں صرف رُوئے آب کا اعتبار ہے۔	٢	٣٦٨
١٢٣	**مسئلہ**: بڑے تالاب کا بالائی پانی برف سے جم گیا۔ ایک جگہ برف توڑ کر سوراخ کیا گیا پانی اس میں سے نکل کر برف کے اوپر دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا۔ اگر اس پانی کا اتنا دَل ہے کہ ہاتھ سے اٹھائیں تو نیچے کا برف نہ کھل جائے تو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو،		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	جائز ہے ورنہ نہیں۔	۱	۳۶۹
۱۲۴	**مسئلہ**: جاری پانی میں جس طرح عرض شرط نہیں عمق بھی کچھ ضرور نہیں	۲	۳۷۵
۱۲۵	**مسئلہ**: مصنّف کی تحقیق اور توفیق کہ فی نفسہٖ آبِ کثیر کے لیے کچھ عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ سَو ہاتھ کی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہ ہو، ہاں پانی لیتے وقت کثیر رہنے کے لیے ضرور اتنا عمق درکار کہ اس لینے سے زمین نہ کھل جائے۔	۱	۳۷۸
۱۲۶	**مسئلہ**: مینہ جاری پانی ہے جنب کلی کرکے ناک میں نرم بانسے کی حد تک پانی چڑھا کر مینہ میں ننگا کھڑا ہو کہ پانی اس کے سب بدن پر پھر جائے غسل ہو جائے گا۔	۱	۳۷۹
۱۲۷	**مسئلہ**: مصنف کی تحقیق میں نہ چلّو کی خصوصیت چاہیے نہ لپ کی، بلکہ جس طرح پانی لیا گیا اس سے زمین نہ کھلی ہو چلّو تھا یا لپ یا برتن۔	۳	۳۷۹
۱۲۸	**مسئلہ**: مصنف کی تحقیق میں اتنا دَل صرف وہیں درکار ہونا چاہیے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی مساحت میں جَو ہی بھر ہو۔	۴	۳۷۹
۱۲۹	**مسئلہ**: پانی اگر اتنا کثیر ہے کہ ہاتھ خواہ برتن سے پانی اٹھانے پر اگرچہ زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ٹکڑا مساحت میں سَو ہاتھ رہا تو ایسا کھلنا کچھ مضر نہیں۔	۱	۳۸۰
۱۳۰	**مسئلہ**: پانی اٹھانے سے زمین کھل کر ٹکڑے دہ در دہ نہ رہے تو اگر اس میں پہلے سے کوئی نجاست موجود تھی زمین کھلتے ہی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر پانی کا مل جانا فائدہ نہ دے گا یوں ہی اگر بے ضرورت بے دُھلا ہاتھ ڈالا زمین کھلتے ہی پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یُوں ہی اگر جس وقت زمین کھلی اسے حدث واقع ہوا مستعمل ہو جائیگا اور یہ صورتیں نہ ہوں تو طاہر مطہر رہے گا۔	۲	۳۸۰
۱۳۱	**مسئلہ**: اولٰی یہ ہے کہ مرد کے نیچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔	۶	۴۱۴
۱۳۲	**مسئلہ**: جس پانی میں بچّے نے ہاتھ پاؤں ڈال دیا اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو۔ ہاں بچنا اولٰی ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔	۲	۴۱۵
۱۳۳	**مسئلہ**: حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۵	۴۱۵
۱۳۴	**مسئلہ**: معاذ اللہ جس زمین پر غضب اترا اس کے پانی کا کسی طرح استعمال اس کی مٹی سے تیمم سب مکروہ ہے مگر زمینِ ثمود میں ناقہ صالح علیہ السلام کا کنواں۔	۶	۴۱۵

۱۳۵	مسئلہ: پرایا پانی بے اجازت لے لیا اگرچہ زبردستی یا چرا کر اس سے وضو ہو جائے مگر حرام ہے۔	۳	۴۱۶
۱۳۶	مسئلہ: کسی کے مملوک کنویں سے اس کی ممانعت پر بھی پانی بھر لیا اس کا استعمال جائز ہے۔	۴	۴۱۶
۱۳۷	مسئلہ: جس پانی میں مائے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح قطرے گرے اس سے وضو نہ کرنا بہتر۔	۲	۴۴۰
۱۳۸	مسئلہ: پانی میں ریت کیچڑ مل جائے تو جب تک رقیق رہے اس سے وضو جائز ہے اقول مگر بلا ضرورت کیچڑ ملے ہوئے سے وضو کرنا منع ہے کہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔	۳	۴۴۰
۱۳۹	مسئلہ: حوض میں پتے گر کر پانی کا رنگ اتنا بدل گیا کہ چلو میں اٹھائے سے بھی سبزی معلوم ہوتی ہے تو صحیح مذہب میں اب بھی اس سے وضو جائز ہے مگر بوجہ خلاف مناسب نہیں۔	۱	۴۴۲
۱۴۰	مسئلہ: گھوڑے کا جھوٹا پانی قابلِ وضو ہے۔	۱	۴۴۶
۱۴۱	مسئلہ: یوں ہی گائے بھینس بکری وغیرہا حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اس وقت ان کے منہ کی نجاست معلوم نہ ہو۔	۲	۴۴۶
۱۴۲	مسئلہ: بعض نے کہا ان کے نر کا جھوٹا ناپاک ہے اور صحیح یہ کہ وہ بھی پاک ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۳	۴۴۶
۱۴۳	مسئلہ: اگر دیکھا کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا بکرے نے آلۂ تناسل مذی وغیرہ نکلتے میں چوسا اور قبل منہ پاک ہوجانے کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔	۳	۴۴۷
۱۴۴	مسئلہ: جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اس سے وضو مکروہ ہے خصوصاً اگر اس کی بدبو نماز میں باقی رہے کہ مکروہ تحریمی ہوگی۔	۵	۴۴۷
۱۴۵	مسئلہ: صرف نبیذ تمر پائے تو مستحب کہ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرلے کہ بالاتفاق طہارت ہوجائے اور اگر صرف تیمم کیا جب بھی حرج نہیں۔	۴	۴۵۰
۱۴۶	مسئلہ: مسواک کرنے کے بعد اسے دھو کر رکھنا سنت ہے نہ پانی قابلِ وضو		

	رہے گا مگر اس سے وضو مکروہ ہے ۔	۱	۴۵۵
۱۴۷	**مسئلہ :** مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھولینا سنّت ہے ۔ اس پانی سے وضو مکروہ بھی نہیں اگر مسواک نئی یا پہلے دُھلی ہوئی ہے ۔	۲	۴۵۵
۱۴۸	**مسئلہ :** دفعِ نظر کے لیے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جس کی نظر لگی اس کے اعضائے وضو وغیرہ دھو کر وہ پانی چشم زدہ کے سر پر ڈالا جائے اور اُسے حکم ہے کہ جب اُس سے دھونے کو کہا جائے انکار نہ کرے ۔	۴	۴۵۵
۱۴۹	**مسئلہ :** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آثار شریفہ مثل جُبّۂ اقدس و نعل مبارک کا غسالہ شفا و برکت قابل وضو اور معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے ۔	۱	۴۵۶
۱۵۰	**مسئلہ :** ائمہ نے دوبارہ نبیذ تمر اقوال و روایات امام میں نہایت نفیس تطبیق فرمائی ہے کہ ایک بار سوال اس صورت سے تھا کہ چھوہارے ڈالے اور ہنوز پانی نبیذ نہ ہوا اگرچہ خفیف حلاوت اور رنگت آگئی ۔ فرمایا اس سے وضو جائز ہے دوسرا سوال اس صورت سے ہوا کہ پانی نبیذ ہوگیا فرمایا وضو جائز نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمم کرے ۔ تیسرا سوال اس صورت سے تھا کہ نبیذ ہونے نہ ہونے میں شک یا تردد ہے نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبیذ ہوگیا نہ یہ کہ نہ ہوا ، فرمایا اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کہ اگر ہنوز نبیذ نہ ہوا تو اس سے طہارت ہو جائے گی اور ہوگیا تو تیمم سے امام سے اس اختلاف کی نظیر وہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال بوسۂ صائم میں ابھی آتی ہے ۔	۴	۴۸۴
۱۵۱	**مسئلہ :** پانی میں اگر ستو وغیرہ کوئی چیز ڈالی جائے کہ تہ نشین ہو جائے اور نِتھرا پانی رہے یا کچھ خفیف آمیزش کے ساتھ جو مانع رقت نہ ہو نہ وہ کوئی چیز دگر ہو جائے تو اس سے وضو میں حرج نہیں ۔	۱	۴۹۸
۱۵۲	**فائدہ :** معنی رقت کے انضباط کا شعر کہ اشعار تعریف مائے مطلق میں ضم کیا جائے ؎ رقت آں داں کہ بسیلاں ہمہ یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش	۲	۴۹۸

۱۵۳	**مسئلہ**: پانی کی رقّت بعض بہتی چیزوں کے ملنے سے بھی جاتی رہتی ہے جیسے اتنا شہد کہ اُسے دَلدار کر دے۔	۱	۴۹۹
۱۵۴	**مسئلہ**: تصریحاتِ متواترہ کہ پانی میں کسی شئے کا پکانا اسی وقت اسے آب مطلق نہ رکھے گا جب وُہ ٹھنڈا ہوکر گاڑھا ہو جانے کے قابل ہو جائے۔	۲	۵۰۳
۱۵۵	**مسئلہ**: دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت ڈال کر پکایا تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔	۳	۵۰۸
۱۵۶	**مسئلہ**: جو چیز پانی میں پکائی جائے اگر پانی اس سے بالفعل گاڑھا ہو جائے کہ بہانے میں پُورا نہ پھیلے دَل باقی رہے تو مطلقاً قابلِ وضو نہ رہا اگرچہ اس چیز سے مقصود صابون وغیرہ کی طرح زیادت نظافت ہی ہو اور اگر بالفعل گاڑھا نہ ہُوا تو اس سے وضو مطلقاً جائز ہے جبکہ وہ شئے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہو اور اگر وہ چیز ایسی نہیں اور پانی اس قابل ہو گیا کہ ٹھنڈا ہو کر دَلدار ہو جائے گا اگرچہ بالفعل نہیں تو اس سے وضو مطلقاً ناجائز ہے۔ اور اگر پانی اس قابل نہ ہوا تو اگر پک کر دوسری شئی مقصودِ دیگر کے لیے ہو گئی تو اس سے وضو روا نہیں ورنہ ہے۔	۴	۵۰۸
۱۵۷	**مسئلہ**: مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے نکل کر مشک میں جا رہا ہے جب تک دہانۂ مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔ اس بیچ میں اگر کسی نجاست سے ملے گا ناپاک نہ ہوگا۔	۲	۵۵۵
۱۵۸	**مسئلہ**: گائے بکری کسی پاک جانور کا بچّہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو وقتِ پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔	۱	۵۶۳
۱۵۹	**مسئلہ**: لہنگے والی عورت اگر کنویں سے پانی بھرے پانی کی طہارت میں فرق نہ آئیگا جب تک معلوم و ثابت نہ ہو کہ اس کے بدن سے کوئی ناپاک بُوند ٹپک کر پانی میں پہنچی۔	۱	۵۶۴
۱۶۰	**مسئلہ**: خچر جس کی ماں گھوڑی ہو گھوڑے کے حکم میں ہے اس کا جھوٹا پاک ہے اور کھانا مکروہ ہے حرام نہیں۔	۲	۶۴۴
۱۶۱	**مسئلہ**: محدث جسے صرف حاجتِ وضو ہے اگر پانی کے برتن میں اپنا سر ڈالے گا مسح ہو جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ مگر بے دھوئے انگلی یا ناخن کا کنارہ بھی		

ده در ده سے کم پانی کو لگ جائیگا سارا پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یُوں ہی اگر جنب یا
حائض بعد انقطاعِ حیض اگر اپنا سر بلکہ ایک بال ہی پانی سے چھُو دیں سب مستعمل
ہو جائے گا۔ ۲ ۷۲۶
۱۶۲ **مسئلہ:** پٹّی جس پر بوجہ مرض مسح کرنا ہے یا پاؤں کا موزہ اگر بجائے مسح پانی میں
ڈال دے مسح ادا ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۳ ۷۲۶

فصل فی البئر

۱ **مسئلہ:** کنواں ناپاک ہو گیا اس کا گولا زمین سے اونچا ہے اور پانی یہاں تک بھرا
ہے یا بھر دیا گیا ہے یہاں ایک سوراخ کر کے کچھ نکال دیا سب پاک ہو گیا اگرچہ
کل پانی نکالنے کا حکم ہو۔ ۷ ۳۶۲
۲ **مسئلہ:** حوض یا گھڑے سے گھرا کنواں جب اوپر تک بھر کر پاک پانی سے بہا دیا جائے
تہہ تک سب پاک ہو جائے گا۔ ۱ ۳۶۸
۳ **مسئلہ:** جس کنوئیں سے عورتیں بچے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں۔ ۸ ۴۱۴
۴ **مسئلہ:** گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہو کنوئیں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا
جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔ ۹ ۴۱۴
۵ **مسئلہ:** لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں کنوئیں میں
اس کے ڈالنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔ ۱۰ ۴۱۴
۶ **مسئلہ:** ہندو وغیرہ کافروں کے کنوئیں کا پانی اور ان کے برتن ناپاک نہ کہے جائینگے
جب تک نجاست کا علم نہ ہو مگر کراہت ضرور ہے۔ یونہی ان کے کپڑے۔ ۱۱ ۴۱۴
۷ **مسئلہ:** بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کنوئیں میں گر گیا بے علمِ نجاست ناپاک نہ ہوگا۔
ہاں مکروہ ہے بیس ڈول نکال لیں۔ ۳ ۴۱۵
۸ **مسئلہ:** یہی حکم استعمالی جُوتے کا ہے (یعنی بے علمِ نجاست ناپاک نہ ہوگا احتیاطاً
بیس ڈول نکالیں گے) ۴ ۴۱۵
۹ **مسئلہ:** جب کل پانی نکالنے کا حکم ہو نجاست نکلنے کے وقت کنوئیں میں جتنا پانی
ہے سب نکالا جائے گا اگرچہ دس ہزار ڈول ہو، دو سو ڈول کا تخمینہ بغداد شریف کے

	کنوؤں کے لیے تھا یہاں اس پر عمل نہیں ہو سکتا ۔	۱	۵۷۳
۱۰	**مسئلہ :** مینگنی گوبر لید خشک یا تر ثابت یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائے اگر قلیل ہے جسے دیکھنے والا کم کہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا شہر میں ہو خواہ گاؤں میں کنویں پر ڈھکن ہو یا نہ ہو ، ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا ۔	۵	۵۷۳
۱۱	**مسئلہ :** یہ حکم ضرورت کے لیے ہے جہاں ضرورت نہ ہو مثلاً گوبر کا سنا ہوا گھڑا کوئی شخص کنویں میں ڈال دے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جبکہ اس میں ابتلائے عام نہ ہو ، ہاں اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار بھرنے اور اکثر گوبر کے سنے گھڑے ڈالتے ہیں تو یہ بھی محلِ ضرورت و حرج میں آگیا جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑیں ۔	۶	۵۷۳
۱۲	**مسئلہ :** کنویں کے پاس نجاست کا چہ بچہ ہے اگر نجاست اس سے کنویں تک سرایت کرے کہ کنویں میں اُس کا اثر رنگ یا مزہ یا بُو ظاہر ہو تو کنواں ناپاک ہو جائیگا اگرچہ وہ چہ بچہ کتنے ہی فاصلہ پر ہو ۔	۱	۵۷۴
۱۳	**مسئلہ :** کل پانی خواہ کچھ ڈول جتنے نکالنے کا حکم ہو ایک ساتھ نکالنا ضرور نہیں اگر بتدریج نکالیں جب بھی کافی ہے مثلاً بیس ڈول کا حکم ہو ایک ایک ڈول روز نکالیں تو بیس دن میں پاک ہو جائیگا کل پانی نکالنے کا حکم ہے اور اس میں نجاست نکلنے کے وقت تین ہزار ڈول پانی تھا سو سو ڈول روز نکالے تو مہینہ بھر میں پاک ہو جائے گا ۔	۱	۵۷۵

باب التیمم

۱	**مسئلہ :** تیمم کی ضرب کی اور ابھی مُنہ یا ہاتھ پر نہ ملنے پایا تھا کہ حدث واقع ہوا تو از سرِ نو ضرب کرے ۔	۱	۳۲
۲	**مسئلہ :** اگر تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کیا تیمم نہ ہوگا اس میں تین انگلیاں ضرور ہیں ۔	۴	۲۵۹
۳	**مسئلہ :** ایک یا دو انگلیوں سے تیمم کیا اور بار بار انہیں مٹی پر لگا کر بدن پر پھیرا جب بھی تیمم نہ ہوگا ۔	۴	۲۶۰
۴	**مسئلہ :** اگر خاک میں بنیتِ تیمم لوٹا اور غبار مُنہ اور دونوں ہاتھوں کو بالاستیعاب		

	پہنچ گیا تیمم ہو گیا۔	۶	۲۶۰
۵	مسئلہ: سفر میں وضو کا پانی گھٹ گیا، حقّہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے اس کی تکمیل فرض ہے اور تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی۔	۲	۳۳۴
۶	مسئلہ: سفر میں اگر صحیح اندیشہ ہو کہ پانی جو ساتھ ہے اس سے وضو یا غسل کرے تو آپ یا دوسرا مسلمان یا اپنا خواہ اس کا جانور یہاں تک کہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے نماز جائز ہو جائے پانی نہ ملے گا تو ان سب صورتوں میں تیمم کرے۔	۴	۴۲۰
۷	مسئلہ: اگر وضو یا غسل کا پانی جانور کے لیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	۵	۴۲۰
۸	مسئلہ: کسی کافر ذمی مطیع الاسلام کی پیاس کے لیے بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ تیمم کرے اور پانی اس کے لیے بچائے، ہاں کافر حربی کی پیاس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔	۳	۴۲۱
۹	مسئلہ: نمازِ جنازہ قائم ہوئی بعض کا وضو نہیں پانی موجود ہے، تندرست ہیں مگر وضو کریں تو نماز جنازہ فوت ہو تیمم کرکے شامل ہو سکتے ہیں مگر اس تیمم سے نہ دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں نہ قرآن مجید چھو سکتے ہیں۔	۲	۵۸۲
۱۰	مسئلہ: مریض نے جس کو وضو مضر ہے یا تندرست نے جہاں پانی نہیں نمازِ جنازہ کے لیے تیمم کیا اس تیمم سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک پانی پر قدرت نہ ہو۔	۳	۵۸۲
۱۱	مسئلہ: زمین پر نجاست پڑ کر خشک ہو گئی کہ اس کا رنگ و بو وغیرہ کوئی اثر اصلاً نہ رہا نماز کے حق میں پاک ہو گئی مگر اس سے تیمم نہیں ہو سکتا جب تک دھو کر پاک نہ کر لی جائے۔	۸	۵۸۷
۱۲	مسئلہ: ہاتھ جو تیمم کے ارادے سے زمین یا دیوار یا پتھر غرض جنسِ زمین سے کسی شے پر مارے جاتے ہیں بحکم الٰہی یہ ہاتھ ہی خود جنسِ زمین کے حکم میں ہو جاتے ہیں کہ منہ اور ہاتھوں کا ان سے مسح وہی کام دیتا ہے جو جنسِ ارض سے مسح۔	۳	۵۹۱
۱۳	مسئلہ: ہتھیلیاں کہ نیت کے ساتھ جنسِ زمین سے ملائی گئیں ان کے بعد جنسِ زمین کی اصلاً حاجت نہیں رہتی بلکہ حکم ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر مار کر جھاڑ لیں کہ جو گرد و غبار لگا بھی ہو جھڑ جائے نرے صاف ہاتھ منہ اور ہاتھوں پر پھیرے جائیں	۴	۵۹۱

۱۴	**مسئلہ:** تیمم کے لیے ہاتھ جنسِ ارض پر رکھے تو سنت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر ملے آگے بڑھائے پھر اپنی طرف لائے۔	۴	۵۹۳
۱۵	**مسئلہ:** جائز ہے کہ دوسرے سے کہے کہ مجھے تیمم کرا دے وہ اپنے ہاتھ جنسِ زمین پر مار کر اسکے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے اس صورت میں اس کہنے والے کی نیت شرط ہو گی جس سے کہا اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔	۱	۵۹۴
۱۶	**مسئلہ:** آندھی چلی غبار چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا۔ اگر تیمم کی نیت سے اس غبار پڑے ہونے کی حالت میں چہرے اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۴
۱۷	**مسئلہ:** آندھی کے سامنے کھڑا ہوا کہ غبار آ کر پڑے یا دیوار ڈھائی کہ غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑا جب تک تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہو گا۔	۱	۵۹۵
۱۸	**مسئلہ:** جھاڑو دی یا گیہوں تولے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑا وہی حکم ہے کہ تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۵
۱۹	**مسئلہ:** تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا اگر خاک چہرہ و ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمم ہو گیا ورنہ نہیں۔	۳	۵۹۵
۲۰	**مسئلہ:** کسی غبار کی جگہ اپنا منہ اور دونوں ہاتھ تیمم کی نیت سے داخل کیے کہ وہ غبار سارے منہ اور کہنیوں سے اوپر تک ہاتھوں کو محیط ہو گیا تیمم ہو گیا۔	۴	۵۹۵
۲۱	**مسئلہ:** دیوار گری اس سے گرد اٹھی جو اس کے بدن کو محیط ہوئی اس نے اس غبار بلند میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو تیمم کی نیت سے جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۵	۵۹۵
۲۲	**مسئلہ:** اپنے منہ اور ہاتھوں پر خاک یا ریت گرائی کہ سارے منہ اور ہاتھوں کے سب کروٹوں کو چھو گیا تیمم نہ ہوا، ہاں اگر گرد اس کے اعضاء پر ابھی موجود ہے اور اس حالت میں منہ اور ہاتھوں پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرے تو تیمم ہو گا۔	۶	۵۹۵
۲۳	**مسئلہ:** منہ اور ہاتھوں پر گرد گرائی اور اس کا غبار ان اعضاء کے گرد اڑ رہا ہے اس حالت میں اس غبار بلند میں بنیت تیمم ہاتھ منہ کو جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۷	۵۹۵
۲۴	**مسئلہ:** جہاں غبار اڑ رہا ہے راہ چلتا اس کے اندر ہو کر گزرا اگر اس حالت میں کہ گرد اعضاء پر بلند ہے اور اعضاء کو بہ نیتِ تیمم جنبش دی تیمم ہو جائیگا ورنہ نہیں۔	۸	۵۹۵

٢٥ **مسئلہ:** تیمم میں شرط یہ ہے کہ یہ شخص وُہ فعل کرے جو بذاتِ خود اس کے اعضاء اور
جنسِ زمین کے اتصال کا باعث ہو بالواسطہ باعث ہونا معتبر نہیں جیسے آندھی کے سامنے
کھڑا ہو جانا کہ یُوں غبار آ کر اعضاء پر پڑے گا۔ اس کا فعل بذاتہٖ موجبِ اتصال نہ ہوا۔ ٩ ٥٩٥

٢٦ **مسئلہ:** غبار سے تیمم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر گرد ہو اس پر ہاتھ
مارے یا اُسے جھاڑے کہ اس کا غبار اُٹھے اب اپنی ہتھیلیاں ہوا میں اس غبار کے نیچے
رکھے کہ گرد ہتھیلیوں پر پڑے اس غبار سے منہ کا مسح کرے پھر اگر وہی غبار ابھی ہوا میں
باقی ہو دوبارہ ہتھیلیاں اس کے نیچے کرے جب غبار ان پر پڑے اس گرد سے ہاتھوں کا
مسح کرے اور اگر وُہ غبار ہوا میں نہ رہا کپڑا دوبارہ جھاڑے کہ پھر اسی طرح غبار پیدا ہو
اور طریقِ مذکور بجالائے۔ ٢ ٥٩٦

٢٧ **مسئلہ:** گرد اگر کسی ناپاک کپڑے وغیرہ پر اس حالت میں پڑی کہ وُہ تر تھا تو اس غبار
سے تیمم جائز نہیں، ہاں ناپاک چیز خشک ہو جانے کے بعد اس پر غبار پڑا تو اس سے
تیمم روا۔ ٣ ٥٩٦

٢٨ **مسئلہ:** جس کے ہاتھ شل ہوں وہ ہاتھوں کو زمین پر رگڑے اور منہ کو دیوار پر،
یوں بقدر امکان بجالائے جتنا حصّہ ہاتھ یا منہ کا جنس ارض پر مسح سے باقی رہ جائے
معاف کیا جائے گا اسی قدر سے اس کا تیمم صحیح ہو جائے گا۔

اقول یعنی جبکہ کوئی دوسرا ایسا نہ ملے کہ تیمم کرا دے اگرچہ اُجرت لے کر، جبکہ
یہ اُجرت دے سکتا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ ٤ ٥٩٦

٢٩ **مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ تیمم کی چار صورتیں ہیں اگر جنسِ زمین اپنے چہرہ و
دست سے دُور ہو تو دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس سے اپنی ہتھیلیاں مسح کرکے اپنے
چہرہ و ہر دو دست پر پھیرے۔ یہی طریقہ ماثور و مشہور ہے دوسرے یہ کہ یا تو اس جنسِ ارض
کو اپنے اعضاء پر پھیرے مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا اٹھا کر یا اپنے اعضاء کو اس سے ملے خواہ
اُوپر سے جیسے لنجھے کا منہ دیوار اور ہاتھ زمین پر ملنا یا کسی شخص کا بنیتِ تیمم خاک پر لوٹنا جس
سے خاک سارے مُنہ اور کُہنیوں کے اُوپر تک ہاتھوں کو چھُو جائے خواہ اندر سے یُوں کہ
اپنے اعضاء کو خاک یا ریتے یا غبار کے اندر بنیت تیمم داخل کرے۔ اور اگر جنسِ زمین دونوں
عضووں سے متصل ہے تو اس کی دُو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ صرف اس کے عضووں سے

لپٹی ہوئی ہوا ن سے اوپر اس کا کثیر دَل نہ ہو جیسے گرد ہوا سے اُڑکر آئی یا اس نے خود
اڑائی، مثلاً دیوار ڈھائی یا جھاڑو دی یا گیہوں تولے یا کپڑے وغیرہ پر ہاتھ مارا یا اُسے
جھاڑا بہرحال اب گرد بیٹھ گئی یا اپنے اعضاء پر اس طرح چھڑکی کہ اُڑی نہیں اعضاء پر
گر کر ٹھہر گئی یا اُڑی تو اب بیٹھ گئی اس سے تیمم یوں ہی ممکن ہے کہ بنیتِ تیمم اپنے ان
گرد آلود چہرہ و دست پر ہاتھ پھیرے دوسرے یہ کہ اعضاء کے اوپر اس کا کثیر
دَل ہو مثلاً کوئی شخص کسی خوف سے ریتے کے اندر رہا ہو یا گرد اڑ کر آئی ہو یا خود اُڑائی
اور وہ ابھی ٹھہری نہیں اعضاء کے گرد اڑ رہی ہے بلند ہے تو اس ریتے یا غبار میں
اگر اپنے منہ اور ہاتھوں کو بنیت تیمم جنبش دے گا تیمم ہو جائے گا۔ ۵ ۶۰۱

۳۰ **مسئلہ**: کہیں بگولے وغیرہ سے غبار اڑ رہا ہے بنیت تیمم اس کے اندر چلا گیا
کہ غبار اس کے چہرہ و دست کو محیط ہوا تیمم ہو گیا۔ اور اگر تیمم کی نیت سے نہ گیا تھا یا
غبار آندھی وغیرہ سے خود اڑ کر آیا ہے تو جب تک بلند ہے منہ اور ہاتھوں کو بنیت
تیمم اس میں جنبش دینا ہی تیمم ہو جانے کو بس ہے اور اگر اعضاء پر بیٹھ گیا تو اب بنیت تیمم
اس پر ہاتھ پھیرنا ضرور ہے۔ ۱ ۶۰۲

۳۱ **مسئلہ**: مصنّف کی تحقیق کہ اگر جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت تیمم کی نیت ہونا
شرط ہے اس وقت نیت نہ تھی تو بعد کو نیت کر لینا کافی نہ ہوگا۔ ۴ ۶۰۳

۳۲ **مسئلہ**: جس طرح وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنّت ہے تیمم میں تکرار
سنّت نہیں بلکہ ایک ایک بار منہ اور ہاتھوں کا مسح سنّت ہے۔ ۶ ۶۰۳

۳۳ **مسئلہ**: جنسِ زمین پر بنیت تیمم ہاتھ مارنے ہی سے اتنے ہاتھوں کی طہارت
ہو جاتی ہے ہاتھوں پر مسح کرنے میں اتنے ٹکڑے مثلاً ہتھیلیاں خالی چھوڑ دے کہ
ان کا ایک بار مسح ہو گیا۔ ۷ ۶۰۳

۳۴ **مسئلہ**: سنّت ہے کہ جنسِ زمین پر ضرب ہتھیلیوں سے ہو نہ صرف پُشتِ دست سے ۱ ۶۰۴

۳۵ **مسئلہ**: جتنے منہ اور ہاتھوں کا وضو میں دھونا فرض ہے تیمم میں اتنوں کا مسح
فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمم نہ ہوگا ولہذا اگر صرف کفِ دست
زمین پر مارے اور مسح کرنے میں پُشتِ دست پر ہاتھ نہ پھیرا تیمم نہ ہوا۔ ۲ ۶۰۴

۳۶ **مسئلہ**: اگر ضرب میں پُشتِ دست بھی جنسِ ارض پر مارے اس کا بھی مسح

	ہوجائے گا دوبارہ انھیں مسح نہ کیا جائے گا۔	۳	۶۰۴
۳۷	**مسئلہ**: مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمم کے لیے جنسِ ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔	۴	۶۰۴
۳۸	**مسئلہ**: جس طرح باوضو کو دوبارہ وضو کرنا ثواب ہے تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا کچھ ثواب نہیں بلکہ عبث اور مکروہ ہے۔	۵	۶۰۴
۳۹	**مسئلہ**: تیمم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے یعنی ضرب جدید اور ضربِ واحد سے بھی عبث ہے **اقول** مگر جبکہ استیعاب میں شبہہ ہو۔	۶	۶۰۴
۴۰	**مسئلہ**: تیمم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ ذخیرہ و کافی میں یہ فرمایا کہ بائیں ہتھیلی اپنے داہنے پُشتِ دست پر رکھے اور انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چھوڑ کر باقی تین انگلیوں سے کلائی کی پشت پر کہنیوں کے اُوپر تک مسح کرے نیچے سے پھر ان دو انگلیوں سے کلائی کے پیٹ کا مسح کرے اوپر سے نیچے اترتا ہوا، پھر یوں ہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۷	۶۰۴
۴۱	**مسئلہ**: تحفہ، بدائع و زاد الفقہاء و محیط سرخسی و محیط رضوی میں اس کا بہتر طریقہ یہ فرمایا کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے داہنے ہاتھ کی پشت انگلیوں کے سروں سے کہنیوں کے اوپر تک مسح کرے، پھر اپنے بائیں ہتھیلی سے داہنی کلائی کے پیٹ کا کہنیوں کے اُوپر سے ہتھیلی کے شروع تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے، پھر یونہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۸	۶۰۴
۴۲	**مسئلہ**: سنت یہ ہے کہ جنس ارض پر کفِ دست و پشتِ دست دونوں سے ضرب کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے پھر ان کی پیٹھ۔	۹	۶۰۴
۴۳	**مسئلہ**: اگر ہاتھ جنسِ ارض پر مارنے سے کچھ مٹی گرد غبار ہاتھ میں لگ جائے تو سنت ہے کہ ملنے سے پہلے انھیں جھاڑ لے جتنی بار جھاڑنے میں ہاتھ صاف ہوجائیں۔	۲	۶۰۵
۴۴	**مسئلہ**: زمین پر بے نیت تیمم ہاتھ رکھے تھے اور ان میں اتنی مٹی لگ گئی کہ تیمم کو کافی ہو اب تیمم کی نیت کی تو انہی ہاتھوں کو مل سکتا ہے۔ اس بار ضرب کی حاجت نہیں۔	۴	۶۰۵
۴۵	**مسئلہ**: مصنف کی تحقیق کہ اگر جنسِ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد حدث ہوگیا وہ		

	ضرب باطل ہوگئی اس سے مسح نہیں کرسکتا پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۵
۴۶	**مسئلہ**: زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہوگیا علامہ حدادی کی بحث میں یہ ضرب بیکار ہوگئی اور مصنّف کی تحقیق میں بیکار نہ ہوئی۔	۲	۶۰۷
۴۷	**مسئلہ**: زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد عمرو کو حدث ہوگیا علامہ بحر کی بحث میں یہ ضرب بکار آمد ہے اور مصنّف کی تحقیق میں بیکار ہوگئی، پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۷
۴۸	**فائدہ**: مصنف کی تحقیق مفرد اور نزاعِ ہزار سالہ کا فیصلہ کہ دونوں ضربیں تیمم معہود کے لیے رُکن ہیں غیر معہود کے لیے نہیں۔	۸	۶۰۷
۴۹	**مسئلہ**: تیمم کی ضربوں سے صرف اس قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنسِ ارض کو مَس کرنا کچھ سختی سے مارنا ضرور نہیں، ہاں اولیٰ ہے۔	۴	۶۰۸
۵۰	**مسئلہ**: اگر خود اپنے شہر میں پانی میل بھر دُور ہو تیمم کرسکتا ہے۔	۱ الف	۶۱۲
۵۱	**مسئلہ**: اگر مسافر کو امید ہو کہ آگے چل کر پانی مل جائے گا تو مستحب ہے کہ اتنی تاخیر کرے کہ وقتِ کراہت نہ آجائے اور اگر بلا انتظار ابھی تیمم سے پڑھ لے جب بھی جائز ہے جبکہ پانی میل بھر دُور رہو۔	۲ الف	۶۱۲
۵۲	**مسئلہ**: سفر میں پانی اگر اتنی قیمت کو ملے جتنی قیمت اس جگہ اس وقت بازار کا بھاؤ ہے اور اتنی قیمت حاجتِ ضروریہ سے زائد اس کے پاس ہے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپے کو ہو جیسے موسم حج میں بعض مواقع پر ہوجاتا ہے۔	۱	۶۱۳
۵۳	**مسئلہ**: اگر قیمت پاس نہیں دوسری جگہ ہے اور بیچنے والا ادھار دینے پر راضی ہو جب بھی خریدنا واجب۔	۲	۶۱۳
۵۴	**مسئلہ**: اگر یہ قیمت نہیں رکھتا اور کوئی شخص قرض دینے کا کہتا ہے کہ مجھ سے دام قرض لے کر پانی خرید لے تو لینا واجب نہیں۔	۳	۶۱۳
۵۵	**مسئلہ**: وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں، نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا کافی، بلکہ تین دلائل شرعیہ سے ایک کا ہونا ضرور		

یا تو ظاہر واضح روشن علامت یا صحیح تجربہ یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کا بیان ٤ ٦١٣

٥٦ **مسئلہ:** کیسی ہی سخت سردی ہو اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست کو تیمم جائز نہیں
مگر جبکہ انھیں تین دلائل شرعیہ میں کسی دلیل سے ثابت ہو کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا۔ ٥ ٦١٣

٥٧ **مسئلہ:** اگر پانی پر دشمن ہے اور وہ وضو وغسل کو منع کرتا اور ضرر رسانی کی دھمکی
دیتا ہے جس پر وہ قادر ہے جب تو تیمم سے پڑھ لے اور پھر وضو سے اعادہ کرے اور اگر
وہاں دشمن کے موجود ہونے سے خود اسے خوف و اندیشہ ہے اس کی طرف سے ممانعت
نہیں تو تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔ ١ ٦١٦

٥٨ **مسئلہ:** اگر مرد یا عورت کو نہانا ہے اور وہاں کچھ مرد خواہ عورتیں اور بھی ہیں یا
عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم مرد ہیں اگر آڑ ممکن ہو غسل و وضو لازم ہے تیمم
کرنا جائز نہیں اور اگر آڑ ناممکن ہو تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ آڑ نہیں کرنے دیتے
کہ اسے قید کر رکھا ہے یا آڑ کرنے میں ضرر رسانی سے دھمکاتے ہیں اس صورت میں تیمم
کرے اور بعد کو اعادہ نہیں۔ دُوسرے یہ کہ خود ہی آڑ پر قادر نہیں مثلاً بوجہ مرض یا
اس لیے کہ وہاں آڑ کی جگہ ہی نہیں جیسے کشتی تو اس صورت میں یہ ان سے کہے کہ پیٹھ
پھیر لیں یا آنکھیں بند کر لیں۔ اگر وہ مان لیں غسل و وضو کرے اور نہ مانیں تو تیمم کرے اور
ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اعادہ کا حکم ہو۔ ٣ ٦١٦

٥٩ **مسئلہ:** جو تیمم تنگیِ وقت کے لیے کیا ہو اس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت
جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لیے تھا جہاں ضرورت نہیں اس کے لیے وہ تیمم
بھی باطل۔ ٣ ٦١٨

٦٠ **مسئلہ:** ہبہ مالک کر دینے کو کہتے ہیں اور اباحت یہ کہ ملک تو اپنی ہی رکھی مگر اسے
برتنے خرچ کرنے کی اجازت دی مالک کر دینے سے ہر چیز پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے
لیکن مباح کرنے سے پانی کے سوا کسی چیز پر قدرت نہ سمجھی جائے گی۔ ٤ ٦٣٠

٦١ **مسئلہ:** اباحت درکنار فقط اتنا وعدہ کہ میں تجھے پانی دُوں گا ظاہراً پانی پر قادر کرتا
ہے کہ ظاہر وفاء وعدہ ہے۔ ٥ ٦٣٠

٦٢ **مسئلہ:** کسی نے اسے وضو کے لیے پانی دینے کا وعدہ کیا یہ منتظر رہا جب دیکھا
کہ اب انتظار میں وقت جائے گا نماز تیمم سے شروع کر دی اتنے میں وہ پانی لے آیا

اگر جانے کہ نیت توڑ کر وضو کر کے وقت میں نماز پالوں گا تو تیمم جاتا رہا وضو کر کے پڑھے اور
اگر جانے کہ اب وضو کا وقت نہیں تو تیمم باقی ہے نیت نہ توڑے نماز پوری کرے بعد کو
وضو کر کے پھیرے۔ ۶ ۶۳۰

۶۳ **مسئلہ**: پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان
کرے گا اور پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونے کا تھا
جاتا رہا۔ ۱ ۶۳۱

۶۴ **مسئلہ**: پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اس پر دشمن یا درندہ
وغیرہ ہے جس کے سبب پانی لے نہیں سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ۳ ۶۳۱

۶۵ **مسئلہ**: تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور
اس تک پہنچنے میں حرج و ضرر ہو۔ ۵ ۶۳۱

۶۶ **مسئلہ**: پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا، تو
وُہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔ ۶ ۶۳۱

۶۷ **مسئلہ**: اقول اگر پانی سے عجز کا سبب تو نہ بدلے مگر سبب کا مسبب
بدل جائے تو اس سے پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا، مثلاً پانی پر دشمن تھا جس سے جان کا
اندیشہ۔ وُہ جانے نہ پایا تھا کہ چور آ گیا جس سے مال کا اندیشہ تو اس کے آتے ہی دشمن
چلا گیا تو وُہ تیمم جو خوفِ دشمن سے کیا تھا باقی رہے گا۔ ۱ ۶۳۲

۶۸ **مسئلہ**: جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہو گی اس کی تکلیف ہو گی
مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں تو تیمم کی اجازت نہیں۔ ۵ ۶۳۲

۶۹ **مسئلہ**: نہانے کی حاجت میں اگر پانی گرم کر سکتا ہے یا حمام کی اجرت حاجتِ
اصلیہ سے زائد موجود ہے تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ۷ ۶۳۳

۷۰ **مسئلہ**: جو تیمم کہ مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اس سے تلاوتِ قرآن مجید حلال
نہیں ہو سکتی۔ ۲ ۶۳۴

۷۱ **مسئلہ**: اگر بوجہ عذر باہر نہ جا سکے اب نماز کے لیے ضرور تیمم کرنا ہو گا۔ مگر وہ تیمم کہ مسجد
میں ٹھہرنے کے لیے کیا تھا کافی نہ ہو گا نماز یا تلاوت کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہو گا مسجد کی
زمین خواہ دیوار سے اور اب وہ شرطیں جلدی کیں اس میں نہ ہوں گی جو ہم نے نکلنے کے تیمم

	میں بیان کیں۔	٣	٦٣٧
٧٢	**مسئلہ:** نہانے کی حاجت ہے اور حوض دہ در دہ سے کم اور کوئی برتن پانی لینے کو نہیں حوض کے اندر جاکر نہائے تو تمام پانی قلیل ہونے کے سبب خراب و مستعمل ہوجائیگا اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں تو اس میں نہانا ناجائز ہے تیمم کرے اور اگر مالک کی اجازت ہے یا پانی خود اس کی ملک ہے یا جنگل کا مباح پانی ہے تو نہانا لازم اور تیمم ناجائز۔	١	٦٤١
٧٣	**مسئلہ:** پانی موجود ہو صرف پر ہر طرح قدرت ہو لیکن طہارت میں اسے خرچ کرنے سے شرع مطہر کی ممانعت ہو تو یہ بھی عجز کی صورت اور تیمم کی اجازت ہے جیسے راہ میں پینے کی سبیل کہ اس سے وضو جائز نہیں یا پانی کسی کو ہبہ کر دیا اب اگرچہ اس کی رضا یا حاکم کے جبر سے واپس لے سکتا ہے مگر دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے اس لیے عجز ثابت ہے۔	١	٦٤٣
٧٤	**مسئلہ:** اگر گدھے کا جھوٹا پانی یا وہ نبیذ موجود ہے جس کے نبیذ ہوجانے یا ابھی پانی رہنے میں شبہہ ہے اور ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ان پانیوں سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرے بہرحال اس وضو میں نیت شرط ہے جیسے اور وضو بے نیت بھی ہوجاتے ہیں کہ پانی اعضاءِ وضو پر بہہ جائے اگرچہ اس کا ارادہ وضو کرنے کا نہ ہو بلکہ اصلاً ارادہ نہ ہو جیسے مینہ میں بھیگ گیا یا دریا میں غوطہ لگایا یا کسی نے زبردستی اعضاء پر پانی بہا دیا ہر طرح وضو ہوگیا۔ ان دو پانیوں میں ایسا نہیں بلکہ خاص نیتِ طہارت کے ساتھ وضو کرنا لازم ہے۔	١	٦٤٤
٧٥	**مسئلہ:** یہ جو حکم ہے کہ وضو کے اکثر یا نصف اعضاء میں زخم ہو تو تیمم کرے اور یہاں گنتی میں اکثر مراد ہے اس گنتی میں سر بھی داخل ہے **اقول** مگر اور اعضا میں تو محلِ وضو سے کسی جگہ کوئی زخم یا دانہ ہونا کافی ہے۔ سر میں ضرور ہے کہ تین چہارم سے زیادہ مجروح ہو کہ عضو وضو صرف رُبع سر ہے تو جب تک چہارم سر محفوظ ہے سر مجروح نہ ٹھہریگا جس طرح ہاتھ، اگر کہنیوں سے اُوپر بغلوں تک یا پاؤں گٹّوں سے اوپر رانوں تک مجروح ہوں تو مجروح نہ ٹھہریں گے کہ محلِ وضو سالم ہے۔ نیز لازم ہے کہ اسے مسح ضرر کرے اگر دھونا مضر ہو تو وضو میں سر مطلقاً صحیح ہے کہ وضو میں اس کا دھونا نہیں۔	١	٦٤٥

٧٦ **مسئلہ**: وضو میں اگر سر کا مسح نقصان کرتا ہو واجب ہے کہ سر پر پٹی باندھ کر اس کے
اتنے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ پھیرے جو چہارم سر پر واقع ہے اگر اس سے بھی نقصان ہو تو
مسح بالکل چھوڑ دے معاف ہے تیمم کی اجازت نہیں اور غسل میں سر کا دھونا ضرر
دیتا ہو تو سارے سر پر ایک ایک بال پر اوّل سے آخر تک مسح کرے۔ مسح بھی ضرر دے
تو محلِ نقصان پر پٹی باندھ کر اس سب پر پانی بہائے۔ اس سے بھی نقصان ہو تو اس
سب پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔ اس سے بھی ضرر ہو تو گلے سے نہالے سر بالکل چھوڑ دے
معاف ہے تیمم روا نہیں۔ ١ ٦٤٦

٧٧ **مسئلہ**: سر میں مرض ہے دھونا مضر ہے اور گلے سے نہانے میں بخارات جو اٹھ کر
جائیں گے صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم مستور کے کہنے سے ضرر دیں گے تو گلے سے
بھی نہ نہائے تیمم کرے۔ ٨ ٦٤٧

٧٨ **مسئلہ**: اگر پانی معلوم تھا اور یہ سمجھا کہ خرچ ہو گیا، تیمم سے نماز پڑھ لی، بعد کو معلوم
ہوا کہ پانی باقی تھا بالاتفاق نماز نہیں ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اگرچہ قضا۔ ٢ ٦٥٠

٧٩ **مسئلہ**: پانی اگر بیٹے کی مِلک پر ہے اور اس حد تک پہنچنے سے پہلے باپ نے
کہہ دیا تھا کہ وہ پانی میں لوں گا جب تو بیٹے کا اگر اس وقت تیمم ہے اس پانی پر پہنچنے
سے بھی نہ ٹوٹے گا کہ باپ کی ممانعت کے سبب اس پر قدرت نہیں اور اگر باپ نے
ایسا نہ کہہ دیا تھا تو پانی پر پہنچ کر بیٹے کا تیمم جاتا رہے گا اب اگر باپ اس پانی کو
لے گا بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ ٣ ٦٥٣

٨٠ **مسئلہ**: جنگل میں جنب و حائض و محدث و میّت ہیں مباح پانی ملا کہ ایک کو
کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اس سے نہالے باقیوں کے لیے تیمم۔ ٤ ٦٥٣

٨١ **مسئلہ**: اگر یہ پانی ان میں سے کسی ایک کی مِلک ہے جب تو ظاہر وہی مستحق ہے
اور اگر اس میں سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ سب اپنے حصے میّت کو
دے دیں اسے نہلا دیں اور آپ تیمم کریں کہ اس کا حصہ یہ اپنے صرف میں نہیں لا سکتے
(**اقول** اگرچہ ان میں کوئی میّت کا وارث بالحصر ہو کہ پانی ابھی خود میّت کو درکار ہے
اور اس کی حاجات غسل و کفن و دفن توریث کیا دیون پر بھی مقدم ہیں) اور یہ اپنا حصہ
اسے دے سکتے ہیں **اقول** اس لیے کہ محدث بھی نہیں ہوتا مگر بالغ، ہاں اگر

نابالغ محدث فرض کیا جائے تو لاجرم میت و احیاء سب کو تیمم ہوگا کہ حصہ نابالغ بھی دوسرے
پر صرف نہیں ہو سکتا۔

۸۲ **مسئلہ:** جنب و حائض و محدث تیمم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک ہی کو کافی
ہو سب کا تیمم ٹوٹ گیا، جب مثلاً بوجہ اولویت جنب اس سے نہالے اس کے بعد
باقی دوبارہ تیمم کریں۔ ۱ ۶۵۴

۸۳ **مسئلہ:** مباح پانی اگرچہ کتنا ہی قلیل ہو جتنوں کو ملے گا سب جدا جدا اس پر
قادر سمجھے جائیں گے مثلاً سو آدمی تیمم سے تھے بعض کا تیمم غسل کا تھا بعض کا وضو کا بعض
کو نہانے میں مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تھی جسے ایک چلّو پانی بس ہوتا بعض
کو وضو میں بائیں پاؤں کا اتنا ہی حصہ دھونے سے رہ گیا تھا۔ مثلاً ساٹھ ایسے تھے
اور چالیس وہ جن کو وضو و غسل کے لیے پانی ملا ہی نہ تھا اب ایک چلّو پانی مباح پایا
ان چالیس کا تیمم باقی ہے۔ ان ساٹھ کا ٹوٹ گیا جب ان میں سے ایک اسے استعمال
کرے ۵۹ پھر تیمم کریں۔ ۲ ۶۵۴

۸۴ **مسئلہ:** کچھ لوگ تیمم سے ہیں ایک شخص وضو کے قابل پانی اپنی مِلک سے لایا اور کہا
تم میں جو چاہے اس سے وضو کرلے یا کہا یہ پانی اس کے لیے ہے جو خواہش کرے
جتنوں کا تیمم وضو کا تھا سب کا ٹوٹ گیا جتنوں کا غسل کا تھا باقی رہا۔ ۳ ۶۵۴

۸۵ **مسئلہ:** باپ جس پانی کو لینا چاہے بیٹے کو اس کی مزاحمت نہیں پہنچتی یہ
صورت بھی بیٹے کے لیے عجز کی ہوگی۔ ۴ ۶۵۴

۸۶ **مسئلہ:** ایک پانی چند شخصوں کی مِلک فاسد تھا انہوں نے بخوشی اپنے
میں ایک کو اس کے صرف کی اجازت دے دی اور یہ اس کے وضو یا غسل
کو کافی ہے اور وہ تیمم سے ہے تیمم نہ جائیگا اس اجازت سے پانی پر قدرت
نہ ثابت ہوگی کہ وہ مِلک خبیث ہے اور اس میں تصرف شرعاً ممنوع۔ ۵ ۶۵۴

۸۷ **مسئلہ:** تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے
مگر افضل عکس ہے۔ جبکہ وہ لائق امامت ہو۔ ۶ ۶۵۴

۸۸ **مسئلہ:** پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو سوا اس عبادت فرض
یا واجب یا سنتِ مؤکدہ کے جو بلا عوض فوت ہو باقی کسی شے کے لیے تیمم

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	جائز نہیں اگر کرے گا لغو محض ہوگا ۔	۳	۶۵۹
۸۹	**مسئلہ** : جہاں پانی نامعلوم ہونے کے سبب تیمم کی اجازت تھی وہاں شرط ہے کہ وُہ جگہ نہ آبادی[1] ہو نہ آبادی[2] کے قریب یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر نہ وہاں[3] ظاہر علامتیں ایسی ہوں جن سے پانی کا قرب معلوم ہو جیسے ہری دوب یا پرندوں چرندوں کا ہجوم یا کسی[4] ثقہ کا کہنا کہ پانی یہاں میل سے کم پر موجود ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے پانی بے تلاش کیے تیمم کرے گا تو باطل ہوگا نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ واقع میں پانی وہاں سے قریب نہ تھا۔ ہاں جہاں یہ چاروں باتیں نہ ہوں اور پانی بے تلاش کیے تیمم سے نماز پڑھ لی نماز ہو گئی اگرچہ بعد کو ظاہر ہو کہ پانی وہیں موجود تھا ۔	۴	۶۵۹
۹۰	**مسئلہ** : جنگل میں جہاں مظنۂ آب ہے پانی صرف اس حد تک طلب کرنا واجب ہے جس میں نہ اسے ضرر ہو نہ انتظار میں اس کے رفیقوں کو ۔	۱	۶۶۲
۹۱	**مسئلہ** : جہاں پانی نہیں کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا پھر مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس کے لیے طہارت ضروری ہو بلکہ اس کے لیے بعد اسلام پھر تیمم کرے ۔	۴	۶۶۲
۹۲	**مسئلہ** : پانی نہ ہونے کی حالت میں جوازِ تیمم کے لیے دو میں سے ایک شرط ہے یا تو مطلق تطہیر و رفع حدث کہ یہ نیت تو عام و تام ہے یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت اگرچہ نہ مقصودہ ہو نہ مشروطہ ۔	۲	۶۶۴
۹۳	**مسئلہ** : پانی ہوتے ہوئے صرف اسی عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلا بدل فوت ہوتی ہو ۔	۳	۶۶۴
۹۴	**مسئلہ** : بے وضو شخص جسے نہانا نہیں مسجد میں ذکرِ الٰہی کے لیے بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمم کرے مگر اس تیمم سے نماز نہ ہوگی ۔	۴	۶۶۴
۹۵	**مسئلہ** : مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اس کے لیے تیمم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو، ہاں اگر جنب کسی خوف کی ضرورت سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے اور پانی نہ پائے تیمم کرے کہ یہ تیمم بنیت تطہیر بغرض قرار فی المسجد ہوگا۔ ولہٰذا اس سے نماز جائز نہ ہوگی کہ قرار فی المسجد کوئی عبادت مقصودہ نہیں ۔	۵	۶۶۴
۹۶	**مسئلہ** : پانی ہوتے ہوئے مسِ مصحف یا تلاوت کے لیے تیمم کیا تو لغو و باطل ہوگا		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	نہ اس سے مصحف شریف کا چھُونا حلال ہو سکے گا نہ جنب کو تلاوت ۔	٦	٦٦٤
٩٧	**مسئلہ**: پانی ہوتے صرف تنگیٔ وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے تیمم لغو و باطل ہے اس سے یہ نمازیں جائز نہ ہو سکیں گی ۔	٧	٦٦٤
٩٨	**مسئلہ**: پانی ہوتے ہوئے زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کیلئے تیمم باطل ہے	٨	٦٦٤
٩٩	**مسئلہ**: صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہوں صحتِ تیمم کو کافی نہیں ۔	١	٦٦٦
١٠٠	**مسئلہ**: حدث و جنابت میں تمیز کی نیت کچھ ضرور نہیں مجمل کافی ہے ۔	٢	٦٦٦
١٠١	**مسئلہ**: جنب اگر وضو کی نیت سے تیمم کرے جب بھی صحیح ہے تو اگر وضو کا تیمم غسل کی نیت سے کرے تو بدرجۂ اولیٰ ۔	٣	٦٦٦
١٠٢	**مسئلہ**: دفنِ میت مسلم بھی منجملہ عباداتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے پانی نہ ملے تو تیمم کرے ۔	٤	٦٦٦
١٠٣	**مسئلہ**: تیمم وضو و غسل ہر طہارت غیر معذور کے لیے اُس وقت ہونے کا محل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض و نفاس، حدث و خون وغیرہ منقطع ہولیں حدث باقی ہونے کی حالت میں طہارت فضول و لغو ہے ۔	۵	٦٦٦
١٠٤	**مسئلہ**: دسوں نیتوں میں سے پچھلی دو نیتوں سے جو تیمم کیا جاتا ہے اس سے بھی نجاستِ حکمیہ دُور ہوتی ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ خاص اس شے کے حق میں جس کی نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی نہ ہونے کی حالت میں دخولِ مسجد یا مسِ مصحف یا زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا دفنِ میت یا سلام یا جوابِ سلام کے لیے تیمم کیا ان چیزوں کے حق میں طہارت حاصل ہو گئی یُوں ہی اگر پانی موجود ہونے کی حالت میں نمازِ جنازہ یا عید یا سلام یا جوابِ سلام وغیرہا ان چودہ اشیاء کے لیے تیمم کیا جن کا ذکر نمبر ٨٧ میں گزرا تو اُن اشیا کے لیے طہارت ہو گئی ۔ **تنبیہ**: یہاں سے ظاہر ہوا کہ تعریفِ تیمم میں جو ہم نے نجاستِ مرئیہ دُور کرنے کے لیے کہا اس سے عام مراد ہے کہ مطلقاً دُور کرنا ہو یا خاص اس شے کے حق میں جس کے لیے تیمم کر رہا ہے ۔	٤	٦٦٧
١٠٥	**مسئلہ**: جس چیز میں اجزائے ارضیہ وغیر ارضیہ کا خلط ہو اس میں اگر اجزائے ارضیہ غالب ہیں جنس ارض سے ہے ورنہ نہیں ۔	٢	٦٨٥
١٠٦	**ف**: پسے ہوئے سُرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ صحیح ہو جائے گا ۔	١	٦٩٦

۱۰۷	**مسئلہ**: کھرنجے اور سڑک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پر لید گوبر پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لی۔	۱	٦٩٧
۱۰۸	**ف**: ناہموار پتھر دیوار زمین وغیرہا جنسِ ارض جس پر ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح اس سے نہ لگے اس پر ضرور ہے کہ ہاتھ آگے پیچھے اس طرح پھریں کہ پورے کفِ دست یا اس کے اکثر حصے کو اُس سے مس ہو جائے ورنہ تیمم صحیح نہ ہوگا۔	۱	٦٩٨
۱۰۹	**مسئلہ**: اگر پورے کف دست کا جنسِ ارض سے مس ہو گیا جب تو اس کے اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کا مسح کافی ہے اور اگر اکثر کف کا مسح ہوا تو لازم ہے کہ یہی اکثر یا اس کا اتنا حصہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و دست کا مسح کرے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	۲	٦٩٨
۱۱۰	**مسئلہ**: اگر ضرب میں پوری ہتھیلیاں جنسِ ارض سے مس نہ کریں تو واجب ہے کہ ہتھیلیوں کی باقی جگہ پر بھی ہاتھ پھیرے اور اگر باقی حصہ متعین نہیں تو کلائیوں کے ساتھ ساری ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	۳	٦٩٨
۱۱۱	**مسئلہ**: کہربا پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۱	٧٠۱
۱۱۲	**مسئلہ**: سنگِ بصری پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۳	٧٠۱
۱۱۳	**مسئلہ**: اگر کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے تو اگر وقت میں وسعت ہے کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے جب خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کرے۔	۵	٧٠۴
۱۱۴	**مسئلہ**: کیچڑ سکھا کر تیمم کا حکم اس وقت ہے کہ وقت میں گنجائش ہو ورنہ گیلے ہی سے تیمم واجب۔	۱	٧٠۵
۱۱۵	**مسئلہ**: بضرورت کیچڑ سے تیمم کرے تو واجب ہے کہ دونوں ہتھیلیاں خُوب ملے کہ کیچڑ چھوٹ جائے اور خشکی آجائے ہاں وقت میں اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو یونہی تیمم کر کے پڑھے۔	۲	٧٠۵
۱۱٦	**مسئلہ**: وقت میں گنجائش ہو تو وہ ترکیب کہ کیچڑ خشک کر کے تیمم کی بتائی گئی صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے۔	۳	٧٠۵
۱۱٧	**مسئلہ**: اگر مٹی میں گوبر ملا تھا اور مٹی غالب اور اس قدر دیر تک جلایا کہ گوبر بالکل		

فنا ہوگیا یا کچھ اجزا اس کی راکھ کے رہے تو مٹی سے مغلوب رہے اس صورت میں اُس
مٹی پر تیمم جائز ہوگا۔ ۳ ۷۰۷

۱۱۸ **مسئلہ**: یہ حکم کہ تیمم غیر جنس ارض پر اس وقت روا ہے جب اس پر ہاتھ پھیرنے
سے انگلیوں کا نشان بنے صرف مسئلہ غبار میں ہے جو غیر جنس ارض پر پڑا ہو ورنہ اگر اس پر
مثلاً مٹی کا باریک لیس خشک ہو جس پر ہاتھ پھیرنے سے نشان نہ بنے گا اس پر جواز تیمم میں شبہہ نہیں ۵ ۷۱۴

۱۱۹ **مسئلہ**: تیمم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اس وقت اس کی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو ۱ ۷۱۹

۱۲۰ **مسئلہ**: جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہے جیسے بیت الخلاء کی زمین اُس پر تیمم
نہیں ہوسکتا اگرچہ اس وقت اس کی نجاست اس کے علم میں نہ ہو۔ ۲ ۷۱۹

۱۲۱ **مسئلہ**: کسی شے پر تیمم کیا بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل نے خبر دی کہ وُہ شے نجس
تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اس کے دل پر اس کا صدق جما تو وہ تیمم صحیح
نہ ہوا اس سے نماز پڑھی ہو تو پھیرے اور دل پر نہ جما تو اس کا لحاظ ضرور نہیں اور اگر کسی
کافر نے خبر دی اگرچہ کلمہ گو ہو تو وُہ مطلقاً مردود ہے۔ ۱ ۷۲۰

۱۲۲ **مسئلہ**: جس چیز پر تیمم کیا نہ وہ مظنہ نجاست تھی نہ بعد کو اس کا نجس ہونا ثابت
ہوا تیمم صحیح ہوگیا اگرچہ واقع میں وہ نجس تھی۔ ۲ ۷۲۰

۱۲۳ **مسئلہ**: دوسرے سے اپنا تیمم کرانا بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ۴ ۷۲۰

۱۲۴ **مسئلہ**: ضرور ہے کہ دوسرا اس کے حکم سے اسے تیمم کرائے اگرچہ وہ حکم صراحۃً
نہ ہو دلالۃً ہو جس کی تفصیل آتی ہے۔ ۵ ۷۲۰

۱۲۵ **مسئلہ**: جس وقت وُہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اس وقت
نیت کرے اس دوسرے کی نیت کافی نہ ہوگی۔ ۶ ۷۲۰

۱۲۶ **مسئلہ**: اگر تیمم میں حصولِ طہارت یا رفعِ حدث یا جوازِ نماز کی نیت نہ کی بلکہ صرف
اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمم کی نیت کی تو تیمم نہ ہوگا۔ ۴ ۷۲۱

۱۲۷ **مسئلہ**: تیمم معہود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے اگر ایک یا دو انگلیوں
سے مسح کیا اگرچہ انہیں بار بار ضرب کرکے سارے چہرے و دست کا استیعاب کرلیا تیمم نہ ہوگا۔ ۱ ۷۲۲

۱۲۸ **مسئلہ**: تیمم معہود میں خاص ہاتھ کی ضرب اور اس سے چہرہ و دست کا مسح
شرط ہے اگر لکڑی یا کپڑے یا کاغذ کو جنس ارض پر مس کرکے منہ اور ہاتھوں پر پھیرے گا

	تیمم نہ ہوگا۔	۴	۷۲۲
۱۲۹	**مسئلہ**: کاغذ کپڑا کوئی چیز جنسِ ارض پر پھیری کہ اُس میں مٹّی خوب بھر گئی اب اسے بہ نیتِ تیمم چہرہ و دست پر پھیرا کہ سارے محلِ تیمم پر خود مٹّی لگ گئی تیمم ہوگیا۔	۵	۷۲۲
۱۳۰	**مسئلہ**: اگر دستانے پہنے ہُوئے جنسِ ارض پر ہاتھ مارکر چہرہ و دست پر پھیرا تیمم ہوجانا چاہئے جس طرح میت کو تیمم کرانے میں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانا نمبر ۱۶۴ تا ۱۶۶ میں گزرا۔	۷	۷۲۲
۱۳۱	**مسئلہ**: ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور وہ خشک ہوگیا اور اُس کا چھڑانا مضر ہے اسی حالت میں ہتھیلیاں جنسِ ارض پر مار کر تیمم کرے۔	۲	۷۲۳
۱۳۲	**مسئلہ**: ہتھیلی ایک ضرب سے ایک ہی عضو کو مسح کرسکتی ہے خواہ منہ ہو یا داہنا ہاتھ یا بایاں دو عضووں کو ایک ہتھیلی کی ضربِ واحد کافی نہیں۔	۳	۷۲۳
۱۳۳	**مسئلہ**: میت یا مریض کو تیمم کرایا پہلی ضرب سے دو ہتھیلیاں اس کے چہرے پر پھیریں، دوسری سے دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا اب دوسرے ہاتھ کے لیے جدید ضرب ضرور ہے یہ صورت وہ ہے کہ تیمم دو ضربوں سے نہیں ہوسکتا۔	۴	۷۲۳
۱۳۴	**مسئلہ**: تیمم میں ترتیب شرط نہیں چاہے پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا، ہر طرح تیمم ہوجائے گا۔	۵	۷۲۳
۱۳۵	**مسئلہ**: تیمم معہود میں ترتیب سنّت ہے۔	۷	۷۲۳
۱۳۶	**مسئلہ**: تیمم میں چہرہ و ہر دو دست جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہیں ان میں ایک رونگٹے کی نوک بھی اگر تیمم معہود میں ہاتھ پھیرنے یا غیر معہود میں جنسِ ارض پہنچنے سے رہ جائے گی تیمم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۴
۱۳۷	**مسئلہ**: لازم ہے کہ انگوٹھی چھلّے انگلیوں کلائیوں کے ہر گہنے کو اتار کر تیمم کیا جائے یا انھیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں۔	۲	۷۲۴
۱۳۸	**مسئلہ**: آدمی نے جہاں سے تیمم کیا اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کرے یا جہاں سے ایک شخص نے تیمم کیا اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنسِ ارض تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی۔	۱	۷۲۵
۱۳۹	**مسئلہ**: تیمم کرنے والوں کے مُنہ اور ہاتھوں کو جو مٹّی تیمم میں لگ کر چھُوٹی اگر		

	جمع کرنے سے اتنی ہو جائے کہ اس پر ضرب ہو سکتی ہے تو اس پر بھی ہزاروں بار تیمم ہو سکتا ہے کہ جنسِ ارض کتنی ہی استعمال کی جائے کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔	۴	٧٢٦
١٤٠	**مسئلہ:** ایک عضو کو ایک ہی ضرب سے مسح کرے عضو واحد کے لیے متعدد ضربیں بالاجماع مکروہ ہیں۔	۴	٧٢٩
١٤١	**مسئلہ:** کسی دیوار پر تیمم دیوار میں کوئی تصرف نہیں۔	۴	٧٣۴
١۴٢	**مسئلہ:** تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا، نماز ہو گئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لیے تیمم ٹوٹے گا۔	١	٧٥٠
١۴٣	**مسئلہ:** نماز میں پانی پایا یا تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اگرچہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے پائے۔	٢	٧٥٠
١۴۴	**مسئلہ:** ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہو گئی۔	٣	٧٥٠
١۴٥	**مسئلہ:** سو آدمی تیمم سے نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے تو اسی کی گئی اور ان کی ہو گئی۔ ہاں اگر وہ امام ہے تو سب کی گئی اور اگر یوں کہا کہ جس کے جی میں آئے یہ پانی لے تو سب کی گئی۔	۴	٧٥٠
١۴٦	**مسئلہ:** اگر کافر کہے تو اس کا اعتبار نہیں نماز پڑھ کر پانی مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔	٥	٧٥٠
١۴٧	**مسئلہ:** اگر کسی وجہ سے کسی کافر کی نسبت معلوم ہو کہ یہ تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	٧	٧٥٠
١۴٨	**مسئلہ:** اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ یہ براہِ تمسخر کہتا ہے نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔	٨	٧٥٠
١۴٩	**مسئلہ:** نماز میں معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔	٩	٧٥٠
١٥٠	**مسئلہ:** نماز پڑھتے میں سراب پر نظر پڑی اگر گمان غالب ہوا کہ یہ پانی ہے نیت توڑے اگر دیکھے کہ پانی نہیں تیمم باقی ہے نماز پھر پڑھے اور اگر پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو نیت توڑنا جائز نہیں بعد نماز دیکھے اگر پانی ہے نماز پھیرے ورنہ نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	١	٧٥١

۱۵۱	**مسئلہ**: جب گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑنا واجب ہے۔	۲	۷۵۱
۱۵۲	**مسئلہ**: تیمم سے نماز نماز کامل ہے، تیمم بھی ہمارے نزدیک طہارت کاملہ ہے	۴	۷۵۱
۱۵۳	**مسئلہ**: وضو والے کو تیمم والے کی اقتدا میں اصلاً کراہت نہیں اگرچہ عکس افضل ہے۔ **اقول** یعنی جبکہ تیمم والا اعلم و افضل و احق بالامامۃ ہو۔	۵	۷۵۱
۱۵۴	**مسئلہ**: جب ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔	۶	۷۵۱
۱۵۵	**مسئلہ**: اگر ظن غالب ہو کہ پانی یہاں کہیں قریب ایک میل سے کم فاصلے پر ہے تو تلاش کرنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۷	۷۵۱
۱۵۶	**مسئلہ**: نماز میں پانی دوسرے کے پاس معلوم ہوا اور ظن غالب ہوا کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑ کر مانگنا واجب ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر اُس نے خلاف حکم کرکے نماز پُوری کرلی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	۸	۷۵۱
۱۵۷	**مسئلہ**: ایک جماعت تیمم سے ہے ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا انھوں نے اس پر قبضہ کرلیا تیمم کسی کا نہ گیا **اقول** یعنی اگر وہ پانی سب کو کافی نہ ہو مثلاً دس شخص ہیں اور پانی صرف نو کو کافی، تو بالاتفاق، اور اگر سب کو کافی بلکہ کافی سے بھی زائد ہے تو امام رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ان کا تیمم نہ ٹوٹے گا صاحبین کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، اور فتوٰی قولِ امام پر ہے۔	۳	۷۵۲
۱۵۸	**مسئلہ**: اگر اُن میں ایک شخص کو ہبہ کیا تو بعدِ قبضہ صرف اسی کا تیمم گیا اوروں کا باقی ہے، اور اگر جماعت ہو رہی ہے اور امام کو ہبہ کیا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمم نہ گیا۔ **اقول** اور اگر چند کو ہبہ کیا اور اُتنوں کے لیے پانی کافی تھا تو صاحبین کے نزدیک بشرطِ قبضہ اُتنوں کا تیمم جاتا رہا اور امام کے نزدیک سب کا باقی ہے مگر وہ جس کا حصّہ تقسیم کرکے جدا قبضہ دے۔	۴	۷۵۲
۱۵۹	**مسئلہ**: تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اُس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۵	۷۵۲

١٦٠	**مسئلہ**: شروع نماز سے پہلے اگر دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم سے نماز پڑھنا منع ہے۔ اور اگر شک ہو تو مانگنا مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔	٥	٧٥٣
١٦١	**ف**: یہ جو کہا جاتا ہے کہ پانی عادۃً مبذول ہے یعنی اُس کے دینے میں کسی کو تکلیف نہیں ہوتی پینے کے پانی میں ہے خصوصاً جائے اقامت میں طہارت خصوصاً غسل کا پانی سفر میں مبذول نہیں بلکہ اس کے دینے میں بہت اشیائ سے زیادہ تکلف ہوتا ہے۔	١	٧٥٨
١٦٢	**ف**: دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے کہ جس کے پاس پانی ہے اس کی اولاد ہو یا سگا بھائی یا دوست یا نوکر یا رعیت یا اس سے ڈرتا یا کچھ طمع رکھتا ہو یا اسے معلوم ہو کہ یہ شخص نہ تو بخیل ہے نہ پست خیال نہ میرا مخالف اور اس کے پاس اتنا پانی ہے کہ مجھے دے کر منزل تک پہنچنے تک اس کی حاجتوں کے لیے کافی پانی بچ رہے گا یا یہ بیمار لنجھا یا ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر کھڑا ہے یا اسے معلوم ہے کہ وہ کریم النفس ہے سوال رَد کرتے شرماتا ہے۔	١	٧٥٩
١٦٣	**مسئلہ**: جس چیز کے ہوتے ہُوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی حالت میں جب وہ شَے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔	٢	٧٦٢
١٦٤	**مسئلہ**: یہاں اصل اعتبار واقع کا ہے اگر اسے گمان ہو کہ نہ دے گا اور بے مانگے تیمم سے پڑھ لی بعد نماز اس نے خود دیا اس کے مانگے سے دے دیا نماز نہ ہوئی وضو کر کے پھر پڑھے اور اگر گمان تھا کہ دے دے گا اور بے مانگے تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی تیمم باقی رہا۔ ہاں اگر اصلاً نہ مانگا نہ اس نے آپ دیا نہ اور طرح حال کھلا تو گمان پر حکم رہے گا اگر دینے کا گمان تھا اور نہ مانگا نماز نہ ہُوئی ورنہ ہو گئی۔	١	٧٦٣
١٦٥	**مسئلہ**: جنگل میں ہے اسے پانی کا حال معلوم نہیں کہ دُور ہے یا نزدیک، اور وہاں کوئی ایسا موجود ہے جس کی نسبت پانی کا حال جاننا مظنون ہو اُس سے پُوچھا اُس نے نہ بتایا اس نے تیمم سے پڑھ لی اس کے بعد اُس نے بتایا نماز ہو گئی آئندہ نماز کے لیے وضو کرے۔	٢	٧٦٣

۱۶۶	**مسئلہ**: بتانے والا موجود تھا اور اس نے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی، پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہُوئی۔	۳	۷۶۳
۱۶۷	**مسئلہ**: اُس نے پوچھا اور اُس نے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز بتایا نماز ہو گئی۔	۴	۷۶۳
۱۶۸	**مسئلہ**: گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے پڑھ لی اُتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دے دیا اگر وُہ نہ دینے کا گمان بر بنائے قلّتِ آب تھا تو بعد کثرت دینے سے اُس کی غلطی ثابت نہ ہونی چاہیے اور اگر اور وجوہ مثل رنجش وغیرہ کی بنا پر تھا تو اُس کی غلطی ضرور ثابت ہوئی نماز پھیرے۔	۵	۷۶۳
۱۶۹	**مسئلہ**: گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کر دیا یا اس لیے کہ اُتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا اگر یہ خرچ خود اس نے اپنی حاجت میں کیا تو ظاہر اُس گمان کی غلطی ثابت ہوئی اعادۂ نماز کی حاجت نہیں اور اگر دوسرے کو دے دیا تو اُس ظن کی خطا ثابت ہُوئی نماز کا اعادہ چاہیے۔	۶	۷۶۳
۱۷۰	**مسئلہ**: نماز میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہُوا نماز کے بعد مانگا اُس نے کہا پانی خرچ ہو گیا پہلے مانگتے تو میں دے دیتا اس کہنے کا اعتبار نہیں نماز ہو گئی۔	۴	۷۶۴
۱۷۱	**مسئلہ**: نماز سے پہلے پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہُوا تیمم کر لیا یا پہلے کر چکا تھا کچھ دیر بعد مانگا اُس نے وہی جواب دیا کہ ہو چکا پہلے مانگتے تو مجھے دینے میں عذر نہ ہوتا اس کہنے سے بھی تیمم نہ جائے گا اُسی تیمم سے نماز پڑھے۔	۵	۷۶۴
۱۷۲	**مسئلہ**: پانی اس کے پاس تھا اور اُس نے غلط حیلہ کر دیا کہ نہ رہا پہلے مانگتے تو دے دیتا تو اس کا بھی نماز پر کچھ اثر نہیں، نہ تیمم جائے اگرچہ معلوم ہی ہو جائے کہ اُس نے جھوٹ حیلہ کیا۔	۱	۷۶۵
۱۷۳	**مسئلہ**: پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت تک کے لیے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا اثر نہ ہو گا۔	۲	۷۶۵
۱۷۴	**مسئلہ**: ظاہراً وعدے سے قدرت وقت وعدہ سے ثابت ہو گی پہلے سے نہیں۔	۱	۷۶۶
۱۷۵	**مسئلہ**: اوّل وقت ہے اور پانی ایک میل ہے اور اُمیدِ واثق ہے کہ اوسط		

وقت میں وہاں تک پہنچ جائے گا جب بھی اس پر تاخیر واجب نہیں جائز ہے کہ
ابھی تیمم سے پڑھ لے۔ ہاں تاخیر مستحب ہے جبکہ جانے کہ پانی ملنے اور طہارت کرنے میں
٧٦٧ ١ وقت مکروہ نہ آجائے گا۔

مسئلہ: پانی پر قدرت کہ مانع تیمم ہے اور تیمم کے بعد حاصل ہو تو مبطل تیمم ہے اس کے ١٧٥
یہ معنی ہیں کہ پانی اگرچہ حاضر نہ ہو اُس کا حاصل کرنا بلا حرج اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو
حاصل کرلے اور اس تحصیل میں اسے کوئی حرج لاحق نہ ہو جیسے پانی ایک میل سے کم دور
ہو اور یہ چل سکتا ہے اور نہ راہ میں جان یا مال کا کوئی خطرہ ہے نہ پانی پر
اور اگر وہ کنویں میں ہے تو رسی ڈول موجود ہے اور کوئی مرض بھی نہیں کہ پانی مضر ہو تو یہ پانی
٧٦٨ ١ پر قدرت ہے اگرچہ یہاں سے ستّرہ سو گز دور ہو۔

مسئلہ: آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ صورتیں جن میں حکم ہے کہ وقت ١٧٦
کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ انتظار نہ کرے اور ابھی تیمم سے پڑھ لے

(۱) سیاہ گھٹا اٹھی اور امید غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں پانی ہی پانی ہو جائے گا۔

(۲) پانی میل بھر سے دُور ہے کسی کو لینے بھیجا ہے اور غالب ظن ہے کہ وقتِ مستحب
کے اندر لے آئے گا اب بھی انتظار ضرور نہیں۔

اقول لیکن اگر ظن غالب ہے کہ وُہ پانی لے کر روانہ ہو گیا اور اب میل بھر
سے کم فاصلے پر ہے تو انتظار واجب ہے تیمم سے نماز نہ ہو گی۔ ہاں اگر دیکھے کہ وقت
جاتا ہے تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر پھیرے۔

(۳) کُنواں موجود ہے رسّی یا ڈول نہیں، نہ کوئی ایسی چیز کہ ان کا کام دے سکے
مگر غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں رسّی ڈول مل جائے گا۔

(۴) معلوم ہے کہ پانی یہاں کہیں قریب ہے یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر مگر اسے جگہ معلوم
نہیں چاروں طرف تلاش کرنے کا حکم ہے اور یہ بوجہ ضعف چار طرف جانے آنے
پر قادر نہیں دو ایک طرف گیا اور نہ پایا واپس آیا اور تھک گیا اور گمان غالب ہے
کہ آخر وقت میں کوئی ایسا آجائے گا جو پانی لادے یا جگہ بتادے۔

(۵) پانی قیمت مثل کو بک رہا ہے دام پاس نہیں وہ ادھار دیتا نہیں اور گمان
غالب ہے کہ آخر وقت میں دام مل جائیں گے۔

(۶) پانی موجود ہے مگر پینے کے لیے رکھا ہے وضو کر لیا تو پینے کو نہ رہے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر میں اور فاضل پانی مل جائے گا۔

(۷) پانی پر رہزن یا دشمن یا درندہ ہے اور گمان غالب ہے کہ جلد چلا جائے گا۔

(۸) سخت اندھیری ہے پانی تک راہ نہ سُوجھے گی اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں اُجالا ہو جائے گا یا روشنی کا سامان مل جائے گا۔

(۹) مریض یا لُنجا یا لُولا ہے یا ہاتھ شل ہیں یا نہایت بُوڑھا ہے غرض کوئی عارضہ ایسا ہے کہ خود پانی بھرنے یا وضو کرنے پر قادر نہیں اور اپنے بیٹے یا نوکر کو کسی کام کے لئے بھیجا ہے اور گمان غالب ہے کہ ایسے وقت واپس آئے گا کہ پانی بھر کر مجھے وضو کرا دے اور میں نماز پڑھ لُوں۔

(۱۰) باری سے جاڑا آتا ہے اور ہمیشہ گھنٹا دو گھنٹے رہ کر اُتر جاتا ہے اس وقت پانی بھرنے، وضو کرنے یا نہانے پر قادر ہو جائیگا ابھی نہیں۔

(۱۱) دوسرے کے پاس پانی موجود ہے وہ کہیں کام کو گیا ہُوا ہے اور امید ہے کہ مانگے سے دے دے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں واپس آئیگا۔

(۱۲) نہانا یا عورت کو وضو کرنا ہے لوگ موجود ہیں آڑ نہیں اور گمان غالب ہے کہ چلے جائیں گے اور وقت مل جائے گا۔

(۱۳) مال یا بچہ پاس ہے اسے چھوڑ کر پانی لینے جا نہیں سکتا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی رفیق آجائے گا جو اس کی حفاظت کرے یا پانی لا دے۔

(۱۴) پانی مسجد میں ہے اور اسے نہانا ہے اور گمان غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی ایسا مل جائے گا کہ پانی لا دے مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمم کر کے پانی مسجد میں سے لے آیا اور نہا لیا کچھ مضائقہ نہیں۔ ۳ ۶۷۲

۱۷۷ **مسئلہ**: جنگل میں ہے اور معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دُور ہے یا کم اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی نماز ہو گئی خواہ آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہو یا نہ ہو اُس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم ہونے کا ظن نہ ہو۔ ۱ ۶۷۵

۱۷۸ **مسئلہ**: معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقتِ مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمم کر کے پڑھ لے

	پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہو گئی۔ ہاں اگر یہ ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دور ہونا ظاہر ہو۔	۳	۷۷۵
۱۷۹	**مسئلہ**: یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دوں گا کچھ مؤثر نہیں۔	۱	۷۷۷
۱۸۰	**مسئلہ**: وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	۲	۷۷۷
۱۸۱	**مسئلہ**: وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو پھر وقت کے اندر ہی دے دے ضرور نماز پھیرنی ہوگی اور اگر وقت میں کسی عذر سے نہ دے جب بھی پھیرنی ہوگی اور بلا عذر نہ دے تو ظاہراً پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۱	۷۷۸
۱۸۲	**مسئلہ**: دینے سے انکار کبھی صراحۃً ہوتا ہے مثلاً نہ دوں گا کبھی دلالۃً مثلاً اس نے مانگا اس نے پانی اپنے خرچ میں کر لیا یا پھینک دیا اگرچہ اتنا باقی رہا کہ اس کی طہارت کو کافی نہیں۔	۱	۷۷۹
۱۸۳	**مسئلہ**: اگر اس نے مانگا اور اس نے پانی دوسرے کو بطور اباحت دے دیا مالک نہ کیا تو یہ بھی دینے سے انکار ہے اور اگر دوسرے کو مالک کر دیا تو اگرچہ اس کی طرف سے انکار ہو گیا مگر اب وہ دوسرا پانی کا مالک ہے وہی مسائل اس کی طرف متوجہ ہوں گے کہ اس کے مانگے سے اس کا دے دینا مظنون ہے تو مانگنا واجب وغیر ذلک۔	۲	۷۷۹
۱۸۴	**مسئلہ**: مانگے پر چُپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو۔	۳	۷۷۹
۱۸۵	**مسئلہ**: اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بر بنائے منع نہ تھا۔	۶	۷۷۹
۱۸۶	**مسئلہ**: پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد، اور اُسے وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز نہیں پھیرنا چاہیے۔	۱	۷۸۱
۱۸۷	**مسئلہ**: اُس نے پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہراً اب بھی اعادۂ نماز چاہیے۔	۱	۷۸۲
۱۸۸	**مسئلہ**: دینے سے انکار کر کے دینا کچھ مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے		

پہلے دے دے تو تیمم و نماز جاتے رہیں گے ۔ ۱ ۶۸۳

۱۸۹ **مسئلہ** : جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جانا چاہیے موجود تھا اور بے پوچھے تیمم سے
پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی میل بھر سے کم دُور بتایا نماز نہ ہوئی خواہ اس کے پوچھنے
پر بتائے یا آپ ہی ۔ ۵ ۶۹۳

۱۹۰ **قاعدہ ۱** : اگر اس نے اسے بے مانگے پانی دیا اگرچہ وقت کے بعد
یا اس کے مانگنے پر نہ وعدہ کیا نہ منع نہ سکوت بلکہ فوراً پانی دے دیا خواہ تیمم سے پہلے
یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد خواہ قبل سوال اسے تیمم سے
پڑھتے دیکھا اور خاموش رہا یا نہ دیکھا بہرحال اسے گمان غالب اُس کے دینے یا
نہ دینے کا تھا یا شک تھا عام ازیں کہ یہ نماز میں اس کے پاس پانی ہونے پر مطلع ہوا یا
پہلے ان سب صورتوں میں وُہ دینا مؤثر ہے یعنی تیمم سے پہلے دیا تو تیمم جائز نہیں اور
تیمم کرچکا تھا تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں دیا یا بعد تو نماز و تیمم دونوں گئے بہرکیف وضو
کرکے اس نماز کو پڑھے ۔ ۱ ۶۹۹

۱۹۱ **قاعدہ ۲** : تیمم سے پہلے یا بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں اُسی وقت میں پانی
دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی بعینہٖ مذکور مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا ناقض و مانع اور نماز میں
ہو تو اس کا قاطع عام ازیں کہ اس نے پانی نماز میں دیکھا یا اُس سے پہلے اور اس نے
خود وعدہ کیا یا اس کے مانگنے پر اور بعد کو وقت میں دے یا بعد وقت یا اصلاً نہ دے
خواہ کسی عذر سے یا بالقصد وعدہ خلافی سے اور عام ازیں کہ اس وعدے سے پہلے
اسے دینے یا نہ دینے کا ظن ہو یا نہ ہو بہرحال مؤثر ہے ۔ ۲ ۶۹۹

۱۹۲ **قاعدہ ۳** : یہ تیمم سے نماز پڑھ چکا اس کے بعد اُس نے وعدہ کیا کہ پانی وقت
میں دے گا اور پھر بلا عذر نہ دیا یا دیا تو وقت گزر جانے پر دیا اس صورت میں نماز
ہوگئی خواہ یہ وعدہ اس نے خود کیا ہو یا بعد نماز اس کے سوال پر اور اس پانی پر
اطلاع اسے نماز میں ہوئی ہو یا پہلے عام ازیں کہ اس نے اسے نماز مذکور تیمم سے پڑھتے
دیکھا ہو یا نہیں اور اسے پیش از وعدہ کوئی ظن ہو یا شک ۔ ۳ ۶۹۹

۱۹۳ **قاعدہ ۴** : اس کے نماز پڑھ لینے کے بعد وعدہ کیا اور وقت میں دے دیا یا
نہ دینا کسی وجہ سے ہوا نہ وعدہ خلافی سے اس میں مطلقاً نماز کا اعادہ کرنا ہوگا

صور مذکورہ قاعدہ سوم سے کوئی بھی صورت واقع ہو۔ ۴ ۷۹۹

۱۹۴ **قاعدہ ۵**: اس نے مانگا وہ چُپ رہا مگر وقت میں پانی دے دیا اور اسے
تیمم سے نماز پڑھتے دیکھ کر خاموش نہ رہا تھا تو یہ دینا بھی مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا
ناقص یا مانع یا نماز کا مبطل یا قاطع خواہ اس کا مانگنا اور اس کا دینا تیمم سے پہلے
ہویا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد بھی بعد وقت نماز میں عام
ازیں کہ اسے نماز میں پانی پر اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہو یا شک۔ ۱ ۸۰۰

۱۹۵ **قاعدہ ۶**: اس کے مانگے پر چپ رہا اور پھر پانی اصلاً نہ دیا یا وقت کے بعد
دیا یا اسے تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور بعد نماز وقت ہی میں دیا عام ازیں کہ اسے
نماز میں اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور تیمم سے پہلے مانگا یا بعد نماز سے پہلے یا نماز میں
یا بعد اور کوئی ظن تھا یا شک، بہرحال نماز پوری ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ ۲ ۸۰۰

۱۹۶ **قاعدہ ۷**: مانگنے پر انکار کر دیا مگر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ دینا مطلقاً
بمعنے مذکور قاعدہ دوم مؤثر ہے وضو کرکے یہ نماز پڑھنی یا پھیرنی ہوگی خواہ یہ مانگنا اور
دینا تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہو اور اطلاع نماز میں
ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہوا ہو یا شک۔ ۳ ۸۰۰

۱۹۷ **قاعدہ ۸**: اُس نے تیمم یا نماز سے پہلے یا نماز میں یا اُس کے بعد مانگا اور
اس نے انکار کرکے اصلاً نہ دیا یا وقت گزرنے پر دیا یا وقت ہی میں مگر نماز کے
بعد دیا خواہ تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا یا نہیں بہرحال نماز ہوگئی خواہ اطلاع کبھی
ہُوئی اور ظن ہُوا یا شک۔ ۴ ۸۰۰

۱۹۸ **قاعدہ ۹**: نہ اس نے مانگا نہ اس نے وقت میں دیا نہ بعد مگر نماز میں خواہ
اُس سے پہلے پانی پر مطلع ہو کر اسے ظن غالب ہوا تھا کہ مانگے سے دے دے گا
نماز نہ ہُوئی پھر پڑھے۔ ۵ ۸۰۰

۱۹۹ **قاعدہ ۱۰**: صورتِ مذکورہ میں اسے دینے کا گمان نہ ہوا بلکہ نہ دینے کا ظن
غالب یا شک تھا تو نماز ہوگئی۔ ۶ ۸۰۰

۲۰۰ **قاعدہ ۱۱**: خود یا اس کے مانگنے پر کہا پانی ختم ہو چکا پہلے کہتے تو دے دیتا
پھر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ بدستور مؤثر ہے وضو کرکے نماز پڑھے یا

پھیرے کبھی مطلع ہوا اور کوئی ظن یا شک کیا۔ ۱ ۸۰۱

۲۰۱ **قاعدہ ۱۲** : یہی کہا اور پانی اصلاً نہ دیا یا بعد وقت خواہ وقت میں یا بعد نماز
نماز پر مطلع ہو کر یا بے اطلاع دیا انھیں تعمیموں پر مطلقاً مؤثر نہیں نماز ہو گئی ہاں
پانی دے دے تو آئندہ کے لیے وضو کرے۔ ۲ ۸۰۱

۲۰۲ **قاعدہ ۱۳** : وعدہ وقت کے بعد دینے کا کیا مگر وقت میں نماز ختم ہونے سے پہلے
دے دیا تو حکم مثل قاعدہ ۱۱ ہے۔ ۳ ۸۰۱

۲۰۳ **قاعدہ ۱۴** : اسی قسم کے وعدہ میں پانی ختم نماز سے پہلے نہ دیا تو حکم و تفصیل مثل قاعدہ ۱۲ ہے۔ ۴ ۸۰۱

۲۰۴ **قاعدہ ۱۵** : پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہے کہ اس نے
منع کر دیا اس میں صدہا صورتیں ہیں بہر حال حکم یہی ہے کہ اب اس کا استعمال ناجائز ہو گیا تیمم کرے۔ ۱ ۸۰۲

۲۰۵ **قاعدہ ۱۶** : وعدہ کرکے انکار کر دیا اگر وعدہ تیمم سے پہلے تھا جس کے باعث تیمم ناجائز ہو گیا تھا اب
انکار کر دینے سے جائز ہو گیا اور اگر تیمم کے بعد وعدہ تھا تو تیمم ٹوٹ گیا انکار اسے جوڑ نہ دے گا دوبارہ تیمم
کرے یوں ہی اگر عین نماز میں وعدہ کیا نماز و تیمم دونوں گئے انکار انہیں پھیر نہ لائیگا پھر تیمم کرکے نماز پھیرے
اور اگر وعدہ بعد نماز تھا نماز پوری ہو گئی اور اس انکار نے اس کے پورا ہو جانے کو اور مضبوط کر دیا۔ ۱ ۸۰۳

۲۰۶ **قاعدہ ۱۷** : پانی مانگنے پر انکار کر دیا تھا اسکے بعد اب وعدہ کر لیا کہ وقت میں دے دے گا اگر یہ وعدہ
تیمم سے پہلے ہے تو تیمم ناجائز ہو گیا اور تیمم کے بعد ہے تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں ہے تو نماز و
تیمم دونوں گئے بہر حال آخر وقت تک انتظار کرے اگر پانی مل جائے تو وضو کرکے نماز
پڑھے نہ ملے اور وقت جاتا دیکھے تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر پھیر لے اور اگر بعد انکار
یہ وعدہ نماز پڑھ لینے کے بعد کیا تو نماز ہو گئی اس پر اس کا کچھ اثر نہیں۔ ۲ ۸۰۳

۲۰۷ **قاعدہ ۱۸** : مانگنے پر خاموش ہو رہا پھر انکار کر دیا نماز و تیمم سب جائز ہیں
انکار بعد نماز کیا ہو خواہ پہلے۔

۲۰۸ **قاعدہ ۱۹** : سوال پر سکوت کے بعد وقت میں دینے کا وعدہ کر لیا اگر یہ وعدہ
تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہے یا نماز کے بعد
مگر اس حال میں کہ اسے تیمم سے نماز پڑھتے نہ دیکھا تو ان صورتوں میں یہ وعدہ
مؤثر ہے تیمم کا ناقض یا مانع اور نماز کا مبطل یا قاطع اور اگر تیمم سے نماز پڑھنے پر مطلع ہوا
جب بھی ساکت رہا اس کے بعد وعدہ کیا تو نماز ہو گئی۔ ۴ ۸۰۳

۲۰۹ **مسئلہ:** جسے نہانے کی حاجت ہو اور اس کے ساتھ کوئی حدث موجبِ وضو بھی ہو
مثلاً سویا پھر احتلام ہوا یا انزال کے بعد پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ نہا نہیں سکتا اور
وضو کر سکتا ہے مگر پانی صرف وضو کے لائق موجود ہے یا نہانا مضر ہے وضو میں ضرر
نہیں یا صبح کو اتنے تنگ وقت میں اُٹھا کہ فقط وضو کرکے نماز مل جائے گی نہانے سے
نہ ملے گی تو ان سب صورتوں میں حکم ہے کہ وضو اصلاً نہ کرے صرف تیمم کرے وہی جنابت
وحدث دونوں کے لیے کافی ہوجائے گا۔ ۱ ۸۰۴

۲۱۰ **مسئلہ:** تنگیٔ وقت کے لیے تیمم کہ مذہب امام زفر ہے معتمد کتابوں سے اس کی تائید مزید۔ ۲ ۸۰۴

۲۱۱ **مسئلہ:** ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے مثلاً وضو کی حاجت ہے اور
پانی اتنا ہے کہ سارا وضو ایک ایک بار ہوجائے گا ایک پاؤں کا حصّہ بچ رہے گا تو
کچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے یونہی نہانے کی حاجت میں پانی فقط وضو کے قابل ہو وضو
نہ کرے یا سارا بدن دھولینے کے قابل ہو مگر چند انگل جگہ باقی رہ جائے گی جب بھی
کُچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے۔ ۳ ۸۰۴

۲۱۲ **مسئلہ:** ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا، آتا ہے تو ایک ساتھ جاتا ہے تو ایک ساتھ،
اس میں ٹکڑے نہیں۔ ۴ ۸۰۴

۲۱۳ **مسئلہ:** اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں صرف تیمم کرے، یونہی نہانے میں اکثر بدن پر پانی
نہیں ڈال سکتا تو جتنے پر ڈال سکتا ہے اُس پر بھی نہ ڈالے فقط تیمم کرے۔ ۵ ۸۰۴

۲۱۴ **مسئلہ:** وضو کیا یا نہایا اور کچھ جگہ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہوچکا تیمم کرے یہ تیمم ہی
اس کی طہارت ہوگا جتنا بدن دھویا تھا بیکار ہوگیا۔ **اقول** یعنی اس سے رفع
حدث نہ ہوا نماز جائز نہ ہوتی ورنہ جتنے بدن پر پانی گزر گیا اُس پر سے فرض ضرور
ساقط ہوگیا یہاں تک کہ اگر مثلاً نہانے میں ایک بالشت جگہ بچ رہی تھی اور
تیمم کیا اب جو اتنا پانی ملے گا کہ اس بالشت بھر جگہ پر بہہ سکے تیمم ٹوٹ جائے گا اور
جب وہاں اُسے بہالے گا اُسی قدر سے پُورا غسل اُتر جائے گا یُوں ہی وضو میں اگر
اس دھونے کے بعد حدثِ جدید نہ ہُوا ہو۔ ۶ ۸۰۴

۲۱۵ **مسئلہ:** جنب کے پاس صرف وضو کے قابل پانی تھا اور اس نے حسب الحکم فقط
تیمم کرلیا اب کوئی حدث واقع ہُوا تو وضو کرے اگلا تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں

دے سکتا۔ ۵ ۸۰۶

۲۱۶ **مسئلہ:** نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اس کے بعد اگر حدث ہو تو
اس کے لیے دُوسرا تیمم کرے جیسے نہانے کے بعد حدث واقع ہو تو پھر وضو کرنا لازم
ہوتا ہے۔ ۱ ۸۰۷

۲۱۷ **مسئلہ:** نہایا اور مثلاً پیٹھ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا اب اتنا پانی پایا کہ نصف پیٹھ
دھولے تو مناسب ہے کہ دھولے کہ جنابت جتنی کم ہو بہتر ہے آئندہ تھوڑا ہی پانی کافی
ہو جائے گا۔ ۳ ۸۰۸

۲۱۸ **مسئلہ:** نہانے میں مثلاً پیٹھ کا حصّہ اور اعضائے وضو باقی رہ گئے تیمم کر لیا اب اتنا پانی
ملا کہ چاہے پیٹھ دھولے چاہے وضو کر لے تو اسے اختیار ہے جس میں چاہے صرف کرے اور
بہتر یہ کہ وضو کرے کہ اس میں سنّت و فرض دونوں کی ادا ہے۔ ۴ ۸۰۸

۲۱۹ **مسئلہ:** اگر جنب وضو کر لے اتنے اعضاء کی طہارت ہو جائے گی جب تک دوبارہ کوئی
حدث نہ ہو اب اگر پانی ملے جب بھی ان اعضاء کا دھونا ضرور نہ ہوگا صرف باقی بدن دھونے
سے جنابت زائل ہو جائے گی ان کی طہارت اسی معنی پر ہے نہ یہ کہ ان اعضاء سے وہ
کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے اس وضو سے قرآن مجید نہیں چھو سکتا اگرچہ
ہاتھ دُھل گئے۔ قرآن مجید پڑھ نہیں سکتا اگرچہ زبان دُھل گئی مسجد میں قدم نہیں رکھ سکتا
اگرچہ پاؤں دُھل گئے یہ سب باتیں تو اُسی وقت جائز ہوں گی جب پُورا غسل کرے ایک
رونگٹا بھی دھونے سے رہ جائے گا تو ان میں سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ۳ ۸۱۴

۲۲۰ **مسئلہ:** جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصّہ باقی تھا کہ پانی نہ رہا اب حدث ہوا دونوں کے لیے
ایک ہی تیمم کرے اُس کے بعد اگر پانی اتنا ملا کہ وضو اور اس کا بقیہ دونوں کو کافی ہے
تو یہ تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ جائے گا وضو بھی کرے اور بقیہ بھی دھوئے اور کسی کو
کافی نہ ہو تو تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے اور خاص ایک کو کافی ہے تو اُسی کے
حق میں تیمم ٹوٹا اس میں پانی صرف کرے دوسرے کے حق میں تیمم باقی ہے اور اگر
ان میں ہر ایک کو کافی ہو مگر دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت کا بقیہ دھوئے اور امام محمد کے
نزدیک حدث کا تیمم دوبارہ کرے۔ ۶ ۸۲۲

۲۲۱ **مسئلہ:** جس چیز کا ہونا تیمم سے مانع ہو اگر بعد تیمم پائی جائے گی تیمم ٹوٹ جائے گا

اور جس کا ہونا تیمم سے مانع نہ ہو اگر بعد تیمم پائی جائے گی ناقض بھی نہ ہوگی ۔ ۱ ۸۲۳

۲۲۲ مسئلہ : جس چیز کے پائے جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اگر تیمم کے وقت وہ موجود تھی تیمم صحیح
نہ ہوگا اور جس سے تیمم نہیں ٹوٹتا وہ اگر وقتِ تیمم ہو منع نہ کرے گی ۔ ۱ ۸۲۴

۲۲۳ مسئلہ : نہانے میں پیٹھ کا حصہ رہ گیا پھر حدث ہوا اور تیمم کیا اب پانی اتنا ملا کہ ان میں
جسے چاہے دھوئے دونوں کو کافی نہیں اس صورت میں اسے حکم تھا کہ جنابت کا بقیہ
دھولے اگر اس نے ان کا خلاف کر کے وضو کر لیا تو وہ تیمم جنابت کے حق میں بھی بالاتفاق
ٹوٹ گیا دوبارہ تیمم کرے ۔ ۲ ۸۲۴

۲۲۴ مسئلہ : جنب نے ابھی کوئی عضو نہ دھویا نہ تیمم کیا کہ حدث ہوا اب نہائے خواہ تیمم
کرے ہر ایک سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو جائیں گے لیکن اگر جنب اعضائے وضو
دھو چکا اور باقی کل یا بعض بدن میں جنابت باقی ہے اس کے بعد حدث ہوا اب
جتنا بدن جنابت میں دھونے سے رہ گیا تھا اتنا ہی دھونے سے غسل اُتر جائے گا مگر حدث
نہ زائل ہوگا اس کے لیے وضو کرے یا پانی نہ رہے تو تیمم ۔ ۳ ۸۲۵

۲۲۵ مسئلہ : پانی مطہر مقتصر ہے یعنی جتنی جگہ گزرے گا اسی قدر کو پاک کرے گا مگر مٹّی
مطہر شامل ہے کہ تیمم میں ہاتھ صرف چہرہ و ہر دو دست پر گزرنے سے سارا بدن
پاک ہو جاتا ہے ۔ ۴ ۸۲۵

۲۲۶ مسئلہ : مٹّی اگرچہ مطہر شامل ہے مگر جب جنابت کے ساتھ مستقل حدث موجود ہو
جس کے محل کو جنابت محیط نہیں تو ان میں تیمم اسی کے لیے مطہر ہوگا جس میں اس کی شرط
یعنی پانی سے عجز متحقق ہو ورنہ نہیں مثلاً جنب نے وضو کر لیا باقی بدن کل یا بعض باقی
رہا پھر حدث ہوا اب جنابت کے لیے تیمم کیا اگر وضو کے قابل بھی پانی نہیں تو تیمم سے جنابت
و حدث دونوں اُتر جائیں گے اور اگر وضو کے لائق پانی موجود ہے بقیۂ جنابت کے لائق
نہیں تو تیمم صرف جنابت کو زائل کرے گا حدث کے لیے وضو کرنا لازم ہوگا کہ یہ حدث
محلِ جنابت سے جدا ہے لہذا اس کا تابع نہیں ہو سکتا ۔ ۵ ۸۲۵

۲۲۷ مسئلہ : جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور
نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی ۔ ۱ ۸۲۶

۲۲۸ مسئلہ : صورتِ مذکورہ میں جنابت لوٹ آنے کے بعد اگر اسے پھر حدث ہو خواہ

دوبارہ تیمم جنابت سے پہلے یا بعد اور وضو کے قابل پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا یہ تیمم
جنابت اس حدث کو زائل نہ کرے گا کہ یہ حدث محل جُدا میں ہے تابعِ جنابت نہیں۔ ۲ ۸۲۶

۲۲۹ مسئلہ : اس صورت میں اگر وضو کے قابل بھی نہ ملے اور جنابت کے لیے تیمم کرے حدث
بھی اٹھ جائے گا مگر اسی وقت تک کہ وضو کے قابل پانی نہ ملے اگر ملے گا اور جنابت دھونے
کے قابل نہ ہوگا تو وضو کرنا ہوگا جنابت کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔ ۳ ۸۲۶

۲۳۰ مسئلہ : جب حدث کا کوئی ذرہ محلِ جنابت سے جُدا ہو تو وہ حدث مستقل ہے جنابت کا
تابع نہیں جس کے قابل پانی موجود ہوگا اسے دھونا لازم ہوگا دوسرے کے قابل نہ ہوا
تو اس کے لیے تیمم کرے گا اور اگر کسی کے قابل نہیں تو دونوں کے لیے ایک تیمم کافی تو
ہوگا مگر یہ تیمم ظاہراً ایک اور بلحاظ معنیٰ دو تیمم ہوں گے ایک جنابت کا ایک حدث کا ان
میں جس کے قابل پانی پائے گا اس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے قابل نہ ہوا
تو اس کے حق میں باقی رہے گا۔ ۴ ۸۲۶

۲۳۱ مسئلہ : جنابت جبکہ تمام موضع حدث کو شامل ہو وہ حدث تابع جنابت ہے اس
کے لیے کوئی مستقل حکم نہیں اگر پانی غسل کو کافی نہیں اور وضو کو کافی ہے جب بھی
وضو کی حاجت نہیں صرف تیمم کافی ہے اور تیمم کے بعد صرف وضو کے قابل پانی ملا
جب بھی تیمم نہ جائے گا نہ وضو ضرور ہوگا۔ ۵ ۸۲۶

۲۳۲ مسئلہ : جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہُوا اور اس کے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے
کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے
زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔ ۶ ۸۲۶

۲۳۳ مسئلہ : صورتِ مذکورہ میں بعد عود جنابت بھی کتنے حدث ہوں سب کو وہی تیمم جنابت
رفع کر دے گا وضو کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں اگر جنابت عود کرنے کے بعد تیمم یا وضو
کر لیا اور پھر حدث ہوا تو وضو لازم ہوگا۔ ۱ ۸۲۷

۲۳۴ مسئلہ : جنب نے تیمم سے پہلے نماز پڑھ لی پھر حدث ہوا اور وضو کے لائق پانی ہے
آئندہ نماز کے لیے وضو کرے اب اگر اس نے وضو کر کے موزے پہن لیے پھر پانی
پہ گزرا اور بے نہائے چھوڑ کر ایک میل یا زیادہ چلا گیا کہ پھر بے آب ہو گیا اب نماز کا
وقت آیا اور وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کے لیے تیمم کرے اس

تیمم کے بعد اگر حدث ہو تو وضو کرے اور اب موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، موزے اتار کر پاؤں
دھوئے اس لیے کہ اسے جنابت لاحق ہے اور جنابت میں موزوں کا مسح نہیں ہاں اگر
اس بیچ میں پانی پر نہ گزرا جس سے جنابت عود کرتی تو مسح موزہ جائز ہے جب تک اس
کی مدت باقی ہو۔ ٣ ٨٢٧

٢٣٥ **مسئلہ:** جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور
چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کے لیے تیمم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے
دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔ ٢ ٨٣٣

٢٣٦ **مسئلہ:** جنب کو حدث بھی ہو اور نہانا مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو صرف تیمم کافی ہے لیکن
اگر تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو وضو ضرور ہوگا۔ ٣ ٨٣٣

٢٣٧ **مسئلہ:** محدث اگر اتنا پانی پائے کہ منہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے اور سر کا
مسح کرلے نہ تین تین بار دھو سکے گا نہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بچے گا تو اسے
تیمم جائز نہیں ہو سکتا اُسی قدر کرے وضو ہو گیا اور اگر تیمم سے تھا اور اتنا پانی پایا تیمم
جاتا رہا۔ ١ ٨٣٤

٢٣٨ **مسئلہ:** حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم ان میں سے جس کی نیت سے چاہے
کرلے کافی ہے کچھ تخصیص ضرور نہیں کہ حدثِ اصغر رفع کرتا ہو یا اکبر۔ ١ ٨٣٥

٢٣٩ **مسئلہ:** سفر میں ہے وضو کی حاجت اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست ہے اور
پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے، اس پر لازم ہے کہ نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ ١ ٨٤٦

٢٤٠ **مسئلہ:** اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا
آٹا گوندھنے تک کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمم کرلو دھیلے کا
پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کرلو۔ ٧ ٨٤٨

٢٤١ **مسئلہ:** وضو کرنا ہے اور نجاست دھونا اور پانی ایک ہی کو کافی ہے تو نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کا اختیار رہے چاہے نجاست دھونے سے پہلے کرے
مگر زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بعد کو کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بعد کو
پھر کرلے۔ ١ ٨٤٩

نمبر	مسئلہ		
۲۴۲	**مسئلہ:** وضو کرنا ہے اور جنابت کا کچھ حصہ باقی ہے وہ بھی دھونا ہے اور پانی ایک ہی کے قابل ہے جنابت کا حصہ دھوئے اور لازم ہے کہ حدث کے لیے تیمم اس کے بعد کرے پہلے کر لیا تو جائز نہ ہوگا پانی خرچ ہونے کے بعد دوبارہ کرے ۔	۲	۸۴۹

مسح الخفین

نمبر	مسئلہ		
۱	**مسئلہ:** مسح موزہ کے عوض موزہ پہنے ہوئے پاؤں برتن میں ڈال دیا کہ پشت موزہ کو پانی پاؤں کی تین چھنگلیا کی قدر پہنچ گیا یا جس کے ہاتھ وغیرہ پر پٹی بندھی ہے اس نے ہاتھ برتن میں ڈال کر پٹی کو تر کر لیا اور اس کے سوا کوئی حصہ ہاتھ کا جس کا دھونا ہنوز اس پر لازم تھا داخل نہ ہوا تو مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا ۔	۲	۲۵۸
۲	**مسئلہ:** دھونے کی بچی ہوئی تری سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی بچی ہوئی سے نہیں ہو سکتا تو اگر سر کا مسح کیا اور اسی کی باقیماندہ تری سے موزہ پر مسح کر لیا مسح نہ ہوا اور اگر عضو دھونے کے بعد جو تری ہاتھ میں رہی اس سے کیا تو ہو گیا ۔	۳	۲۵۸
۳	**مسئلہ:** مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر مسح نہ کرنے پر اس پر خارجی ہونے کا گمان ہوتا ہو کہ وہ مسح جائز نہیں جانتے تو مسح ہی افضل ہے ۔	۱	۳۳۰
۴	**مسئلہ:** شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائے گا جبکہ اس مقدار تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں درکار ہے ۔	۴	۴۱۰
۵	**مسئلہ:** غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے ۔	۱	۵۷۹
۶	**مسئلہ:** موزہ اتارنے سے موزے کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث نہ ہوا اور موزہ خود ہی اتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے، ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا ۔	۸	۸۱۵

حیض و جنب

نمبر	مسئلہ		
۱	**مسئلہ:** زنِ حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغِ حیض جب غسل کرے ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لے ۔	۳	۵۴

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۲	مسئلہ : جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دُعا و ثنا ہو جنب و حائض بے نیتِ قرآن صرف دُعا و ثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔	۴	۲۲۲
۳	مسئلہ : کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	۱	۲۲۳
۴	مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔	۴	۲۲۳
۵	مسئلہ : تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب و حائض کو کافی نہیں۔	۳	۲۲۶
۶	مسئلہ : جنب کو وہ آیاتِ ثنا بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	۱	۲۳۲
۷	مسئلہ : جن آیات دعا و ثنا کے اول میں قل ہے ان میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیتِ دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	۲	۲۳۲
۸	مسئلہ : اسے حروفِ مقطعات والی دُعا کی اجازت نہیں۔	۳	۲۳۲
۹	مسئلہ : جن آیات میں خالص دُعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۵	۲۳۲
۱۰	مسئلہ : صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب و حائض خالص آیاتِ دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۶	۲۳۲
۱۱	مسئلہ : دَم کرنے کے لیے بھی جنب وہی خالص آیات دعا و ثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔	۷	۲۳۲
۱۲	مسئلہ : فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔	۱	۲۳۳
۱۳	مسئلہ : لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مثلاً سورۂ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرلے کہ یہ ایک دعا ہے اور اسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔	۵	۲۳۳
۱۴	مسئلہ : آیاتِ دُعا و ثنا کو بہ نیتِ دُعا و ثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے		

	نہ لکھے جس میں آیاتِ قرآنیہ ہوں ۔	۶	۲۳۳
۱۵	**مسئلہ** : حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے وضو کرکے نماز کے اوقات پر تسبیح و تہلیل درود شریف پڑھ لیا کرے تہجد کی عادت ہو تو اس وقت بھی ۔	۲	۲۳۸

انجاس

۱	**مسئلہ** : نجاست کہ تین پانیوں سے دھوئی جاتی ہے ۔ پہلا پانی جس چیز کو لگے وہ تین بار دھونے سے پاک ہوگی اور دوسرا پانی لگے تو دو بار اور تیسرا تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہوجائے گی ۔	۱	۳۳
۲	**مسئلہ** : ناپاک بوندیں برتن کے اوپر گریں اور اندر پانی ہے یا اندر ہی بوند گری مگر جہاں پانی تھا اس جگہ سے اوپر گری تو پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں اندر کی بوند پر نہ گزرے ۔	۲	۳۳
۳	**مسئلہ** : سوتے میں جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے ۔	۱	۳۵
۴	**مسئلہ** : بدن مکلف سے جو چیز نکلے اور وضو نہ جائے وہ ناپاک نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ناپاک نہ ہو اس سے وضو نہ جائے ۔	۴	۳۵
۵	**مسئلہ** : صحیح یہ ہے کہ ریح جو انسان سے خارج ہوتی ہے پاک ہے ۔	۵	۳۵
۶	**مسئلہ** : صحیح یہ ہے کہ آب بینی پاک ہے ۔	۶	۳۵
۷	**مسئلہ** : خون پیشاب وغیرہ فضلات جب تک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں	۲	۳۶
۸	**مسئلہ** : میت کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے ۔	۴	۳۶
۹	**مسئلہ** : نجس چیز دوبارہ نجس ہوسکتی ہے ولہٰذا اگر شراب پیشاب میں پڑجائے پھر سرکہ ہوجائے پاک نہ ہوگی ۔	۵	۳۶
۱۰	**مسئلہ** : بچے نے دودھ پیا اور معدے تک پہنچا ہی تھا کہ فوراً ڈال دیا وہ دودھ نجس ہے جب کہ منہ بھر کر ہو روپے بھر جگہ سے زیادہ جس چیز پر لگ جائیگا ناپاک کردے گا ۔	۴	۶۸
۱۱	**مسئلہ** : پانی پیا اور ابھی سینے ہی تک پہنچا تھا کہ اوچھو سے نکل گیا وہ ناپاک نہیں		

	نہ اس سے وضو جائے یُوں ہی دُودھ۔	٥	٦٨
١٢	**مسئلہ:** ہر جاندار کا پِتّا اس کے پیشاب کے حکم میں ہے مثلاً آدمی کے پتّے نجاستِ غلیظہ ہیں، گھوڑے گائے کے نجاست خفیفہ۔	٧	٦٨
١٣	**مسئلہ:** ہر جانور کی جگالی اس کے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے مثلاً اونٹ گائے بھینس بکری کی نجاست خفیفہ اور جلّالہ کی غلیظہ۔	٨	٦٨
١٤	**مسئلہ:** سُوئی کی نوک کے برابر باریک باریک بُندکیاں نجس پانی یا پیشاب کی کپڑے یا بدن پر پڑ گئیں معاف رہیں گی اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں ہو جائیں مگر پانی پہنچا اور نہ بہایا یا غیر جاری پانی میں وُہ کپڑا گر گیا تو نجس ہو جائیگا اور اب اس کی نجاست سے کپڑا ابھی ناپاک ٹھہرے گا۔	٦	١٣٥
١٥	**مسئلہ:** جمے ہُوئے گھی میں چوہا مر جائے اسے نکال کر آس پاس سے تھوڑا گھی پھینک دیں جہاں تک اس کی نجاست سرایت کرنے کا ظن ہو باقی پاک ہے۔	٢	٢٠٧
١٦	**مسئلہ:** ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا یا پاک میں ناپاک اور اس ناپاک میں صرف سیل باقی تھی وہ سیل پاک میں بھی آجائے تو اس سے ناپاک نہ ہوگا، ہاں تری آجائے تو ناپاک ہو جائے گا۔	٢	٢٧٨
١٧	**مسئلہ:** چُونا اگر ناپاک مٹی میں بُجھایا گیا ہو تو یہ صورت نجاستِ غیر مرئیہ کی ہے اگرچہ چُونا مرئی ہے۔	٢	٣٢٠
١٨	**مسئلہ:** شیرۂ انگور نچوڑتا اور وُہ بہہ رہا ہے کہ خون وغیرہ کی چھینٹ اس میں پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہُوا شیرہ پاک و حلال رہے گا۔	٥	٣٦٠
١٩	**مسئلہ:** بہتی چیز ناپاک ہو کر جم گئی دھونے سے پاک ہو جائے گی **اقول** ظاہراً یہ اس شے میں ہو کہ جمنے کے بعد پھر سیلان کی طرف اس کا اعادہ دشوار ہو ورنہ جاڑے میں تایا ہُوا گھی ناپاک ہو کر جم گیا اس کا ٹکڑا لے کر اُوپر سے پانی بہائیں یا ناپاک پانی سے برف جما کر دھولیں اور اندر تک پاک ہو جائے یہ محلِ تامل و محتاجِ تصریح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔	٤	٣٦٦
٢٠	**مسئلہ:** بکری کا شیر خوار بچہ مر گیا اس کے پیٹ میں جو دُودھ ہے پاک رہے گا اس کی موت سے ناپاک نہ ہوگا۔ یہی صحیح مذہب امام ہے اور صاحبین کے نزدیک		

	ناپاک ہوجائے گا۔ لیکن جب جم جائے اوپر سے دھو ڈالیں پاک ہوجائے گا۔	۱	۲۶۷
۲۱	**مسئلہ** : نجاست دھونے میں ضرور ہے کہ دھونے والا پانی زائل ہوجائے اور نجاست کے زوال کا ظن غالب ہوجائے جسے غیر مرئیہ میں تین بار دھونے سے مقدر کیا ہے۔	۲	۳۶۷
۲۲	**مسئلہ** : ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔	۳	۴۱۱
۲۳	**مسئلہ** : نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے قلبِ ماہیت سے نجاست نہ رہی ہاں اس کے بدن پر جو نجاست کا اثر ہے اس سے ناپاک ہے یہاں تک کہ اگر اسے دھو دیں پھر پانی میں گرے حرج نہ کرے گا اور قدر درم کپڑے سے زیادہ اگر کپڑے میں بندھے ہوئے نماز پڑھے مضائقہ نہیں۔	۴	۴۱۱
۲۴	**مسئلہ** : دائیں چلانے میں بیل پیشاب گوبر کریں ناج کا حصہ کچھ ضرور ناپاک ہوجاتا ہے مگر تمیز نہ رہی محل مجہول ہوگیا اب اگر وہ ناج بٹ گیا دونوں حصے پاک ہوگئے یا اس میں سے کچھ کسی کو ہبہ کردیا یا فقیہ کو دے دیا جب بھی دونوں جانب طہارت کا حکم ہے جو حصہ نکل گیا اس کے لیے پاک ہے اور جو باقی رہا اس کے لیے پاک ہے۔	۳	۴۳۸
۲۵	**مسئلہ** : کپڑا ناپاک ہوگیا اور جگہ یاد نہ رہی کہیں سے پاک کرلیا جائے پاک ہوجائیگا۔ ہاں اگر بعد کو یاد آیا کہ ناپاکی دوسری طرف تھی تو پھر پاک کرنا ہوگا اور جو نمازیں پڑھی ہیں پھیری جائیں گی۔	۴	۴۳۸
۲۶	**مسئلہ** : ریشم کا کیڑا اور اس کا تخم اور بیٹ اور کیڑا کہ زخم وغیرہ نجاستوں سے پیدا ہو سب پاک ہیں۔	۱	۴۴۵
۲۷	**مسئلہ** : جو جانور بہتا خون نہ رکھتا ہو پانی اس کے مرجانے سے ناپاک نہ ہوگا اگرچہ ریزہ ریزہ ہوجائے، ہاں جب اس کے اجزا جدا کرنا ممکن نہ رہے گا تو اسے پینا یا اس کا شوربا بنانا حرام ہوجائیگا صرف دو جانوروں میں یہ بھی حلال رہے گا ٹیری اور وہ مچھلی کہ خود مر کر نہ اترا آئی ہو۔	۲	۴۴۵
۲۸	**مسئلہ** : جانور کا منہ ناپاک ہوگیا تھا اس نے چار برتنوں میں منہ ڈالا، پہلے تین ناپاک ہوگئے چوتھا پاک رہا۔	۴	۴۴۷
۲۹	**مسئلہ** : گوشت کا خون کہ رگوں کا خون نکل جانے کے بعد خود گوشت میں باقی رہتا ہے پاک ہے اور حلال جانور ہو تو حلال بھی ہے۔	۶	۴۴۷

۳۰ **مسئلہ**: دودھ گھی تیل روغنِ زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہیں کرتا۔ ۳ ۴۸۶

۳۱ **مسئلہ**: سرکہ یا چنے یا باقلا کا پانی جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو نجاست کو پاک کردے گا

اقول مگر بلاضرورت ایسی اشیاء سے دھونا جائز نہیں کہ مال ضائع کرنا ہے اور چنے وغیرہ میں رزق کی بے ادبی بھی، زرقانی علی المواہب میں روایت ہے کہ ہر دانے پر قلمِ قدرت سے اتنی عبارت لکھی ہوتی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا رزق فلان بن فلان۔

بسم اللہ شریف کے بعد یہ دانہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے۔ وہ دانہ اس کے سوا کسی دوسرے کے پیٹ میں نہیں جا سکتا۔ فقیر کہتا ہے بہت دانے ایسے ہوتے ہوں گے کہ آٹا پس کر اس کے کچھ اجزا ایک روٹی میں گئے کہ زید نے کھائی کچھ دوسری میں کہ عمرو نے، تو ایسے دانے کے اس حصے پر زید کا نام مع ولدیت لکھا ہوگا اور اس حصے پر عمرو کا، یوں ہی اگر وہ دانہ چار شخصوں میں منقسم ہوا تو چاروں حصوں پر چاروں نام درج ہوں گے اور بعض دانے یونہی ضائع ہو جاتے ہیں ان پر کسی کا نام نہ ہوگا۔

فسبحٰن اللہ القدیر علیٰ ما یشاء عز جلالہ وعم نوالہ ۱۲ غفرلہ وحفظہ ربہ تبارک وتعالیٰ۔ ۴ ۴۸۶

۳۲ **مسئلہ**: دلدار نجاست غلیظہ میں ساڑھے چار ماشے وزن معتبر ہے کہ اس سے زائد میں نماز باطل ہوگی اس کا دھونا فرض ہے اور اس قدر میں مکروہِ تحریمی اور دھونا واجب اور کم میں اساءت اور دھونا سنت، اور رقیق میں روپے بھر کی مساحت کا اعتبار ہے کہ اتنی جگہ میں پھیلی ہوئی نہ ہو اور زائد ومساوی وکم میں وہی احکام۔ ۲ ۴۸۷

۳۳ **مسئلہ**: ناپاک تیل کپڑے پر پڑا اس وقت روپے بھر نہ تھا پھر پھیل کر زیادہ ہوگیا تو صحیح تر یہ ہے کہ مانع جوازِ نماز ہوگا یہاں تک کہ اگر دو رکعتیں پڑھیں اس وقت تک اتنا نہ پھیلا وہ نماز ہوگئی معاً دو رکعتیں اور پڑھیں اور ان میں سلام سے پہلے پھیل کر روپے بھر سے زیادہ ہوگیا یہ نماز نہ ہوئی۔ ۳ ۴۸۷

۳۴ **مسئلہ**: رقت اور سیلان اور جامد ہونے کی اصل حقیقت میں مصنف کی تحقیق کہ اس فتاویٰ کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ ۴ ۴۸۷

۳۵ **ف**: عرفِ فقہاء میں رقیق وبے جرم کے ایک معنی ہیں اور کثیف وغلیظ وثخین و

	لگ جاتی ہیں جب سُوکھ کر لیٹنے، لوٹنے، بدن کھجانے سے جھڑ کر صاف ہو جائیں ان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔	۳	۵۷۶
۴۶	**مسئلہ:** مثلاً گھوڑے کو نہلایا اُس کی چھینٹیں اس کے کپڑوں یا بدن پر پڑیں کچھ حرج نہیں جب تک نجاست ثابت نہ ہو۔	۴	۵۷۶
۴۷	**مسئلہ:** گھوڑے کا پسینہ پاک ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس کے بدن پر خاص اس جگہ نجاست ہے۔	۵	۵۷۶
۴۸	**مسئلہ:** سوار نے گھوڑا پانی میں اُتارا اس نے بھیگی دُم ہلائی جس کی چھینٹیں اس کے بدن اور کپڑوں پر آئیں کچھ مضائقہ نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس وقت اس کی دُم ناپاک تھی اور اُتنے پانی پر گزرنے سے پہلے جس سے پاک ہو جاتی اس کی چھینٹیں آئیں۔	۶	۵۷۶
۴۹	**مسئلہ:** بکری کا بچہ اس وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں اور اگر پانی میں گر گیا پانی ناپاک نہ ہوگا کہ فرج کی رطوبت پاک ہے اور خشک ہونے کے بعد اسے اٹھا کر نماز پڑھی یا پانی میں گرا تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں کہ صاحبین کے نزدیک اگرچہ رحم کی رطوبت ناپاک تھی خشک ہونے سے اس کا بدن پاک ہو گیا۔	۷	۵۷۶
۵۰	**مسئلہ:** زمین خشک ہونے سے نجاست سے بالکل صاف نہیں ہو جاتی خفیف نجاست باقی رہتی ہے جو غیر تیمم مثل نماز وغیرہ میں عفو ہے۔	۱	۵۸۸
۵۱	**مسئلہ:** کسی شے کا کسی شخص یا شے کے حق میں نجس ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ بوجہ نجاست اس شخص کے لیے یا اُس شے میں جائز الاستعمال نہیں اور اس کے حق میں پاک ہونا یہ کہ ایسی نجاست نہ رہی کہ اس کو یا اُس میں استعمال ناروا ہو اگرچہ واقع میں کچھ نجاست باقی ہو۔	۲	۵۸۸
۵۲	**مسئلہ:** نجاست غیر مرئیہ مثل پیشاب وغیرہ میں تین بار دھونے اور ہر بار اتنا نچوڑنے کا حکم ہے کہ بُوند نہ ٹپکے اب اگر ایک کپڑا زید نے نچوڑا کہ اس کے نچوڑنے سے اب اس میں سے بُوند نہ ٹپک سکی لیکن عمرو کہ زید سے زیادہ قوی ہے۔ اگر نچوڑتا تو ابھی اور ٹپکتی اس صورت میں وہ کپڑا زید کے حق میں پاک ہو گیا اسے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر عمرو کے حق میں ناپاک ہے اسے جائز نہیں۔	۳	۵۸۸

۵۳	**مسئلہ**: جو چیزیں بے دھوئے پاک ہوجانے کا حکم دیا ہے جیسے خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا دباغت سے کھال پُونچھنے سے چھری ان میں اختلاف ہے کہ پانی پڑنے سے ناپاک ہوں گی یا نہیں اور صحیح سب میں یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوں گی۔	۸	۵۸۸
۵۴	**مسئلہ**: تحقیق یہی ہے کہ خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا دباغت سے کھال اگرچہ ایسی پاک ہوجاتی ہیں کہ پانی پڑنے سے بھی نجاست عود نہیں کرتی مگر یہ حقیقۃً کمال طہارت و زوال جملہ اجزائے نجاست نہیں بلکہ خفیف اجزاء باقی رہتے ہیں جو پانی کے حق میں بھی معاف ہیں۔	۱	۵۸۹
۵۵	**مسئلہ**: موت سے بدن میت میں نجاست حقیقیہ پیدا ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک حکمیہ۔ زیادہ قرین قیاس وُہ ہے اور زیادہ مناسب یہ۔	۱	۶۱۱
۵۶	**ف**: معاصی ومکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ لاتا ہے اگرچہ ان سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۶۱۱
۵۷	**مسئلہ**: غسل سے پہلے اگر میّت کا کوئی عضو آبِ قلیل میں پڑجائے تو احتیاطاً پانی غیر طاہر کہا جائے گا۔	۱۷	۶۱۲
۵۸	**مسئلہ**: کافر کا مُردہ یقیناً نجس خبیث ناپاک نجاست عین ہے لاکھ دریاؤں سے نہلائیں پاک نہیں ہوسکتا ع ہر چہ شوئی پلید تر باشد اس کا رونگٹا بھی اگر دہ دردہ سے کم پانی میں پڑجائے گا پیشاب کی طرح سب کو نجس کردے گا۔	۱۸	۶۱۲
۵۹	**مسئلہ**: نجاست تین بار خُوب دھولی اور کپڑا ہر بار پُورا نچوڑ لیا مگر نجاست کا دھبا یا بُو یا نجس شُدہ تیل کی چکنائی نہیں جاتی تو یہ معاف ہے کپڑا پاک ہوگیا اور صابُون یا گرم پانی سے دھونے یا کھٹائی وغیرہ لگانے کی ضرورت نہیں۔	۶	۶۳۲
۶۰	**مسئلہ**: نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے نجاست حقیقیہ اگر غلیظہ ہو تو درم بھر اور خفیفہ ہو تو ربع ثوب سے کم معاف ہے اور حکمیہ کا ذرّہ بھی معاف نہیں۔	۱	۶۴۸

۶۱ **مسئلہ**: گوبر وغیرہ نجاسات جب جل کر بالکل راکھ ہو جائیں جس میں اصلاً جان
نہ رہے تو وہ راکھ پاک ہے۔

تنبیہ ضروری **اقول** جب تک آگ ہے راکھ نہ ہوئی ضرور اس میں جان
باقی ہے اُس وقت تک وہ ہرگز پاک نہیں بعض جاہلانِ بدایوں
کو دیکھا گیا کہ ایک پیالی میں اُپلے کی آگ پر لوبان ڈال کر مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم
کی قبر پر رکھی اوّل تو معاذ اللہ قبر اور آگ اور وہ بھی اُپلے کی نجس ناپاک۔ غنیمت ہے کہ منع
کئے سے اُٹھالی۔ ۱۲ محی الدین عفاعنہ ۵ ۷۰۷

۶۲ **مسئلہ**: جانور کے بدن کو جو نجاست لگی سُوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ ۲ ۲۲۷

استنجاء

۱ **مسئلہ**: بڑے استنجاء میں سنّت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے
نیچے کو زور دے کہ جتنا حصہ مخرج کا ظاہر ہو سکے ظاہر ہو کر سب نجاست دُھل جائے۔ ۴ ۵۵

۲ **مسئلہ**: یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجاء میں مذکور ہُوا روزہ دار کے لیے نہیں وہ
ایسا نہ کرے۔ ۵ ۵۵

۳ **مسئلہ**: بڑا استنجاء ڈھیلوں سے کر کے وضو کر لیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا
اگر پانی سے استنجاء اُس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر
کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کر لے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔ ۶ ۵۵

۴ **مسئلہ**: استنجاء سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنّت ہے
اگرچہ سوتے سے نہ اُٹھا ہو، ہاں سوتے سے اُٹھا اور بدن پر کوئی نجاست بھی تو زیادہ
تاکید یہاں تک کہ سنّتِ مؤکدہ ہے۔ ۴ ۱۴۵

۵ **مسئلہ**: استنجاء کرنے کے لیے خاص پانی شرط نہیں ہر چیز پاک کہ نجاست کا
ازالہ کر دے کافی ہے۔ ۱ ۳۱۶

۶ **مسئلہ**: ڈھیلے سے استنجاء پُوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے
زیادہ نہ پھیلی ہو۔ ۵ ۲۰۸

۷ **مسئلہ**: اگر نجاست موضع بول و براز سے آگے نہ بڑھی ہو تو ڈھیلا لینے سے
پاک ہو جاتی ہے اس کے بعد جو پانی سے استنجاء کریں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا ہاں اگر

اس موضع سے کچھ آگے بڑھی تھی تو اتنی جگہ ڈھیلے سے پاک نہ ہوگی صرف خشک ہوجائیگی استنجا کا پانی ناپاک ہوجائیگا اور اگر درم بھر سے زیادہ اس موضع سے جُدا پھیلی تھی اور بغیر پانی سے پاک کیے نماز پڑھے نماز نہ ہوگی اور پُورے درم بھر لگی تھی تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور اس سے کم تھی تو پھیرنا بہتر ہے ۔ | ١ | ٥٦٥

مسائل نماز

١ **مسئلہ** : صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع وسجود وغیرہ کسی حالت میں زانو کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں ۔ | ٣ | ٦٦

٢ **مسئلہ** : ایسے جُبّے کا گریبان اتنا وسیع ہے کہ اس کے اندر سے اپنے ستر تک نظر جا پڑی کچھ حرج نہیں ، ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے نماز یا وضو فاسد جب بھی نہ ہوں گے ۔ | ٤ | ٦٦

٣ **مسئلہ** : عورت کو طلاق رجعی دی تھی یہ نماز پڑھ رہا تھا اتفاقاً عورت کی فرج داخل پر نظر بشہوت جا پڑی رجعت ہوگئی اور نماز و وضو میں کچھ خلل نہیں ، ہاں قصداً ایسا کرے تو کراہت ہے ۔ | ٥ | ٦٦

٤ **مسئلہ** : مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی اگرچہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو عورت کی نماز نہ جائے گی ۔ | ١ | ٦٧

٥ **مسئلہ** : نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑی جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہوجائیں گی جبکہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے ۔ | ٢ | ٦٧

٦ **مسئلہ** : نماز میں مُنہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے ۔ | ٢ | ١٥٦

٧ **مسئلہ** : خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے ۔ | ٢ | ١٥٨

٨ **مسئلہ** : نماز میں اگر گن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو

	مکروہ نہیں ، ہاں بے حاجت ہو تو خلافِ اولیٰ ہے ۔	۵	۱۷۱
۹	**مسئلہ** : تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّتِ مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے ۔	۷	۱۷۶
۱۰	**مسئلہ** : نماز میں مٹی سے بچانے کے لیے دامن اٹھانا مکروہ ہے ۔	۲	۲۰۲
۱۱	**مسئلہ** : نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پُوچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے ۔	۳	۲۰۲
۱۲	**مسئلہ** : گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لیے کپڑا دہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت ۔	۴	۲۰۲
۱۳	**مسئلہ** : نمازی کو ہروہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہروہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ وخلافِ اولیٰ ہے ۔	۶	۲۰۲
۱۴	**مسئلہ** : سجدہ میں ماتھے پر لگی ہُوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اسے پُونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا ۔	۷	۲۰۲
۱۵	**مسئلہ** : اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لیے یا خالص ریشمی عورت کے لیے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم ۔	۱	۲۰۳
۱۶	**مسئلہ** : مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو ۔	۹	۲۰۳
۱۷	**مسئلہ** : شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہہ ہو جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے اس پر لحاظ نہ کرے شیطان کہے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے لے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے ۔	۱	۲۱۲

۱۸	**مسئلہ** : نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی ۔	۵	۲۲۶
۱۹	**مسئلہ** : نمازی نماز میں ہے اس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ، اس نے اس کا کہنا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی ۔	۶	۲۲۶
۲۰	**مسئلہ** : نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا و ثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہو جائیگی ۔	۵	۲۲۷
۲۱	**مسئلہ** : نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمد للہ، رنج کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہے گی، ہاں اگر کسی نے پکارا اسے یہ جتانے کے لیے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔	۳	۲۳۰
۲۲	**مسئلہ** : ناپاک زمین پر پاک جوتا یا موزے پہن کر کھڑا ہو اور نماز پڑھے نماز نہ ہوگی، ہاں جوتے اتار کر ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو ہو جائے گی۔	۶	۲۵۵
۲۳	**مسئلہ** : دربارۂ وقت عشاء، جو قولِ صاحبین پر بعض نے فتویٰ دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں ۔	۹	۳۹۸
۲۴	**مسئلہ** : نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے ۔	۷	۴۰۳
۲۵	**مسئلہ** : دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام وگناہِ کبیرہ ہے ۔	۱	۵۸۲
۲۶	**مسئلہ** : جب جانے کہ اب سویا تو نماز جاتی رہے گی اس وقت سونا حلال نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو ۔	۳	۵۸۴
۲۷	**مسئلہ** : ایسے وقت میں سویا کہ عادۃً وقت میں آنکھ کھل جاتی اور اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں ۔	۴	۵۸۴
۲۸	**مسئلہ** : پیش از غسل اگر کسی مُردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی احتیاطاً فساد نماز کا حکم دیا جائے گا ۔	۱۶	۶۱۱
۲۹	**مسئلہ** : جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اُس پر سے جمعہ وجماعت ساقط ہیں ۔	۲ب	۶۱۲

۳۰	**مسئلہ**: بوڑھا ضعیف شخص گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہے اور خود اترنے چڑھنے پر قادر نہیں اور کوئی مدد دینے والا نہیں یا وہ اجرت مانگتا ہے اور یہ دے نہیں سکتا یا اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا نقد چاہتا ہے اور یہاں اس کے پاس نہیں ان سب صورتوں میں سواری ہی پر نماز پڑھے۔	۱	۶۱۷
۳۱	**مسئلہ**: عورت سواری پر ہے اور چڑھانے اتارنے کو نہ شوہر نہ محرم سواری ہی پر نماز پڑھے۔ حج میں شقدف نشین عورتوں کو یہ صورت اکثر پیش آتی ہے یہ بھی ایک مصلحتِ شرع ہے جس کے لیے اس نے بغیر محرم کے عورت پر سفر حرام فرمایا۔	۲	۶۱۷
۳۲	**مسئلہ**: سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے اتر کر چڑھنے نہ دے گا اسی پر نماز پڑھے۔	۶	۶۱۷
۳۳	**مسئلہ**: اترنے چڑھنے میں مرض بڑھے گا سواری ہی پر نماز پڑھے	۱	۶۱۸
۳۴	**مسئلہ**: کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھ کر نماز پڑھنی لازم ہے۔	۲	۶۱۸
۳۵	**مسئلہ**: فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، ہاں اگر جمعہ شہر میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے اور اس کا امام فاسق ہے تو بمجبوری اس کے پیچھے پڑھے کہ دوسری جگہ جمعہ نہ مل سکے گا اور اگر جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو تو اسے بھی فاسق کے پیچھے پڑھنا منع۔ **اقول** مگر اس صورت میں کہ صالحین کی امامت سے جمعہ پہلے ہوچکا اب دوسری جگہ نہ ملے گا یا اسے بوجہ مرض وغیرہ اور جگہ جانے کی طاقت نہیں۔	۶	۶۱۸
۳۶	**مسئلہ**: عیدین کی نماز ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی بلکہ اس میں بھی مثل جمعہ لازم کہ امام خود سلطانِ اسلام یا اس کا نائب یا ماذون ہو اور ان میں کوئی نہ ہو تو بمجبوری جسے مسلمانوں نے امامِ جمعہ مقرر کیا ہو۔	۷	۶۱۸
۳۷	**مسئلہ**: سورج گہن میں بھی صرف امام معین جمعہ امامت کرسکتا ہے۔	۸	۶۱۸
۳۸	**مسئلہ**: سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں صرف مستحب ہے جبکہ امامِ جمعہ حاضر ہو۔ یہ بھی جائز کہ ہر شخص اپنے گھر یا مسجد میں تنہا پڑھے۔	۹	۶۱۸
۳۹	**مسئلہ**: گہن چھوٹ جائے تو اس کے بعد گہن کی نماز نہیں۔	۱۱	۶۱۸
۴۰	**مسئلہ**: ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیامِ جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا تو جب تک وقت باقی ہے ان کی قضا کا حکم ہے بعد وقت نہ ہوسکے گی۔	۱۲	۶۱۸
۴۱	**مسئلہ**: نمازِ تہجد مستحب ہے۔	۴	۶۱۹

۴۲	مسئلہ: صبح کی سُنّتیں قضا ہوجائیں تو بلندیِ آفتاب کے بعد ضحوۂ کبریٰ سے پہلے تک ان کی قضا صرف مستحب ہے۔	۵	۶۱۹
۴۳	مسئلہ: مصنّف کی تحقیق کہ مستحب نماز کا وقت جاتا ہو تو اس کے لیے تیمم روا نہیں۔	۱	۶۲۰
۴۴	مسئلہ: چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنّتِ مؤکدہ قریب بواجب۔	۲	۶۲۱
۴۵	مسئلہ: سورج گہن کی نماز میں مناسب یہ ہے کہ عیدگاہ میں پڑھیں یا مسجدِ جمعہ میں۔	۳	۶۲۲
۴۶	مسئلہ: معاذ اللہ جو بات ہولناک ہو جیسے سخت آندھی، کڑک، زلزلہ، مینہ یا برف لگاتار برسے جانا دن کو اندھیری رات کو خوفناک روشنی ان سب میں مستحب ہے کہ مسلمان نفل نماز سے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔	۷	۶۲۲
۴۷	مسئلہ: شہر سے باہر سواری پر نمازِ نفل اشارے سے جائز ہے مگر چڑھنا اترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دُور ہو تو تیمم کی اجازت نہیں۔	۱	۶۲۳
۴۸	مسئلہ: اگر پانی سے طہارت کرکے وقت میں فرض پا سکتا ہے سنتیں یا وتر نہ ہو سکیں گے تو تیمم کی اجازت نہیں پانی سے طہارت کرکے تنہا فرض پڑھ لے وتروں کی قضا پڑھے سنتیں گئیں۔	۳	۶۲۳
۴۹	مسئلہ: مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہوئی اور ناپاک ہے کہیں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں اگر جلدی کرکے وہاں سے نکل سکتا اور پاک زمین نماز کیلیے پا سکتا ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتا رہے گا تو وہیں اشارے سے پڑھ لے اور اُس نماز کا پھیرنا بھی ضرور نہیں۔	۳	۶۲۴
۵۰	مسئلہ: سفر قلیل یا کثیر کا فرق تین مسئلوں میں ہے قصر نماز و افطار صوم و مسح موزہ۔ باقی پانی میل بھر دُور ہونے کے لیے تیمم یا آبادی سے باہر سواری پر نفل پڑھنے میں کچھ مدتِ سفر درکار نہیں اپنے شہر سے باہر سیر و شکار یا کسی کام کو گیا ہو جب بھی یہ اجازتیں ہیں۔	۴	۶۲۶
۵۱	مسئلہ: چند آدمی برہنہ ہیں ان کے پاس سترِ عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ ایک اُسے باندھ کر پڑھ لیتا ہے تو دوسرے کو دیتا ہے ان میں جو یہ جانے کہ مجھ		

تک باری اس وقت پہنچے گی کہ وقت جاتا رہے گا وہ اخیر وقت کے قریب انتظار کرکے
یونہی پڑھ لے پھر پھیرے۔ ٣ ٦٢٧

٥٢ **مسئلہ**: کشتی یا ریل یا کسی تنگ مکان میں لوگ جمع ہیں کہ کھڑے ہو کر نماز کی
گنجائش نہیں جب وقت جاتا دیکھے بیٹھ کر پڑھ لے پھر پھیرے۔ ٤ ٦٢٧

٥٣ **مسئلہ**: کپڑا ناپاک ہے اور اس کے سوا ستر عورت کے قابل پاک کپڑا نہیں اور
پانی دھونے کو موجود ہے مگر جتنی دیر میں اسے پاک کرے وقت جاتا رہے گا یوں ہی
پڑھ لے پھر پھیرے۔ ٥ ٦٢٧

٥٤ **مسئلہ**: مریض اس وقت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا مگر ظن غالب ہے کہ کچھ
دیر کے بعد قیام پر قادر ہو جائے گا لیکن انتظار میں وقت جاتا ہے بیٹھ کر پڑھ لے اور
اعادہ کی حاجت نہیں۔ ٦ ٦٢٧

٥٥ **مسئلہ**: مریض اس وقت وضو یا غسل سے عاجز ہے مگر جانتا ہے کہ وقت نکل
جانے کے بعد قادر ہو جائے گا۔ مثلاً صبح کو نہانے کی حاجت ہے ٹھنڈے وقت میں
اسے پانی سے ضرر ہوتا ہے دن چڑھے نقصان نہ ہوگا تو وقت میں تیمم سے پڑھ لے اور
اعادہ نہیں۔ ٧ ٦٢٧

٥٦ **مسئلہ**: کپڑے والے نے برہنہ سے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو تجھے کپڑا دے دوں گا
آخر وقت کے قریب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔ ٨ ٦٢٧

٥٧ **مسئلہ**: آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارے سے نماز پڑھے
اور اعادہ نہیں۔ ٣ ٦٢٨

٥٨ **مسئلہ**: اگر نماز صبح یا جمعہ یا عیدین میں وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز میں سنتیں مثلاً
رکوع سجدہ کی تسبیحیں تین تین بار سبحانک اللّٰھم اعوذ درود و دعا بجالانے سے وقت
نکل جائیگا تو صرف واجبات پر قناعت کرے اور اگر واجبات مثلاً قرائت فاتحہ و
سورت کے قابل بھی وقت نہیں تو صرف فرض یعنی ایک آیت پر اقتصار کرے بعد کو
نماز پھیرے۔

اقول یہاں ترک التحیات کی صورت نہ نکلے گی کہ یہ چاروں نمازیں
دو رکعتی ہیں اور قعدہ اخیرہ میں اگرچہ التحیات پڑھنی واجب نہیں مگر اتنی دیر بیٹھنا جس میں

پُوری التحیات پڑھی جائے فرض ہے تو جب اس فرض کو ادا کرے گا تو اُسی کے ساتھ
یہ واجب بھی ادا ہوسکے گا تو اس کا ترک جائز نہیں ۔ ۸ ۶۲۸

۵۹ مسئلہ : ٹھنڈے وقت نہانے سے مرض کی زیادت یا بیمار پڑ جانے کا صحیح اندیشہ
ظن غالب تجربے یا طبیب مسلم حاذق غیر فاسق کے بیان سے ہے اور دن چڑھے نہائے
تو نقصان نہ ہوگا اب یہ صبح کو جنب اٹھا تیمم سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں ۔ ۳ ۶۲۹

۶۰ مسئلہ : پانی پر دشمن یا چور یا درندہ یا سانپ یا آگ لگی ہوئی ہے تیمم سے پڑھ لے
اُن کے چلے جانے یا آگ بجھ جانے کا انتظار فرض نہیں ، ہاں جلد زوال کی امید ہو
تو اخیر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے بہر حال اعادہ کی حاجت نہیں ۔ ۴ ۶۲۹

۶۱ ف : آدمی جب وقت پر نماز کا ارادہ کرے منع نہ کیا جائے گا اور اس وقت جس
طرح قادر ہے اسی قدر کا حکم دیا جائیگا اگرچہ دیر کے بعد اُس سے بہتر حالت ملنے کا
گمان ہو ، ہاں اگر وقت مستحب کے اندر بہتر حالت ہو جانے کی امید ہو تو انتظار
بہتر ہے ۔ ۵ ۶۲۹

۶۲ مسئلہ : ننگے سے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا آخر وقت مستحب تک انتظار کرکے
یُوں ہی پڑھ لے اور پھیرنے کی حاجت نہیں ۔ ۲ ۶۳۰

۶۳ مسئلہ : اگر رات اتنی اندھیری ہے کہ مسجد تک راستہ نظر نہیں آتا یا صبح
کو سیاہ بدلی محیط ہونے سے یا کسی وقت سیاہ آندھی چل چکنے سے ایسی تاریکی
ہے تو یہ جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر ہے ۔

اقول یُوں ہی یہ صورت اخیرہ ترک جمعہ کے لیے عذر ہے لکونہ فی
معنی الاعمی وانما لم یذکروہ فیہا لان الغالب وجود مثل
الظلمۃ باللیل دون النہار (کیونکہ وہ نابینا کے حکم میں ہے اور علماء
نے اس صورت کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس طرح کی تاریکی عموماً رات کے وقت
پائی جاتی ہے دن کو نہیں ۔ ت) ۲ ۶۳۲

۶۴ مسئلہ : اگر کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر میں اچھا ہو یا درد شدید ناقابل تحمل
ہو تو بیٹھ کر نماز کی اجازت ہوگی خالی تکلیف ہونا عذر نہیں ۔ ۴ ۶۳۲

۶۵ مسئلہ : چراغ یا لالٹین مہیا ہو جسے مسجد تک لے جاسکے یا مہیا کرنے میں دقت

نہیں مثلاً تیل اور دیا سلائی موجود ہے تو کیسی ہی اندھیری ہو ترکِ جماعت کے لیے عذر
نہیں ہوسکتی۔ ۲ ۶۳۳

۶۶ **مسئلہ:** جس کے پاس روشنی کا سامان نہیں مثلاً ایک ہی چراغ ہے اور گھر میں
اہل وعیال ہیں کہ یہ مسجد میں لے جائے تو وہ کاموں سے معطل رہ جائیں یا بچے اندھیرے
میں ڈریں یا عورت اکیلی ہے اُسے خوف آئے تو ایسی حالت میں وہ سخت اندھیری کہ
مسجد تک راستہ نہ سُوجھے ترکِ جماعت کے لیے عذر ہے۔ ۳ ۶۳۳

۶۷ **مسئلہ:** اندھیری میں مسجد کو جانا بڑی فضیلت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو اندھیریوں میں حاضریِ مسجد کے عادی ہیں انھیں بشارت
دو روزِ قیامت کامل نور کی"۔ ۴ ۶۳۳

۶۸ **مسئلہ:** شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کی اس درجہ تاکید فرمائی
ہے کہ ایک نابینا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے
پاس کوئی ایسا نہیں کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آیا کرے مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے
کی اجازت عطا ہو۔ اجازت فرمائی جب وہ چلے پھر بلایا اور ارشاد فرمایا: اذان
کی آواز تمھیں پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کہ یہ بھی آنکھوں سے معذور تھے حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ!
مدینہ طیبہ میں سانپ بچھو بھیڑیے بہت ہیں، کیا مجھے اجازت ہے کہ نماز گھر میں
پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: کیا تمھیں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی آواز پہنچتی ہے؟
عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ نابینا کہ اٹکل نہ رکھتا ہو نہ کوئی لے جانے والا ہو
خصوصاً جب سانپ بھیڑیوں کا اندیشہ ہو تو ضرور رخصت ہے مگر حضور نے انھیں
افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کہ لوگ سبق سیکھ لیں جو بلا عذر گھر میں پڑھتے اور مسجد
میں حاضر نہ ہو کر ضلالت و گمراہی میں پڑتے ہیں کہ ان ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم
وفی ابی داؤد لکفرتم والعیاذ باللہ تعالیٰ (اگر تم اپنے نبی کی سنّت چھوڑ دو گے
تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے تو کافر ہو جاؤ گے۔ والعیاذ باللہ
تعالیٰ۔ ت) ۵ ۶۳۳

۶۹ **مسئلہ:** تڑاقے کی دُھوپ ناقابلِ برداشت اور ایسی ہی شدت کی ٹھٹھریا

	ہولناک آندھی زلزلہ بجلیاں تڑپ کر گرنا کثرت کا اولا بشدت کیچڑ اندھن یہ سب چیزیں جمعہ و جماعت میں عذر ہیں۔	۱	۶۳۴
۷۰	**مسئلہ**: جو مسجد تک نہ جا سکے جیسے لنجھا اپاہج یا وہ مفلوج مریض نقیہ بوڑھا کہ چل نہیں سکتے اندھا کہ اٹکل نہیں رکھتا رات کو رتوندوالا یا دردِ کمر وغیرہ کے باعث چلنے سے معذور، ان لوگوں پر جمعہ و جماعت واجب نہیں۔	۲	۶۳۶
۷۱	**مسئلہ**: پانی کسی کے پاس معلوم ہوا اور نہ مانگا تیمم سے نماز پڑھ لی اب مانگا تو اگر اُس نے دے دیا نماز جاتی رہی اگرچہ پہلے اسے یہی ظن تھا کہ نہ دے گا اور اگر نہ دیا نماز ہو گئی اگرچہ اسے یہ گمان تھا کہ دے دے گا۔	۵	۶۶۱
۷۲	**مسئلہ**: جنگل میں ہی اور کوئی سمتِ قبلہ بتانے والا نہیں تحرّی کرے یعنی جس طرف دل جمے کہ ادھر قبلہ ہوگا اُس طرف پڑھے اگر بعد پڑھنے کے معلوم ہو کہ جہت غلط تھی کچھ مضائقہ نہیں نماز ہو گئی۔	۶	۶۶۱
۷۳	**مسئلہ**: اُس حالت میں اگر جس طرف دل جمتا تھا اُس کے خلاف طرف میں نماز پڑھی نماز باطل ہوئی اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ قبلہ اسی طرف ٹھیک تھا جدھر اس نے پڑھی کہ اس کا قبلہ وہی ہے جس طرف دل جمے۔	۷	۶۶۱
۷۴	**مسئلہ**: جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت ادا کرے حقیقۃً نماز کی نیت نہ ہو پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔	۳	۷۰۲
۷۵	**مسئلہ**: صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ اسے پڑھ کر وقت کی پڑھتا باوجود اس کے اُس نے خلاف حکم کر کے وقت کی پڑھ لی اس نماز کو ابھی نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہوئی نہ یہ کہ ہوگئی بلکہ دیکھیں گے اگر اسی طرح قضا شدہ کے پڑھنے سے پہلے چار نمازیں وقت کی اور پڑھ لے گا اور اُن میں پچھلی کا وقت ختم ہو جائے گا تو حکم دیں گے کہ یہ سب نمازیں ہوگئیں اور اگر اس بیچ میں اُس قضا شدہ کو پڑھ لے گا تو اُس کے پڑھنے سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنے وقت کی پڑھی تھیں سب کی قضا پھیرنی ہوگی وہ نمازیں نری نفل رہ گئیں۔	۱	۶۸۶
۷۶	**مسئلہ**: جو شخص محلِ اقامت یعنی شہر یا گاؤں میں چار رکعتی نماز پڑھائے اور دو پر سلام پھیر دے تو ضرور ہے کہ مقتدی کو امام کا حال معلوم ہو کہ مسافر ہے یا مقیم		

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
	خواہ مقتدی خود مقیم ہو یا مسافر۔ اگر امام نے نہ نماز سے پہلے اپنا مسافر ہونا بتایا نہ بعد کو اور چلا گیا اور اس کا حال سفر و اقامت معلوم نہ ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی پھر پڑھیں۔ ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر دو پڑھ کر چلا گیا تو ان کی نماز بھی ہو جائیگی یہی سمجھا جائیگا کہ مسافر تھا۔	۳	۷۹۰
۷۷	**مسئلہ:** تیمم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۲	۷۵۰
۷۸	**مسئلہ:** ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہو گئی۔	۳	۷۵۰
۷۹	**مسئلہ:** محلِ اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دو پڑھ کر چلا گیا اور مقتدیوں کو اُس کا حال معلوم نہ ہُوا کہ مقیم ہے یا مسافر اُن کی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہوں، ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا تو ان کی بھی ہو گئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرلے۔	۳	۷۹۰

احکامِ مسجد

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
۱	**مسئلہ:** مسجد میں مسواک نہ کرنی چاہیے۔ مسجد میں کُلی کرنا حرام ہے مگر یہ کہ کسی برتن میں ہو یا بانیٔ مسجد نے وقتِ بنائے مسجد اس میں کوئی جگہ خاص اس کام کے لیے بنا دی ہو ورنہ اجازت نہیں۔	۴	۱۵۲
۲	**مسئلہ:** منہ میں بدبو ہو تو جب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔	۳	۱۵۵
۳	**مسئلہ:** جب تک بدن یا کپڑے میں کوئی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شریک ہونا منع	۱	۳۳۴
۴	**مسئلہ:** جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جا سکتے ہیں۔	۱	۳۹۳
۵	**مسئلہ:** غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے۔	۳	۶۳۶
۶	**مسئلہ:** جس طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی مسجد میں گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔	۱	۶۳۷
	مسئلہ: جنب کو اپنا جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں جانا چاہا ایک قدم رکھا تھا کہ یاد آگیا فوراً وہ قدم باہر کرلے یہاں تیمم کا انتظار نہ کرے۔	۰ ۴	۶۳۷
	مسئلہ: ایک شخص کے مکان کا دروازہ مسجد میں ہے کہ آتے جاتے مسجد میں گزرنا پڑتا ہے اور نہ دوسری طرف دروازہ پھیر سکتا ہے نہ اور مکان رہنے کو پاتا ہے اسے بھی بحالِ جنابت مسجد میں گزرنا جائز نہیں اگر پانی نہ پائے تو آنے جانے کے لیے تیمم ضرور ہے۔	۳	۶۳۸

نمبر	متن	سطر	صفحہ
۹	**مسئلہ**: مسجد میں غسل کرنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک تو یہ کہ بانیِ مسجد نے مسجد کر دینے سے پہلے وہاں کوئی جگہ غسل کے لیے بنا دی ہو تو اس میں نہا سکتا ہے، دوسرے کسی ایسے بڑے برتن میں کہ سب پانی اسی کے اندر گرے کوئی چھینٹ اڑ کر مسجد میں نہ جائے، تیسرے لحاف توشک وغیرہ بہت بھاری روئی کے کپڑے بچھا کر اُن پر اس طرح نہانا کہ نہ کوئی چھینٹ باہر جائے نہ پانی کپڑوں کو توڑ کر مسجد کی زمین تک پہنچے	۱	۶۳۹
۱۰	**مسئلہ**: جمعہ کے دن خطبہ سُن رہا تھا کہ وضو جاتا رہا اگر نکلنے کا راستہ پائے تو نکل جائے اور وضو کر کے پھر حاضر ہو اور اگر راستہ نہ ملے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جانے کی اجازت نہیں اگر مسجد میں پانی ملے اور کوئی کپڑا ایسا ہو کہ پانی جذب کر لے گا اور اُس سے چھن کر مسجد میں کوئی بُوند نہ جائے گی تو اسے بچھا کر وضو کرے۔	۲	۶۳۹
۱۱	**مسئلہ**: مسجد میں وضو بھی حرام ہے اور اس کے جواز کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو غسل میں گزریں۔	۳	۶۳۹
۱۲	**مسئلہ**: بحرالرائق وغیرہ میں برتن میں وضو کرنے کی صرف معتکف کو اجازت دی غیر معتکف نہیں کر سکتا۔ مصنف کے نزدیک اس کی تحقیق یہ ہے کہ برتن اگر ایسا چھوٹا ہو کہ چھینٹیں ضرور مسجد میں پڑیں گی جب تو معتکف کو بھی اجازت نہیں ہو سکتی اور اگر اتنا بڑا ہے کہ یقیناً کوئی چھینٹ باہر نہیں جا سکتی تو غیر معتکف کو بھی اجازت ہے اور اگر حالت ایسی ہے کہ چھینٹ باہر نہ جانے کا ظن غالب ہے تو معتکف کو جائز غیر معتکف نہ کرے۔	۴	۶۳۹
۱۳	**مسئلہ**: مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے اگرچہ پاک ہو جیسے لعابِ دہن آبِ بینی آبِ وضو۔ **تنبیہ**: بعض لوگ کہ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے ہیں محض حرام اور ناجائز ہے۔	۵	۷۳۳
۱۴	**مسئلہ**: گرد و غبار وغیرہ کہ ہوا باہر سے لا کر مسجد میں ڈالے اجزائے مسجد سے نہ ہو جائے گا۔ اسے صاف کرنے کا حکم ہے۔	۱	۷۳۴
۱۵	**مسئلہ**: مسجد کی زمین پر جو گرد پھیلی ہے اس سے یا مسجد کی دیوار یا ستون خشتی خواہ چوبی سے کیچڑ پونچھنا اگرچہ پاک کیچڑ ہو ممنوع و ناجائز ہے۔	۲	۷۳۴

۱۶	**مسئلہ:** مسجد سے گرد جھاڑ کر کسی گوشہ میں جمع کر دی ہے اس سے کیچڑ لگے سنے پاؤں پونچھنے میں حرج نہیں۔	۳	۷۳۴
۱۷	**مسئلہ:** مسجد میں نمازیوں کے لیے چراغ روشن ہے اُس سے کتاب دیکھنا پڑھنا پڑھانا سب روا ہے اور اگر نمازی نماز پڑھ گئے جب بھی تہائی رات تک اس سے کام لے سکتا ہے کہ اتنے وقت تک مسجد ہی کے لیے چراغ روشن رہنا ہوگا اس کے بعد جائز نہیں کہ مسجد کا تیل بتی اپنے کام میں صرف کرنا ہوگا **اقول** یہ وہاں کہ اس سے زیادہ وقت تک مسجد میں روشنی کی عادت نہ ہو اور اگر ساری رات روشنی رہتی ہے جیسے تینوں مسجد کریم میں، تو رات بھر اس کی روشنی سے فائدہ لے سکتا ہے۔	۵	۷۳۴

جنائز

۱	**مسئلہ:** میت کے سب بدن پر پانی کسی طرح گزر جائے وُہ پاک ہو جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ جائز لیکن زندوں پر جو اسے غسل دینا فرض ہے وہ بے ان کے بالقصد فعل کے نہ اُترے گا اس لیے اگر مردہ دریا میں ملے لازم ہے کہ اسے بقصد غسل جنبش دے لیں کہ ان پر سے فرض ساقط ہو۔	۲	۲۶۲
۲	**مسئلہ:** غسلِ میت سکھانے کے لیے مُردہ کو نہلایا اور اسے غسل دینے کی نیت نہ کی وہ بھی پاک ہو گیا اور زندوں پر سے بھی فرض اُتر گیا کہ فعل بالقصد کافی ہے، ہاں بے نیت ثواب نہ ملے گا۔	۳	۲۶۲
۳	**مسئلہ:** میت کے سر و رِیش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ پاک صابون سے۔	۱	۴۴۸
۴	**مسئلہ:** پانی نہ ہو یا کوئی ایسا نہ ہو جسے میت کا نہلانا شرعاً جائز ہو تو اُسے بھی تیمم کرائیں۔	۱	۶۰۹
۵	**مسئلہ:** جب میت کو تیمم کرایا جائے تیمم کرانے والے کی نیت شرط ہے بلا نیت نہ ہوگا۔	۸	۶۱۱
۶	**مسئلہ:** میت کا غسل ایک بار فرض ہے اور تین بار پانی بہانا سنت۔	۹	۶۱۱
۷	**مسئلہ:** نمازِ جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہُوا ہو۔	۵	۶۱۸

۸	**مسئلہ** : نمازِ جنازہ جب ولی پڑھ لے دوبارہ نہیں ہوسکتی سورج گہن کی نماز سو بار ہوسکتی ہے۔	۱۰	۶۱۸
۹	**مسئلہ** : خود اپنی کنیز شرعی کہ اُم ولد تھی یعنی اس کے نطفے سے اس کے اولاد ہوئی جسے اس نے اپنی اولاد تسلیم کیا اس کی موت کے بعد اس کا ہاتھ نہیں چھو سکتی کہ وہ مرتے ہی آزاد و اجنبیہ ہوگئی۔	۵	۶۵۹
۱۰	**مسئلہ** : میت نے اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اس کا نفقہ واجب تھا اس کا کفن دفن بھی اُسی پر واجب ہے۔		
۱۱	**مسئلہ** : عورت اگرچہ کتنا ہی مال چھوڑے اس کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے	۹	۶۵۹
۱۲	**مسئلہ** : اگر میت کے نہ مال ہے نہ کوئی ایسا جس پر اُس کا نفقہ واجب تھا تو اُس کا کفن دفن بیت المال سے واجب ہے۔ اگر بیت المال نہ ہو جیسے یہاں تو جن مسلمانوں کو اطلاع ہو ان پر واجب ہے خواہ ایک شخص کرے یا چندہ سے، اگر کوئی نہ کرے گا تو جن جن کو خبر تھی سب سخت گنہگار رہیں گے۔	۱۰	۶۵۹
	مسئلہ : میت کو جب تک غسل نہ دے لیں اگر اس کا سارا بدن کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو تو اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت عام مشائخ کے نزدیک منع ہے۔ اگر تلاوت چاہیں تو اس کا سارا جسم چادر سے ڈھانک دیں۔	۱	۶۶۳
۱۴	**مسئلہ** : زیارتِ قبور و عیادتِ مریض بھی عبادتِ الٰہی ہیں ان کا باوضو ہونا مستحب ہے پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے اگرچہ اس تیمم سے نماز نہ ہو گی۔	۹	۶۶۳
۱۵	**مسئلہ** : دفنِ میتِ مُسلم بھی منجملہ عباداتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے، پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔	۴	۶۶۶
۱۶	**مسئلہ** : اگر وضو کرتا نماز جنازہ ہوچکتی اس ضرورت سے تیمم کرکے پڑھی کہ اتنے میں اور جنازہ آگیا اور اس میں اتنی مُہلت تھی کہ وضو کرلیتا مگر یہ نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی تو اس کے لیے دوبارہ تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔	۲	۶۶۷

۱۷ مسئلہ: ایک جنازہ تیمم سے پڑھا تھا کہ دوسرے کی نماز تیار ہوگئی دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کرلینے کی مہلت نہ تھی تو پہلا ہی تیمم باقی ہے اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔ ۳ ۶۶۷

مسائل زکوٰۃ

۱ مسئلہ: جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ ۳ ۱۸۲

مسائل روزہ

۱ مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ روزہ دار اپنی عورت کا بوسہ لے ایک بار اجازت فرمائی اور ایک بار منع۔ دیکھیں تو جن کو اجازت فرمائی وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا جوان۔ ۶ ۴۸۴

۲ مسئلہ: دانتوں سے خون نکلا روزہ میں اسے نگل گیا اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔ ۲ ۵۲۲

۳ مسئلہ: کلی کے بعد جو خفیف تری منہ میں رہ جاتی ہے کہ تنہا حلق میں جانے کے قابل نہ ہو اگر لعابِ دہن کے ساتھ چلی جائے روزہ میں خلل نہ آئے گا۔ ۶ ۵۲۳

۴ مسئلہ: منہ میں کھانے یا پان کا ایسا ہلکا اثر رہ جائے کہ آپ حلق میں اترنے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اُتر جائے گا روزہ نہ جائیگا۔ ۷ ۵۲۳

۵ مسئلہ: کھانے وغیرہ کے اس اثر کی قلت وکثرت کی معیار امام محقق علی الاطلاق کی تحقیق میں یہ ہے کہ اگر اُترتے وقت حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا تو کثیر ہے روزہ جاتا رہے گا ورنہ نہیں۔ ۸ ۵۲۳

۶ مسئلہ: جو چیز آپ حلق میں اُتر سکے کثیر و ناقض صوم ہے اور جو آب دہن کے ساتھ اس کی مدد سے اُتر جائے خود اُترنے کے قابل نہ ہو قلیل ہے روزہ نہ جائے گا۔ ۹ ۵۲۳

۷ مسئلہ: تل کا ایک دانہ روزہ دار نے قصداً نگلا روزہ جاتا رہا اور اگر منہ میں رکھ کر

چبایا تو نہیں اگرچہ آب دہن کے ساتھ اُتر جائے ۔ ہاں اس صورت میں اگر حلق میں اُس کا
مزہ محسوس ہو تو روزہ جاتا رہے گا۔ ۱۰ ۵۲۳

۸ **مسئلہ** : روزے میں بھول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا ، یا رات سے
مشغول ہوا اور اسی اثنا میں صبح صادق چمک آئی اگر یاد آتے ہی یا صبح ہوتے ہی معاً
فوراً جُدا ہوگیا تو روزہ ہو جائیگا اگرچہ جُدا ہونے کے بعد انزال بھی ہو جائے اور اگر
یاد آنے یا صبح چمکنے پر ایک لحظہ بھی توقف کیا تو روزہ گیا اسے پورا کرے اور قضا رکھے ۳ ۶۴۰

مسائلِ حج

۱ **مسئلہ** : حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی اور اس نجاست
حکمیہ سے ملوث ہو جاتی ہیں لہٰذا ماری ہوئی کنکری دوبارہ استعمال کرنا مکروہ ہے
اور اگر ضرورت ہو تو تین بار دھو لے بلکہ مطلقاً کنکریاں دھو ہی کر کام میں لانا مستحب
ہے کہ شاید کوئی نجاست حکمیہ یا حقیقیہ ہو ۔ ۳ ۲۴۲

۲ **مسئلہ** : اگر احرام میں زعفران ملا ہوا پانی مثلاً نہانے میں استعمال کیا اگر
زعفران قلیل ہے غسل ہوگیا اور کفارہ نہ آئے گا ورنہ غسل نہ ہوگا اور کفارہ دے گا۔ ۴ ۵۲۷

۳ **مسئلہ** : کھانے میں کیسی ہی خوشبو کی ہو احرام میں اس کے کھانے میں حرج
نہیں جرمانہ کچھ نہ آئے گا اور بغیر پکائے پڑی ہو اور خوشبو کے اجزا غالب ہوں
تو قربانی لازم آئے گی اور کھانے کے اجزا غالب ہوں تو کچھ نہیں ، ہاں خوشبو
آتی ہے تو مکروہ ہے ۔ ۶ ۵۲۷

۴ **مسئلہ** : کھانے کے سوا اور کسی طرح جو چیزیں بدن میں استعمال کی جاتی ہیں
جیسے بٹنا صابون وغیرہ ، اس میں اگر خوشبو اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے اسے خوشبو
کہے تو احرام میں اس کے استعمال سے قربانی دینی ہوگی ورنہ صدقہ ۔ ۷ ۵۲۷

۵ **مسئلہ** : خوشبو اگر پینے کی چیز میں پڑی ہو اگر وُہ خوشبو سے غالب ہے احرام
میں پینے سے قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ مگر یہ کہ بار بار پئے تو اب بھی قربانی ۔

۶ **مسئلہ** : کھانے خواہ پینے کی چیز میں زعفران پکتے میں ملائیں تو اس کے کھانے پینے
میں محرم پر کچھ نہیں اور بے پکائے تو قربانی یعنی جبکہ زعفران غالب ہو۔ ۲ ۵۲۸

۷ مسئلہ: کسی نے فقیر سے کہا میں نے تجھے اپنا مال حج کے لیے مباح کیا یعنی تجھے اجازت
دی کہ تو صرف حج کے لائق میرا روپیہ لے کر حج کر آ اس سے حج اس پر واجب نہ ہوگا ۳ ۶۳۰
نہ اُسے اس اباحت کا قبول ضرور۔

مسائلِ نکاح

۱ مسئلہ: جب دُلھن کو بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے
چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ ۵ ۴۵۵

۲ مسئلہ: عورت کا دُودھ دوا میں ملا کر شیر خوار بچہ کو دیا امام ابو یوسف کے
نزدیک اگر دُودھ کا مزہ یا رنگ باقی تھا حرمتِ رضاعت ثابت ہوگئی اور اگر دوا کے
سبب دونوں جلاتے رہے تھے تو حُرمت نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اگر دوا اسے
اس قدر بدل دے کہ دُودھ نہ رہے بچّہ کی غذا نہ ہوسکے تو حرمت نہ ہوگی ورنہ ہوگی ۳ ۵۲۲
اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں۔ اور یہی راجح ہے۔

۳ مسئلہ: حرمتِ رضاعت کے لیے بچّے کا پستان سے پینا ہی ضرور نہیں بلکہ ۴ ۵۲۲
جس طرح مُنہ یا ناک کے ذریعہ سے دُودھ اس کے جوف میں پہنچ گیا حرمت لائیگا۔

۴ مسئلہ: کھانے میں عورت کا دُودھ ملایا وہ کھانا شیر خوار بچہ کو کھلایا حرمتِ ۱ ۵۲۴
رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔

۵ مسئلہ: نماز کا وقت اتنا ہے کہ بیوی سے صحبت کے بعد نہا کر وقت نہ ملے گا ۱ ۵۸۴
تو صحبت جائز نہیں۔ ۲ ۵۸۴

۶ مسئلہ: بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔

۷ مسئلہ: نکاح یُوں کیا کہ مَیں تجھے ایک مہینے یا ایک سال یا دو سو (۲۰۰) برس کے لیے
نکاح میں لایا نکاح نہ ہُوا اور اگر نکاح خالص طور پر کیا اور دل میں یہ ارادہ ہے ۲ ۶۴۳
کہ ایک مہینے یا ایک دن یا منٹ ہی بھر بعد چھوڑ دوں گا تو جائز ہوا۔

۸ مسئلہ: عورت کے جب باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا اور چچا
نہ ہوں تو چچا کا بیٹا اس کا ولی ہے اگر اس نے اس سے کہا میں تجھ سے نکاح کرنا
چاہتا ہوں اور وہ چُپ رہی اُس نے دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ میں اُسے

اپنے نکاح میں لایا نکاح ہوگیا **اقول** یعنی جبکہ یہ اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا چال چلن یا پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح ہونا عرفاً معیوب سمجھا جائے۔ ۸ ۷۲۰

۹ **مسئلہ:** زید سے کہا نہ سُنا عمرو نے بطور خود اس کا نکاح ہندہ سے کر دیا نکاح صحیح ہوگیا مگر اجازتِ زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیا خواہ صراحۃً مثلاً میں اس نکاح پر راضی ہوا یا دلالۃً مثلاً کسی نے مبارک باد دی اُسے قبول کیا یا منکوحہ کو کچھ حصہ مہر کا بھیجا تو جائز ہوگیا، رد کر دیا تو باطل۔ ۳ ۷۲۱

مسائل طلاق

۱ **مسئلہ:** اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ۳ ۳۹۳

۲ **مسئلہ:** کسی سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی طلاق ہوگئی اور جھنجلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہوگی۔ ۱ ۷۸۰

۳ **مسئلہ:** عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اُس نے پھر کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم آواز سے کہا تو ہوگئی۔ ۲ ۷۸۰

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی درکنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔

مسائل عتق

۱ **مسئلہ:** زید کی چار بیبیاں اور دس یا زیادہ غلام ہیں اس نے کہا میں ان میں سے ایک کو طلاق دُوں تو میرا ایک غلام آزاد ہے اور دُو کو تو دو، تین کو تو تین، چار کو تو چار۔ پھر چاروں کو طلاق دے دی ایک ساتھ خواہ کسی طرح، ہر طرح سے دس غلام آزاد ہوئے کہ ۱ + ۲ + ۳ + ۴ = ۱۰ ۶ ۵۱۲

مسائل قسم

۱ **مسئلہ:** قسم کھائی کہ آج وقتِ ظہر سے پہلے کوئی نماز پڑھے گا دس بجے کوئی جنازہ

	آیا اس کی نماز پڑھی قسم پوری نہ ہوئی دو رکعت نفل پڑھنے سے پوری ہو گی ، یوں ہی اگر گہن پڑا اور اس کی نماز پڑھی تو پوری ہو گئی ۔	۱	۴۸۱
۲	**مسئلہ :** گوشت کھانے کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی ۔	۱	۴۸۲
۳	**مسئلہ :** قسم کھائی پانی نہ پیے گا پھر وہ پانی پیا جس میں زعفران مل گیا ہے اگر خلط قلیل ہے کہ رنگنے کے قابل نہ ہوا قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں ۔	۳	۵۲۷
۴	**مسئلہ :** قسم کھائی کہ فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس نے مانگی اس نے وعدہ کیا تو قسم نہ ٹوٹی جبکہ وہ وعدہ ایسے وقت کے لیے نہ ہو جس تک اس کی حاجت فوت ہو جائے گی ۔	۲	۷۷۸
۵	**مسئلہ :** قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی اس پر وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں ۔	۳	۷۷۸
۶	**مسئلہ :** قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے یا پانچ مسکینوں کو دے سکتا ہے صرف تین روزے رکھے نصف کھانا دینے کی کچھ ضرورت نہیں ۔	۳	۸۰۷
۷	**مسئلہ :** قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا ۔	۲	۸۱۴

مسائلِ حدود

۱	**مسئلہ :** شراب میں پانی یا پانی میں شراب ملا کر پی حرام مطلقاً ہے ۔ مگر اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے حد نہ لگے گی مگر یہ کہ نشہ آجائے ۔	۱۱	۵۲۳

مسائلِ سیر

۱	**مسئلہ :** جتنے لوگ کلمۂ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریاتِ دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل کافر حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں ۔	۵	۴۲۱
۲	**مسئلہ :** لشکرِ اسلام نے کسی قلعۂ کفار کا محاصرہ کیا اور معلوم ہے کہ اس میں کوئی کافر ذمی بھی ہے اس قلعہ والوں کا قتل حرام ہے کہ قتل ذمی کا اندیشہ ہے ہاں اس میں سے		

	بعض لوگ نکل گئے یا نکال دئے گئے یا ناجائز طور پر قتل ہی کر دئے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہے کہ ذمی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا۔	5	۴۳۸
۳	**مسئلہ:** عالم دین سُنّی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	1	۵۷۰

مسائل شرکت

۱	**مسئلہ:** باپ کے بعد سب بھائی ترکہ میں کام کرتے رہے اور مال بڑھا تو وہ سب کا برابر ہے اگرچہ بعض نے کام کم کیا ہو بعض نے زیادہ، بعض نے تدبیریں اچھی بتائی ہوں جن سے نفع ہُوا بعض نے نہیں۔	۷	۴۲۸
۲	**مسئلہ:** بیٹا باپ کے کام میں اسے مدد دیتا ہے دونوں کے کام سے اموال پیدا ہوئے تمام اموال کا مالک صرف باپ ہے باپ فقط مددگار سمجھا جائیگا یونہی اگر زن وشو میں کام مرد کا ہے اور عورت مدد دیتی ہے مال میں حصہ دار نہ ٹھہرے گی۔	۸	۴۲۸
۳	**مسئلہ:** مباح چیز کے حاصل کرنے میں اگر بیٹے نے باپ کے ساتھ کام کیا تو مددگار نہ ٹھہرے گا بلکہ جو کچھ یہ مال حاصل کرے گا اُس کا یہی مالک ہوگا اگرچہ اُس کا کھانا پینا باپ ہی کے ذمے ہو۔	۱۰	۴۲۸
۴	**مسئلہ:** مباح لکڑی آدھی کاٹ کر چھوڑ دی دوسرے نے کاٹ کر جُدا کی یا کوئی مباح پیڑ جڑ سے اُکھیڑنے کے لیے دو نے مل کر زور کیا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ایک کی طاقت سے اُکھڑ آنے کے قابل ہوگیا اب ان میں ایک الگ ہوگیا دوسرے نے اُکھیڑا ان صورتوں میں اس لکڑی اور پیڑ کا تنہا یہ دُوسرا ہی مالک ہوگا پہلے کا حصہ نہ ہوگا پھر اگر دونوں نے شرکت چاہی تھی تو پہلا اپنے اتنے کام کی مزدوری پائے گا اور اگر اس نے صرف اسے مدد دی تھی تو اُجرت بھی نہیں۔	۱۲	۴۲۸
۵	**مسئلہ:** کنوئیں سے پانی ایک نے بھرا ابھی پانی باہر نہ نکالا تھا کہ دوسرے نے ڈول لے کر کنوئیں سے باہر نکال لیا اس پانی کا مالک بھرنے والا نہ ہوگا بلکہ یہ باہر نکالنے والا۔	۱۳	۴۲۸
۶	**مسئلہ:** ایک نے شکار کو اُبھارا اور گھیر کر لایا دوسرے نے پکڑ لیا یہ دوسرا مالک ہوگا نہ پہلا۔	۱۴	۴۲۸

٧	**مسئلہ**: مباح لکڑی ایک نے کاٹی دوسرے نے اکٹھی کی یا اس نے کاٹ کر اکٹھی کر دی تھی یہ اٹھا کر لایا دونوں صورتوں میں لکڑی کا مالک پہلا شخص ہوگا اور یہ دوسرا مزدوری پائیگا اگر بطور اعانت نہ تھا۔	١	٤٢٩
٨	**مسئلہ**: سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملالیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔	٣	٤٣٠

مسائلِ وقف

١	**مسئلہ**: وقف کا پانی جس لیے واقف نے معین کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام ہے حتّٰی کہ خود واقف کو۔	٧	٤١٧
٢	**مسئلہ**: وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اگر وضو کے لیے ہے تو عضو پر تین بار ڈالنا جائز ہے چوتھی بار حرام، جبکہ دو یا تین میں شبہہ ہوا اور واقع میں تین بار ڈال چکا تھا تو دفع شبہہ کو ایک بار اور ڈالنا جائز ہے۔	١	٤١٨
٣	**مسئلہ**: جو سبیل کسی نے وضو کے لیے لگائی ہو تو اس سے پینا جائز ہے جبکہ وہ پانی کسی کی ملک ہو اور اگر واقف کا پانی ہے تو ضرور ہے کہ وقتِ وقف واقف نے پینے کی بھی نیت کی ہو یا اس وقت اسے معلوم ہو کہ سبیلِ وضو کا پانی لوگ عادۃً پیا بھی کرتے ہیں ورنہ پینا جائز نہ ہوگا۔	٢	٤١٨
٤	**مسئلہ**: اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہو سکتی ہیں جن کے وقف کرنے کا رواج ہو۔	٤	٤١٨
٥	**مسئلہ**: اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہو سکتے ہیں یوں کہ محتاجوں کو تجارت کے لیے دیئے جائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائیں پھر صرف اصل یا نفعِ تجارت میں شرکت قرار پائی ہے تو مع نفع ان سے لے کر اور محتاجوں کو دیں یُوں ہی الٹ پھیر کرتے رہیں۔	٥	٤١٨
٦	**مسئلہ**: رواج ہو تو مثلاً اتنے من گیہوں یوں وقف ہو سکتے ہیں کہ حاجت مند کو بیج کے لیے قرض دیئے جائیں اس کی پیداوار سے اتنے گیہوں لے کر اور کو بیج کے لیے دیئے جائیں یُوں ہی کرتے رہیں۔	٦	٤١٨

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۷	**مسئلہ:** رواج ہو تو گائے بھینس بکری یوں وقف ہوسکتی ہے کہ دودھ دہی مکھن گھی محتاجوں کو دیا جایا کرے۔	۷	۲۱۸
۸	**مسئلہ:** جنازہ کے لیے چارپائی چادر، پڑھنے کے لیے قرآن مجید، مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقف جائز ہے۔	۸	۲۱۸
۹	**مسئلہ:** پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔	۹	۲۱۸
۱۰	**مسئلہ:** جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اس کے توابع منقولات بغیر رواج بھی وقف ہوسکتے ہیں مثلاً زمین کے ساتھ ہل بیل۔	۱۰	۲۱۸
۱۱	**مسئلہ:** پانی کسی طرح وقف نہیں ہوسکتا۔	۱	۲۱۹
۱۲	**مسئلہ:** وقف خود کسی کی ملک نہیں ہوسکتا، ہاں وقف کا محاصل موقوف علیہم کو دیئے جانے کے بعد ان کی ملک ہوجائیگا اور وقف علی الاولاد میں پھل وغیرہ ظاہر ہوتے ہی حسبِ حصص ان کی ملک ہوجائیں گے اگر قبل تقسیم ان میں کوئی مرجائے اس کا حصہ اس کے وارثوں کو پہنچے گا۔	۴	۲۱۹
۱۳	**مسئلہ:** مساجد مدارس، وقفی سقایوں، حوضوں میں جو پانی زرِ وقف سے بھرا گیا وہ حکمِ وقف میں ہے اس کا کوئی مالک نہیں اور واقف نے جس غرض کے لیے رکھا ہے اس کے غیر میں صرف نہیں ہوسکتا۔	۵	۲۱۹
۱۴	**مسئلہ:** آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اسی کی ملک رہتا ہے ہاں لوگوں کو اس کا صرف کرنا مباح ہے وہ بھی اسی طور پر جو مالک نے رکھا یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں۔	۶	۲۱۹
۱۵	**مسئلہ:** مسجد کے حوض یا سقائے جو نمازیانِ مسجد کے وضو کو بھرے جاتے ہیں ان کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے اگرچہ وضو کو مگر باجازت مالک اگر کسی نے اپنی ملک سے بھروائے یا اول روز سے اجازت واقف ہو اگر زرِ وقف سے بھرے گئے۔	۷	۲۱۹
۱۶	**مسئلہ:** جاڑے میں مسجد کے سقائے گرم کیے جاتے ہیں بعض لوگ پانی گھر کو لے جاتے ہیں یہ بلا اجازت مذکورہ حرام ہے بہت احتیاط چاہیے۔	۱	۲۲۰
۱۷	**مسئلہ:** پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کو گھروں میں لے جانے کی اجازت		

ہے تو جائز ہے۔ ۲ ۴۲۰

۱۸ مسئلہ: سبیل اگر خاص راہگیروں کے لیے ہے اس میں سے گھروں کو لے جانا حرام ہے بلکہ اگر خاص ایک قسم کے راہگیروں کے لیے ہے تو صرف اُنھیں کے لیے جائز ہے۔ جیسے بعض جاہل لوگ عشرۂ محرم خاص ہمراہیانِ تعزیہ کے لیے شربت کرتے ہیں دوسرے اس میں سے بے اجازت نہیں پی سکتے بلکہ اگر خاص ایک تعزیہ والوں کے لیے کیا۔ تو دوسرے تعزیہ والوں کو پینا جائز نہیں اگرچہ تعزیہ خود بدعت و ناجائز ہے۔ ۳ ۴۲۰

مسائلِ بیع

۱ مسئلہ: بیع تعاطی سے جائز ہے کہ بائع و مشتری زبان سے کچھ نہ کہیں یہ چیز لے لے وہ ثمن لے لے مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہے زید عمرو کی دکان پر آیا چار پیسے اس کے سامنے رکھے اور چار روٹیاں لے لیں عمرو نے کچھ نہ کہا بیع ہو گئی۔ ۱ ۴۲۱

۲ مسئلہ: زید کی نیت سے کوئی چیز خریدنا زید کو اس کا مالک نہیں کرتا یہ خریدنے والا ہی مالک ہوگا جب زید کو دے گا اس وقت زید کی ملک ہو گی اور اگر چاہے نہ دے تو اس پر کچھ الزام نہیں ہاں اگر عقدِ بیع میں زید کی طرف اضافت ہو مثلاً مشتری کہے یہ چیز زید کے ہاتھ بیع کر دے بائع کہے میں نے بیچی مشتری کہے میں نے زید کے واسطے قبول کی یا بائع کہے میں نے زید کے ہاتھ بیچی مشتری کہے میں نے قبول کی تو البتہ یہ بیع زید کے لیے ہوگی اگر وہ جائز رکھے گا چیز کا مالک وہی ہوگا نہ جائز رکھے گا تو بیع رد ہو جائے گی۔ ۲ ۴۲۱

۳ مسئلہ: اگر کوئی چیز بیچے اور بائع زیادہ سے زیادہ تین دن تک کے لیے اپنا اختیار شرط کرے کہ چاہوں تو اس مدت میں بیع قائم رکھوں یا نہ رکھوں اس صورت میں مدتِ مذکورہ تک مبیع ملکِ بائع ہی پر رہے گی اور مشتری کو اس میں تصرف جائز نہ ہوگا اگرچہ بائع نے مبیع اس کے قبضے میں دے دی ہو۔ ۳ ۴۸۳

۴ مسئلہ: کسی نے کہا میری طرف سے اپنا غلام اتنے روپوں کے بدلے آزاد کر دے اُس نے کر دیا اس بیع میں نہ ایجاب و قبول کی حاجت ہے نہ یہ ضرور ہے کہ مولیٰ وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو نہ یہ اُسے کسی عیب کے سبب یا اس بنا پر کہ میں نے بے دیکھے خریدا تھا واپس کر سکتا ہے کہ یہاں بیع آزاد کر دینے کے ضمن

میں پائی گئی ہے نہ اصالۃً۔ ۷ ۸۲۲

مسائلِ شہادت

۱ **مسئلہ:** تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔ ۳ ۱۵۸

مسائلِ وکالت

۱ **مسئلہ:** کسی کو سو روپے دیئے کہ گھوڑا مجھے خرید دے کسی خاص گھوڑے کے لیے
نہ کہا وکیل نے ایک گھوڑا سو روپے کو خریدا اور عقد میں مؤکل کا نام نہ لیا کہ اس کے لیے
خریدا نہ زرِ مؤکل پر عقد وارد کیا کہ اس مال کے بدلے خریدا نہ قیمت میں خاص وہ روپے
دیے یا مؤکل نے روپے دیے ہی نہ تھے اس صورت میں اگر وکیل اقرار نہ کرے کہ یہ گھوڑا
میں نے مؤکل کے لیے خریدا ہے تو گھوڑا وکیل ہی کی مِلک ٹھہرے گا مؤکل کو اس پر دعوٰی نہیں
پہنچتا اور عنداللہ نیت کا اعتبار ہے اگر اس کے لیے خریدا اس کا ہے اگرچہ بعد کو
منکر ہو جائے۔ ۴ ۴۲۶

۲ **مسئلہ:** کسی کو غیر معین چیز خریدنے کا وکیل کیا مثلاً ایک تھان زربفت کا لے آؤ
اگر اس نے عقد مؤکل کی طرف اضافت کیا کہ فلاں کے ہاتھ بیع کر دے اس نے کہا میں
نے فلاں کے ہاتھ بیع کی جب تو ظاہر ہے کہ مؤکل مالک ہوگا اور اگر مطلق خریدا تو اگر مال
مؤکل کی طرف عقد اضافت کیا کہ اس روپے کے بدلے دے دے تو مؤکل مالک ہے
اور اپنے مال کی طرف تو خود مالک ہے اور کسی خاص مال کی طرف اضافت بھی نہ کی تو نیت پر
مدار ہے اپنی نیت سے خریدا تو خود مالک ہے اور مؤکل کی نیت سے تو وہ، اور خرید کے
وقت نیت بھی کچھ نہ تھی نیت میں اختلاف پڑا مثلاً کہتا ہے میں نے اپنے لیے خریدا
مؤکل کہتا ہے میرے لیے خریدا یا بالعکس تو قیمت میں جس کا مال دیا وہی مالک ٹھہرے گا۔ ۱ ۴۳۲

۳ **مسئلہ:** پانی مول لینے کے لیے وکیل کیا وکیل نے زعفران ملا ہوا پانی خریدا اگر
ہنوز اسے پانی ہی کہا جائیگا مؤکل کا ٹھہرے گا اور رنگ کہلائے گا تو مؤکل پر لازم نہ ہوگا
وکیل اپنے لیے خریدنے والا ٹھہرے گا۔ ۵ ۵۲۷

مسائلِ دعوٰی

۱	مسئلہ: مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مدعا علیہ کا حلف چاہا حاکم نے اُس سے حلف کو کہا وُہ چپ رہا یہ سکوت بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔	۴	۷۷۹
۲	مسئلہ: اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے۔	۵	۷۷۹

مسائلِ ھبہ

۱	مسئلہ: کھانے پینے کی چیز جو بچّوں کا نام کر کے بھیجتے ہیں اس میں سے ماں باپ کھا سکتے ہیں کہ اصل مقصود ماں باپ کو بھیجنا ہوتا ہے اور چیز تھوڑی سمجھ کر بچّوں کا نام لیا جاتا ہے۔	۲	۴۲۹
۲	مسئلہ: اگر معلوم ہو کہ دینے والے نے واقعی بچّے ہی کو دی ہے ماں باپ کو دینا مقصود نہیں تو ماں باپ کو اس میں سے کھانا حرام ہے مگر یہ کہ محتاج ہوں۔	۴	۴۲۹
۳	مسئلہ: مال جس میں تصرف اس کا مالک کسی شخص یا جماعت کو مباح کر دے جیسے سبیل کا پانی یا دعوت کا کھانا یا جس نے کہہ دیا ہو کہ میرے باغ کے پھل جو چاہے کھائے وہ مال تصرف کے وقت بھی مالک ہی کی مِلک ہوتا ہے لینے والوں کی مِلک نہیں ہو جاتا ولہٰذا مہمان کو جائز نہیں کہ جو کھانا اس کے سامنے رکھا گیا یا اس کے کھانے سے بچ رہا اس میں سے بے اجازت مالک کسی فقیر کو کوئی ٹکڑا دے، ہاں اجازت دلالۃً بھی کافی ہے جب یقیناً معلوم ہو کہ اتنا تصرف وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ ہو گا۔	۳	۴۳۵
۴	مسئلہ: ولی نے جو چیز بچّے کو کھانے پینے کے لیے اپنے مال سے دی اور اسے مالک نہ کر دیا اس میں سے ولی کو جائز ہے کہ دوسرے کو دے دے اور اگر نابالغ ہی کے مال سے تھی یا اسے دے کر مالک کر دیا تو اب کسی کو نہیں دے سکتا۔	۱	۴۳۸
۵	مسئلہ: دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیر دے۔	۵	۶۴۳
۶	مسئلہ: شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کہ تُو نے مہر بخش دیا اس نے دوبارہ کہا ہاں بخش دیا۔ گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں اُس نے		

دو یار کہا ہاں ہو جاؤ۔ قرینہ و حالت سے معلوم ہو گا کہ اُس کا یہ کہنا واقعی ہے یا طنز سے ۳ ۷۸۰

مسائل اجارہ

۱ **مسئلہ:** جس اجیر کا وقت مول لیا مثلاً اتنے ماہوار پر خدمت گار وہ اجیر خاص کہلاتا ہے وہ اس وقت میں دوسرے کا کام نہیں کر سکتا اور اس کی تنخواہ کام پر موقوف نہیں اگر اُس نے وقت دیا اور اسے کام نہ ملا خالی بیٹھا رہا تنخواہ پائے گا اور اگر اسے جو کام بتایا تھا اس نے کیا اور کسی نے آکر بگاڑ دیا جب بھی اسے تنخواہ ملے گی اور اس کے کام کرنے میں جو چیز ٹوٹے بگڑے اس پر اُس کا تاوان نہیں۔ ۱ ۴۲۴

۲ **مسئلہ:** کسی کو مثلاً ایک دن یا دس دن کے لیے نوکر رکھا کہ جنگل کی مباح چیز مثلاً لکڑی پھول پھل پتے پالا پانی وغیرہ اس کے لیے جمع کر کے لائے یہ جائز ہے جو اجرت اس کی ٹھہری اسے ملے گی اور شے کا مالک یہ نوکر رکھنے والا ہو گا۔ ۲ ۴۲۴

۳ **مسئلہ:** اگر وقت مقرر نہ کیا بلکہ چیز معیّن کی مثلاً یہ لکڑی تو اجارہ فاسد ہے دونوں گنہگار ہوں گے اور اجیر اجرتِ مقررہ سے اُس قدر پائے گا جو معمولی نرخ سے زیادہ نہ ہو وُہ شے اب بھی اسی نوکر رکھنے والے کی مِلک ہو گی۔ ۳ ۴۲۴

۴ **مسئلہ:** اگر وہ لکڑی اس نوکر رکھنے والے کی مِلک ہے اور اس کے لیے وقت مقرر نہ کیا بلکہ لکڑی معیّن کر دی جیسے لکڑی چیرنے والوں کے ساتھ معمول ہے تو یہ جائز ہے اور اجیر اُجرت مقررہ پائے گا۔ ۴ ۴۲۴

۵ **مسئلہ:** کسی سے کہا کہ اُس شیر یا بھیڑیے کو قتل کرو تجھے ایک روپیہ دُوں گا اور وُہ جانور چھُوٹا ہوا ہے بند نہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے ایسا کام اگر ایک روپے یا زیادہ کے قابل ہے تو اسے ایک ہی روپیہ ملے گا اور کم کے قابل ہے تو کم اور وہ شکار اس اجیر کرنے والے کی مِلک ہو گا۔ ۱ ۴۲۵

۶ **مسئلہ:** اگر کسی کو شکار کرنے یا کاتنے یا مقدمہ لڑانے یا اپنے دین کا تقاضا کرنے یا قبضہ کرنے پر اجیر کیا اور وقت بیان کیا کہ ایک دن یا ایک مہینہ مثلاً تو اجارہ صحیح ہے جب اُجرت مقرر کی دی جائے گی ورنہ فاسد ہے اجرت مثل و اجرت مقررہ میں جو کم ہو گا وُہ دیا جائے گا یہ مسئلہ ضرور حفظ کرنے کا ہے کہ آج کل وکیلوں کا تقرر بلا تعیینِ مدت

ہوتا ہے سوا ان کے جن کا ہر پیشی پر محنتانہ قرار پاتا ہے۔ ۷ ۴۲۵

۷ **مسئلہ:** نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے دن کے لیے اس پر اجیر کیا کہ یہ آٹا
ایک روپے اجرت پر لگا دے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر
عقد اجارہ وارد کیا۔ ۸ ۴۲۵

۸ **مسئلہ:** اگر نان بائی سے یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کے لیے ایک روپے
پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکا دے یا یوں کہا جیسا یہاں معمول ہے کہ یہ آٹا آج
پکا دے ایک روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے کہ اجارہ فقط عمل پر ہوا۔ ۱ ۴۲۶

۹ **مسئلہ:** جسے کسی چیز مباح کے لانے پر اجیر کیا اور نہ وقتِ اجارہ مقرر کیا نہ وہ
شے معین کی تو اس مباح کو اگر اپنی نیت سے لے گا خود مالک ہوگا متاجر کی نیت سے لے گا تو وہ مالک ہوگا اور اگر کوئی
نیت نہ تھی یا نیت میں اختلاف پڑا یہ کہتا ہے میں نے اپنے لیے لی متاجر کہتا ہے
میرے لیے لی تو جس کے برتن میں لی اس کے لیے ہوگی۔ ۶ ۴۳۱

۱۰ **مسئلہ:** شرع میں دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو
تو دلالت معتبر نہیں مثلاً قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت لینی منع ہے لوگ جو مقرر
کرتے ہیں اور اجرت کا نام درمیان میں نہیں آتا بعد کو لیتے دیتے ہیں یہ بھی اجرت
ہی ہے کہ عادۃً معلوم ہے کہ وہ لینے ہی کو پڑھتے ہیں اور یہ پڑھنے ہی پر دیتے ہیں،
ہاں اگر صاف کہہ دیں کہ دیا کچھ نہ جائیگا پھر دیں تو حرج نہیں کہ تصریحاً نفی اس عادت
کی دلالت پر مقدم ہے۔ ۵ ۷۸۰

مسائلِ حجر

۱ **مسئلہ:** غلام کو تجارت کا اذن دیا تو جو دعوت تاجروں کا دستور ہے غلام
بھی اس مال سے کر سکتا ہے۔ ۱ ۴۳۰

۲ **مسئلہ:** سمجھ وال بچہ اگر ماذون ہے یعنی اس کے ولی شرعی نے اسے
خرید و فروخت کی اجازت دے دی ہے اس کا پانی یا اسی قسم کی اور چیز جو اس
کی ملک ہو پورے داموں کو اس سے خرید سکتے ہیں۔ ۳ ۴۳۳

۳ **مسئلہ:** نابالغ اگرچہ قریبِ بلوغ ہو وہ اپنی ملک سے ایک گھونٹ پانی نہ کسی کو

مفت دے سکتا ہے نہ کوئی چیز بازار کے بھاؤ سے ایسی کمی پر بیچ سکتا ہے جسے صریح
غبن کہیں، نہ اس کے ولی کو اس کے مال میں ان دونوں صورتوں کا اصلاً اختیار۔ ۴ ۴۳۳

۴ **مسئلہ:** معتوہ یعنی بوہرے کی تعریف اور یہ کہ اس کا اور سمجھ وال بچے کا ایک حکم
ہے اس کا بھرا پانی بھی وہی حکم رکھتا ہے جو نابالغ کا۔ یُوں ہی اس کی ہر مِلک مثل مِلک
نابالغ ہے۔ یہاں تک کہ اس پر نماز فرض نہیں پڑھے گا تو نفل ہوگی۔ عاقل بالغ
فرض وواجب وتراویح بلکہ نفل میں بھی اس کی اقتدا نہیں کر سکتا۔ ۵ ۴۳۴

۵ **مسئلہ:** جو تصرف خالص نفع ہے جیسے ہبہ قبول کرنا وہ صبی عاقل بے اذن
ولی کر سکتا ہے اور جس میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت وہ
ولی کی اجازت سے کر سکتا ہے اور جو محض ضرر ہے جیسے عورت کو طلاق دینا غلام
آزاد کرنا کسی کو کچھ مال بخش دینا یہ نہ خود کر سکتا ہے نہ ولی اجازت دے سکتا ہے۔ ۸ ۴۳۷

مسائلِ غصب

۱ **مسئلہ:** گمان ہُوا کہ فلاں چیز باپ کے پاس زید کی امانت تھی اس گمان پر
زید کے وارثوں کو دے دی پھر معلوم ہُوا کہ وہ اس کے باپ ہی کی تھی ان سے واپس
لے گا اور اگر وہ خرچ کر چکے تاوان لے گا۔ ۳ ۴۲۳

۲ **مسئلہ:** حساب کتاب میں غلطی سے گمان ہُوا کہ زید کے سَو روپے مجھ پر
آتے ہیں پھر ظاہر ہُوا کہ حساب برابر ہو چکا تھا وہ روپے اس سے واپس لے گا۔ ۴ ۴۲۳

۳ **مسئلہ:** پانی میں اختلاف ہے کہ مثلی ہے یا قیمی، مثلاً اگر کسی کا مشک بھر
پانی کسی نے خرچ لیا یا پھینک دیا ——— تو اس مشک بھر پانی اسے
دینا ہوگا یا اس کی قیمت اور مصنف کی تطبیق کہ پانی بایں معنی مثلی ہے کہ اس کے
حصّوں کی یکساں حالت ہوتی ہے ایک گھڑے سے دو لوٹوں میں پانی لو تو دونوں
پانی ایک سے ہوں گے جیسے سیر بھر گیہوں کے دو حصے کرو تو ایک دوسرے کے مثل
ہوگا اسی کو مثلی کہتے ہیں اور اسے بایں معنی قیمی کہا گیا ہے کہ وہ ماپا یا تولا نہیں
جاتا۔ ۴ ۴۳۹

مسائلِ قسمت

۱	**مسئلہ:** روپیہ اشرفی غلہ جو چیزیں مثلی ہیں ان میں سے بالغ وارث بطور خود اپنا حصہ نابالغوں کے حصے سے جدا کر سکتے ہیں اور یہ تقسیم مقبول رہے گی اگر نابالغوں کا حصہ ان کے لیے سلامت رہے اگر وہ تلف ہو جائے تو تقسیم کالعدم ہو کر یہ ٹھہرائیں گے کہ جو جاتا رہا وہ بالغ نابالغ سب کے حصوں میں سے گیا باقی میں سے نابالغوں کو حصہ دیا جائیگا۔	۲	۴۳۹
۲	**مسئلہ:** یہی حکم ایسی چیزوں میں شریک حاضر و غائب کا ہے جو شریک موجود ہے اپنا حصہ بطور خود لے سکتا ہے اور یہ تقسیم صحیح رہے گی اگر شریک غائب کا حصہ اس کے لیے سلامت رہے ورنہ جو گیا دونوں کا تھا اور جو باقی رہا دونوں کا ہے۔	۳	۴۳۹

مسائلِ حظر واباحت

۱	**مسئلہ:** اپنے دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرعاً منع نہیں مگر دامن سے ہاتھ منہ پونچھنے سے اہلِ تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔	۱	۳۰
۲	**مسئلہ:** کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پونچھنا نہ چاہیے۔	۳	۳۰
۳	**مسئلہ:** کھانے کے بعد اپنے عمامہ وغیرہ لباس سے ہاتھ پونچھنا منع ہے مصنف کے نزدیک یہ ممانعت اس وقت ہے کہ ابھی ہاتھ نہ دھوئے ہوں یا دھونے کے بعد بھی چکنائی یا بو باقی ہو جس سے کپڑا خراب ہو۔	۴	۳۰
۴	**مسئلہ:** تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے	۳	۱۵۸
۵	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔	۸	۱۷۱
۶	**مسئلہ:** مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے خواہ کچھ لکھا ہو۔	۹	۱۷۱
۷	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔	۱	۱۷۲
۸	**مسئلہ:** تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔	۲	۱۷۲

۹	**مسئلہ**: طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔	۲	۱۹۷
۱۰	**مسئلہ**: نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔	۳	۱۹۷
۱۱	**ف**: لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث متقارب المعنٰی ہیں۔	۵	۲۰۰
۱۲	**مسئلہ**: عبادت ومحنت دینیہ کے بعد دفع کلال وملال وحصول تازگی وراحت کے لیے احیاناً کسی امرِ مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کا پڑھنا سُننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔	۱	۲۰۱
۱۳	**مسئلہ**: صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت امورِ طبعی محبت کا تقاضا، تو اس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔	۲	۲۰۱
۱۴	**مسئلہ**: نماز میں انگلی چٹکانا گناہ وناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لیے جارہا ہے اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہوا تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلافِ اولٰی وترکِ ادب ہے۔	۱	۲۰۵
۱۵	**مسئلہ**: یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔	۲	۲۰۵
۱۶	**مسئلہ**: ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نورہ سے دُور کرنا بہتر ہے اور موئے زیرِ ناف پر بھی استعمالِ نُورہ آیا ہے۔	۳	۲۱۰
۱۷	**ف**: **تنبیہ ضروری بہت ضروری**: آریوں پادریوں وغیرہم کے لکچر ندائیں سُننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔	۶	۲۱۴
۱۸	**مسئلہ**: بلاضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔	۱	۲۲۱
۱۹	**مسئلہ**: بے وضو آیت کو چھُونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چھُونا حرام ہے ہاں جُزدان میں ہو تو جُزدان کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔	۱	۲۲۲

۳۴	**ف** : بےکسی صحیح وجائز حاجتِ شرعی کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے کہ اس کے نیچے آگ ہے۔	۱	۴۰۹
۳۵	**مسئلہ** : ہنود ونصارٰی کے برتن اگر خریدے یا کسی طرح ملے ان میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۱	۴۱۵
۳۶	**مسئلہ** : ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں ایک کتا ایک حربی کافر پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک کی پیاس کے قابل پانی ہے کتے کو پلائے اور حربی کو نہ دے۔	۴	۴۲۱
۳۷	**مسئلہ** : سوال جو بے ضرورتِ شرعیہ حرام ہے کچھ مال ہی مانگنے پر موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی کام یا خدمت کو کہنا بھی سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچّے یا کنیز وغلام سے **اقول** یونہی کسی کے نوکر سے کام لینا جبکہ باہم انبساط وبے تکلفی اس حد تک نہ ہو۔	۹	۴۳۷
۳۸	**مسئلہ** : رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے۔	۲	۵۷۴
۳۹	**مسئلہ** : جوابِ سلام میں دیر جائز نہیں۔	۱	۶۱۹
۴۰	**مسئلہ** : سلام شروع ملاقات کے وقت ہے دیر کے بعد یا کچھ کلام کرکے خلافِ سنّت ہے۔	۲	۶۱۹
۴۱	**مسئلہ** : بچّے نے جب تک بات نہ کی ہو اُسے مرد وعورت سب بے پردہ نہلا سکتے ہیں یہی وہ عمر ہے جس تک سترِ عورت کی اصلاً حاجت نہیں۔	۲	۶۵۶
۴۲	**مسئلہ** : بدن یا بال دیکھنے یا چھونے میں جو حکم زندے کا تھا وہی مُردے کا ہے **اقول** بلکہ بعض جگہ زائد کہ شوہر حیات میں مس کرسکتا ہے اور بعد موت اس کے بدن کو اصلاً ہاتھ نہیں لگا سکتا۔	۴	۶۵۶
۴۳	**مسئلہ** : دوسرے کی کنیز شرعی کا حکم مثل اپنی محرم عورت کے ہے کہ پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو کے نیچے تک دیکھنا جائز نہیں اس کے سوا میں جائز ہے بلکہ خوفِ فتنہ نہ ہو یا حاجتِ شرعیہ ہو تو چھونا بھی۔	۱	۶۵۸
۴۴	**مسئلہ** : اجنبی آزاد عورت کے مُنہ کی صرف ٹکلی جس میں کان یا گلے یا بالوں کا کوئی ذرہ داخل نہیں اور ہتھیلیاں اور تلوے دیکھنا اگرچہ حرام نہیں، ہاں مکروہ تحریمی ہے کہ ترک واجب ہے		

	مگر اُس کے اُن مواضع کا بھی چھُونا مطلقاً حرام ہے ولہٰذا شیخ کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے۔	۲	۶۵۸
۴۵	**مسئلہ:** دوسرے کی کنیز شرعی اگر اس کے سر میں تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلانے میں اس کا پیٹ پیٹھ ملے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو۔	۳	۶۵۸
۴۶	**مسئلہ ضروریہ اشد ضروریہ:** آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی نامحرم مرد کے بدن کو ہاتھ لگائے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں کو، اور مرد پر حرام ہے کہ اسے اِس کی اجازت دے، یہاں سے مشائخ زمانہ سبق لیں کہ اجنبی جوان مریدات اور وُہ خود بھی ضعیف نہیں پھر یہ ان کے قدم لیتیں اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں آنکھوں سے لگاتی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُنھیں ان حرکات سے بشدت روکیں، یُوں ہی بعض لوگ نہانے میں نائن یا اصیل سے ہاتھ پاؤں یا پیٹھ ملواتے ہیں یہ بھی حرام ہے اور احتراز فرض ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ البتہ اگر عورت بہت ضعیفہ بُڑھیا ہے کہ محلِ فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف بُوڑھا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے۔ **اقول** تو یونہی اس کے پاؤں چھُونے سے اُس عورت کو ممانعت نہ کی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔	۴	۶۵۸
۴۷	**مسئلہ:** جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے۔	۲	۶۶۳
۴۸	**مسئلہ:** اگر کوئی جنب یا حیض یا نفاس والی عورت پاس موجود ہو تو قرآن عظیم کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اپنی عورت حائضہ یا نفسا کی گود میں سر رکھے لیٹا ہو اُس وقت بھی تلاوت کر سکتا ہے۔	۳	۶۶۳
۴۹	**مسئلہ:** کپڑے میں بانے کا اعتبار ہوتا ہے تانے کا لحاظ نہیں، بانا اگر ریشم ہو مرد کو ناجائز ہے اگرچہ تانا سُوت ہو۔ اور بانا سُوت ہے تو جائز اگرچہ تانا ریشم ہو۔	۲	۶۷۹
۵۰	**مسئلہ:** مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہے خاکِ شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چُونا، کما فی نصاب الاحتساب۔	۳	۶۹۶
۵۱	**مسئلہ:** سیپ کا چُونا حرام ہے جس پان پر وُہ چُونا لگا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔	۲	۷۰۱
۵۲	**مسئلہ:** بلاضرورتِ دوا منہ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔	۲	۷۰۴

۵۳	**مسئلہ :** جہاد میں حربی کافروں کے ساتھ بھی مثلہ کرنا یعنی قتل کے بعد ناک، کان کاٹنا حرام ہے۔ ہاں عین قتال میں جہاں بھی ضرب ہو جو کچھ بھی قطع کیا جائے کمال اجر ہے۔	۳	۷۰۴
۵۴	**مسئلہ ضروریہ :** بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر کالک لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے۔	۴	۷۰۴
۵۵	**مسئلہ :** جس طرح بے وضو کو قرآن مجید کے حرفوں کو چھُونا حرام ہے یونہی اس کے حاشیہ کی سادہ بیاض کو، یونہی اس کی جلد کو، یونہی چولی کو جو پٹھوں پر چڑھی ہوئی ہے، ہاں جزدان یا مقوے میں ہو تو ان کا چھُونا جائز ہے۔	۱	۷۲۳
۵۶	**مسئلہ :** مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے مثلاً خدمت گاری کافر کی نوکری حدیث میں اس سے منع فرمایا۔	۳	۷۵۵
۵۷	**مسئلہ :** اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبور انہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔	۸	۷۵۵
۵۸	**مسئلہ :** پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۲	۸۰۷
۵۹	**مسئلہ :** مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۱	۸۰۸

مسائل احیاء موات

۱	**مسئلہ :** خودرُو گھاس مالک کی ملک نہیں ہوتی جو کاٹ لے اسی کی ہے مگر اگر زمین جوتی اسے پانی دیا کہ گھاس اُگے تو اب یہ گھاس اس کی ملک ہو گی دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۱	۴۱۷
۲	**مسئلہ :** مباح چیز جیسے دریاؤں کا پانی جنگل کا خودرو پھل پھول ان پر جس کا ہاتھ پہلے پہنچ جائے اور قبضہ کرلے وہی مالک ہو جاتا ہے اس تفصیل پر جو آگے مذکور ہے۔	۲	۴۲۲
۳	**مسئلہ :** کسی مباح چیز کے لانے کے لیے دُوسرے کو اپنا نائب یا وکیل یا خادم		

یا مددگار بنانا صحیح نہیں جیسے وکیل کیا جب وہ قبضہ کریگا وہی مالک ہو جائیگا۔ ۴ ۴۲۲

۴ مسئلہ: کسی سے بلا اجرت کہا جنگل سے میرے لیے لکڑیاں یا پتے وغیرہ لے آؤ یا مثلاً
ہرن یا مچھلیاں شکار کر لاؤ اس نے کیا لکڑیوں پتوں شکار کا خود ہی مالک ہوا یوں ہی
جنگل میں جو برف آسمان سے گرا وہ منگوایا تو اٹھانے والا ہی مالک ہوگا۔ ۱ ۴۲۳

۵ مسئلہ: مباح چیزوں کی تحصیل، جیسے غیر مملوک جنگل سے گھاس لکڑی شکار یا دریا
یا نہر کنویں سے پانی لینا اس میں شرکت نہیں ہو سکتی کہ ایک کرے اور دونوں کی ملک ہو
بلکہ جو جتنی چیز لے گا وہی تنہا اس کا مالک ہوگا اور جو چیز دونوں نے مل کر حاصل کی مثلاً ایک
لکڑی دونوں نے کاٹی تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرا
مددگار تھا تو چیز قابض کی ہوگی اور مددگار کو مزدوری ملے گی جو کچھ ایسے کام پر ملتی ہو ۶ ۴۲۸

۶ مسئلہ: جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اُس کے گرد چالیس چالیس
ہاتھ تک دوسرے کو کُنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ۴ ۵۷۳

مسائل شرب

۱ مسئلہ: کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خالص ملک خدا ہے۔ ۵ ۴۱۶

۲ مسئلہ: مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے برتن والا اس کا مالک نہ ہوگا
جو لے اسی کا ہے۔ ہاں اس کا برتن بے اس کی اجازت استعمال نہیں کر سکتا۔ ۲ ۴۱۷

۳ مسئلہ: اگر کسی نے برتن اسی غرض سے رکھا کہ اس میں مینہ کا پانی آئے تو اس
پانی کا وہی مالک ہوگا دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔ ۳ ۴۱۷

۴ مسئلہ ضروریہ: بہشتیوں کے بچے اکثر کنوؤں پر پانی بھرتے اور لوگ ان سے پینے
یا وضو کو پانی لیتے ہیں یہ حرام ہے۔ ۲ ۴۳۴

۵ مسئلہ: سقا جب تک کسی کے برتن میں نہ ڈال دے پانی کا خود مالک ہے اگر
زید کے گھر لے جانے کو مشک بھری اور اس کے برتنوں تک لے گیا اس وقت بھی اسے
اختیار ہے کہ وہاں نہ ڈالے دوسری جگہ لے جائے یا جو چاہے کرے، ہاں جب اس کے برتن

	میں ڈال دیا اب بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا ۔	۴	۴۳۴
۶	**مسئلہ** : بوہرے کے بھرے ہوئے پانی سے جو اس کی ملک ہو بے حالتِ احتیاج اس کے ماں باپ کو انتفاع میں بھی دقت ہے ۔	۶	۴۳۴
۷	**مسئلہ بغایت مشکلہ** : بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ اگر نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لے کر کچھ حصہ اس میں ڈال دیا اب اس حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہو گیا ۔	۱	۴۳۵
۸	**مسئلہ** : نابالغ کا مملوک پانی اگر اس کے گھر سے لا کر بھی کوئی شخص کنویں یا مباح حوض میں ڈال دے گا اس کا استعمال بھی اسی طرح حرام ہو جائے گا ۔	۴	۴۳۵
۹	**مسئلہ** : یہ پانی اس نابالغ کے والدین بشرط احتیاج بالاتفاق استعمال کر سکتے ہیں اور ایک روایت پر بلا احتیاج بھی ۔	۵	۴۳۵
۱۰	**مسئلہ** : نابالغ کی ملک کا یہ پانی کہ کنویں یا مباح حوض میں مل گیا کسی طرح کتنے ہی داموں کو خریدا بھی نہیں جا سکتا نہ اس کی بیع سے نہ اس کے ولی کی ۔	۱	۴۳۶
۱۱	**مسئلہ** : نابالغ کی ملک کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا مثلاً گھڑے وغیرہ میں تو اس پانی کا استعمال بھی یونہی حرام ہو جائے گا حتی کہ اس کے مالک کو ۔	۲	۴۳۶
۱۲	**مسئلہ** : کچھ پانی وغیرہ کی خصوصیت نہیں نابالغ کی ملک کی کوئی چیز جب دوسری چیز میں اس طرح مل جائے گی کہ تمیز ناممکن ہو مثلاً کسی کے دودھ میں نابالغ کا پانی یا پانی میں عرق یا گیہوں میں گیہوں یا چاول میں چاول جب بھی یہی حکم ہے کہ وہ چیز خود مالک پر بھی حرام ہو گئی ۔	۳	۴۳۶
۱۳	**مسئلہ** : کسی کے غلام یا کنیز شرعی نے جو پانی کنویں یا مباح حوض سے بھرا وہ مالک عاقل بالغ کی اجازت سے جائز ہو سکتا ہے اب اجازت دے یا غائب ہے اور اسے خبر پہنچے اس وقت اجازت دے اور اگر اس کا مالک نابالغ یا معتوہ ہے تو عاقل یا بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت درکار ہے ۔	۶	۴۳۶
۱۴	**مسئلہ** : یہ احکام ٹھہرے ہوئے پانی میں ہیں اگرچہ دہ در دہ یا زائد ہو جاری پانی میں اگر نابالغ کی ملک کا پانی مل جائے تو اس کا استعمال ناجائز نہ ہو گا ۔	۹	۴۳۶
۱۵	**مسئلہ** : جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے جس طرح صرف میں نہیں لا سکتے		

یوں ہی پھینک بھی نہیں سکتے اُبال بھی نہیں سکتے **اقول** مگر جبکہ کنواں ناپاک ہوجائے
اس وقت کل یا بعض جتنے ڈول نکالنے کا حکم ہو بظاہر اس کی اجازت ہونی چاہیے
فان القصد فیه الی الاصلاح دون الافساد الا تری اذا کان حوضاً
مملوکا لصغیر فیه ماؤه فتنجس فانه یطهر بالاجراء ولا یترك
فاسداً علی الصبی فلیتامل (کیونکہ اس میں مقصود پانی کی اصلاح ہے پانی کا
فساد مقصود نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب حوض بچے کی ملکیت ہو اور اس میں پانی
ہو پھر نجس ہوجائے تو پانی جاری کرکے اسے پاک کیا جاتا ہے اور فاسد پانی کو بچے
کے لیے نہیں چھوڑا جاتا، غور کرو۔ ت) اور اسلم یہ ہے کہ اس نابالغ کی ملک کا
اگر کوئی جانور ہو جتنا پانی اس نے ڈالا تھا اس جانور کو پلا دیں یا اس کی کوئی عمارت
بنتی ہو اس کے گارے میں ڈال دیں یہ ڈول بھی محسوب رکھیں جو باقی رہے کنویں سے
اور نکال لیں هذا ما عندی واللّٰه اعلم (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور ۲ ۴۳۷
اللہ تعالٰی زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ ت)

۱۶ **مسئلہ**: اگر مینہ یا سیل نے اسے ابال دیا تو بلا دقت جواز ہوگیا۔ ۳ ۴۳۷

۱۷ **مسئلہ**: الحمدللہ مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا
پانی ڈالا ہے اتنا یا اس سے زائد بھر کر اسے دے دیں باقی کا استعمال
جائز ہوگیا۔ ۱ ۴۳۹

۱۸ **مسئلہ**: یہاں جواز کے لیے پانی کا جریان نہ مطلقاً کافی نہ ہمیشہ ضرور ۶ ۴۳۹
بلکہ اتنا پانی نکل جانا چاہیے جتنا نابالغ نے ڈالا تھا۔

مسائل دیت

۱ **مسئلہ**: ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں ولہذا اگر کسی کی انگلیاں کاٹ دیں ۵ ۲۵۹
پورے ہاتھ کی دیت لازم آئے گی۔

مسائلِ مداینات

۱ **مسئلہ**: جس کے کسی پر مثلاً دس روپے آتے ہوں کر اس نے دبا لیے یا اور

کسی وجہ سے ہوئے اور اسے اس سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سَو روپے کی مقدار تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آجکل اس پر فتویٰ دیا گیا ہے مگر سچے دل سے بازار کے بھاؤ سے سو ہی روپے کا مال ہو زیادہ ایک پیسہ کا ہو تو حرام در حرام ہے۔ ۲ ۳۹۳

۲ **مسئلہ:** مدیون پر ڈگری ہوئی اس کا مال ادائے دین میں لیا جائے گا مگر پہننے کے ضروری کپڑے نہیں لیے جا سکتے۔ ۷ ۶۵۹

مسائل وصی

۱ **مسئلہ:** ماں باپ محتاج ہوں تو اپنے بچّے کا مال بقدرِ حاجت بِلا قیمت لے سکتے ہیں اور غنی ہیں لیکن اس وقت اپنے مال پر ہاتھ نہیں پہنچتا مثلاً سفر میں ہیں اور بچّہ کا مال موجود ہے تو بقیمت لے کر خرچ کر سکتے ہیں جب اپنا مال ملے قیمت ادا کریں۔ ۱ ۴۲۷

۲ **مسئلہ:** باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بچّہ کو استاد کی خدمت کے لیے دے کر یہ مفت اس کا کام کاج جو اس کے قابل ہے کرے اور وہ اسے تعلیم کرے اگرچہ کسی جائز پیشہ ہی کی۔ ۱ ۴۲۸

۳ **مسئلہ:** باپ اور دادا اور ان کے وصی کو اختیار ہے کہ نابالغ سے اسے ادب دینے اور کام کی عادت ڈالنے کے لیے اس کے لائق کی خدمت لیں۔ ۲ ۴۲۸

۴ **مسئلہ:** ماں نے اپنا مال اپنے یتیم بچّہ کے ساتھ ملا لیا اور دونوں ساتھ کھاتے ہیں، اگر ماں کے حصّہ میں معتدبہ زیادت آتی ہے تو یہ اسے جائز نہیں۔ ۴ ۴۳۰

۵ **مسئلہ:** نابالغ یتیم کما کر ماں کو دیتا ہے ماں اس پر خرچ کرتی ہے اس میں سے ایک دو لقمے کھا سکتی ہے۔ ۱ ۴۳۱

۶ **مسئلہ:** دوسرے کے بچّے سے سہل معمولی کام لینا مثلاً محلہ میں سے فلاں کو بلا لا یا یہ بات کہہ آ اس قدر میں حرج نہیں۔ ۲ ۴۳۱

۷ **مسئلہ:** جس سے جتنی بے تکلفی ہو اس کے مال میں تصرف کرنا اس کے غلام یا نوکر سے آتنا کام لینا بے اس کے پُوچھے بھی جائز ہے جہاں تک معلوم ہو کہ وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ گزرے گا۔ ۱ ۴۳۳

۸ **مسئلہ:** استادوں کو اختیار ہے کہ باپ دادا یا انکے وصی کی اجازت سے اپنے شاگرد بچوں سے معمولی کام، خدمت لیں، جہاں تک عام دستور ہو اور اس میں بچّہ کو ضرر نہ ہو مگر نہ ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں نہ ان سے بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں۔ ۵ ۴۳۳

۹ **مسئلہ:** استاد جیسے بچّے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ بچّے
سے پانی بھرنے کو کہے جبکہ وہ ہوشیار ہو اور اس برتن مثلاً ڈول یا گھڑے کو بھر کر کنویں سے
نکالنے کی طاقت رکھتا ہو جب وہ اسے بھر کر کنویں تک لائے اس وقت استاد اس کے
ہاتھ سے لے کر کنویں سے باہر خود نکال لے یا کسی بالغ شاگرد وغیرہ سے نکلوا لے اب اس
پانی کا استعمال جائز ہوگا۔ ۱ ۴۳۴

۱۰ **مسئلہ:** ماں باپ دادا دادی اپنے بچّے سے کام لے سکتے ہیں یا تو یوں کہ محتاج
ہیں یا نوکر رکھنے کی طاقت نہیں یا بچّے کو ادب دینے کام سکھانے کی عادت ڈالنے کیلئے ۱۰ ۴۳۷

مسائل فرائض

۱۱ **مسئلہ:** غسل کفن دفن کی حاجت تقسیم ترکہ بلکہ ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جب تک
اس سے فراغ نہ ہو لے کوئی قرض خواہ بھی کچھ نہ پائے گا، نہ کوئی وصیت نافذ کی جائیگی ۶ ۶۵۹
نہ کسی وارث کو کچھ دیا جائے گا۔

مسائل فقہیّہ

۱ **مسئلہ:** زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقۂ فطر و فدیۂ روزہ و نماز و کفارۂ قسم وغیرہ
میں نیم صاع گیہوں جَو کے پیمانے سے دیے جائیں یعنی جس برتن میں ایک سو چوالیس
روپے بھر جَو ٹھیک ہموار سطح سے آجائیں کہ نہ اُونچے رہیں نہ نیچے اس برتن بھر کر
گیہوں کو ایک صدقہ سمجھا جائے ہم نے تجربہ کیا پیمانۂ نیم صاع جَو میں بریلی کے سیر سے کہ
سَو روپے بھر کا ہے اٹھنی بھر اُوپر پونے دو سیر گیہوں آتے ہیں فی کس اتنے دیے جائیں۔ ۱ ۱۴۴

۲ **مسئلہ:** تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے کہ چھیانوے روپے بھر کا ہے
تقریباً آدھ پاؤ اوپر سیر بھر ہے اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر کے قریب مجموع غسل کا
چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ ۱ ۱۴۵

۳ **مسئلہ:** حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا بندہ کو
حکم کا اتباع چاہیے حکمت جو اسے معلوم ہے موجود ہو یا نہیں، جیسے سفر میں دو رکعت
کی تخفیف اس حکمت کے لیے ہے کہ سفر مشقت ہے اور مشقت
طالب آسانی۔ پھر اگر بادشاہِ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے بلکہ سیر و شکار سے
اور زیادہ راحت و فرحت ہو جب بھی قصر ہی کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ ۶ ۲۴۴
حکمت سے۔

۴	**ف** : محدث جب مطلق ہو تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔	۲	۲۵۵
۵	**مسئلہ** : امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دیئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں مثلاً سو روپے زید کے پاس امانت رکھے زید کو حرام ہے کہ ان روپوں کو دوسرے سو روپوں سے بدلے یا کسی کی اشرفی چھینی خاص وہی اشرفی اسے پھیر کر دینا فرض ہے دُوسری بدل کر نہیں دے سکتا اگرچہ بعینہٖ وہی سکہ وہی حالت ہو۔	۳	۴۱۹
۶	**مسئلہ** : مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔	۷	۴۲۱
۷	**ف** : استار ایک تولہ ۸ ماشے دوٗ رتی ہے اور رطل ۳۳ تولے ۹ ماشے۔	۳	۵۶۰
۸	**مسئلہ** : شریعتِ مطہرہ جو رخصتیں عطا فرماتی ہے مثلاً مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے چار رکعتیں فرض کی دوٗ پڑھے گا پانی میل بھر دُور ہو تو نمازی تیمم کرے اُن میں مطیع عاصی سب شریک ہوتے ہیں اگر کسی نے کسی ناجائز کام کے لیے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ قضا کر سکے گا اور جو معاذ اللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تیمم کرے گا۔	۶	۶۲۶
۹	**مسئلہ** : ہمیشہ یاد رہے کہ احکامِ الٰہیہ بجا لانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہو سکتی مشقتِ شدید عذر ہے۔	۳	۶۳۲
۱۰	**مسئلہ** : ثواب کی بات میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینی کہ اس کے کرنے کے لیے آپ چھوڑنی یہ نہ چاہیے **اقول** مگر محلِ ادب میں کہ یہاں اُسے ترجیح دینا ہی بڑی قربت ہے جیسے نمازِ جنازہ میں حکم ہے کہ باپ کو مقدم کرے اگرچہ بیٹے کا حق ہے بدائع میں ہے : منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم۔	۵	۶۵۵
۱۱	**مسئلہ** : عبادت کی چار قسمیں ہیں مقصودہ مشروطہ بطہارت۔ مقصودہ غیر مشروطہ۔ مشروطہ غیر مقصودہ۔ غیر مقصودہ وغیر مشروطہ اور اُن کی مثالیں۔	۹	۶۶۴
۱۲	**مسئلہ** : اختلافِ ائمہ سے حتی الامکان بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے مثلاً باوضو نے اپنے عضوِ مخصوص کو کھجانے میں ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک وضو نہ گیا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جاتا رہا تو مستحب ہے کہ وضو کرے لیکن اگر وضو کرکے وہیں بیٹھا ہے اور کھجایا تو وہیں دوبارہ وضو نہ کرے کہ		

	بے مجلس بدلے دوبارہ وضو مکروہ ہے بلکہ مجلس بدل کر وضو کرنا چاہیئے۔	۵	۸۰۸

رسم المفتی

۱	**فائدہ ضروریہ**: خلافِ مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جبکہ خلاف اختلافِ زمانہ سے ناشی نہ ہو۔	۲	۲۱
۲	**ف**: کُتبِ شروحِ حدیث میں جو مسئلہ کتبِ فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔	۳	۱۸۸
۳	**ف**: شیٔ اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شروط و احکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔	۷	۱۹۰
۴	**ف**: شرعی کے دو معنی ہیں مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔	۱	۲۰۲
۵	**ف**: چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے لہٰذا قولِ ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں ضرورت، دفعِ حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ ان سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔	۳	۳۸۵
۶	**ف**: انھیں وجوہ سے صحیح و مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت و جمعہ و عیدین میں حاضر ہونا کہ زمانۂ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقاً منع ہے۔	۱	۳۸۶
۷	**ف**: علامہ شامی فرماتے ہیں، ہم نے صرف تقلیدِ امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے نہ کسی اور کی ولہٰذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے، نہ یوسفی وغیرہ امام ابویوسف وغیرہ کی نسبت سے۔	۷	۳۸۸
۸	**ف**: امام سے مسائل منقول ہیں دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قول امام کا ضعف لازم آنا درکنار دلیل امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔	۲	۳۸۹
۹	**مسئلہ**: جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابویوسف کے قول پر عمل ہو ان کے بعد امام محمد پھر امام زفر پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم مثل امام عبداللہ بن مبارک و امام اسد بن عمرو و امام زاہد ولیث بن سعد و امام عارف داؤد طائی وغیرہم		

	اکابر اصحاب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کے اقوال پر عمل ہو۔	۶	۴۰۰
۱۰	فائدہ: مکروہِ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔	۳	۴۰۸
۱۱	فائدہ: ایک ہی چیز میں اختلافِ سوال سے مفتی کا فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے اسی چیز کو پوچھیں کہے گا جائز، اسی کو یُوں پوچھیں کہے گا ناجائز، اختلافِ احوال سے یہ اختلاف پیدا ہوتا ہے۔	۳	۴۸۴
۱۲	فائدہ: کسی مسئلہ میں کوئی امامِ معتمد جو قید زیادہ فرمائے اور اوروں سے اُس کا خلاف ثابت نہ ہو واجب القبول ہے **اقول** صورتیں چار ہیں دوسروں کے یہاں اس کی نفی اثبات کچھ نہیں یہی وہ صورت مذکور ہے بعض دیگر نے خلاف کیا اور ترجیح اسے ہے جب بھی حکم وہی ہے اور ترجیح اسے ہے تو بالعکس اور کسی کو ترجیح نہ دی گئی تو حسبِ دستور احوط یا الیسر یا اوفق ملحوظ و منظور۔	۱	۵۸۱
۱۳	فائدہ: تقییدِ شراح اطلاق متون کی مخالفت نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔	۲	۵۸۱
۱۴	فائدہ: افاداتِ علماء میں تکرارِ مسائل معیوب نہیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتب میں مسائل مکرر ذکر فرمائے کہ لوگوں کو خواہی نخواہی حفظ ہو جائیں۔	۹	۸۲۰

عقائد

۱ **فائدہ جلیلہ**: ہر نیک کام سے گناہ دُھلتے ہیں مگر جو چیز قربت میں صرف کی گئی اس کی طرف گناہوں کی نجاستِ حکمیہ منتقل ہونا صرف اس چیز میں ہے جسے بالخصوص شرعِ مطہر نے اس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو جیسے وضو و غسل میں پانی یا زکوٰۃ میں مال۔ یہ حکم مطلق ہو تو نیکی الٹی بدی ہو جائے مثلاً پانی پلانا ضرور کارِ ثواب ہے اب جو پانی پلانے کے لیے لیا اگر گناہوں کی نجاست اس میں آجائے تو پانی ناپاک یا خراب ہو جائے تو نجس یا مکروہ پانی پینے کو دینا ٹھہرے اور یہ نیکی نہیں بدی ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہابیہ مخذولین کا زکوٰۃ پر قیاس کر کے نیازِ اولیاء کے کھانے کو معاذ اللہ بلفظ خباثت تعبیر کرنا کہ صدقہ کی وجہ سے اس میں خباثت آگئی جیسا کہ وہابیہ کی براہینِ قاطعہ وغیرہا میں ہے یہ محض ان خبیثوں کی خباثت و حماقت ہے نیازِ اولیاء سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے ہاں خبیثوں کے لیے

خباثت ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین
والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرؤن مما یقولون۔

(گندیاں گندوں کے لیے ہیں اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں
کے لیے ہیں اور ستھرے ستھریوں کے لیے، ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی
باتوں سے پاک ہیں) والحمدللہ ۱۲۔ ۷ ۲۴۴

۲ **مسئلہ**: ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ
سے ہوتا ہے اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شئ مؤثر حقیقی نہیں، نہ آگ
جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے
اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اسباب ومسببات میں ربط فرما دیا ہے کہ وہ بھی اسی
کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو چیز پانی سے جل جائے آگ سے بجھ جائے
آنکھیں سنیں کان دیکھیں وغیر ذلک۔ چاہے تو اسباب کو معطل کردے لاکھ سبب
موجود ہوں اور مسبب نہ ہو سکے چاہے تو اسباب کو معزول فرمادے کوئی سبب
نہ ہو اور مسبب موجود ہو جائے اعلموا ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر۔ ۱ ۴۹۰
(جان لو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ت)

۳ **فائدہ**: جہنم کی آگ سخت اندھیری کی طرح کالی تاریک اندھیری ہے اس کی لپیٹ میں اصلاً ۳ ۵۵۰
روشنی نہیں۔

۴ **مسئلہ**: مسلمان جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہیں حلال ہے اور ان پر ۱ ۵۵۸
یہ بدگمانی کہ وہ معاذاللہ غیر خدا کی عبادت چاہتے ہیں سخت حرام۔

۵ **مسئلہ**: اگر کوئی جاہل ایسی ملعون نیت کرے بھی اور ذابح تکبیر کہہ کر ذبح کرے
جانور حلال ہے کہ یہاں ذابح کی نیت کا اعتبار ہے اور اسے حرام کہنا قرآن عظیم ۲ ۵۵۸
کے خلاف ہے۔

۶ **مسئلہ**: اگر کوئی مرتد یا مشرک بت پرست کوئی جانور ذبح کرے تو اس ذبح
سے اس کی کھال پاک ہو جانے میں دونوں قول باقوت ہیں اور احتیاط اس میں ۳ ۵۵۸
ہے کہ ناپاک سمجھیں۔

یا رسول اللہ میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ ! ۱۰ ۵۵

ردِّ بدمذہباں

۱ فائدہ: امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفتِ مذہب کی جرأت نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں دونوں قولوں میں اتفاق کراتا کہ نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ ۔

مسلمانو انصاف ! ان اکابر کی تو یہ کیفیت اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلہ کو طیار ۔ ۷ ۳۹۸

۲ مسئلہ: تقلیدِ شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو عمل کرو باطل ہے اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب غیر مقلدو ہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا ۔ ۱ ۴۰۱

۳ ترجمہ فائدہ جلیلہ: بعض علماء بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کہنے کی بات ہے دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے بلکہ بُرا جانتے ہیں جا بجا جس کسی مسئلہ میں بےقیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف فرما دیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرأت نہ کریں پھر یہی علماء عمر بھر اپنے کو حنفی شافعی مالکی حنبلی کہتے کہلاتے رہے کبھی مذہب سے بےقیدی نہ برتی عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علمائے اُمت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور آدمی کو عمل کے لیے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزارہا کتابیں اور ائمہ واکابر کی عمروں کی کارروائیاں سب لغو وفضول میں وقت وعمر ومال برباد کرنا ہوتا اس سے بدتر کون سی شناعت ہے ۔ ۲ ۴۰۱

۴ فائدہ: نصاریٰ صراحۃً تثلیث کے قائل ہیں مگر تاویل کے ساتھ لہٰذا شرع مطہر نے انھیں مشرک ٹھہرایا اور ان کے اور مشرکوں کے احکام میں فرق فرمایا مگر وہابیہ اللہ و رسول سے آگے بڑھتے اور پوری توحید لا الٰہ الا اللہ ماننے والے مسلمانوں کے لیے بات بات

	بر مشرک کا لفظ گھڑتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)	۱	۷۳۸

فوائدِ حدیثیہ

۱	**ترجمہ اصل عبارت**: حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ سنیت۔	۱	۱۱
۲	**فائدہ**: حدیثِ ضعیف استحباب و اباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔	۱	۲۶

فضائل و مناقب

۱	**مسئلہ**: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو سونے سے نہیں جاتا۔	۱	۹۱
۲	**فائدہ**: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔	۲	۹۱
۳	**فائدہ**: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی نے فرمایا اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی یہ مرتبہ حاصل تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا۔ اور ایسے ہی اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور غوثِ اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔	۴	۹۱
۴	**مسئلہ**: نیند کے سوا باقی اور نواقض سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا، اور مصنف کی تحقیق کہ نواقض حکمیہ مثل خواب و غشی سے نہ جاتا اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا۔	۱	۹۲
۵	**ف**: بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے یُوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔	۴	۹۲
۶	**ف**: غشی بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جسم ظاہر پر طاری ہو سکتی ہے دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار و خبردار رہتا۔	۳	۹۳
۷	**مسئلہ**: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طیب طاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعثِ شفا و سعادت مگر حضور کی		

	عظمت شان کے سبب حضور کے حکم میں حکمِ نجاست رکھتے۔	۵	۹۳
۸	فائدہ: حدیثوں میں جو ارشاد ہوا کہ وضو میں ہر عضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں اہلِ کشف اسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔	۱	۲۴۵
۹	فائدہ: ائمۂ شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔	۲	۲۴۵
۱۰	فائدہ: اولیاء فرماتے ہیں کہ امامِ اعظم و امام ابو یوسف سردارانِ اہلِ کشف و مشاہدہ ہیں۔	۳	۲۴۵
۱۱	مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو بلکہ غسلِ جنابت کا بھی پانی ہمارے حق میں طاہر و مطہر ہے، اسی طرح تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۳	۲۵۴
۱۲	**فائدہ جلیلہ:** اجلۂ اکابر ائمۂ دین معاصرانِ امامِ اعظم وغیرہم رضی اللہ عنہ وعنہم کی تصریحات کہ امام ابو حنیفہ کے علم و عقل کو اوروں کا علم و عقل نہیں پہنچا جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔	۵	۳۸۹
۱۳	فائدہ: استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و استاد امامِ اعظم نے امام سے کہا اے گروہِ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار، اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے لیے۔	۶	۳۸۹
۱۴	فائدہ: امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں، اور فرمایا ابو حنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔	۷	۳۸۹
۱۵	فائدہ: امام شافعی نے فرمایا تمام جہان میں کسی کی عقل ابو حنیفہ کی مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا: اگر ابو حنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے تو تمام ابو حنیفہ کی عقل غالب آئے۔ امام بکر بن حبیش نے کہا: اگر ان کی عقل کا تمام اہلِ زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابو حنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ و اکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آئے۔	۸	۳۸۹
۱۶	فائدہ: امام شعرانی شافعی اپنے پیر و مرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیا کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی معلوم نہیں ہوتی۔	۱	۳۹۰

۱۷	**مسئلہ:** زمزم شریف سے غسل و وضو بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجاء مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۱	۴۰۸
۱۸	**فائدہ جلیلہ:** ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روزِ اول سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزّ وجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔	۳	۵۳۵
۱۹	**فائدہ:** اللہ اکبر کاشانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوتی صرف خرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۶	۵۵۰
۲۰	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اسے شرف مل گیا۔	۳	۵۵۲
۲۱	**مسئلہ:** اللہ عزّ وجل نے غیر افضل اشیا کو بھی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے تاکہ ان اشیا کو فضل حاصل ہو لہذا ولادتِ اقدس ماہِ ربیع الاول شریف میں ہوئی نہ ماہِ مبارک رمضان میں اور روز جانِ افروز دوشنبہ ہوئی نہ روزِ مبارک جمعہ اور مکان مولدِ اقدس میں ہوئی نہ کعبہ معظمہ میں۔	۴	۵۵۲
۲۲	**دلائل افضلیتِ کوثر:** (۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور جو عند اللہ افضل ہے فی نفسہٖ افضل ہے اور جو فی نفسہٖ افضل ہے جہاں ہو افضل ہے تو جو آخرت میں افضل ہے وہی دنیا میں افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔ (۲) زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا۔ اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔ (۳) کوثر کا پانی جنت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوثر میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا۔ اور فرماتے ہیں: سن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے، سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔ (۴) کوثر کا پانی اُمتِ مرحومہ کے لیے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا		

	ابدالآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔ (۵) اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسانِ عظیم رکھا کہ انا اعطینک الکوثر بیشک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل و یکتا ہو کوثر عطا فرمایا۔ اسی طرف انا میں ضمیر جمع اور اعطینک میں کاف مفرد کا اشارہ ہے تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے اللہ عزوجل ہم فقرائے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفِ کرم سے اُس میں سے پینا نصیب فرمائے، آمین!	٦	٥٥٢
٢٣	فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم تمام جہان کے لیے نعمتِ الٰہیہ ہیں۔	٥	٧٣٧

فوائد اصولیہ

١	مسئلہ: سنتِ مؤکدہ کے ترک عادت سے گنہگار و مستحقِ عذاب ہوتا ہے۔	٥	٩٥
٢	فائدہ: حتی الامکان اختلافِ علمائے بچنا مستحب ہے جب تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے۔	١	٩٨
٣	فائدہ: سنتِ ہدیٰ سنتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنتِ زائدہ سنتِ غیر مؤکدہ کا۔	٢	١٧٤
٤	مسئلہ: سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہگار ہوگا اور اس بارے میں دفعِ اوہام و توفیقِ اقوالِ علمائے کرام۔	٢	١٧٦
٥	فائدہ: اگرچہ فقہاء خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔	٢	١٧٨
٦	فائدہ: مکروہ تنزیہی لغۃً وشرعاً منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور پر اس میں صیغہ نہی ہو۔	٢	١٧٩
٧	مسئلہ: اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف و استعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔	١	١٨٤
٨	فائدہ: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	٤	١٨٧
٩	مسئلہ: جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے اور اماموں کے		

	مذہب کی رعایت مستحب ہے۔	۳	۴۱۴
۱۰	**مسئلہ:** مستحب کا ترک مکروہ نہیں۔	۴	۴۱۴
۱۱	**مسئلہ:** جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہو جاتا ہے۔	۲	۴۳۸
۱۲	**مسئلہ:** ائمہ متقدمین کے عرف میں حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔	۴	۴۴۵
۱۳	**مسئلہ:** فرض عین فرض کفایہ سے قوی تر ہے۔	۴	۶۵۵
۱۴	**مسئلہ:** جو بات شرعاً واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کر سکتا ہو اس وقت گمان وظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔		
۱۵	**فائدہ:** قرآن کریم کی سنت کریمہ ہے کہ بعض جگہ کلیہ کو اکثریہ سے تعبیر فرماتا ہے۔	۱	۷۳۷
۱۶	**فائدہ:** جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے یونہی اکثر سے کل۔	۲	۷۳۷
۱۷	**فائدہ:** کبھی قلت بولتے ہیں اور مراد عدم۔	۳	۷۳۷
۱۸	**مسئلہ:** جب تک دلیل قطعی بآسانی ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں۔ **اقول** اسی لیے غیر مجتہد پر ائمہ مجتہدین کی تقلید فرض اور اسے چھوڑ کر عمل بالحدیث حرام ہے کہ یہ حدیث کو نہ سمجھے گا نہ اس کے راجح مرجوح ناسخ منسوخ صحت اسناد صحت متن صحت فقہی پر مطلع ہو سکے گا تو اسے حکم الٰہی پر ظن بھی نہیں مل سکتا اپنے وہم کو ظن سمجھ لینا دوسری بات ہے اور امام کے قول پر عمل کیا تو قطعاً حکم الٰہی بجالایا کہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو، تو قطع ویقین کو چھوڑ کر شک و وہم میں پھنسنا حرام ہے۔	۲	۷۸۶
۱۹	**فائدہ:** فقہائے کرام احکام میں نادر صورتوں کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے۔	۳	۸۰۶
۲۰	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کریگا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا۔	۲	۸۱۴

طبعیات

۱	**فائدہ:** رنگتیں تاریکی میں بھی موجود رہتی ہیں نہ جیسے فلاسفہ وابن سینا کا زعم ہے کہ اندھیرے میں رنگ معدوم ہو جاتا ہے جب روشنی ہو پھر موجود ہو جاتا ہے۔	۲	۵۵۰
۲	**فائدہ:** ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا۔	۳	۶۸۰

٣	فائدہ: لین ذوبان دو طرح ہیں ایک گھل کر دوسرے بے گھلے آثار اصلیہ نار میں بھی ہے	١	٦٨٢
٤	فائدہ: اجزائے ارضیہ بلا واسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں۔	٤	٦٨٥
٥	فائدہ: کان کی ہر چیز گندھک پارے کے نکاح کی اولاد ہے گندھک نر ہے اور پارہ مادہ	١	٦٩٠

متفرقات

١	فائدہ: بچّے کے لیے بھی اس کے قابل گناہ ہیں اُسے جو تکلیف پہنچتی ہے اُنھیں گناہوں کا عوض ہے۔	٦	٦١٢
٢	فائدہ: کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا، کوئی پیڑ کاٹا نہیں جاتا، کوئی پتّا نہیں گرتا مگر جبکہ تسبیح الٰہی میں غفلت کرتا ہے۔	٧	٦١٢
٣	فائدہ: ابرک کی نسبت تحقیق کہ وہ بھی پتھر ہے، چُونے کا پتھر بھی ایک قسم کی ابرک ہے۔	٤	٦٩٨
٤	فائدہ: تحقیق اطلاق رصاص اور یہ کہ وہ رانگ اور سیسے دونوں کو کہتے ہیں، ہاں ابیض کہیں تو خاص رانگ مراد ہے اور اسود تو خاص سیسا رانگ کا خاص نام قلعی و قصدیر ہے اور سیسے کا اُسرب۔	١	٦٩٩
٥	فائدہ: اجساد سبعہ یا فلزات سبعہ یا معادن سبعہ یا منطرقات سبعہ یعنی ساتوں دھاتیں یہ ہیں: سونا١، چاندی٢، تانبا٣، لوہا٤، سیسا٥ رانگ٦، جست٧ اسی جست کو روئے توتیا، روح توتیا خار صینی کہتے ہیں پیتل ان میں نہیں کہ مصنوع چیز ہے تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں۔	١	٧٠٠
٦	فائدہ: زاج پھٹکری نہیں۔	٢	٧٠٠
٧	فائدہ: اس کی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔	٣	٧١١
٨	فائدہ: کھجور کا درخت ایک حصہ جانداری وحیوانیت کا رکھتا ہے جس طرح مونگا ایک حصہ شجریت کا۔	٥	٧١١
٩	فائدہ: بے تاسیس قافیہ دخیل و تاسیس والے قافیوں کے ساتھ لانا جیسے بسمل و قاتل فارسی میں معیوب نہیں اور اردو میں بھی بے تکلف رائج ہے لیکن نظم عربی میں اصلاً جائز نہیں طوسی معیار میں بیان مذہب عرب میں کہتا ہے اعتبار تاسیس در ہمہ قصیدہ و در ہر شعر کہ بر یک قافیہ بود واجب باشد قادیانی مرتد نے جو ایک قصیدہ لکھا یا نورالدین		

کا لکھا ہوا اپنی طرف نسبت کیا بہرحال اُسے اپنا معجزہ[1] قرار دیا اور قرآن عظیم کے مثل بتایا کہ
جیسے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن معجزہ ملا تھا مجھے یہ قصیدہ معجزہ ملا ہے۔
قال اخذہ اللہ اخذ عزیز مقتدر ؎

وکان کلام معجز آیۃ لہ
کذلک لی قول علی الکل یبھر

اس کی بنا قوافی بے تاسیس پر ہے مطلع یہ ہے:

ایا ارض مد قد دفاک مدمر واردک ضلیل واغراک موغر

اس[2] کے قوافی میں جابجا قوافی موسسہ لایا ہے مثلاً:

ع غبار عظامی قد سفتہا صراصر
ع لدینا معین لا یحاکیہ آخر
ع والقی من سب الی الخناجر
ع فہل بعدہ نحو الظنون تبادر
ع فطوبیٰ لقوم طاوعونی و آثروا
ع وانکان عیسیٰ او من الرسل آخر

اور اس کی کیا شکایت ابلیس[3] نے مرزا کو مسخرہ بنا کر اُسی قصیدہ میں ۱۶۹ نمبر کا یہ شعر القا کیا ؎

ولا تحسب الدنیا کناطف ناطفی
اتدری بلیل مسرۃ کیف تصبح

یہ بھی تمیز نہ ہوئی کہ روی ر ہے یا ح اور اس کی بھی کیا شکایت قصیدے[4] بھر میں کم کوئی شعر یا مصرع وزن میں ٹھیک ہوگا اکثر اس بے بہرے کے لیے بے بحرے ہیں
ہزاراں ہزار لعنت قہار ایسے اعجاز اور ملعون دعاوی دراز پر 1 ۷۲۷

تمت بالخیر و آخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العلمین۔

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	۴۰۷

ب

ت

۷۴۹

۴۲ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب التقریب	ابو زکریا یحییٰ بن شرف النوادی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقیاس	ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایہ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابو نصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاویٰ	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

٦٧ - حاشیة علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابو سعید الخادمی	١١٧٦
٦٨ - حاشیة ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
٦٩ - حاشیة علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
٧٠ - حاشیة علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٧١ - حاشیة علی المقدمة العشماویة	علامہ سفطی	
٧٢ - الحاشیة لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
٧٣ - الحدیقة الندیة شرح طریقة محمدیة	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
٧٤ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
٧٥ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
٧٦ - حلیة الاولیا۔	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
٧٧ - حلیة المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩

خ

٧٨ - خزانة الروایات	قاضی جکن الحنفی	
٧٩ - خزانة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٠ - خزانة المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	٧٤٠ کے بعد
٨١ - خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	٥٩٨
٨٢ - خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٣ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

د

٨٤ - الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٨٥ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٨٦ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
٨٧ - الدر المنثور	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	٩١١

ذ

۸۸ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹ - ذخیرۃ الفتاویٰ	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱ - الرحمانیۃ		
۹۲ - ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴ - رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین ابن نجیم	۹۷۰
۹۶ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
۹۸ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷ ۔ السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ ۔ السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ ۔ الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ ۔ شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ ۔ شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ ۔ شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ ۔ شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ ۔ شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ ۔ شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ ۔ شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ ۔ شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ ۔ شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ ۔ شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ ۔ شرح الغریبین		
۱۲۱ ۔ شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ ۔ شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ ۔ شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ ۔ شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ ۔ شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ ۔ شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ ۔ شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ ۔ شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ ۔ شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ ۔ شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

١٣١ - شرح الہدایہ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	٨٩٠
١٣٢ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	٥٧٣
١٣٣ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٤٥٨
١٣٤ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	٤٨٠
١٣٥ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	٥٣٦

ص

١٣٦ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	٣٩٣
١٣٧ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	٣٥٤
١٣٨ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	٣١١
١٣٩ - الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ٦٩٠

ط

١٤٠ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤١ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤٢ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	٩٨١
١٤٣ - طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧

ع

١٤٤ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	٨٥٥
١٤٥ - العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	٧٨٦
١٤٦ - عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	١٠٦٩
١٤٧ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٨
١٤٨ - عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
١٤٩ - عمدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	١٠٣٠
١٥٠ -		

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷
ق		
۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		
ک		
۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

۱۹۶	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری		۳۰
۱۹۷	کشف الرمز	علامۃ المقدسی		
۱۹۸	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی		۷۶۸
۱۹۹	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین		۹۷۵
۲۰۰	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً	۸۰۰
۲۰۱	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی		۹۷۳
۲۰۲	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود		۷۱۰
۲۰۳	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم		۴۰۵
۲۰۴	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی		۷۸۶
۲۰۵	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی		۳۵۴
۲۰۶	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان		۱۹۸
۲۰۷	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی		۲۸۱
۲۰۸	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک		۱۸۰
۲۰۹	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری		۵۳۸
	ل			
۲۱۰	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی		۱۰۵۲
۲۱۱	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی		۹۱۱
	م			
۲۱۲	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک		۸۰۱
۲۱۳	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی		۴۸۳
۲۱۴	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی		۴۸۳
۲۱۵	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	تقریباً	۹۹۵
۲۱۶	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی		۹۸۱
۲۱۷	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ		۵۵۰
۲۱۸	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی		۱۰۷۸

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفیٰ	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق		

۲۴۵ ـ معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ ـ المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ ـ المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ ـ المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ ـ معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ ـ مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ ـ المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ ـ المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ ـ مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ ـ مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵ ـ المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ ـ المقدمۃ العشماویۃ	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ ـ الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ ـ مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ ـ مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ ـ المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ ـ المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ ـ منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ ـ منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ ـ ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ ـ منہاج	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ ـ مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ ـ المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ ـ المبسوط	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ ـ مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن منظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۹۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹